انوار نبوت
مؤلف
شبیر احمد قاسمی
خادم الافتاء والحدیث
جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد الہند

انوار نبوت
سیرت مبارکہ کے مختلف موضوعات پر
علماء، طلبہ، خطباء، عوام وخواص سب کے لئے
احادیث شریفہ کے حوالوں کے ساتھ نہایت مفید
ومعتبر و موثر ترین، دینی، اصلاحی، دعوتی، فکری،
مضامین پر بیس رسالوں کا خوبصورت مجموعہ
مؤلف
شبیر احمد قاسمی
خادم الافتاء والحدیث
جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، الہند
مکتبۃ الاصلاح لالباغ مرادآباد

سببِ تالیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْہُمْ طَآئِفَۃً لِیَتَفَقَّہُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَہُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْہِمْ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نُوْرِ الْہِدَایَۃِ وَاَنْوَارِ النُّبُوَّۃِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے کہ ہر قوم اور ہر علاقہ سے کچھ لوگ ایسے تیار ہونا لازم اور ضروری ہے جو علومِ نبوت کے حامل ہوں۔ اور علوم نبوت کے انوارات سیکھنے کے لئے دور دراز سفر کی ضرورت پڑے تو سفر کی مشقتیں برداشت کریں، پھر اپنی قوم میں آکر علومِ نبوت اور ہدایت کے انوارات عام کریں۔

اس لئے ہر علاقہ کے علماء کا فرض ہے کہ امّت کو دینِ اسلام کے ہر شعبہ اور ہر ارکان سے روشناس کرائیں۔

اصولی طور پر دین کے پانچ ارکان ہیں۔

۱۔ عقائد عقائد کے تحت تین چیزیں آتی ہیں۔

۱۔ **توحید:** یعنی اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ ہونا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہی خالق وہی رازق — وہی مالک حقیقی — وہی موجود حقیقی — وہی زندہ کرنیوالا

وہی موت دینے والا ـــ وہی کارساز ـــ اسی کی طاقت ـــ اسی کی مدد سے سب کچھ ہوتا ہے۔

۲۔ رسالت : یعنی رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آپؐ کی سچائی ـــ آپؐ کی صداقت ـــ آپؐ کی سیرت ـــ آپؐ کی نبوت آپؐ کا اخلاق ـــ آپؐ کا معجزہ ـــ آپؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کا عقیدہ ہونا۔

۳۔ آخرت : آخرت کے عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد برزخی حالات ـــ قبر میں بشیر و مبشر ـــ یا منکر و نکیر کے سوال و جواب اور قبر کے آرام و راحت اور میدانِ محشر ـــ پھر حساب و کتاب اور جنت کے آرام و راحت، وہاں کی بے مثال نعمتوں اور جہنم کے عذاب اور مشقت وغیرہ کا عقیدہ ہونا۔

تمام مسلمانوں میں ان امور کا عقیدہ اور ان میں پختگی ہونا لازم اور ضروری ہے۔ آج افسوس ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔

۲۔ عبادات

عبادات کے تحت چار چیزیں آتی ہیں۔ نماز روزہ، زکوٰۃ، حج۔ یہ اعمال اللہ کے فرائض ہیں ان کی ادائیگی ہر مکلف پر لازم ہے۔ نماز، روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب پر اور حج ہر بڑے سرمایہ دار مسلمان پر فرض ہے۔

۳۔ معاملات

معاملات کے تحت ہر قسم کے لین دین، خرید و فروخت ـــ ادھار ـــ نقد ـــ قرض ـــ وعدہ سب شامل ہیں۔ اسی طرح بیاہ شادی اور دیگر تمام حقوق کی ادائیگی معاملات کے دائرہ میں داخل ہیں۔ کوئی مسلمان اس وقت تک دیندار

ومتقی نہیں بن سکتا جبتک اس کے معاملات درست نہوں۔

۴ معاشرات

معاشرہ کا مطلب یہ ہے فیملی۔کنبہ۔خاندان قبیلے۔اعزاؤ اقربار۔پڑوسیوں اور ماحول میں رہنے والوں کے ساتھ رہن سہن۔طریق زندگی اور گذر بسر سب اچھے طریقہ سے ہوں۔ نفرت کے بجائے محبت کا ماحول پیدا ہوجائے۔

۵ اخلاقیات

اخلاق یعنی اچھی عادت۔اچھی خصلت خوش مزاجی۔نرم مزاجی۔بڑوں کی عزت وعظمت۔چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت۔ماتحت لوگوں کے ساتھ رواداری۔اور لوگوں کی خطار ولغزشوں سے درگذر کرنا، کمزوروں کی مدد کرنا۔مہمانوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔مظلوموں کی مدد کرنا۔ہر شخص کے ساتھ پیار ومحبت کا معاملہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ دین کے پانچ بڑے بڑے ستون ہیں جن کے تحت دین اسلام کے تمام امور شامل ہیں۔ آج تک دنیا میں ہر زمانہ کے علمائے امت نے لاکھوں کروڑوں کتابیں لکھ ڈالی ہیں، اور لکھ رہے ہیں، اور آئندہ بھی لکھتے رہیں گے۔ اور یہ سب علوم نبوت کے منبع فیوض سے جاری ہونے والے چشمہ کے انوارات ہیں، اور سب کا تعلق کسی نہ کسی طریقہ سے ان بنیادی پانچ امور میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔اور ہر زمانہ کے علمار کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے زمانہ کے عامۃ المسلمین کو دین اسلام کے ان پانچ ارکان عقائد، عبادات۔معاملات۔معاشرات۔اخلاقیات سے روشناس کرائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ ذاریات آیت ۵۵ میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرکے فرمایا وَذَکِّرْ

فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ مؤمنین کے درمیان رشد وہدایت کے انوارات پھیلایا کرو، اس سے مؤمنین کو دینی فائدہ پہنچتا رہے گا۔ اور رشد وہدایت کے لئے قرآن وحدیث میں اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ واعظین اپنے اسٹیجوں پر، مدرسین اپنی درسگاہوں میں ــــ مفتیانِ کرام اپنے مسندِ افتا پر ــــ بزرگانِ دین اپنی خانقاہوں اور مجلسوں میں قیامت تک بیان کرتے رہیں گے۔ اس ذخیرہ کے ہزارویں حصہ تک بھی نہیں پہونچ سکتے۔ تو پھر قرآن وحدیث کو چھوڑ کر غلط سلط، اناپ شناپ، من گھڑت واقعات بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بہت سے واعظین کو دیکھنے میں آیا ہے کہ من گھڑت واقعات اور بے سند روایات بے دھڑک بیان کرتے ہیں۔ انہیں ذرا سی جھجھک بھی نہیں ہوتی۔ اور اپنی ذمہ داری کا احساس بھی نہیں ہوتا، جس سے ناواقف خالی الذہن مسلمان انہیں من گھڑت واقعات اور غلط باتوں کو اصل دین سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ نہایت غیر ذمہ داری کی بات ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور آپؐ کے اقوال وافعال اور آپ کے ناصحانہ ارشادات کا مجموعہ اس انداز سے آجائے جو خطباء وواعظین کو اپنے وعظوں وتقریروں میں اور علماء وطلباء کو اپنے شغلوں میں اور بزرگوں کی اپنی خانقاہوں میں اور تبلیغی پیشواؤں کو اپنی دعوت وتبلیغ میں اور عوام وخواص اور عورت ومَرد کو اپنی فرصت کے مواقع میں کام آتا رہے۔

حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ پاک کس چیز کا نام ہے؟ آپؐ کی سیر کا مطلب یہ ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک ــ آپؐ کا بچپن ــــ آپؐ کی جوانی ــــ آپؐ کی نبوت ــــ آپکا

بڑھاپا — آپؐ کے اقوال — آپؐ کے افعال — آپؐ کی عبادات — آپؐ کا معاشرہ — آپؐ کے عقائد — آپؐ کے اخلاق — آپؐ کا رہن سہن — آپؐ کے اوامر و نواہی — غرضیکہ آپؐ کی زندگی کے ہر موڑ اور ہر گوشہ کے مجموعہ کا نام سیرت ہے۔ اسلئے زیرِ نظر کتاب کو سیرتِ پاک کے موضوع پر قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب مختلف عنوانات پر مسلمانوں کی زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق بیس ۲۰ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے منبعِ فیوض کے انوارات حاصل ہوں گے، اسلئے اس کتاب کے مجموعہ کا نام "انوارِ نبوت" رکھا گیا ہے۔ ربِ کریم کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ سے امت کی زندگی میں رشد و ہدایت اور خیر و صلاح کا حیرت انگیز تغیر پیدا فرمادے گا۔ اور اس کتاب میں بیس رسائل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رسالہ بسم اللہ شریف سے شروع ہو رہا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ان رسائل کو الگ الگ یا اکٹھا شائع کرنا چاہے تو اس خاکسار کی طرف سے اجازت عام ہے۔ اے اللہ اپنے فضل سے اس کتاب کو اپنی رضا اور میری نجات کا ذریعہ بنا۔

خاکسار شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

تقریظ

حضرت اُستاذ الاَساتذہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری
اُستاذِ حدیث دارالعُلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی، وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ:

برادر مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب میرٹھی زید مجدہٗ کی کتاب "انوارِ ہدایت" بفضلہ تعالیٰ بہت مقبول ہوئی، لوگ اس سے خوب فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اب موصوف نے اسی انداز کی دوسری کتاب تیار کی ہے، جس کا نام "انوارِ نبوّت" ہے۔ یہ کتاب بھی پہلی کتاب کی طرح مدلّل ومفصّل باحوالہ اور نہایت واضح اور سلیس ہے۔ میں نے ایک نظر اس کو دیکھا ہے۔ بہت ہی خوب لکھا ہے۔ شروع میں سیرتِ طیبہ کا بیان ہے۔ پھر پند ونصائح ہیں۔ اور آخر میں احکام کا ذکر ہے۔ خاص طور پر نکاح کے احکام ومسائل مفصّل بیان کئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب بھی پہلی کتاب کی طرح بیحد مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ آں موصوف کے فیوض کو عام وتام فرمائیں۔ (آمین)

وکتبہٗ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند

۲۵ / ۵ / ۱۴۲۳ھ

تقریظ

حضرت اقدس مولانا ریاست علی صاحب استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی! اَمَّا بَعْدُ:

"انوارِ نبوت" کے بعض اوراق کا مطالعہ کیا، الحمد للہ کامیاب اور مفید مضامین کا مجموعہ ہے۔

مصنفِ محترم جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہم مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد اسی طرز پر پہلے ایک کتاب "انوارِ ہدایت" کے نام سے پیش کر چکے ہیں جس کو علمی حلقوں اور طلبہ و عوام کے درمیان پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

ان کتابوں میں بیان کئے گئے تمام مضامین مسلمانوں کی دینی ضرورت اور اُخروی سعادت سے متعلق ہیں۔ اور امتیازی وصف یہ ہے کہ تمام باتوں کو معتبر اور مستند حوالوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ وعظ و نصیحت کی کتابوں میں ترغیب و ترہیب سے متعلق جو کمزور باتیں آجاتی ہیں ان سے بچنے کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔

اسلئے یہ کتاب جہاں وعظ و نصیحت کا فریضہ ادا کرنے والے اہلِ علم کے لئے جاذبِ نظر ہے، اسی طرح عزیز طلبہ اور عوام بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

بندہ ایسی کتابوں کی تصنیف پر مصنفِ محترم کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے، اور بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہے کہ وہ موصوف کو مزید خدمات کی توفیق دے، اور ان کی محنتوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول سے نوازے۔ آمین

ریاست علی غفرلہٗ

۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

تائید

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ: جناب مولانا مفتی شبّیر احمد صاحب زید مجدہم کی تالیف جدید "انوارِ نبوت"، سامنے ہے۔ اور موصوف نے اس پر رائے لکھنے کی فرمائش کی ہے۔

حقیقت ہے کہ موصوف کا شمار ان مشاہیرِ علم میں ہے کہ ان کی تحریر کو استناد کے لئے اب کسی شہادت کی ضرورت نہیں، مگر اس کو سعادتمندی ہی قرار دیا جائیگا کہ وہ اپنی علمی کاوشوں کو اپنے اساتذہ کی رائے کے بعد شائع کرتے ہیں۔

جہانتک کتاب کی افادیت اور مستند ہونے کی بات ہے تو مصنّف کا نام خود اس کی ضمانت ہے۔ یقین ہے کہ اہلِ علم اور عام مسلمان ان کی اس تازہ تصنیف سے فیض اٹھائیں گے۔

بندہ دُعا گو ہے کہ پروردگار ان سے دین کی بیش از بیش خدمت لے اور ان کے مخلصانہ عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول کی دولت عطا کرے۔ آمین

نعمت اللہ غفرلہٗ
مدرس دارالعلوم دیوبند
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

تأثر حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری
اُستاذِ حدیث مدرسہ شاہی مُراد آباد

باسمہٖ سُبحانہٗ تعالیٰ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ:

امّت کی ہدایت کے لئے جو ابدی تاثیر کلامِ الٰہی اور پیغمبر علیہ السّلام کے اسوۂ مبارکہ میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور کے کلام میں پائی جانی ناممکن ہے۔ آج عالم میں صلاح وفلاح کے جو بھی انوار نظر آتے ہیں وہ اسی منبعِ فیض اور سرچشمۂ انوار کی نور افشانی کا پَرتو ہیں۔ اور تاقیامت دُنیا ان تابناکیوں سے منور ہوتی رہے گی۔

رفیق مکرم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب قاسمی مفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد نے انہی ,, انوارِ نبوت ،، کو اپنی تازہ تالیف میں جمع کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اور بالخصوص انفرادی واجتماعی امراض کی اصلاح کے لئے آیاتِ طیّبہ اور احادیثِ مبارکہ کا بہترین منتخب مجموعہ تیار کردیا ہے۔ جس سے عوام وخواص، علماء اور طلبہ علوم سب فائدہ اٹھا سکیں گے۔ احقر نے بھی اس میں سے متعدد مضامین کا مطالعہ کیا۔ دلی دعاء ہے کہ یہ کتاب بھی موصوف کی دیگر مفید کتابوں کی طرح قبولیت حاصل کرے اور اس کا نفع عام اور تام ہو۔ آمین

فقط والسّلام

احقر محمد سلمان منصور پوری عفی عنہ

۲۸ ر ۵ ر ۱۴۲۴ھ

فہرستِ مضامین انوارِ نبوّت

(۲۰) شادی کیسے کریں؟

انتساب

یہ سیاہ کار اپنی اس دینی اصلاحی کاوش کے مجموعہ کو — قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، امام الکبیر بانی دار العلوم دیوبند و بانی مدرسہ شاہی مرادآباد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ نور اللہ مراقدہم، حضرت مولانا سید محمود حسن سہارنپوری جن کے نسبتی فیضان سے اللہ پاک نے خدمتِ دین کا موقع عنایت فرمایا، والدہ ماجدہ جو اس وقت مکۃ المکرمہ میں مقیم ہیں ان سب کی طرف منسوب کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے — نیز یہ علمی اصلاحی تحفہ مادر علمی دار العلوم دیوبند کی آغوشِ تربیت کا ثمرہ اور جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کا مرہونِ منت ہے، اسلئے ان دونوں کی طرف منسوب کرنا بھی اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہے۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ

(۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آفتابِ نبوّت کی ولادتِ باسعادت

① لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

(سورۂ توبہ ۱۲۸ تا ۱۲۹)

یقیناً تم ہی میں سے ایک رسُول تمہارے پاس آیا ہے (جسکی دیانت وامانت سے تم خوب واقف ہو) تم کو جو تکلیف و سختی پہونچتی ہے وہ ان پر بھاری ہے وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے. مؤمنین کے ساتھ نہایت شفیق ومہربان ہے پھر بھی اگر تم منہ پھیروگے (تو کوئی پرواہ نہیں) آپ کہدیجیے کہ اللہ ہی مجھ کو کافی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہے میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

② اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

بیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور جنّت کی بشارت دینے والا اور جہنّم سے ڈرانے والا بناکر بھیجا ہے۔ اے مسلمانو! تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے دین کی مدد کرو. اور اس کے دین کی عظمت کرتے رہو اور

(سورۂ فتح آیت ۹،۸) | صبح وشام اس کی پاکی اور تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

خاندانی شرافت کے عنوان کے تحت لکھا جا چکا ہے کہ دُنیا کے انسانوں میں سب سے زیادہ عزّت وشرف اور خاندانی بَرتری ہاشمی گھرانے کو حاصِل تھی اور روزِ ازل میں اللہ تعالیٰ آفتابِ نبوّت خاتم الانبیار علیہ السّلام کو سب سے آخر میں مبعوث کرنیکا فیصلہ فرمایا چکا تھا۔ اور جسطرح سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذات اللہ کے نزدیک تمام انبیار علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے فائق اور بَرتر ہے۔ ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بھی ایک ایسے خاندان میں ہونی مناسب تھی جو دُنیا کے تمام انسانی خاندانوں پر عزّت وشرف کے اعتبار سے فائق اور بَرتر ہو۔ اور آدمِ ثانی حضرت نوح علیہ السّلام کی اَولاد میں عزّت وشرف کے اعتبار سے سب سے زیادہ بَرتری اور فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حاصِل تھی۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ کی اَولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو حاصِل تھی۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی اَولاد میں قریش کو حاصِل تھی اور پھر قریش میں ہاشمی خاندان کو حاصِل تھی۔ لہٰذا پورے عالمِ انسانی میں سب سے زیادہ عزّت وشرف اور بَرتری ہاشمی خاندان کو حاصِل ہے۔ اس لئے آفتابِ نبوّت خاتم الانبیار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وِلادتِ باسعادت کا شرف ہاشمی خاندان کو حاصِل ہوا۔

چنانچہ آقائے نامدار سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ولادتِ باسعادت مکّہ مکرمہ میں شعبِ بنی ہاشم میں سنہ ۵۷۰ء ۱۰ ربیع الاوّل یا آٹھ ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل عام الفیل یوم دوشنبہ پیر کی صبح کو ہاشمی خاندان کے باعزّت شخص حضرت خواجہ عبداللہ کے گھر میں ہوئی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱/۸۰، اسد الغابہ ۱/۲۱، فوائدِ عثمانیہ تفسیر سورۂ روم ص ۵۳۸)

اور جس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی وہ دنیا کے مشہور ترین عادل بادشاہ نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ ۱/۲۱) اس کی مزید وضاحت انشاء اللہ آئندہ صفحات میں کریں گے۔
بعض سیرت نگار حضرات نے ۱۲ ربیع الاوّل اور بعض نے ۹ ربیع الاوّل کو بھی یومِ ولادت لکھا ہے، جو کمزور قول ہے۔

حضرت سیّد الکونینؐ اور جلیل القدر انبیاءؑ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور جلیل القدر انبیاء کرام کے زمانہ کے درمیان کتنا فاصلہ رہا ہے اس کی مختصر تاریخ حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ حضرت سیّد الکونینؐ حضرت آدمؑ کے درمیان کا فاصلہ ۵۴۷۰ سال
۲۔ حضرت سیّد الکونینؐ حضرت نوحؑ 〃 〃 〃 ۴۴۷۰ 〃
۳۔ حضرت سیّد الکونینؐ حضرت ابراہیمؑ 〃 〃 〃 ۳۴۷۰ 〃
۴۔ حضرت سیّد الکونینؐ حضرت موسٰیؑ 〃 〃 〃 ۲۴۷۰ 〃
۵۔ حضرت سیّد الکونین حضرت عیسٰیؑ 〃 〃 〃 ۵۷۰ 〃

یہ فاصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت اور مذکورہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے درمیان ہے۔ اور آپؐ کو چالیس سال کی عمر میں سنہ ۶۱۰ء میں منصبِ نبوّت کا شرف حاصل ہوا۔ لہٰذا آپؐ کی نبوّت اور مذکورہ انبیاء کے درمیان کا فاصلہ ذیل کے نقشہ کے مطابق ہوگا۔

حضرت آدمؑ آپؐ کی نبوّت کے درمیان ۵۵۱۰ کا فاصلہ ہے۔
حضرت نوحؑ 〃 〃 ۴۵۱۰ 〃
حضرت ابراہیمؑ 〃 〃 ۳۵۱۰ 〃

حضرت موسیٰؑ آپؐ کی نبوّت کے درمیان ۲۵۱۰ کا فاصلہ ہے۔
حضرت عیسیٰؑ " " ۶۱۰ "

یہ پوری تفصیل طبقات ابن سعد ۱/۴۰ میں موجود ہے عربی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

كان بين آدم و نوح عشرة قرون والقرون مائة سنة، وبين نوح و ابراهيم عشرة قرون، والقرون مائة سنة، وبين ابراهيم وموسى بن عمران عشرة قرون والقرون مائة سنة، وعن ابن عباس قال بين موسى بن عمران و عيسى بن مريم الف سنة وتسعمائة سنة ولم تكن بينهما فترة وكان ميلاد عيسى والنبي صلى الله عليه وسلم خمس مائة و تسع و ستون سنة الخ

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱/۴۲)

حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس قرون کا فاصلہ ہے۔ اور ایک قرن ۱۰۰ سال کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک ہزار سال کا فاصلہ ہوا۔ اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان دس قرون کا فاصلہ ہے۔ اور ایک قرن ۱۰۰ سال کا ہوتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان دس قرون کا فاصلہ ہے۔ اور ایک قرن ۱۰۰ سال کا ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان ایک ہزار نو سو ۱۹۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ اور اس درمیان فترت کا کوئی زمانہ نہیں تھا بلکہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی نبی اور رسول تشریف لاتے رہے۔ اور حضرت عیسیٰ کی ولادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے درمیان پانچسو انہتر سال کا فاصلہ ہے لہٰذا ۵۶۹ ختم ہونیکے بعد ۵۷۰ء میں آپکی ولادت ہوئی۔

وِلادتِ شریفہ کے موقع کی عبرتناک باتیں

آپؐ کی ولادت کے موقع کی بے شمار عبرت کی باتیں ہیں ان میں سے آٹھ باتیں یہاں نقل کر دیتے ہیں شاید کسی کو فائدہ ہو۔

۱۔ آقائے نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ کے مشہور خاندان ہاشمی گھرانے میں سن ۵۷۰ء ربیع الاول عام الفیل میں صبح کے وقت دُنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ جونہی آپؐ کی ولادت ہوئی تو میں نے اپنی آنکھوں سے مکہ سے ملکِ شام تک ایک نور کی کِرن اور چمک دوڑتی ہوئی دیکھی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ کفر کی ظلمت اور تاریکی پر ایمان اور اسلام کا نور ایسی تیز رفتاری کے ساتھ غالب آنے والا ہے کہ انسانی عقل حیران رہ جائے۔ چنانچہ جس تیزی اور برق رفتاری سے مختصر مدت میں دُنیا میں اسلام پھیلا ہے وہ اس نور کی صداقت اور سچائی کا واضح ثبوت ہے۔ جس کو آپؐ کی والدہ ماجدہ نے بوقتِ ولادت دیکھا تھا۔ اس نور کا ذکر آگے ۶ کے تحت مستقل طور پر بھی آرہا ہے حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عرباض بن سارية قال سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وخاتم النَّبِيِّيْن الى قوله اَنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرًا اَضَاءَتْ مِنْهُ

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ بیشک مجھے عبدیت اور خاتم النبیین کا منصب اللہ نے عطا فرمایا ہے اور بیشک آپؐ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت ایک ایسا

قصور الشام - اسنادہٗ صحیح۔
(مسند امام احمد بن حنبل نسخہ قدیم ۴/۱۲۷،
نسخہ جدید مع تخریج ۱۳/۲۸۲ حدیث ۱۷۰۸۶
نسخہ مترجم حدیث ۱۷۲۸۱، المعجم الکبیر ۱۸/۲۵۲
طبقات ابن سعد ۱/۸۱)

نور دیکھا کہ جس نے آپؐ کے جسدِ اطہر سے نکل کر ملکِ شام کے ایوان اور محلوں کو روشن کر دیا ہے۔

۲۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے عبدیت اور خاتم النبیین کا منصب اس وقت عطا فرمایا ہے جب حضرت آدمؑ مٹی کے گارے اور پتلے کی شکل میں تھے۔

۳۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کا مظہر ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی وہ دُعا۔ جو خاتم الانبیاء کی تشریف آوری کیلئے کی گئی تھی۔ سُورہ بقرہ آیت ۱۲۹ میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
(سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار تو ان میں ایک ایسا رسُول مبعوث فرما دے جو ان کو تیری قرآنی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائیں اور انکو کفر کی گندگیوں سے پاک کریں بیشک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔

۴۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دُنیا میں میری تشریف آوری کی حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو پیشین گوئی کے طور پر بشارت دی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کی صداقت کا واضح ثبوت ہوں، جسکو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سُورہ صف آیت ۶ میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

اور جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا اے بنی اسرائیل! بیشک میں تمہارے پاس

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔

(سورہ صف آیت ۶)

اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ اس پر یقین دلانے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات نامی کتاب آئی ہے۔ اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا، ان کا نام احمد ہے۔

۵ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے اس خواب کی حسین تعبیر ہوں جس کو انہوں نے پیدائش سے پہلے دیکھا تھا۔

۶ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس نور کی صداقت اور سچائی کا ثبوت ہوں جس کو میری والدہ نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا، کہ جس طرح میری والدہ نے میری پیدائش کے وقت ملک شام کے تاریک اور ظلمت کے ایوان اور محلوں کو میرے نور سے چمکتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی خندق کی کھدائی کے وقت قیصر وکسریٰ کے محلوں اور ایوانوں کو دیکھا تھا۔

اب پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عرباض بن ساریہ سلمیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُنَبِّئُكُمْ بِتَاوِيْلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى قَوْمَهٗ وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرًا اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرَ الشَّامِ وَكَذٰلِكَ تَرٰى اُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ۔

(مسند امام احمد بن حنبل نسخہ قدیم ۴/۱۲۸ نسخہ جدید مرقم حدیث ۱۷۲۹۵، نسخہ جدید مع التخریج ۱۳/۲۸۵ حدیث ۱۷۱۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۸/۲۵۲ حدیث ۶۳۱)

علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ بیشک مجھے اللہ کے یہاں اُم الکتاب لوحِ محفوظ میں خاتم النبیین کا منصب اس حالت میں ملا ہے کہ بیشک حضرت آدم اپنی مٹی کے پُتلے میں پڑے ہوئے تھے۔ اور میں تمہیں اس کی وجہ ضرور بتاتا ہوں کہ یہ میرے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دُعاء اور حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قوم کو بشارت اور میری والدہ کا وہ خواب جس کو انہوں نے دیکھا ہے کہ ان سے ایک نور نکلا کہ اس سے ملکِ شام کے محل روشن ہو گئے۔ اور ایسا ہی انبیاءؑ کی مائیں خواب میں دیکھا کرتی ہیں۔

اس مضمون کی دوسری حدیث شریف بھی ہے، جو کچھ الفاظ کے فرق کیساتھ مروی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

عن عرباض بن سارية قال قال رسول الله صلى الله وسلم إني عبد الله لخاتم النبيين وإن آدم لمنجدل في طينته وسأنبئكم بأول ذلك دعوة أبي ابراهيم وبشارة عيسى بي ورؤيا أمي التي رأت، وكذلك أمهات النبيين ترين۔
(مسند امام احمد بن حنبل نسخہ قدیم ۴/ ۱۲۷، نسخہ جدید مع التخریج ۱۳/ ۱۸۱ حدیث ۱۷۸۵، نسخہ مرقم حدیث ۱۷۲۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۸/ ۲۵۲ حدیث ۶۳۰۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں یقیناً مجھے خاتم النبیین ہونے کا منصب اسوقت عطا کیا گیا جب کہ حضرت آدمؑ اپنے مٹی کے پتلے میں پڑے ہوتے تھے۔ اور میں تمہیں اس بات کی ابتداء بتلاتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعاء اور عیسیٰؑ کی بشارت کا ثبوت ہوں اور میں اپنی والدہ کے اس حسین خواب کی تعبیر ہوں جسکو انہوں نے میری پیدائش سے پہلے دیکھا ہے اور ایسا ہی انبیاء علیہم السلام کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں۔

؏ اور سید الکونین علیہ السلام کی ولادت کے زمانہ میں کسریٰ کا بادشاہ نوشیرواں تھا اور اسکی حکومت کا چالیسواں سال مکمل ہوچکا تھا۔ اور نوشیرواں دنیا کے بادشاہوں میں مشہور ترین عادل بادشاہ تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت اس عادل بادشاہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اور آپ کی ولادت کے بعد سات سال آٹھ مہینہ نوشیرواں کی حکومت باقی رہی اور اسکی حکومت کی پوری مدت ۴۷ سینتالیس سال آٹھ مہینہ ہوئی۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۱/ ۲۱)

۸ آپ کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ عجیب وغریب تاثیر دُنیا کے سامنے پیش آئی کہ جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی عین اس وقت پوری دُنیا کی سب سے بڑی سپر طاقت وحکومت کا بادشاہ کسریٰ کے ایوان میں ایسا زلزلہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس کے عالیشان محل کے خوبصورت ترین کنگورے اور بُرجوں میں سے چودہ ۱۴ بُرج ٹوٹ کر گر گئے، یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ دُنیا میں اب تک کفر وباطل کی ظلمت کا غلبہ تھا، اور اب حق کا غلبہ ہونے والا ہے، اور باطل کی کرسیوں اور تاج وتختوں پر زوال کا یہ پہلا زلزلہ ہے۔ سیرت کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ سے اس کو ذکر کیا گیا ہے۔

ومن عجائب ولادته ما روي من ارتجاس ايوان كسرى وسقوط اربع عشرة شرفة من شرفاته۔

(شرح زرقانی ۱/ ۲۷)

آپ کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ بات بھی مروی ہے کہ کسریٰ کے ایوان کے محل میں زبردست زلزلہ آیا۔ اور اس کے بُرجوں اور کنگوروں میں سے چودہ ۱۴ بُرج ٹوٹ کر نیچے گر گئے۔

آپؐ کی آمد ہدایت کا نور اور آپؐ کی وفات ظلمت وتاریکی کا باعث

حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سراپا ہدایت اور نور ہے۔ جب مکہ والوں نے آپ کی قدر ومنزلت کو نہیں پہچانا اور آپؐ بالآخر مدینۃ المنورہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ تو حضرات صحابہؓ فرماتے ہیں کہ جس دن ہمارے آقا خاتم الانبیاء مدینۃ المنورہ کی سرزمین میں رونق افروز ہو گئے اس دن مدینہ کی ہر شئی میں نور ہی نور اور پورے مدینہ کے درو دیوار چمکتے ہوئے نظر

آرہے تھے۔ اور جس دن آپؐ کی وفات ہوگئی اور اس دُنیا سے آفتابِ نبوت غروب ہوگیا۔ تو ہر طرف ظلمت ہی ظلمت اور تاریکی ہی تاریکی چھاگئی۔ اور مسلمانوں کے قلوب میں عجیب وغریب تغیر پیدا ہونے لگا۔ حدیث شریف مُلاحظہ فرمائیے۔

عن انس بن مالكؓ قال لمّا كانَ الْيَوْمُ الَّذِى دخل فيه رَسُوْلُ اللّٰه صَلّى اللّٰه عليه وسلّم المدينة اضاء منها كلّ شىءٍ فلمّا كانَ الْيَوْمُ الَّذِى مَاتَ فيه اظلم منها كلّ شىءٍ وَمَا نفضنا عن رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الايدى وَاِنَّا لفى دفنه حتّىٰ انكرنا قلوبنا ــ هذا حديث صحيح غريبٌ۔ (ترمذی شریف ۲/۲۰۲ تا ۲۰۳/، ابن ماجہ /۱۱۷، مسند امام احمد ۳/۲۲۱، ۳/ ۲۶۸)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ دن جس دن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ کی تمام چیزیں روشن ہوگئیں پھر جس روز آپ کی وفات ہوئی تو اس دن مدینہ کی تمام چیزیں تاریک ہوگئیں ہر شی میں اُداسی اور تاریکی چھاگئی اور ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن ہی کر رہے تھے اور اپنے ہاتھ بھی مٹی سے ابھی جھاڑنے نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو بُرا پایا یعنی جو نورانیت آپ کی موجودگی اور آپ کے مشاہدہ سے ہمارے دلوں کو حاصل تھی وہ جاتی رہی ــ

ے یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ⁂ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًاہ

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُنیا کے اِنسانوں میں سیّد الکونینؐ کی خاندانی شرافت

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝

(سورۂ فرقان ۵۴)

اللہ کی ذات وہ ہے جس نے پانی کے قطرے سے انسان کو پیدا فرمایا اور ان میں نسبی اور دامادی سسرالی تعلق قائم فرمایا اور تیرا رب ہر شَی پر قادر ہے۔

دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی قدرتِ کاملہ سے پانی کے ایک قطرے کو عاقل و کامل انسان بنا دیا۔ پھر آگے اس سے نسلیں چلائیں۔ اور دامادی اور سُسرال کے تعلقات قائم کئے۔ ایک ناچیز و ناپاک قطرے کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی قطرے سے بڑے بڑے پیغمبر پیدا فرمائے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پوری کائنات میں اپنا خلیل منتخب فرمایا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ (سُورۂ نساء آیت ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ پوری کائنات میں ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنا خلیل اور خالص دوست منتخب فرما لیا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اللہ کے نہایت مقبول اور قریب ترین بندے ہیں۔

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ایک دفعہ تمام صحابہؓ کے مجمع میں صاف لفظوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو منتخب فرمایا۔

اور پھر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، اور پھر بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا۔ اور بنو ہاشم میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پورے عالم کے اندر آقائے نامدار سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خاندانی شرافت تمام انسانوں میں بلند اور برتر ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن وَاثِلَۃ بن الاَسقع قَالَ قال رَسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اِسمٰعیل واصطفیٰ من ولد اِسمٰعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من کنانۃ قریشاً واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم وَاصطفانی من بنی ھَاشِم۔ ھٰذا حَدیث صحیح،
(ترمذی شریف ۲/۲۰۱، بالفاظِ دیگر مُسلم شریف ۲/۲۴۵)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السّلام کو منتخب فرمایا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، اور بنی کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

سیّد الکونین ﷺ کے تعلق کی شرافت و برتری برزخ میں بھی کام آئیگی

دُنیا میں ہمارے آقا سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خاندان کے ساتھ جس کو خاندانی تعلق اور جوڑ حاصل ہوگیا ہے اس کو دُنیا شرافت اور عزّت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ میرا نسبی تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ایک عزّت و شرافت کے سلسلے کے ساتھ رہا ہے۔ پھر دُنیا کے اندر جس کا

میرے اور میرے خاندان کے ساتھ نسبی یا دامادی تعلق رہا ہے، اسکو بھی ایک عزت و شرافت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔

اور جب دُنیا سے عالمِ برزخ میں پہونچیں گے تو جسکا سیدالکونین علیہ السّلام کے ساتھ نسبی یا دامادی تعلق نہیں ہے مگر آپؐ کے ساتھ رُوحانی اور ایمانی تعلق ثابت کرنے میں کامیابی حاصل کرلی تو اس کو وہاں بھی اللہ کے فرشتوں کے درمیان عزت و شرافت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اللہ کے فرشتے ان الفاظ سے سوال کریں گے کہ مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے وَمَنْ نَبِيُّكَ تیرے نبی اور پیغمبر کون ہیں؟ اور سیدالکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی صورتِ مثالی لاکر کے پیش کرکے سوال کریں گے، مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ، تو جو مومن اللہ اور ہمارے آقا کے ساتھ عالمِ برزخ میں اسطرح تعلق ثابت کردیگا کہ، رَبِّيَ اللّٰهُ، میرا رب اللہ ہے۔ وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے رسُول، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو اس کو نجات ملے گی اور اس کو عزت و شرف کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔

(مسلم شریف ۲/۳۸۶) اور مَا هٰذَا الرَّجُلُ یہ کون شخص ہے؟ اس کے جواب میں کہے گا۔ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ۔ الحدیث۔

(ابن ماجہ شریف اشرفی ۳۱۵/ مطبع رشیدیہ /۳۲۵)

تو جواب دے گا کہ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس ایمان کے واضح دلائل لیکر آئے تھے۔ تو ہم نے اس کی صداقت کا اقرار کیا تھا۔

اس کے بعد فرشتے اس کو عزت و شرافت کے ساتھ کہیں گے "نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ" قیامت تک دُلہن کی طرح آرام اور خوشی کی نیند سوتے رہو۔
(فتح الباری مطبع دارالریان ۳/ ۲۸۰)

یہ عزت وشرافت میرے آقا، دوجہاں کے بادشاہ کے ساتھ تعلق کی برکت سے حاصل ہوگی۔

میدانِ محشر میں بھی آپؐ کی خاندانی برتری اور شرافت کام آئے گی

عالمِ برزخ کے بعد عالمِ آخرت اور میدانِ محشر میں سخت ترین ہولناک اور کٹھن مرحلہ سامنے آئیگا، اور وہ ایسی خوفناک حالت ہوگی جسمیں ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ کوئی کسی کے کام آنے والا نہیں، ایسے آڑے وقت میں بیوی شوہر کے لئے، شوہر بیوی کیلئے، باپ بیٹے کیلئے، اولاد ماں باپ کیلئے کام آنے والے نہیں ہیں۔ ہر ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے اور ایک دوسرے سے راہِ فرار اختیار کریں گے۔ کوئی سامنے آئیگا تو منہ موڑ کر کترا جائیگا۔ سُورۂ عبس میں اسکو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ۔ (سورۂ عبس آیت ۳۴ تا ۳۷)

یہ وہ دِن ہوگا جس میں آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اَولاد سے راہِ فرار اختیار کریں گے اور اس دن تو ہر ایک اپنی اپنی فکر میں پڑا ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب دُوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا تو نہ کسی کو کسی کی قرابت کا پتہ رہیگا، اور نہ کوئی کسی کے بارے میں پوچھے گا۔ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَہُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝
(سورۂ مومنون آیت ۱۰۱)

پھر جب اس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو ان کے درمیان قرابتیں باقی نہیں رہیں گی، اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔

میدانِ محشر میں جب سب لوگوں کو اُٹھایا جائیگا تو ایک دوسرے سے رشتہ ناتا ختم ہو جائیگا۔ اور تمام نسبی اور دامادی تعلقات منقطع ہو جائیں گے نہ کسی کا نسب اور قرابت داری کا تعلق کام آئیگا۔ اور نہ ہی کسی کا سسرالی اور دامادی رشتہ کام آئیگا۔ لیکن ہمارے آقاء علیہ السّلام پر سَو بار قربان جائیے کہ جس کا نسبی یا دامادی تعلق میرے آقاء کے ساتھ ہو گا وہ تعلق وہاں بھی ختم نہ ہوگا، جب کہ دُنیا کا کوئی بھی نسبی اور دامادی تعلق کسی کے حق میں وہاں کام آنے والا نہیں ہے۔ ایسے آڑے وقت میں میرے آقاء کا نسبی رشتہ بھی کام آئیگا اور دامادی رشتہ بھی کام آئیگا۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ رشتہ صرف ایمان والوں کیلئے کام آسکتا ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیثِ شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

عن جابر قال سمعت عمر بن الخطاب یقول سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلے اللّٰہ علیہِ وَسَلم یقول ینقطع یَوْمَ القیامۃِ کلّ سَببٍ ونسبٍ اِلّا سَبَبِی ونَسَبِی۔ (المعجم الکبیر ۳/۴۵ حدیث ۲۶۳۵، مجمع الزوائد ۹/۱۷۳ رِجَالُہٗ ثقات رجالہ رجال الصّحیح غیر الحسن ابن سہل وھو ثقۃ،

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کا دامادی اور نسبی رشتہ ختم ہو جائیگا مگر میرے دامادی اور نسبی دونوں رشتے اور تعلق

حاشیہ المعجم الکبیر ۳/۴۵) | باقی رہیں گے۔

اسی مضمون کی دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے المعجم الکبیر کے اسی صفحہ میں موجود ہے۔ اور ایک تیسری لمبی روایت حضرت زید ابن اسلم سے المعجم الکبیر ۳/۴۴ حدیث ۲۶۳۳ میں موجود ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک چوتھی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے المعجم الکبیر ۱۱/۱۹۴ حدیث ۱۱۶۲۱ میں موجود ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک پانچویں روایت حضرت مسور بن مخرمہؓ سے المعجم الکبیر ۲۰/۲۷ حدیث ۳۳ میں موجود ہے۔ اور مستدرک حاکم میں معمولی فرق کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

عن عُمَرَ قَالَ انّ النّبیّ صلی اللہ عَلیهِ وَسَلّمَ قال کلّ نسبٍ وسببٍ سینقطع یَوم القیامةِ الّا نسبِی وسَببِی فَاَحْبَبْتُ ان یکونَ بَینِی وبَین رَسُوْلِ اللہ صَلے اللہ عَلیهِ وَسَلّمَ نسبٌ وسببٌ۔

هٰذا احدیث صحیح الاسنادِ۔

(مستدرک حاکم ۵/۱۷۶۲ حدیث ۲۶۸۴
مطبع مصطفی باز

(مصنف عبدالرزاق ۶/۱۶۴ حدیث ۱۰۳۵۴)
الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۸/۳۳۹)
الاصابة فی تمییز الصحابہ ۸/۴۶۵)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بیشک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک کا نسبی اور سببی رشتہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن میرے نسبی اور سببی دونوں رشتے اور تعلق باقی رہیں گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نسبی اور دامادی رشتہ قائم ہو جائے۔ یہ حدیث شریف صحیح سند سے ثابت ہے۔

اور اسی مضمون کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عَبْدِ اللہِ بن زُبَیْر قَالَ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کلُّ نَسَبٍ وصھرٍ منقطعٌ یَوْمَ القیامۃِ الَّا صھرِی و نسبِی۔

(مجمع الزوائد ۱۰/۱۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمام نسبی رشتہ اور دامادی رشتہ ختم ہو جائیں گے لیکن میرا نسبی رشتہ اور دامادی رشتہ دونوں باقی رہیں گے۔

خاندانی برتری و شرافت کے لئے حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کی بیٹی سے نکاح

جب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میرے آقا سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زبانِ مبارک سے یہ حدیث شریف سُنی کہ میدانِ محشر میں کسی کا کوئی بھی نسبی یا دامادی رشتہ کسی کے لئے کام آنے والا نہیں ہے۔ بس صرف اور صرف میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبی اور دامادی دونوں رشتے میدانِ محشر میں بھی کام آنے والے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتۂ نسبی اور رشتۂ دامادی کی وجہ سے وہاں بھی اللہ کے فرشتوں اور تمام مخلوق کے درمیان عزت و شرف کی نگاہوں سے دیکھا جائیگا۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ کسی بھی طریقے سے سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ رشتہ قائم ہو جائے۔ حضرت ام المؤمنین حفصہؓ کے ساتھ نکاح کیلئے جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام آیا تو حضرت عمرؓ کو اتنی خوشی کبھی بھی حاصل نہیں ہوئی جتنی میرے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کی وجہ سے ہوئی تھی۔ پھر حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی حضرت ام کلثوم بنتِ علی ابن ابی طالبؓ کم عمری میں بالغ ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے

بڑی کوششوں سے حضرت امِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کیا۔ اور چالیس ہزار درہم ان کا مہر باندھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے تمام صحابۂ کرام میں اعلان فرمایا کہ سب کو مجھے اس نکاح کی وجہ سے مبارکباد پیش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ میں نے یہ نکاح صرف اسلئے کیا ہے کہ اس کی وجہ سے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ میرا دامادی تعلق ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ یہ رشتہ میرے لئے میدانِ محشر میں کام آئے گا۔

حضرت امِ کلثومؓ کے بطن سے حضرت زید بن عمرؓ اور حضرت رقیہ بنتِ عمرؓ دو اولاد پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت امِ کلثوم کا نکاح حضرت عوف بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ ہوا۔ پھر حضرت عوف کی وفات کے بعد حضرت محمد بن جعفرؓ کے ساتھ ہوا۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ ابن جعفرؓ کے ساتھ ہوا۔ اور انہی کے پاس تاحیات رہیں۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ۸/۴۶۵) اور پھر ان کی اور ان کے بیٹے زید بن عمرؓ دونوں کی ایک ہی دن میں وفات ہوگئی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دونوں کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

انّ عمر بن الخطاب خطبَ الیٰ عَلِیٍّ امّ کلثوم فقال انکحنیہا فقال عَلِیٌّ اِنی اُرصدھا لابنِ اخی عبد اللہ بن جعفر فقال عُمَرؓ انکحنیہا فواللہِ ما من النّاسِ احدٌ یرصد مِنْ اَمْرِھا ما ارصدہٗ فانکحہ

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے پاس حضرت امّ کلثومؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا فرمایا کہ انکا میرے ساتھ نکاح کر دیجئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے ان کو اپنے بھتیجے عبد اللہ بن جعفر کے لئے محفوظ رکھا ہے تو حضرت عمرؓ

عَلِيٌّ فَاتَى عُمَرُ المهاجرِيْنَ
فقال الا تهنونى فقالوا
بِمَنْ يَا امير المؤمنين
فقَالَ بِاُمِّ كُلثوم بنت
عَلِيٍّ وابْنَة فاطمة بنت
رَسُوْل الله صَلى الله عَليه وسَلم
اِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى الله
عَليهِ وَسَلَّم يقول كل نسبٍ
وسَبَبٍ ينقطع يوم القيامة
الّا ما كان من سَببِى ونسبِى
فاحْبَبْتُ ان يكون بينى وبَين
رَسُوْلِ الله صَلَّى الله عَليهِ وسَلم
نسبٌ و سببٌ۔
هٰذا حَديث صحيح الاسْنادِ
ولم يخرجاه۔
(مستدرک حاکم ۱۷۶۲/۵، نسخہ جدیدہ ۱۵۳/۳
حَدیث ۴۶۸۴)
سُنن کبریٰ ۲۳۳/۷)

نے فرمایا کہ آپ ان کا نکاح میرے ہی ساتھ کر دیں تو اللہ کی قسم کوئی انسان نہیں ہے جو ان کا معاملہ میرے سے زیادہ محفوظ اور متعین کر سکتا ہو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مہاجرین کے پاس تشریف لیجا کر فرمایا کہ تم مجھے مبارکباد نہیں دیتے ہو تو حضراتِ مہاجرین نے فرمایا کہ کس کے ساتھ نکاح کی مبارکباد دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ اور فاطمہؓ بنتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی امِ کلثوم کے ساتھ نکاح کی مبارکباد ہے۔ بیشک میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قیامت کے دن تمام نسبی اور دامادی رشتہ ختم ہو جائیں گے مگر وہ رشتے باقی رہ جائیں گے جو میرے نسب اور میرے دامادی تعلق سے ہیں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نسبی اور دامادی رشتہ قائم ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کے ساتھ سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامادی تعلق کیلئے نکاح کیا۔ اور چالیس ہزار درہم ان کا مہر باندھا۔ اس مضمون کی روایت ان الفاظ کیساتھ مروی ہے

تزوج عمرُ امّ کلثوم علیٰ مهرِ اربعين الفًا وقال الزبير ولدت لعمر ابنيه زيدًا ورقية وماتت امّ كلثوم وولدها في يومٍ واحدٍ۔
(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ۸/۴۶۵)

حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثوم سے چالیس ہزار درہم مہر پر نکاح کیا۔ اور حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت عمرؓ کی دو اولاد زید اور رقیہ پیدا ہوئیں اور حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کی ایک ہی دن میں وفات ہوئی۔

انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اصدق امّ كلثومٌ بنت عليٍّ اربعين الف درهمٍ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۳۳/۷)

بیشک حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کا مہر چالیس ہزار درہم باندھا ہے۔

عن الحسن بن الحسن بن عليٍّ قال لمّا تايّمت امّ كلثوم بنت عليٍّ عن عمرؓ الى قوله فتزوّجها عوف بن جعفر بن ابی طالب وذكرها الدارقطني في كتاب الاخوة انّ عوفًا مات عنها فتزوّجها اخوه محمّد ثمّ مات عنها فتزوّجها اخوه عبد الله بن جعفر فماتت عنده

حضرت علیؓ کے پوتے حسن بن حسن فرماتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی وفات سے بیوہ ہوگئیں تو ان سے عوف بن جعفر ابن ابی طالب نے نکاح کیا اور امام دارقطنی نے اس کو کتاب الاخوۃ میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ بیشک ان کو بیوہ چھوڑ کر عوف نے وفات پائی تو ان کے بھائی محمد بن جعفر نے ان سے

(الاِصَابَۃ ۸/۴۶۵)

نکاح کرلیا۔ پھر جب محمد کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر نے ان سے نکاح کیا۔ پھر حضرت عبداللہ کے پاس رہ کر وفات پائی۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں کسی کو شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ شادی کے موضوع پر جو ہمارا مضمون ہے اس میں ایک عنوان ہے "لڑکی کو رخصت کیسے کریں" اسکے ذیل میں سُرخی ۶ و ۷ میں ایک حدیث شریف خوب وضاحت کے ساتھ لکھی جاچکی ہے کہ جو شخص کسی عورت سے خاندانی برتری اور حسب ونسب کی وجہ سے نکاح کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے حسب ونسب اور خاندانی بلندی حاصل ہوجائیگی تو اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنارت اور ذلّت کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نسبی برتری کے ارادہ سے نکاح کرنے سے ذلّت ورُسوائی اُٹھانی پڑتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نواسی حضرت امّ کلثومؓ سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیامت کے دن نسبی ودامادی تعلق کی شرافت حاصل کرنے کے لئے کیسے نکاح فرمایا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خاندان کے علاوہ دُنیا کے کسی بھی خاندان کی عورت سے خاندانی شرافت حاصل کرنے کے لئے نکاح کریگا تو اس کو دنارت اور ذلّت اُٹھانی پڑے گی۔ مگر آپؐ کے خاندان کو اس سے بالکل الگ حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے آپ نے "اِلاَّ نَسَبِیْ وَ سَبَبِیْ" کے الفاظ سے اپنے نسب کو الگ حیثیت دے کر بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ آپؐ کا نسبی ودامادی رشتہ قیامت کے دن بھی کام آئیگا۔ لیکن اس کے علاوہ

کسی اور خاندان کا نسبی و دامادی رشتہ قیامت کے دن کام نہیں آئے گا۔
اس لئے حضرت عمرؓ نے اس ارادہ سے حضرت امّ کلثومؓ سے نکاح فرمایا تھا۔ اب کوئی شبہ باقی نہیں رہنا چاہئے۔

ہدایت اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حسب و نسب کی برتری اور شرافت عطا فرمائی یا سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے خاندانی تعلق حاصل ہے تو یہ محض اللہ کا فضل ہے جو کسی کی اختیاری شیٔ نہیں۔
اسلئے اس خاندانی شرافت پر غرور و فخر کرنا اور دوسروں کو کمتر سمجھنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں زمانۂ جاہلیت کی قابلِ مذمت جاہلانہ امور میں سے ہیں۔

۱۔ حسب و نسب پر فخر کرنا۔
۲۔ کسی کے نسب پر طعن و تشنیع کرنا۔ یعنی اسکی خاندانی حیثیت کو کمتر اور گھٹیا سمجھنا۔
۳۔ نوحہ کرنا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن سلمان عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَۃٌ مِنَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْفَخْرُ بِالْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالنِّیَاحَۃُ۔ الحدیث

(المعجم الکبیر ۶/۲۳۹ حدیث نمبر ۶۱۰۰، مجمع الزوائد ۳/۱۳)

حضرت سلمان فارسیؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے۔ تین چیزیں زمانہ جاہلیت کی ہیں ۱۔ حسب و نسب پر فخر کرنا۔
۲۔ نسب میں طعن و تشنیع کرنا۔
۳۔ نوحہ کرنا۔

آپؐ کے جدِ امجد عبدِ مناف کی اولاد پر ایک نظر

سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدِّ امجد خواجہ عبدِ مناف کے چار بیٹے ایسے تھے جن کی نسل کا سلسلہ جاری ہوا۔

۱۔ عبدِ شمس ۲۔ نوفل ۳۔ مطلب ۴۔ ہاشم

عبدِ مناف کے ان چاروں بیٹوں کی اولاد میں زمانۂ جاہلیت سے گروپ بندی اور فرقہ بندی کا سلسلہ چل پڑا۔ عبدِ شمس اور نوفل کی اولاد نے ایک گروپ بنا کر اپنی طاقت جمالی۔ اور مطلب اور ہاشم کی اولاد دوسرے مستقل گروپ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور پہلا گروپ یعنی عبدِ شمس اور نوفل کی اولاد نے اپنے افراد اور طاقت کے حساب سے ہمیشہ دوسرے گروپ یعنی مطلب اور ہاشم کی اولاد پر اپنا غلبہ اور اقتدار کی چھاپ ڈال رکھی تھی، اور اس گروپ کے اندر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بارے میں ایسی عداوت اور دشمنی کا کینہ پیدا ہو چکا تھا کہ یہ لوگ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نشو ونما اور ترقی و خوشحالی کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر بنو ہاشم اور بنو مطلب میں کسی قسم کی ترقی یا عزت کی بات معلوم ہو جاتی تو یہ عبدِ شمس اور نوفل کی اولاد کی آنکھوں کے لئے کانٹے اور خار بن جاتے، وہ کسی طرح پسند نہیں کرتے تھے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب پھلیں پھولیں حتیٰ کہ بڑھتی ہوئی اس عداوت اور دشمنی کا حال یہاں تک پہونچ گیا تھا کہ دنیا کا انسان اس بات کا وہم اور گمان تک نہیں کر سکتا تھا کہ ان دونوں گروپ کے درمیان اتنی قریبی عزیزداری اور رشتہ داری بھی رہی ہو۔ اور عداوت اور مخالفت کا سلسلہ اس طرح چل ہی رہا تھا کہ اچانک اللہ تبارک و

تعالیٰ نے بنو ہاشم میں سے ہی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پورے عالم کے لئے رسُول اور رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آپؐ نے جب مکہ کی گلیوں میں پیغمبرِ عالم کی حیثیت سے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے اندر عداوت اور دشمنی کا جو کینہ تھا وہ خطرناک انداز سے ظاہر ہوا۔ اور اسی عداوت و دشمنی کا نتیجہ تھا کہ غزوۂ بدر میں جب پہلا مقابلہ ہوا تو کفار کی جانب سے سب سے پہلے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بنو نوفل کے تین افراد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے۔ جب ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی طرف سے انصار کے تین آدمیوں کو بھیجا گیا تو انہوں نے بڑے غرور سے کہا کہ ہمیں ان سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو بنو مطلب اور بنو ہاشم سے لڑیں گے۔ چنانچہ انصاری افراد کو واپس بلوالیا گیا۔ اور بنو ہاشم میں سے تین افراد حضرت حمزہ ابن عبد المطلبؓ، حضرت عبیدۃ بن الحارثؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ مقابلہ پر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان ہاشمیوں کے ہاتھوں سے بنو نوفل کے تینوں طاغوتی طاقتوں کو قربانی کے جانوروں کی طرح کاٹ کر ڈھیر کرا دیا۔ اور غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے قریش کے جس لشکر نے مدینہ پر حملہ کیا تھا اس کا سرغنہ اور سپہ سالار امیۂ بن عبد شمس کا پوتا ابو سفیان تھا۔ اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر تمام قبائلِ عرب کو لیکر مدینہ پر چڑھائی کرنے والا بھی امیۂ کا پوتا ابو سفیان تھا۔ اسی دشمنی اور عداوت کی بنا پر ان دونوں گروہوں کے درمیان رشتہ داری اور عزیزداری کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور جس طرح اسلام سے پہلے ان دونوں کو الگ سمجھا جاتا تھا اسی طرح اسلام کے بعد بھی الگ الگ سمجھا گیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں اسی موضوع کی ایک حدیث شریف تین مقامات

میں موجود ہے کہ جب خیبر کا مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو آپس میں ذوی القربیٰ اور عزیز دار قرار دیکر مالِ غنیمت کے خمس میں سے حصّہ دیا۔ اور بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قرابت داری اور ذوی القربیٰ سے خارج کر کے ان کو خمس میں سے نہیں دیا، تو اس موقع پر بنو عبد شمس میں سے حضرت عثمان اور بنو نوفل میں سے حضرت جُبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما نے سید الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا کہ ہم بھی آپ سے قرابت داری میں بنو مطلب اور بنو ہاشم کی طرح برابر کے ہیں۔ لہٰذا ہم کو بھی خمس میں سے دیا جائے تو آقاءِ نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ کہہ کر ان کو دینے سے انکار کر دیا کہ بنو مطلب اور بنو ہاشم عزیز داری اور قرابت داری کے اعتبار سے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں ایک ہی جیسے ہیں۔ اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل ان کی طرح ان کے ساتھ ایک جیسے نہیں ہیں۔ اسی مضمون کی ایک مختصر حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن سعید بن المسیّب انّ جُبیر ابن مُطعم اخبرہٗ قال مشیت انا وعثمان بن عفّان الی النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم فقلنا اعطیت بنی المطلب من خمسِ خَیْبَرَ و ترکتنا ونحن بمنزلۃٍ واحدۃٍ منک فقال انّمَا بنو ھاشم وبنو المطلب شیءٌ واحدٌ قال جُبیر ولم یقسم النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم

حضرت سعید بن المسیّبؒ فرماتے ہیں کہ انکو حضرت جبیر بن مطعمؓ نے اس بات کی خبر دی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عثمانؓ نے نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گذارش کی کہ آپؐ نے بنو مطلب کو خیبر کے مالِ غنیمت کے خمس میں سے دیا ہے۔ اور ہم کو ترک کر دیا حالانکہ ہم بھی بنو مطلب کی طرح آپ سے قرابت داری میں ایک درجے میں ہیں تو نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو ہاشم

لِبَنِی عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِی نَوْفَلٍ شَیْئًا۔
(بخاری شریف ۱/۴۴۴، حدیث ۳۰۳۹، ۱/۴۹۷، حدیث ۳۲۸۱، ۲/۶۰۷، حدیث ۴۰۶۲)

اور بنو مطلب ایک ہی جیسے ہیں، اور بنو عبد شمس اور بنو نوفل ایسے نہیں ہیں۔ حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو خمس میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

چاروں بیٹوں کی مشہور اولاد

عبد مناف کے پہلے بیٹے

عبد شمس کی اولاد میں اُمیہؔ بہت مشہور تھا، اور امیہؔ کی اولاد بڑے بڑے سیاست داں پیدا ہوئے۔ اور انہیں میں سے اُمیہؔ کا پوتا ابوسفیان بن حرب ابن امیہؔ اور پھر ابوسفیان کے بیٹے حضرت معاویہؓ اور حضرت عثمان غنیؓ وغیرہ اسی امیہ کی اولاد میں سے ہیں۔

اور دوسرے بیٹے نوفل کی اولاد میں سے حضرت جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل وغیرہ ہیں۔

اور تیسرے بیٹے مطلب کی اولاد میں سے حضرت مسطح بن اثاثہؓ بن عباد بن المطلب وغیرہ ہیں۔ نیز حضرت امام شافعیؒ بھی مطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ محمد بن ادریس ابن عباس بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب۔

(معرفۃ قبائل عرب /۳۰۹)

عَبدالمطّلِب کی اولاد

چوتھے بیٹے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پردادا حضرت ہاشم ہیں۔ ان کا صرف ایک لڑکا شیبہ تھا، جو عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا۔ اور

عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ اوران بارہ بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

عبدالمطلب کے بارہ ۱۲ بیٹے

۱۔ حارث بن عبدالمطلب، جو عبدالمطلب کی زندگی میں وفات پاگئے۔
۲۔ خواجہ عبداللہ بن عبدالمطلب، جو سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد ہیں۔
۳۔ زبیر بن عبدالمطلب۔ یہ ایک شریف الطبع شاعر تھے۔
۴۔ خواجہ ابوطالب۔ جن کا نام عبدمناف تھا۔ یہی حضرت علیؓ کے والد اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص معاون تھے۔
۵۔ عبدالکعبہ بن عبدالمطلب، یہ لاولد فوت ہوگئے۔ اوران سب کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ ہے۔ اوریہی سیدالکونین علیہ السلام کی حقیقی دادی ہیں۔
۶۔ حضرت سیدالشہداء حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جن کی غزوۂ اُحد میں دَردناک شہادت ہوئی تھی۔
۷۔ مقوم بن عبدالمطلب۔
۸۔ حجل بن عبدالمطلب۔ ان کا نام مغیرہ تھا۔ اور البدایہ والنہایہ ۲/۲۱۰ میں ان کا لقب غیداق لکھا ہے۔ اوران تینوں کی والدہ کا نام ھالہ بنتِ وہیب ہے۔
۹۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب۔ جونہایت شریف الطبع تھے۔ خلفاءِ عباسیہ انہیں کی اولاد ہیں۔

۱۰ ضرار بن عبدالمطلب۔ یہ نہایت خوبصورت اور سخی تھے۔
۱۱ قثم بن عبدالمطلب۔ ان کی اولاد نہیں ہوئی۔ ان تینوں کی والدہ کا نام نُتیلہ بنت جناب بن کُلیب ہے۔
۱۲ ابولہب بن عبدالمطلب۔ اس کا نام عبدالعزّٰی تھا۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اس کی والدہ کا نام لُبنیٰ بنت ھاجر ہے۔ یہ پوری تفصیل طبقات ابن سعد ۱/ ۵۷، پر موجود ہے۔ نیز سیرت نگار حضرات نے اس کی تفصیل بیان کرنے میں کمی زیادتی بھی کی ہے۔ بہت زیادہ الٹ پلٹ بھی کیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں غیداق اور حجل کو الگ الگ دو بیٹے شمار کیا گیا ہے۔ تو ایسی صورت میں عبدالمطلب کے لڑکوں کی تعداد تیرہ۱۳ ہو جائیگی۔ جبکہ لڑکے کل بارہ۱۲ ہیں۔ اور البدایہ والنہایہ ۲/ ۲۱۰ میں غیداق، حجل کا لقب بتایا ہے۔ تو اس صورت میں تعداد بارہ۱۲ ہوگی۔ اسلئے یہاں اُلجھاؤ کو ختم کرکے آسان انداز سے لکھا گیا ہے۔ یہ رسُولِ اکرم علیہ السّلام کے کل چچے تائے ہیں۔

عبدالمطّلِبؑ کی چھ۶ بیٹیاں

۱ صفیہ بنت عبدالمطلب ۲ ام حکیم البیضاء ۳ عاتکہ بنت عبدالمطلب ۴ اُمیمہ بنت عبدالمطلب ۵ اروی بنت عبدالمطلب ۶ برّہ بنت عبدالمطلب۔ (البدایہ والنہایہ ۲/ ۲۱۰)

رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ کل چھ۶ پھوپھیاں ہیں۔

ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مقوم اور حجل کی ماں باپ شریک حقیقی بہن ہیں۔ ان سب کی والدہ ہالہ بنت وُہَیب ہیں۔ اور حضرت ام حکیم البیضاء، حضرت عاتکہ۔ حضرت اُمیمہ، حضرت برّہ، حضرت

اروٰی۔ یہ پانچوں حارث ۔ زبیر ۔ خواجہ عبداللہ ۔ ابوطالب ۔ عبدالکعبہ کی ماں باپ شریک حقیقی بہن ہیں۔ ان سب کی ماں فاطمہ بنت عمرو ہیں۔

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد ۱/۵۷)

خاندان کے تین اشخاص کی بدترین دشمنی

آپؐ کے خاندان کے تین آدمی آپ کے خطرناک دشمن تھے۔

۱۔ ابولہب: جسکا اصل نام عبدالعزٰی ہے۔ یہ آپکا حقیقی چچا ہے۔ نبوت سے قبل اس شخص کو آپ سے بہت محبت تھی۔ مگر جب نبوت کے بعد اس کو یہ معلوم ہوا کہ آپؐ یہ فرمارہے ہیں کہ عبدالمطلب بھی آگ میں ہے۔ تو آپ کا سخت مخالف ہوگیا۔ اور جو بھی ایذا پہنچانا ممکن تھا وہ سب اس نے آپ کو پہنچائیں۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۶۵)

۲۔ عبداللہ بن ابی امیہ: یہ آپ کی حقیقی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کا حقیقی بھائی ہے۔ یہ شخص عجیب و غریب بغض و عناد ظاہر کرتا تھا۔ ایک دفعہ کہنے لگا کہ اگر آسمان کی طرف ایک سیڑھی قائم ہوجائے اور میں آنکھوں سے دیکھوں کہ تم اس پر سے ہوکر چار فرشتوں کے ساتھ زمین پر نبوت کی دستاویز لیکر اُتر گئے۔ اور فرشتے شہادت دیدیں کہ تم کو اللہ نے نبی بناکر بھیجا ہے تب بھی میں تم پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ (البدایہ ۳/۵۱) بعد میں مشرف باسلام ہوگئے۔

۳۔ ابوسفیان بن حارث: یہ آپکا حقیقی چچا زاد بھائی ہے۔ یہ گندے اشعار میں آپکی ہجو کرتا تھا۔ آپ کو اس سے بہت زیادہ دل خراشی ہوتی تھی۔ (الاستیعاب ۴/۲۳۷) بعد میں اسلام لے آیا۔

پانچ آدمی آپکے مشابہ

آپؐ کی شکل وصورت کیساتھ آپکے خاندان کے پانچ آدمی آپکے مشابہ تھے۔ ۱۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ۲۔ حضرت حسن بن علیؓ ۳۔ قثم بن عباسؓ ۴۔ حضرت سائب بن عبد بن عبد یزیدؓ ۵۔ ابوسفیان بن حارث (الاستیعاب ۴/۲۳۷)

۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آفتابِ نبوّت کا ظہور

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(سورۂ ابراہیم ع۱)

اور ہم نے کوئی رسُول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولنے والا تاکہ وہ ان کو سمجھا سکے پھر اللہ جس کو چاہتا ہے بھولا بھٹکا گمراہ بنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کا راستہ دکھلاتا ہے۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

رسُولِ کریم صَلّی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بچپن سے جوانی تک بلند اخلاق اور اعلیٰ سیرت اور دیانت و امانت اور صداقت و سچائی اور نیک نامی کے ساتھ پوری قوم میں مشہور ہوگئی تھی۔ اور اہلِ مکّہ نے آپ کی ان اعلیٰ صفات کی بنیاد پر نبوّت سے قبل صَادق و امین کا لقب دے رکھا تھا۔ اور مکّہ کے ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں آپ کو ایک اہم مقام حاصل ہو چکا تھا۔ اور اہم اہم معاملات میں آپ ہی کی ذات سے مشورہ کرتے تھے۔ بخاری شریف کے شروع میں ایک لمبی اور مشہور حدیث شریف ہے جس کو حدیثِ غارِ حراء کہا جاتا ہے۔ اس میں آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بہت سی صفات بیان کی گئی ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ فرماتی ہیں۔

۱۔ آپؐ اعزّہ کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔

۲۔ آپؐ یتیم، ضعیف، کمزور اور فقیروں کا خرچہ برداشت کرتے تھے۔

۳۔ آپؐ ایسے لوگوں کی مدد فرمایا کرتے تھے جو دوسرے لوگوں کے پاس سے ناامید واپس آتے تھے، یعنی بے سہاروں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔

۴۔ آپؐ مہمان نواز تھے۔

۵۔ آپؐ راہِ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔

ان تمام عمدہ ترین صفات کی بنا پر مکہ کے قبیلہ قبیلہ، گلی گلی میں آپؐ پر اعتماد اور اعتقاد کی شہرت اور چرچہ ہو چکا تھا، ابھی حالات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں نہایت خوشگوار چل رہے تھے۔ اسی اثناء میں ۶۱۰ء میں آپ کی عمر شریف چالیس سال پوری ہو گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؐ کو نبوت ورسالت کی ذمہ داری کا شرف عطا فرمایا، کہ آپؐ حسبِ معمول ایک روز غارِ حرا میں تشریف فرما تھے کہ دفعۃً ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپؐ کو سلام کیا، اور پھر یہ کہا " اِقْرَأْ " پڑھیئے، آپؐ نے فرمایا: " مَا اَنَا بِقَارِئٍ " میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس پر فرشتہ نے پکڑ کر مجھ کو اس شدت سے دبایا کہ میری مشقت کی کوئی انتہا نہ رہی، اور اسکے بعد چھوڑ دیا اور کہا " اِقْرَأْ " میں نے پھر وہی جواب دیا " مَا اَنَا بِقَارِئٍ "، بہرحال اس طریقہ سے آپؐ کو مسلسل تین مرتبہ دبوچا گیا۔ پھر تیسری دفعہ کے بعد آپؐ کو چھوڑ کر کے فرشتہ نے فرمایا " اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○ الآیہ پھر آپؐ پڑھنے پر قادر ہو گئے۔ یہ نبوت ورسالت کا پہلا دن تھا۔ اور اسی میں سب سے پہلے قرآن کریم کی سب سے پہلی سورت سورۃ اقرأ نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ اپنے گھر واپس تشریف لے آئے۔

(بخاری شریف ۱/۲ حدیث ۳)

اور آپؐ نے شروع شروع میں خفیہ طور پر خاص خاص لوگوں کے سامنے ایمان و اسلام کی دعوت پیش فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ پھر حضرت علیؓ پھر حضرت زیدبن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا۔ یہ سب آپ کے گھر کے لوگ تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے مخلص دوست حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کی دعوت پیش کی، انہوں نے بلا کسی تردّد اور تفکّر کے فوراً دعوتِ اسلام پر لبّیک کہا، اور حضرت ابوبکرؓ بہت بڑے عاقل اور ہوشمند زیرک انسان تھے۔ نفع، نقصان میں تمیز کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ اور نبوّت کے سال حضرت ابوبکرؓ کی عمر ۳۷ سینتیس سال تھی، اور مکّہ کے صاحبِ ثروت شخصیت تھے۔ اور مکّہ کے لوگوں کے درمیان عزّت وشوکت رکھتے تھے۔ اور ابتداء ہی سے دعوتِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ بازو بنے۔ اور مال ومتاع اور زندگی کا کُل سرمایہ اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی شان وشوکت کی وجہ سے مکّہ کے عظیم المرتبت لوگ ابوبکرؓ کے رفقاء اور مصاحبین میں تھے۔ اور احبابِ مخلصین میں سے جو حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتا، یا حضرت ابوبکرؓ کسی کے پاس جاتے ان کو اسلام کی دعوت پیش کرتے۔ چنانچہ نبوّت کے دوسرے تیسرے دن حضرت عثمانؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہ ابن عبیداللہؓ اور حضرت سعدبن ابی وقاصؓ، حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے، اور حضرت ابوبکرؓ ان سب کو لیکر خدمتِ نبوّت میں حاضر ہوگئے سب آپؐ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور آپؐ کے ہمراہ خفیہ طور پر نماز ادا فرمائی۔ پھر حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ، ارقم بن عبد مناف ابن اسد مخزومی جن کا گھر دارِ ارقم سے مشہور تھا، اور انہی کے گھر میں رہ کر اسلام کی خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت عثمانؓ بن مظعون، قدامہ ابن مظعونؓ، عبداللہ

ابن مظعون۔ عبیدہ بن الحارثؓ، سعید بن زیدؓ۔ ان کی بیوی فاطمہ بنت خطابؓ، یعنی حضرت عمرؓ کی بہن۔ اسماء بنت ابی بکرؓ۔ خباب بن الارتؓ۔ عمیر ابن ابی وقاصؓ جو سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ مسعود بن القاریؓ سلیط بن العمرؓ۔ عیاش بن ابی ربیعہؓ۔ ان کی بیوی اسماء بنت سلامؓ، خنیس ابن حذافہؓ۔ عامر ابن ابی ربیعہؓ۔ عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے بھائی عبد ابن جحش جو ابو احمد بن جحشؓ سے مشہور تھے۔ جعفر بن ابی طالبؓ۔ ان کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ۔ حاطب بن الحارثؓ، ان کی بیوی فاطمہ بنت مجللؓ۔ خطاب ابن الحارثؓ۔ ان کی بیوی فکیہہ۔ معمر بن الحارثؓ۔ مطلب بن ازہرؓ۔ ان کی بیوی رملہ بنت عوفؓ۔ نعیم بن عبداللہ النحام۔ عامر بن فہیرہؓ۔ خالد بن سعید بن العاصؓ ان کی بیوی امنیہ بنت خلفؓ۔ حاطب بن عمروؓ۔ ابوحذیفہ بن عتبہؓ۔ واقد بن عبداللہؓ، خالد بن بکیرؓ۔ عامر بن بکیرؓ، عاقل بن بکیرؓ۔ ایاس بن بکیرؓ، عمار ابن یاسرؓ۔ صہیب بن سنان رومیؓ۔

ان سب پاکباز اور مقدس حضرات نے یکایک قبولِ اسلام کا شرف حاصل فرمایا اور قدیم الاسلام اور سابق الاولین کا بلند مقام حاصل فرمایا۔ اور یہی اسلام کے بنیادی افراد ہیں۔ اور انہی مقدس اشخاص کے ذریعہ سے بعد کے مسلمانوں کو اسلام کی دولت حاصل ہوئی۔ اسلئے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو کسی نہ کسی طریقہ سے ان حضرات کے ساتھ حصولِ اسلام کا رشتہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو لیکر پہاڑ کی کسی گھاٹی یا پہاڑ کے درّہ میں جاکر خفیہ طور پر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ اسلام کا جال مکہ کے ہر قبیلہ میں پھیل چکا۔ اس وجہ سے آہستہ آہستہ کفر کی طاغوتی طاقتوں کو اسکا پتہ لگنے لگا تو آپؐ نے ارقم بن عبد مناف بن اسدؓ جو ارقم ابن ابی ارقم سے مشہور تھے۔ ان کے گھر میں خفیہ طور پر قیام فرمایا۔ اور دارِ ارقم میں اسلام کا خفیہ کام ہوتا رہا۔ (مستفاد سیرۃ مصطفیٰ ۱/۱۵۴ تا ۱۷۱)۔

عداوت و دشمنی

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

(سورۂ انعام آیت ۱۱۲)

اس طرح ہم نے ہر نبی کیلئے انسانوں اور جناتوں میں سے شیاطین کی طرح شاطر قسم کے دشمن مقرر کر دیئے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو فریب دینے کے لئے ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ ایسا کام نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ ان کو ان کی مَن گھڑت اور جھوٹی باتوں کے ساتھ چھوڑ دیں

ہر زمانہ کے انبیاء اور رسُولوں کے ساتھ عداوت و دشمنی دُنیا کا دستور رہا ہے۔ اور جب آپؐ کی رسالت اور دعوتِ ایمان کی آواز مخفی نہیں رہ سکی، اور مکّہ کے گلی کوچوں میں گونجنے لگی مکّہ کے ہر قبیلہ کے سَردار اور نامور شخصیات آپؐ کے ساتھ عداوت اور دشمنی پر اُتر آئے۔

اور ہم نے عبدِمناف کی اَولاد کے عنوان کے تحت واضح کر دیا ہے کہ عبدِمناف کے چار لڑکوں میں عبدِشمس اور نوفل کی اَولاد ہمیشہ بنی ہاشم کی دشمن رہی۔ البتہ مطلب کی اَولاد بنی ہاشم کی حامی رہی۔ جس کی تفصیل مذکورہ عنوان کے تحت واضح ہو چکی ہے۔ اور اب جب ہاشمی خاندان کا ایک فرد نبوّت کی دعوت لیکر فاران کی چوٹیوں سے اُبھرا اُٹھا تو عبدِشمس اور نوفل کے لوگوں میں عداوت اور دشمنی کا خون اور تیزی سے دوڑنے لگا، اور مکّہ مکرمہ کی گلی کوچوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشاورتی مجلسوں کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ اور ساتھ میں بنو ہاشم کے لوگوں کو بھی یہ کہہ کر اُبھارنے لگے کہ

تمہارے خاندان کے نبی تو عبدالمطلب کو بھی بُرا کہنے لگے، وہ تو کہتے ہیں عبدالمطلب بھی جہنم میں جائیں گے۔ جس کی وجہ سے رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب جس کا اصل نام عبدالعزّیٰ ہے، اور چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابوامیہ وغیرہ بھی سخت ترین عداوت اور دشمنی پر اُتر گئے۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۶۴) اور مکّہ کی گلی گلی اور قبیلہ قبیلہ میں آپکی عداوت و دشمنی کا جال پھیلانے کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ (سورۂ انعام آیت ۱۱۲) کا ایک عجیب منظر نظر آرہا تھا۔ ایک دوسرے کو ملمع سازی اور فریب و دھوکہ میں مبتلا کرنے کی چکنی چپڑی باتوں سے خاتم الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خلاف محاذ آرائی کا جال پھیلا دیا۔ اس کے نتیجہ میں آپ کو ہر طرف سے سمٹ کر دارِ ارقم میں آکر خفیہ قیام کرنا پڑا۔ اور وہیں سے خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اور جب حضرت عمرؓ و حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ تو پھر کھُلم کھلا طور پر دعوتِ اسلام کا سلسلہ شروع ہوگیا اور اُدھر بنو عبدشمس اور بنو نوفل کے لوگوں نے دوسرے قبائل کے سرداروں کو لیکر اتحادی محاذ قائم کرلیا۔ چنانچہ اب تک جن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کو اور بنو ہاشم کے چند افراد کو چھوڑ کر ہر قبیلہ کے لوگ آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ آپؐ کی جان، آپ کا مال۔ آپؐ کی عزّت و آبرو کو نقصان پہنچانا مکّۃ المکرمہ کے ہر قبیلہ اور ہر فرد کے لئے عبادت اور عزّت کی چیز بن گئی۔ اور ہر فرد ــ اور ہر شخص آپؐ کی ذات ــ اور آپؐ کی عبادت ــ اور آپؐ کے صحابہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اور آپؐ کی دعوت و تبلیغ پر ہر ممکن روک لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر آپؐ کے چچا خواجہ ابوطالب بنو ہاشم کے سردار

ہونے کے ساتھ ساتھ مکۃ المکرمہ کے نامور اور مسلم شخصیت تھے، ان سے آپؐ کو بہت تعاون ملتا رہا۔ اور مکہ والوں نے آپؐ کو اور آپؐ پر ایمان لانیوالے کمزور مسلمانوں کو ستایا اور آپؐ کو مٹانے کیلئے کیا کیا پلان بنایا ان سب باتوں کے لکھنے سے قلم شرمارہا ہے۔ لیکن آپؐ پامردی اور حوصلہ مندی کے ساتھ اپنے کام میں مضبوط رہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے تقاضوں پر پورا پورا عمل کرتے رہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام کی آیت ۱۱۲ میں ارشاد فرمایا ہے۔ آپؐ کو کس کس طریقہ سے ستایا گیا اس بارے میں آئندہ صفحات میں مختصر انداز سے چند چیزیں ذکر کریں گے۔

اتحادی سرغناؤں کی شرمناک حرکتیں

مکۃ المکرمہ کے قبائلی اتحاد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محاذ آرائی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رکھا تھا۔ آپؐ کی دعوت و تبلیغ کو مٹانے کیلئے ہر حربہ استعمال کرچکے اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے آپؐ کی ذات کے ساتھ بھی استہزاء اور فقرہ بازی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جب آپؐ عبادت کرنے لگتے ہیں تو آپ کو پریشان کرنے کیلئے مذاق میں اس کی نقالی بھی کرنے لگتے۔ لیکن ان کا کوئی بھی حربہ کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک دفعہ کعبۃ اللہ کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ اتحادی قبائل کے اکابر مجرمین اور مکہ مکرمہ کے قبائلی اتحادیوں کے ہائی کمان بنو مخزوم میں سے ابوجہل (عمرو بن ہشام مخزومی) اور عمارہ بن الولید ابن مغیرہ مخزومی، بنو نوفل میں سے عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ یہ تینوں عبد مناف کے بیٹے نوفل کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بنو جمح میں سے اُمیہ بن خلف جمحی اور بنو عبد شمس میں سے عقبہ ابن ابی معیط یہ ساتوں اکابر مجرمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے لگے۔

ان میں سے بعض نے کہا کہ آج فلاں قبیلہ میں اونٹنی ذبح ہوئی ہے اُس کی اوجھڑی اور بچّہ دانی لاکر محمدؐ کی پیٹھ پر رکھدی جائے تو ہمیں سے سب سے بڑا بدبخت شخص عقبہ ابن ابی معیط نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ اس بدبخت نے اونٹنی کی اوجھڑی اور بچّہ دانی لاکر سیّدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سجدہ کی حالت میں گردن کے اُوپر لیجاکر ڈالدی اس کے بعد آپس میں اس قدر ہنسنے لگے کہ ایک دُوسرے کے اُوپر گرنے لگے۔ جب حضرت فاطمہؓ کو اس ناپاک حرکت کا علم ہوا تو ان بدبختوں کو بُرا بھلا کہتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں اور جاکر اوجھڑی سر مبارک کے اُوپر سے ہٹادی اور نماز سے فراغت کے بعد سیّدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک ایک کا نام لیکر بددُعاء فرمائی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن عبد اللّٰہ قال بینما رسول اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہِ وسلّمَ قائمٌ یصلّی عند الکعبۃ وجمع قریش فی مجالسھم اذ قال قائل منھم اَلَا تنتظرونَ الی ھٰذا المرءِ اَیُّکُم یقوم الی سلاء جزور اٰل فلانٍ فیعمد الی فرثہا و دمہا وسلاھا فیجیئ بہ ثمّ یمھلہ حتیٰ اذا سجد وضعہ بین کتفیہ فانبعث اشقاھم فلمّا سجد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وضعہ بین کتفیہِ وَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے مصاحبین بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں بعض نے بعض سے کہا کہ کون جاکر کے فلاں قبیلہ کے ذبح شدہ اونٹنی کی بچّہ دانی لاکر محمدؐ کی پیٹھ پر ڈالدے۔ جب محمد سجدے میں چلے جائیں تو سب سے بدترین شخص جاکر اُسے لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کا انتظار کیا۔ جب آپؐ سجدہ میں تشریف لے گئے تو آپؐ کے مونڈھوں کے درمیان پیٹھ پر ڈالدیا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا رہا مجھے کسی

ثبت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ساجدًا فضحکوا حتیٰ مال بعضہم علی بعض من الضحك فانطلق منطلق الیٰ فاطمة وھی جویریة فاقبلت تسعیٰ وثبت النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم ساجدًا حتیٰ القتہ عنہ و اقبلت علیہم تسبہم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلاة قال اللّٰھم علیك بقریش اللّٰھم علیك بقریش اللّٰھم علیك بقریش ثم سمّی اللّٰھم علیك بعمرو بن ھشام وعتبة بن ربیعة وشیبة ابن ربیعة والولید بن عتبة وامیة ابن خلف وعقبة بن ابی معیط و عمارة بن الولید۔

کا سہارا نہ ملا کاش میرے پاس فوجی طاقت ہوتی تو میں آپؐ کی مدد کرتا پھر یہ لوگ اس قدر ہنستے رہے کہ ایک دوسرے پر گرنے لگے اور اللہ کے رسولؐ سجدہ کی حالت میں تھے سر نہیں اُٹھا سکتے تھے کسی نے حضرت فاطمہؓ سے جا کر کے ماجرہ بیان کر دیا۔ وہ قریب البلوغ لڑکی تھیں، دوڑتی ہوئی آ کر اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا دیا۔ اور ان کمبختوں کو بُرا بھلا کہا پھر جب آپؐ نے نماز پوری فرمائی تو اللہ سے ان لوگوں کے نام لے لے کر بددعا فرمائی کہ اے اللہ قریش کو پکڑ لے تین مرتبہ کہا پھر کہا عمرو بن ہشام۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف عقبہ بن ابی معیط۔ عمارہ بن ولید میں سے ایک ایک کو پکڑ لے۔

(بخاری شریف ۱/۷۴ حدیث/۲۴۰، ۱/۵۱۴ حدیث نمبر ۲۹۳۴، ۱/۵۴۳ حدیث نمبر ۳۱۸۵
۱/۵۶۲ حدیث نمبر ۳۸۵۴، ۲/۵۶۴ حدیث نمبر ۳۹۶۰
عمدۃ القاری ۳/۱۷۴)

آپؐ کے گلے میں پھندا ڈال کر کھینچنا

ایک دفعہ آپؐ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو اس درمیان میں جو واقعہ پیش آیا ہے اُن ایذاء اور دردناک تکلیفوں میں سے ہے جو مشرکین کی طرف سے آپؐ کو پہنچی ہیں۔ کہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی درمیان بدترین شخص عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کی گردن میں کپڑا ڈال کر پھندا لگایا پھر خوب زور سے کھینچا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ جلدی سے پہنچ گئے۔ جاکر اس بدنصیب کے مونڈھے پکڑ کر کھینچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دھکہ دیکر اُسے الگ کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ ساتھ میں یہ بھی کہتے رہے «اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ» کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے» حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مکہ کے تکلیف دہ واقعات میں سے یہ نہایت افسوس ناک واقعہ تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عروة بن الزّبير قال سألت ابن عمرو بن العاص اخبرني باشد شيء صنعه المشركون بالنّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال بينما النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يصلّي في حجر الكعبة اذ أقبل عقبة بن ابي معيط فوضع ثوبه في عنقه فخنقه خنقًا شديدًا فاقبل ابو بكرؓ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو شرمناک حرکتیں کی ہیں انہیں شدید ترین حرکت یہ تھی کہ اس درمیان میں آپؐ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کی گردن میں کپڑا پھانس کر پھندا لگا دیا۔ پھر اُسے زور سے کھینچا تو حضرت ابوبکرؓ نے تشریف لاکر اسکے دونوں مونڈھوں کو پکڑا اور دھکہ

حَتّٰی اَخَذَ بِمَنْکِبَیْہِ وَ دَفَعَہٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ۔ (بخاری شریف ۱/۵۴۴ حدیث ۳۷۱۸)

دیگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسے دُور کیا اور یہ فرماتے رہے کہ کیا ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔

اِس قدر عداوت کیوں؟

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے ہر طرف سے ستایا اور مکہ مکرمہ میں تیرہ سالہ زندگی آزمائش ہی آزمائش اور تکلیف و ایذاء کے زہریلے گھونٹ پیتے پیتے گذر گئی۔ دشمنوں کی عداوت میں کوئی کمی نہیں آئی، بڑھتی ہی چلی گئی۔ آخر اللہ کے حبیب پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر تکلیفیں کیوں اُٹھانی پڑیں؟ اگر اللہ چاہتا آپؐ کو نہ کوئی تکلیف پہنچ سکتی تھی اور نہ ہی کسی دشمن کی مجال تھی کہ آپؐ پر کوئی حرف اور کوئی آنچ لگانے کی جرأت کرتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ۔ اگر آپؐ کا رب چاہے تو وہ لوگ ہرگز ایسا کام نہیں کر سکتے۔ تو پھر کیوں اس قدر تکلیفیں آپؐ کو پہنچتی رہیں. اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کے سامنے مجرم ترین دشمنوں کو لاکر کھڑا کر دیتا ہے تاکہ منصبِ نبوت اور منصبِ رسالت کے فریضہ کی ادائیگی آسان اور معمولی چیز بن کر نہ رہ جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو اسکی اہمیت باقی نہیں رہتی. کوئی نبی اپنی قوم کے درمیان تشریف لے آئے اور قوم کے سامنے دعوت پیش کر دے اور پوری قوم سرِ تسلیم خم کر کے قبول کر لے اور کوئی محنت و مشقت نہ اٹھانی پڑے تو ایسی دعوت کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اسلئے جو کام جتنا بڑا اور جتنا اہم ہوتا ہے اسکی اہمیت کے ساتھ شناسائی کے اسباب فراہم کئے جاتے ہیں، جب بڑے بڑے دشمنوں کا مقابلہ ہو جائے

اور دعوت و تبلیغ کے کام پر ہر قسم کی رُکاوٹیں آنے لگیں اور داعی کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے ۔ تو اُس کی اہمیت اور اسکی حیثیت ایسی بڑھ جاتی ہے کہ دنیا یاد کرتی رہتی ہے اور ساتھ میں اللہ کی مدد شامل رہے تو اسکی بھی قدر دانی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہر طرف سے عداوت کا جال پھیلا دیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے سُورۂ فرقان میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝
(سورۂ فرقان آیت ۳۱)

ایسا ہی ہم نے ہر نبی کیلئے گناہ گار دشمن رکھے ہیں اور کافی ہے آپؐ کو آپ کا رب راہِ حق دکھانے اور اس پر آپؐ کی مدد کرنے کے لئے۔

اور سُورۂ انعام میں اس سے بھی واضح الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر قریہ اور ہر قصبہ اور ہر شہر میں مجرمین اور غلط کاروں کے سرغناؤں کو پیدا کیا جاتا ہے۔ اور مکہ مکرمہ تو پورے عرب دُنیا کے کفر کے سرغناؤں کا مرکز تھا۔ اللہ کی قدرتِ کاملہ کو دیکھئے کہ کفر و ظلمت کے اسی تاریک ترین شہر میں نبی آخرالزماںؐ کو پیدا فرمایا وہیں سے ایمان کی آواز نیکر اُٹھے۔ اللہ کی قدرت کا مقابلہ کون کرسکتا ہے کہ اس نے فرعون کی گود میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرمائی۔ اور نمرود کی حویلی میں ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر کبھی نہ کبھی کفر کے اماموں اور سرغنوں کو ایمان کے داعی کے سامنے سر جھکانا پڑجاتا ہے اور اپنی خود کردہ حرکتوں پر نادم ہونا پڑجاتا ہے۔ آیتِ کریمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ

اور اسی طرح ہر بستی اور ہر علاقہ میں وہاں کے مجرم ترین لوگوں کو سرغنہ بنایا ہے تا کہ وہاں حیلے کیا کریں اور جو حیلے وہ لوگ کرتے

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ (سورۃ انعام آیت ۱۲۳) | ہیں وہ صرف اور صرف اپنی جان ہی پر کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ اسکی خبر اور سوچ نہیں رکھتے۔

نبیٔ برحق کی بددُعاء سے ڈرو

جب کافروں کے سرغناؤں اور سرداروں کی طرف سے آپؐ کو بے پناہ اذیتیں پہنچنے لگیں اور آپؐ کی نماز اور عبادت پر فقرے کسنے لگے اور آپؐ پر سجدہ کی حالت میں اونٹنی کی بچّہ دانی لاکر ڈالدی گئی اُس وقت آپؐ نے ایسی بدترین اور شرمناک حرکتیں کرنے والوں کے نام لے لے کر بددُعاء فرمائی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کعبۃ اللہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور کفار کے بڑے بڑے سرداروں اور سرغناؤں نے آپؐ کی پیٹھ پر اونٹنی کی بچّہ دانی ڈالدی، تو اس وقت آپؐ نے ان لوگوں کے نام لے لے کر بددُعاء کی اور پھر میں نے ان ساتوں کے ساتھ کیا حشر ہوا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور ان نحات سرغناؤں کے نام یہ ہیں۔ عمرو[۱] بن ہشام یعنی ابوجہل۔ عتبہ[۲] بن ربیعہ۔ شیبہ[۳] بن ربیعہ۔ ولید[۴] بن عتبہ۔ اُمیّہ[۵] بن خلف عقبہ[۶] بن ابی معیط۔ عمارہ[۷] بن ولید بن عتبہ بن مغیرہ۔ ان ساتوں میں سے اوّل الذکر چھ[۶] کا حال میں نے غزوۂ بدر میں دیکھا ہے کہ قربانی کے بکروں کی طرح کٹے ہوئے پڑے تھے۔ کوئی چت پڑا ہوا اور کوئی اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر بھی دیکھا جس میں ان لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرمناک حرکت کی تھی۔ اور آپؐ نے بددُعاء دی۔ پھر میں نے غزوۂ بدر میں اُن پر یہ حشر بھی دیکھا جو اللہ کے اس ارشاد کا حسین منظر ہے جو حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔

مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ | جو شخص میرے کسی ولی اور دوست سے

اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔
(بخاری شریف ۲/۹۶۳)

عداوت رکھتا ہو تو میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں ۔

جب اللہ کے ولی کے ساتھ عداوت میں اعلانِ جنگ ہے تو اللہ کے نبی کے ساتھ عداوت میں کیا حشر ہوگا۔ اور ساتویں شخص عمارہ بن ولید کا حشر یہ ہوا کہ وہ عمرو بن العاص کیساتھ شاہ حبشہ سے نجاشی کو دھوکہ دیکر مہاجرین حبشہ کو واپس لانے کیلئے گیا تھا۔ اور وہاں نجاشی کی ایک عورت کے ساتھ اس کا ناپاک تعلق ہوا جسکی وجہ سے نجاشی نے اس کے اُوپر ایک جادوگر کو مسلّط کردیا اور اس جادوگر کے ذریعہ سے اس کی شرمگاہ جانوروں کی شرمگاہ کیطرح بن گئی ۔ اور وہ خود جانوروں کی طرح جانوروں کے ساتھ رہنے لگا۔ اور پھر اسی مصیبت میں لمبا زمانہ گذار کر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مرا ۔ (عمدۃ القاری ۳/۱۷۴ تحت باب اذا القی علی ظہر المصلی قذر)

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عن عبد اللہ بن مَسْعُوْدٍؓ قَالَ فلمَّا قضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلَاۃَ ـــــ ثُمَّ سمّٰی اللّٰہم علیك بعمرو بن هشامٍ وعتبة بن ربيعة وشيبة بن ربيعة والوليد بن عتبة، واُمَيَّة بن خلف وعقبة بن ابی مُعَيْط وعمارة بن الوليد قَالَ عَبْدُ اللہ فَوَاللّٰہِ لقد رائیت صرعیٰ یومَ بدرٍ - الحدیث

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو ان سرغناؤں کے نام لے لے کے بددُعاء فرمائی۔ اے اللہ تو اپنے عذاب سے پکڑلے عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ اُمیّہ بن خلف۔ عقبہ بن ابی معیط۔ عمارہ ابن الولید۔ کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے ان سب کو غزوہ بدر کے دن کٹے ہوئے

(بخاری شریف ۱/ ۶۴ حدیث ۵۱۴
۱/ ۳۷ حدیث ۲۴۰ بخاری شریف
۲/ ۵۶۵ حدیث ۲۸۱۸)

اوندھے پڑے ہوئے دیکھا ہے۔

سیّد الکونین علیہ السّلام کے ساتھ مکمّل بائیکاٹ

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا، وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

(سورۂ آل عمران آیت ۱۸۶)

مسلمانو! یقیناً تمہاری جان اور تمہارے مال میں تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا جائیگا اور یقیناً ان اہلِ کتاب کی طرف سے جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں کی طرف سے جو کفر و شرک کی ظلمت میں مبتلا ہیں تمہیں بہت سی تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں گی اور اگر تم ان تکلیفوں پر صبر کروگے اور پرہیزگاری اختیار کروگے تو بیشک یہ اہم ترین ہمت کا کام ہے۔

اس آیت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صبر و استقلال میں اُولوالعزمی اور مستقل مزاجی اختیار کرنیکا حکم فرمایا اور بڑی بڑی سختیوں اور تکلیفوں اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنیکا حکم فرمایا۔ یہ اللہ کے یہاں کا دستور ہے کہ جب تک ٹھوکریں نہ کھائیں اس وقت تک کسی کیلئے کامیابی اور سہولتوں کی راہ فراہم نہیں کرتا!! مکہ والوں نے آپؐ اور مسلمانوں کے ساتھ جو انسانیت سوز بائیکاٹ کیا ہے وہ ایک نہایت

سنگین ترین آزمائش تھی ایسی آزمائشوں کا مقابلہ وہی کر سکتا ہے جسے اللہ نے ایسی ہمت، واستقلال عطار فرمایا ہو۔ اب بائیکاٹ کا منظر دیکھئے۔

مکمل بائیکاٹ اور عداوت کا عروج

جب مشرکین قریش نے یہ محسوس کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام میں مضبوط ہیں۔ اور دعوت کے کام سے باز آنے والے نہیں ہیں تو مکہ مکرمہ کے سرداروں نے چھوٹے بڑے ہر قبیلے کے لوگوں کو خیف بنو کنانہ میں جمع کیا اور خیف بنو کنانہ کو وادی محصب بھی کہا جاتا ہے۔ (نووی ۱/۴۲۲) یہ مکہ کی ایک خاص وادی کا نام ہے اور اس مقام پر ہر قبیلے کے لوگوں نے کفر و شرک پر قائم و ثابت قدم رہنے پر قسمیں کھائیں، اور اس بات پر سب نے عہد و پیمان کر لیا کہ جو لوگ محمدؐ کا ساتھ دینے والے ہیں ان کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کر لیا جائے نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کیا جائے، اور نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے اور نہ ان کے پاس کھانے پینے کیلئے کوئی سامان بھیجا جائے اور نہ ان کے یہاں آمد و رفت رکھی جائے اور نہ ان کے ساتھ بول چال رکھی جائے اور نہ ہی دعا سلام کیا جائے۔ ہر طرح سے ان کے اوپر پابندیاں عائد کیجائیں۔ اور وہ حدودِ مکہ چھوڑ کر شعبِ ابی طالب میں جا کر نظر بند ہو جائیں۔ چنانچہ تمام اتحادی قبائل کے اس عہد و پیمان کی وجہ سے تین سال تک آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کمزور مسلمانوں کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں نظر بندی کی صعوبتیں اور اذیتیں اٹھانی پڑیں۔ اور آپکے چچا ابو طالب اگرچہ ایمان نہیں لائے تھے، مگر ان کا تعاون ہمیشہ شامل حال رہا۔ وہ بھی آپؐ کیساتھ تکلیفیں

اور مصیبتیں جھیلنے میں شامل رہے۔ تین سال کے عرصہ تک سردی، گرمی، بارش ہر قسم کے موسم کی تکلیفیں اُٹھانے کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ درختوں کی چھال اور پتّے تک کھانے پر مجبور ہونا پڑا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ من الغد یَوْم النحر وھو بمنی ونحن نازلون غدًا بخیف بنی کنانۃ حیث تقاسموا علی الکفر یعنی بذلك المحصّب وذلك انّ قریشًا وکنانۃ تحالفت علی بنی ھاشم وبنی عبد المطلب او بنی المطلب ان لا یُنَاکِحُوھم و لا یُبَایعُوھُمْ حتی یُسلّموا الیھم النّبی صَلی اللہ عَلیہِ وَسَلّمَ۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے قیام منیٰ کے موقع پر یوم النحر کی صبح کو فرمایا کہ ہم کل صبح خیف بنو کنانہ میں قیام کریں گے جہاں پر قریش نے کفر پر ثابت قدم رہنے کی قسمیں کھائی تھیں یعنی وادی محصب میں عہد و پیمان کیا تھا اور وہ اس طریقے سے ہوا کہ قریش و بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب یا بنی مطلب کے بارہمیں قسمیں کھائیں کہ ہم اس وقت تک ان کے ساتھ بیاہ شادی اور خرید و فروخت وغیرہ نہیں کریں گے جب تک محمدؐ کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔

(بخاری شریف ۱/۲۱۶ حدیث ۱۵۶۶ ۲/۶۱۴ حدیث ۴۱۱۹، ۲/۱۱۱۴ حدیث ۷۱۷۹، مسلم شریف ۱/۴۲۳، ابوداؤد شریف ۱/۲۷۵)

اس بائیکاٹ کے تین سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں سے عہد و پیمان کی جو دستاویز خانہ کعبہ میں لٹکا دی گئی تھی اسمیں سے صرف

اللہ کے نام کو چھوڑ کر دیمک کے ذریعہ باقی پوری تحریر ختم کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طالب سے فرمایا کہ اب ان کا عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ دستاویز میں وہ حروف باقی نہیں رہے۔ جب لوگوں نے جا کر دیکھا کہ واقعی اللہ کے نام کے سوا کوئی حرف باقی نہیں تھا اُدھر اس بائیکاٹ کے زمانہ میں مختلف خاندان کے لوگوں میں اس بے رحمانہ حرکت سے اختلاف کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود زہیر بن اُمیہ، ہشام بن عمرو، ابوالبختری ابن ہاشم وغیرہ جیسے بڑے بڑے نامور لوگوں نے اس بائیکاٹ کی کھلی مخالفت کی۔ اور مخالفت کا انداز بھی عجیب نرالہ تھا کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے ہر قبیلے کے لوگوں میں اختلاف پڑ گیا ان کا اتحاد تقریباً ختم سا ہو گیا اور مذکورہ لوگ باقاعدہ ہتھیار لیس ہو کر شعب ابی طالب گئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں اور بنو ہاشم کے لوگوں سے کہا کہ اپنے اپنے گھروں کو چلو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ بالآخر اس طریقہ سے قریش کو انسانیت سوز بائیکاٹ ختم کرنا پڑا۔ اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام مظلوم مسلمانوں کو ساتھ لیکر مکۃ المکرمہ میں داخل ہو گئے اور دوبارہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ پوری تفصیل الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱/۱۶۲ تا ۱۶۴/ میں موجود ہے۔ البدایہ والنہایہ ۳/ ۸۵ میں معمولی فرق کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ایک عجیب منظر جو سورۂ حج آیت ۳۸ میں ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ○ (سورۂ حج ۳۸)	بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی طرف سے دشمنوں کا دفاع کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی بھی دغاباز اور کفر کرنیوالے سے محبت نہیں رکھتا ہے۔

؎ يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ❊ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

آزمائشوں کی سلسلہ وار زنجیر

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

(سورۃ مائدہ آیت ۴۸)

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک دین پر متحد کر دیتا لیکن اللہ تم کو ان احکام میں آزمانا چاہتا ہے جو تم کو دیئے ہیں اللہ ہی کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر تم کو بتلا دیگا وہ بات جس میں تمکو اختلاف تھا۔

بائیکاٹ کی نذر بندی کی تین سال تک صعوبتیں اٹھا کر شعب ابی طالب سے نکل کر مکۃ المکرمہ میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ بھی گذر نہیں پایا تھا کہ آپؐ کے چچا خواجہ ابو طالب جو آپؐ کے تعاون میں شب و روز ساتھ رہتے تھے اور آپؐ کی طرف سے دفاع کرنے میں مشرکین کے سامنے ایک مضبوط ترین دیوار کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ انتقال فرما گئے۔ ان کی وفات آپؐ کیلئے نہایت دردناک سانحہ تھا۔ کیونکہ ان کی موجودگی میں مشرکین کو یہ ہمت نہیں ہوسکتی تھی کہ آپؐ کو جب چاہیں اور جس طرح چاہیں ایذا پہونچائیں۔ نیز خواجہ ابو طالب کی بلند شان و شوکت کی وجہ سے تمام خاندان بنو ہاشم جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے ان کو بھی ایک ہو کر خاندانی عصبیت کی بنا پر آپؐ کا ساتھ دینا پڑتا تھا۔ اب خواجہ ابو طالب کے انتقال کے بعد کوئی سہارا باقی نہیں رہا۔ اور مشرکین شتر بے مہار کی طرح آپؐ کو اور مسلمانوں کو ایذا پہچانے میں ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ آپؐ کیلئے سرزمین مکہ میں چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔ راستہ چلتے ہوئے کوئی پتھر پھینکتا، کوئی

سرِ مبارک پر مٹی ڈالدیتا، کوئی فقرہ کستا، کوئی گالیاں دیتا، کوئی کانٹے ڈالدیتا، اللہ کی زمین وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی۔ (تفصیل البدایہ والنہایہ ۳/۱۲۲ تا ۳/۱۲۶)

صدمہ پر صدمہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دولت اور خاندانی اعتبار سے اہلِ مکہ کے درمیان بڑی عزت وشرف کی حیثیت رکھتی تھیں۔ تعاون میں دُکھ درد میں تسلی دینے میں سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایک تجربہ کار وزیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔ آپؐ کو ان سے بڑا تعاون ملتا تھا۔ بروایت بیہقی ابھی خواجہ ابوطالب کے انتقال کو تین روز نہیں گذر پائے تھے۔ اچانک حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھی وفات ہوگئی۔ یہ آپؐ کیلئے اتنا بڑا حادثہ تھا جیسا کہ آپؐ کے اوپر بہت بڑا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آزمائشوں کی ایک ایسی زنجیر بن گئی تھی جسکا سلسلہ کسی طرح ٹوٹ ہی نہیں رہا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۱۲۷)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

مشقتوں پر صبر کی تلقین

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ

اور بیشک ہم تم کو آزمائیں گے کچھ ڈر وخوف میں مبتلا کرکے اور کچھ بھوک میں مبتلا کرکے اور کچھ مالوں میں نقصان کرکے اور کچھ جانی نقصان کے ذریعہ سے اور کچھ پھلوں اور کھیتوں کے نقصان کے ذریعہ سے اور اے نبی آپ صبر کرنے والوں کو

وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ٥
(سورۃ بقرہ ع ۱۵۵ تا ع ۱۵۶)

خوشخبری پیش کیجئے جب ان کو کچھ مصیبت پہنچ جائے تو کہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہم اسی کیطرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

ان آیتوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مُسلمانوں کو توجہ دلائی کہ بلند وبالا مرتبہ حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔ اور تمہیں مرتبۂ کمال کے بامِ عروج پر پہنچانا ہے اور اس کیلئے ہم تمہیں طرح طرح کی آزمائشوں اور تکلیفوں میں مُبتلا کریں گے۔ تمہیں خوف وہراس میں مبتلا کیا جائیگا۔ اور بھوک وپیاس فقروفاقہ اور تنگدستی کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور مالی نقصان وجانی نقصان کا سامنا بھی کرنا پڑیگا۔ تمہارے کھیتوں اور تیار شدہ پھلوں کے نقصان کا بھی تمہیں سامنا کرنا پڑیگا۔ اور اگر تم ان تمام آزمائشوں میں صبر وضبط سے کام لوگے اور کوئی بھی تکلیف اور ایذاء پہنچ جائے تو اُسے اللہ کی طرف محول کرتے رہوگے۔ اور مصیبت کے موقعہ پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥ کا وِرد کروگے تو ہم تمہیں مرتبہ کمال کے بامِ عروج پر پہنچائیں گے چنانچہ حضراتِ صحابہؓ نے مکّی زندگی میں جو مشکل ترین مراحل طے فرمائے ہیں اور جس قسم کی تکلیفیں اور ایذائیں بَرداشت کرکے اپنے ایمان پر آنچ آنے نہیں دی ہے، اس سے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہؓ کی مقدّس اور پاکباز جماعت کو عزّت وشرف کا ایسا بلند وبالا مقام عطاء فرمایا ہے کہ قیامت تک آنیوالا کوئی بھی انسان چاہے کتنا بڑے سے بڑا ولی کامل کیوں نہ ہو ایک اَدنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کمال کے قریب تک بھی نہیں پہونچ سکتا۔ چند صحابہ کرام کی مشقّتوں کو بطور مثال ہم یہاں پیش کرتے ہیں، شاید اللہ کے کسی بندے کو فائدہ پہنچ جائے۔

کمزور مسلمانوں کے ساتھ مکّہ والوں کا ظلم وستم

حضرت بلال بن رباح جو بعد میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خادم خاص اور مؤذّن تھے۔ وہ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے اور اُمیّہ حضرت بلالؓ کو صرف اپنے ایمان واسلام کی وجہ سے شدید گرمی کے زمانہ میں شدّتِ بھوک کے وقت میں گرم ریت اور گرم پتھر پر لٹاکر عذاب دیا کرتا تھا۔ بعد میں حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ نے اس طرح تکلیف اور عذاب کو دیکھکر حضرت بلالؓ کو اُمیّہ سے خریدلیا اسکے بعد آزاد فرمادیا۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۵۷ الاصابہ ۱/۴۵۶ الاستیعاب ۱/۲۵۹ طبقات الکبریٰ ۳/۱۶۶)

حضرت خبّاب بن الارتؓ چھٹے نمبر کے مسلمان ہیں اور مسلمانوں میں سب سے پہلے انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا تھا۔ جسکے نتیجہ میں مکّہ والوں نے ان کو شدید ترین عذاب اور تکلیف میں مبتلا کیا۔

(الاصابہ ۲/۲۲۱ الاستیعاب ۲/۲۱ اسد الغابہ ۱/۵۹۱)

حضرت عمّار بن یاسرؓ بھی قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کے خاندان کے اسلام لانے کے بعد ان کے پورے خاندان کو طرح طرح کی اذیّت میں مُبتلا کیا گیا۔ اُن کو کس قدر تکلیفیں دی گئیں ہیں۔ اس سلسلہ میں حدیث اور سیرت کی کتابوں کو پڑھیئے۔ جنکو دیکھنا ہو وہ ذیل کے حوالوں کو دیکھ سکتا ہے۔ (الاستیعاب ۳/۲۶ تا ۳/۲۲۸ الروض الانف ۳/۲۰۱ البدایہ والنہایہ ۳/۶۲۷)

حضرت عمّار بن یاسر کی والدہ حضرت سُمیّہ رضی اللہ عنہا بھی قدیم الاسلام صحابیہؓ ہیں ان کے ساتھ ابوجہل نے جو بدتمیزیاں کی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ اس نے اُن کی شرمگاہ پر برچھا مارکر ان کو شہید کردیا تھا۔

اسلام کے شہداء میں حضرت سُمیّہ سب سے پہلے نمبر کی شہید ہیں۔ مدرسہ صولتیہ

کی طرف جاتے وقت راستہ میں وہ قبرستان ہے جس میں زمانۂ جاہلیت میں مکہ والے اپنی معصوم بچیوں کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے۔ اسی قبرستان میں حضرت سمیہؓ کا مزار شریف ہے، آج بھی اُن کی قبر کا نشان موجود ہے۔

(البدایہ والنہایہ ۴/۵۹۔ اسد الغابہ ۶/۱۵۲)

حضرت صہیب رومی بھی قدیمُ الاسلام صحابیؓ ہیں ان کے ساتھ بھی مکہ والوں نے ناقابلِ برداشت ظلم وستم کا معاملہ کیا۔ (الاصابہ ۳/۳۶۵)

اجلّہ صحابہؓ کے درمیان مُواخات اور بھائی چارگی

مواخات اور بھائی چارگی کا مطلب یہ ہے کہ ایک کا دوسرے کے ساتھ اس طریقے سے تعلق قائم کردینا کہ جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے ساتھ دُکھ درد، غمی و خوشی اور جان ومال کی حفاظت میں اپنے ماں باپ شریک بھائی سے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

آقائے نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مرتبہ صحابہؓ کے درمیان مواخات اور بھائی چارگی قائم فرمائی۔

پہلی مرتبہ مُواخات

مکی دور میں قدیمُ الاسلام صحابہؓ کے درمیان مُواخات فرمائی۔ اور یہ مواخات دارِ ارقم میں قیام کے بعد قائم فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان اور حضرت حمزہؓ اور زید بن حارثہؓ کے درمیان اور حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰنؓ ابن عوفؓ کے درمیان اور حضرت زبیرؓ و عبد اللہ بن مسعودؓ کے درمیان اور حضرت عبیدۃ ابن الحارثؓ و بلال حبشیؓ کے درمیان اور مُصعب بن عمیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کے درمیان اور حضرت ابو عبیدۃ بن الجراحؓ و حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کے

درمیان اور حضرت سعید ابن زیدؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ کے درمیان مواخات فرمائی ہے، اور آقائے نامدار علیہ السلام نے اپنے اور حضرت علیؓ کے درمیان مواخات فرمائی اور صحابہؓ کی یہ مواخات حق اور ایمان پر قائم رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کی پابندی پر قائم ہوئی تھی۔

(قسطلانی شرح بخاری ۸/ ۴۶۷، حاشیہ بخاری ۱/ ۵۶۱)

ایک ضروری تنبیہ

کسی کو یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ بخاری شریف ۲/ ۵۷۰ حدیث ۳۸۵۶ اور ۲/ ۷۶۲ حدیث ۴۸۹۷، میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ کا ایک عجیب واقعہ منقول ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو حذیفہ کی دو بیویاں تھیں۔ (۱) حضرت سہلہ بنت سہیل قرشیہ (۲) ایک انصاریہ عورت، اور جو بیوی انصاریہ تھی درحقیقت حضرت سالمؓ اسی بیوی کے غلام تھے اور اسی بیوی نے حضرت سالم کو آزاد کیا۔ اور حضرت ابو حذیفہ ابن عتبہ نے ان کو متبنیٰ بنا لیا، یعنی اپنا لے پالک بیٹا بنا لیا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا جب حضرت سالم بالغ ہوگئے تو حضرت ابو حذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل نے حضورؐ سے شکایت کی کہ سالم بالغ ہوگئے اور میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے آنے جانے کی وجہ سے میرے شوہر ابو حذیفہ کے دل میں کوئی شبہ کی بات پیدا ہو جائے تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنا دودھ کسی برتن میں نکال کر سالم کو پلا دو پھر ابو حذیفہ کو کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہوگا۔ اب اس حدیث شریف کی وجہ سے دو باتوں میں تردد پیدا ہو گیا۔

۱ اس واقعہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سالمؓ مدینہ کی ایک انصاریہ عورت کے نابالغ غلام تھے۔ تو پھر قدیم الاسلام صحابی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

کے ساتھ مکہ مکرمہ میں سالم کی مواخات کس طریقہ سے ہوگئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت ابو حذیفہ رضؓ نے انصاریہ عورت کیساتھ ہجرت سے بہت پہلے شادی کر رکھی تھی اور حضرت سالم رضؓ بھی قدیم الاسلام صحابی ہیں اور دار ارقم کے زمانہ میں صحابہؓ کے ساتھ مواخات کرانے سے پہلے حضرت سالمؓ بالغ ہوگئے تھے اسکے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے ساتھ مواخات عمل میں آئی ہے۔ لہٰذا اب کسی قسم کے شبہ و تردد کی بات باقی نہیں رہی۔

۲۔ دوسرا تردد اور شبہ یہ ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل نے ایک بالغ لڑکے کو دودھ کیسے پلایا۔ نیز شریعت میں بالغ لڑکے کو دودھ پلانے سے رشتہ رضاعت اور حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لیکن بخاری شریف کی ان دونوں روایتوں سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بالغ لڑکے کو بھی دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دودھ پلانے کا واقعہ مکی زندگی کا ہے، مدنی زندگی کا نہیں ہے۔ اور مکی زندگی میں احکام شرعیہ کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اسلئے حضورؐ نے دودھ پلانے کی ترغیب دی تو اس سے حضرت ابو حذیفہ رضؓ نے ثبوت حرمت کو سمجھ لیا۔ اور ان کا شبہ اور تردد باقی نہیں رہا۔ حالانکہ اس دودھ پلانے کی وجہ سے حرمت کا ثبوت نہیں ہوا تھا۔ اور قرآنِ کریم میں دو سال یا ڈھائی سال کے بچے کے دودھ پینے پر ثبوت حرمت کی جو آیت نازل ہوئی وہ مدینہ کی ہے۔ اور یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے۔ اس لئے کوئی شک اور تردد باقی نہیں رہا۔

دوسری مرتبہ مواخات

مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ مہاجرین اور

انصار کے درمیان مُواخات قائم فرمائی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان اور حضرت سلمان فارسیؓ و حضرت ابودرداء انصاریؓ کے درمیان مواخات فرمائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ نثو مہاجرین اور انصار کے درمیان آپؐ نے مواخات قائم فرمائی تھی۔

(قسطلانی شرح بخاری ۸/ ۲۶۷)

مُواخات کا کیا اثر تھا؟

اس مواخات اور بھائی چارگی کا اتنا بڑا اثر تھا کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ اتنا زیادہ تعلق اور قربت سمجھتے تھے جتنا حقیقی بھائی بھائی کے درمیان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عمرۃ القضاء کے موقع پر جب حضرت حمزہؓ کی بیٹی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے یا چچا یا چچا پکار کر بھاگتی ہوئی آنے لگی تو حضرت علیؓ نے ان کو لیکر حضرت فاطمہؓ کے حوالہ کر دیا پھر اس پر تین آدمی دعوے دار بن گئے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود یہ فرمانے لگے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں نے ہی اپنی تحویل میں لیا اس لئے ان کو رکھنے کا حقدار میں ہی ہوں۔

۲۔ حضرت جعفرؓ وہ یہ فرمانے لگے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور ان کی خالہ اسماء بنت عمیس میرے ماتحت ہیں۔

۳۔ حضرت زید بن حارثہؓ وہ فرمانے لگے کہ ان کو لینے کا حقدار میں ہی ہوں۔ اس لئے کہ یہ میرے بھائی حمزہؓ کی بیٹی ہے۔ اور میں حمزہؓ کا ایسا بھائی ہوں کہ میرے اور حمزہؓ کے درمیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارگی قائم فرمائی تھی۔ تو دیکھئے حضرت زید بن حارثہؓ نے حقیقی بھائی اور حقیقی بھتیجے کے مقابلہ میں بھی اپنے آپ کو حضرت حمزہؓ سے زیادہ قریب سمجھا۔ یہ صرف مواخات کی بناء پر تھا۔

لیکن حضورؐ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس لئے کہ حضرت جعفرؓ کے ماتحت میں اُن کی خالہ اسماء بنتِ عمیس تھیں اور خالہ کو پرورش میں ماں کا درجہ حاصل ہے۔ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو اسطرح تسلّی دی کہ تم ہمارے بھائی ہو۔ اور ہمارے مولیٰ ہو۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں یعنی تم میرے گھر کے آدمی ہو۔ (بخاری شریف ۲/۶۱۰ حدیث ۴۰۹۰)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا ∴ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

۴

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ہجرت کیسی اور کیوں؟

ہجرت سے متعلق اولاً دو آیت کریمہ نقل کریں گے۔ اس کے بعد ہجرت سے متعلق دس باتیں علی الترتیب عرض کریں گے۔

① ہجرت کسے کہتے ہیں ② ہجرت کب لازم ہوتی ہے؟ ③ حبشہ کی ہجرت اولیٰ ④ حبشہ کی ہجرت ثانیہ ⑤ طائف کی ہجرت ⑥ ہجرت مدینہ منورہ ⑦ ہجرت کی تیاری اور انصار کی بیعت ⑧ دار الندوہ میں قریش کے اتحادی قبائل کی ہنگامی میٹنگ ⑨ ہجرت کیلئے روانگی ⑩ مدینہ کی ہر شئی میں نور۔

۱ اَلَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ بِغَيۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ○

وہ لوگ جن کو اپنے وطن اور گھروں سے بغیر کسی جرم کے مظلومانہ طور پر نکال دیا گیا۔ اگر ان کا جرم تھا تو سوائے اسکے کچھ نہیں تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہٹایا نہ کرتا (ایک کو دوسرے سے دفع نہ کرتا) تو عیسائی راہبوں کے صوامع (چرچ اور عبادت خانے) اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہوگئے

(سورۂ حج آیت ۴۰)

ہوتے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ اسکی مدد کریگا جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا اور غالب رہنے والا ہے۔

۲ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ۝

(سورۂ توبہ آیت ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور گھروں کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ اللہ کے یہاں ان کا بہت بڑا درجہ اور بلند مرتبہ ہے اور وہی لوگ کامیاب وکامراں ہوکر مُراد کو پہونچنے والے ہیں۔

مذکورہ آیتوں میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضراتِ صحابۂ کرام کے مظلومانہ حالات اور ہجرت کا پسِ منظر بیان کیا گیا ہے انکا کوئی قصور نہیں تھا۔ بس صرف ایک خدا کی عبادت اور ایک اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ اور اس پر قائم رہنا ان کا جُرم تھا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے "اِلَّآ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ" کے الفاظ سے واضح فرمایا ہے۔ بالآخر جب مکہ والوں کا ظلم وستم حد سے تجاوز کر چکا اور انکی تکلیفیں اور ایذائیں برداشت سے باہر ہوگئیں اور سرزمین مکہ آنحضرتؐ اور آپ کے مقدس صحابہؓ کے حق میں تنگ ہوگئی، نہ ایک خدا کی بندگی کر سکتے اور نہ ہی اس کی دعوت دے سکتے، آخر کار مجبور ہوکر سرزمینِ مکہ چھوڑ کر کسی ایسی جگہ ہجرت کرنیکا ارادہ فرمالیا جہاں رہ کر اللہ کی عبادت آزادانہ طور پر کی جاسکے۔

۱ ہجرت کسے کہتے ہیں؟

ہجرت کا مطلب اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ جب مسلمان اپنی جگہ رہ کر آزادی کیساتھ

اللہ کی عبادت اور بندگی نہ کر سکے اور ان پر پابندیاں اور سختیاں عائد ہونے لگیں اور اسلام کی دعوت و تبلیغ پر رُکاوٹیں حائل ہونے لگیں تو اس علاقہ کو چھوڑ کر ایسے علاقہ میں چلے جائیں جہاں پر آزادانہ طور پر عزت کے ساتھ اللہ کی بندگی اور اسکے دین کی اشاعت کی سہولتیں فراہم ہوں۔ چنانچہ سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ کی عبادت اور اسلام کی دعوت مکہ میں رہ کر دُشوار کُن ہو گئی اور سرزمین مکہ ایک خُدا کی بندگی کرنے والوں اور اسلام کی دعوت دینے والوں پر تنگ ہو گئی تو مکہ چھوڑ کر ہجرت کا ارادہ فرمالیا۔ آگے ہم انشاءاللہ اس کی پوری وضاحت کریں گے کہ آپ نے کس طرح ہجرت فرمائی تھی۔ بعض ایسے لوگ جو اپنے آپ کو بڑے دانشور اور دانشمند ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ کے رسُولؐ کی سیرت اور اسکی تاریخ اور قرآن و حدیث سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہے اور علوم شرعیہ سے نا واقف ہیں وہ لوگ شریعت اور رسُول کی سیرت میں بلا وجہ دخل اندازی کر کے یہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے قریش کے ڈر کے مارے بھاگ گئے تھے۔ اسی کو ہجرت کہتے ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ۔ دیکھئے ان دانشوروں کی دانشمندی کو کہ یہ لوگ ہجرت کس کو سمجھ رہے ہیں۔ عقل میں جو بات آگئی اسی کو شریعت کی بات سمجھ لیا اور دوسرے لوگوں میں بھی اپنی عقل کی باتوں کا پرچار کرتے ہیں۔ جو حقیقت اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور حقیقت میں ہجرت کِسے کہا جاتا ہے، اس کو اللہ نے خود بیان فرمایا ہے کہ اپنی جگہ رہ کر سکون و اطمینان کے ساتھ آزادانہ طور پر اللہ کی عبادت نہ کر سکیں۔ اور دین و ایمان اور تبلیغ کے کاموں پر پابندیاں عائد ہو جائیں تو مجبُور ہو کر اس مقام کو ترک کر کے ایسی جگہ منتقل ہو جانیکا نام ہجرت ہے جہاں پر رہ کر سکون و اطمینان کیساتھ آزادانہ

طور پر ایک خدا کی عبادت کر سکیں۔ یہی اُوپر کی آیتوں میں واضح کیا گیا ہے۔

۲۔ ہجرت کب لازم ہوتی ہے؟

یہ سُوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت کن حالات میں اور کب لازم ہوتی ہے۔ ہجرت کا اصل مقصد اللہ کی عبادت اور ایک خُدا کی وحدانیت اور اسی کی دعوت و تبلیغ آزادانہ طور پر بلا کسی رُکاوٹ اور جور و ظلم کے کرنا ہے۔ لہٰذا جس مقام میں رہ کر اللہ کی عبادت اور اس کی دعوت و تبلیغ میں رُکاوٹیں حائل ہو جائیں اور اس پر پابندیاں عائد ہونے لگیں تو اس جگہ کو چھوڑ کر ایسی جگہ منتقل ہونیکا حکم ہے جہاں پر رہ کر چین اور سُکون کے سَاتھ آزادانہ طور پر اللہ کی عبادت اور اُس کی دعوت و تبلیغ کر سکیں۔ ایسی دو شکلیں ہمارے سامنے ہیں جنمیں ہجرت لازم ہو جاتی ہے۔ اور ایک شکل ایسی ہے جسمیں ہجرت لازم تو نہیں ہے۔ مگر وہاں سے ہجرت کر جانا حسبِ استطاعت افضل اور بہتر ہے۔ اب ہجرت کی کل تین شکلیں ہو جائیں گی۔ جو علی الترتیب پیشِ خدمت ہیں۔

۱: دارالخوف سے دارالامن کیطرف ہجرت کر جانا یعنی جس جگہ اللہ کی عبادت اور دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں ہر طرف سے خوف و خطر اور ظلم و ستم رُونما ہونے لگے تو وہاں سے ترکِ وطن کر کے ایسی جگہ ہجرت کر جائیں جہاں اَمن و سُکون کے ساتھ ایک خدا کی عبادت کا کام کر سکیں۔ اور جس جگہ ہجرت کر جائیں اُسکا دَارُالاِسلام یا مُسلم ملک ہونا لازم نہیں ہے چاہے ملک غیر مسلموں کے زیرِ اقتدار کیوں نہ ہو۔ مگر وہاں پر ایک خُدا کی عبادت میں کوئی رُکاوٹ حائل نہ ہو۔ جیسا کہ مکّہ مکرّمہ سے حبشہ کیطرف ہجرت ہوئی تھی کہ اُس وقت مکۃ المکرّمہ دارالخوف تھا۔ اور حبشہ اگرچہ مسلم ملک نہیں تھا مگر دَارُالاَمن تھا۔ اسی کو حضراتِ محدّثین نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔

الهجرة قد وقعت فی الاسلام علی وجھین الاول الانتقال من دار الخوفِ الی دَارِ الاَمْنِ کما فی هجرتی الحبشة وابتداءِ الهجرة من مکة الی المدینة۔

(فتح الباری ۱/۲۲ مکتبہ دار الرّیان)

ہجرت اسلام میں دو طرح سے واقع ہوئی ہے ۱: خوف و خطر کی جگہ سے سکون وامن کی جگہ کی طرف منتقل ہوجانا جیساکہ حبشہ کی دونوں ہجرتیں اسی طرح کی ہیں اور مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورّہ کی ابتدائی ہجرت کا مرحلہ بھی اسی طرح کا ہے۔

۲: کفر و شرک کے علاقہ سے ایمان واسلام کے علاقہ کی طرف ہجرت کرجانا اور کفر و شرک کا علاقہ ایسا ہے کہ وہاں پر مسلمان چین وسکون کے ساتھ اللہ کی عبادت نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں دار الاسلام اور ایسے مسلم ملک میں منتقل ہوجانا جہاں چین وسکون کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کرسکیں اور کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔ جیساکہ سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مدینہ منورہ کے ہجرت کرجانے کے بعد جب مدینہ میں اَمن واَمان قائم ہوگیا اور اقتدارِ اعلیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آیا تو اسکے بعد جو لوگ مکّہ مکرّمہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کرکے مدینہ منورّہ منتقل ہوگئے تو اُن کی ہجرت اسی طرح کی ہجرت ہے۔ جسکا سلسلہ فتح مکہ کے بعد ختم ہوگیا تھا۔ اسی کو حضراتِ محدثین نے اسطرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

الثانی: الهجرة من دارِ الکفر الی دَارِ الایمانِ وذلك بعد ان استقر النبیّ صلی الله علیه وسلم بالمدینة وهاجَرَ الیهِ من امکنه ذلك من المسلمین۔

۲: دار الکفر سے دار الایمان کی طرف ہجرت یعنی جہاں کفر و شرک کی وجہ سے اَمن وَامان کے ساتھ اللہ کی عبادت نہ کی جاسکے وہاں سے ایسی جگہ ہجرت کرجائیں جہاں اہلِ ایمان کا اقتدار ہو اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورّہ میں قیام پذیر ہونے کے بعد

(فتح الباری ۱/۲۳ مکتبہ دار الریان)	ہوا ہے۔ اور مسلمانوں میں سے جن لوگوں کو ہجرت کی امکانی شکل حاصل ہوئی وہ آپ کی طرف ہجرت کر گئے۔

۳۔ ایک تیسری قسم کی ھجرت : جو قیامت تک کیلئے جاری رہنے والی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان دار الکفر میں ہیں، جس ملک میں پورا اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کا کوئی اختیار نہیں، اور نہ ہی مسلمانوں کو اپنے مذہبی معاملات اور پرسنل لا کے بارے میں عملاً مکمل آزادی حاصل ہے، بلکہ بات بات پر رُکاوٹیں ہوتی ہیں۔ اور عملی طور پر آزادی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سرکاری قانون کے اعتبار سے اگرچہ آزادی ہو لیکن عملی طور پر بات بات پر رُکاوٹیں اور روک ٹوک کا سلسلہ ہو، نہ آزادانہ طور پر مسلمان جہاں چاہیں مسجدیں بنا سکتے ہوں اور نہ ہی عبادت گاہیں اور دینی ادارے بنا سکتے ہوں۔ قدم قدم پر رُکاوٹیں ہوں تو ایسے علاقہ سے ہجرت کر کے دوسری ایسی جگہ منتقل ہونیکی اجازت ہے جہاں پر کسی قسم کی رُکاوٹ اور روک ٹوک نہ ہو تو یہ ہجرت واجب تو نہیں ہے لیکن حسبِ قدرت اور حسبِ گنجائش افضلیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کو حضراتِ علماء نے اس قسم کے الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

وبقي عموم الانتقال من دار الكفر لمن قدر عليه باقيًا الخ (فتح الباری ۱/۲۲ مطبع دار الریان)	اور دار الکفر سے منتقل ہو کر ہجرت کرنے کی عمومیت کا حکم ان لوگوں کیلئے ہمیشہ باقی رہے گا جو ہجرت کر جانے پر قدرت رکھے۔

لیکن اگر منتقل ہونیکی قدرت نہیں ہے تو جہاں رہتے ہیں وہاں پر تنگی اور سختیاں برداشت کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے تو اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ عبادت کا ڈبل ثواب ملتا رہیگا. جیسا کہ وہ مسلمان جو مدینہ منورہ ہجرت نہیں کر سکتے تھے. اور وہیں مکہ والوں کے ظلم وستم برداشت کرتے تھے ایسے لوگوں کے بارہمیں قرآنِ کریم میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے.

آیتِ کریمہ ملاحظہ فرمائیے ۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ٥

(سورۂ نساء آیت ۹۸)

مگر وہ لوگ جو بے بس اور کمزور ہیں مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی حیلے اور تبدیلی کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی کہیں جانے کیلئے ان کو راستہ ملتاہے ۔

وَاذْكُرُوْآ اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥

(سورۂ انفال آیت ۲۶)

اور یاد کرو تم اس وقت کو جبکہ تم تھوڑے تھے اور ملک وعلاقہ میں مغلوب اور کمزور پڑے ہوئے تھے. تمہیں اس بات کا ڈر ہوتا تھا کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک کر لیجائیں گے پھر اللہ نے تم کو ٹھکانا دیا اور تم کو اپنی مدد سے قوت دی اور پاک صاف حلال روزی تم کو عطا فرمائی تاکہ تم شکر کرتے رہو ۔

۳ حبشہ کی ہجرتِ اولیٰ

جب مکہ والوں کا ظلم وستم برداشت سے باہر ہوگیا اور مسلمانوں کو مکہ کی سرزمین

میں جینا مشکل ہوگیا تو سیّد الکونینؐ نے مظلوم صحابہؓ کو نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت دیدی تو مسلمانوں کی ایک جماعت جسمیں حضرت عثمانؓ، حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عامر بن ربیعہؓ، حضرت ابوسبرہ بن ابی رُہمؓ، حضرت حاطب بن عمروؓ، حضرت سہیل بن بیضاءؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی فیملی اور بیوی بچوں کیساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہوگئے۔ لیکن حبشہ پہنچنے کے لئے درمیان میں بہت بڑا سمندر حائل ہے جسکو بحرِ قلزم کہا جاتا ہے اور اس زمانہ میں اس کو بحرِ احمر کہا جاتا ہے۔ مگر اللہ نے ان بے سہارا مسلمانوں کیلئے یہ فضل فرمایا کہ دو تجارتی کشتیوں کا ان کے سامنے سے گذر ہوا ان سے بات چیت کی گئی ان لوگوں نے نصف نصف دینار پر سمندر پار کرنے پر معاملہ طے کرلیا، ان کشتیوں پر سوار ہوکر وسیع ترین سمندر پار ہوکر یہ مقدس جماعت حبشہ پہنچ گئی۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۵۹)

حبشہ کی ہجرتِ اولیٰ میں شرکت کرنیوالوں کا جو نام لیا گیا ہے اُنمیں صرف یہی لوگ نہیں ہیں بلکہ ایک بڑی جماعت ہے۔ کچھ اہم اہم لوگوں کا نام ہم نے ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲۰۳/۳ اور زرقانی ۵۰۳/۱) ورنہ ایک لمبی فہرست پہلی بار حبشہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد سے متعلق موجود ہے۔

۴ حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرتِ اولیٰ کے بعد ہجرت ثانیہ سے پہلے حبشہ میں یہ افواہ اُڑ گئی تھی کہ مکّہ والے سب تائب ہوکر اسلام میں داخل ہوگئے

اس افواہ پر چند حضرات کو چھوڑ کر اکثر مہاجرین حبشہ سے مکّہ واپس آگئے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ اور بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکّہ والوں کے اسلام لانے کی جو افواہ پھیلی ہے وہ ہجرتِ ثانیہ کے بعد پھیلی ہے اور مہاجرین کا ایک بڑا قافلہ مکّہ مکرّمہ واپس آگیا تھا اور حضرت جعفرؓ کے ساتھ چند گنے چُنے حضرات رہ گئے تھے جو اصحابِ سفینہ کے ساتھ غزوۂ خیبر کے موقع پر حبشہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔ اور ان حضرات کے علاوہ باقی تمام مہاجرین حبشہ سے مکّہ مکرّمہ واپس آگئے تھے پھرانکے بعد جب مدینہ ہجرت کا حکم ہوا تو یہ سب حضرات مدینہ ہجرت کرکے تشریف لے گئے۔ ہم نے اس کو وضاحت کیساتھ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے حالات کے تحت لکھدیا ہے۔ یہاں ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حبشہ کی ہجرت دُو مرتبہ ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ ۵ھ میں ہوئی جسکا ذکر ما قبل میں گذر چکا۔ اور دوسری مرتبہ ۶ھ کی صراحت تو نہیں ملی۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد دُوسری ہجرت ہوئی تھی۔
جب مشرکین کا ظلم و ستم بہت زیادہ حد سے تجاوز ہونے لگا تو صحابہ میں سے تراسی مَرد اور بارہ عورتیں دوبارہ حبشہ کی ہجرت کیلئے روانہ ہوگئے، روایات میں آتا ہے کہ دوسری مرتبہ جو ہجرت کرنی پڑی وہ نہایت شدید ترین ایذاء اور ظلم کی بناپر کرنی پڑی اور اسی قافلہ میں حضرت امّ المؤمنین امّ حبیبہ بنت ابی سُفیانؓ بھی اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ پہونچ گئی تھیں۔ اور بد قسمتی سے وہاں جاکر عُبیداللہ بن جحش نصرانی ہوکر مرگیا۔ اور حضرت امّ حبیبہؓ کا نکاح سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ہوا۔ اسکی تفصیل بھی حضرت عبداللہ ابن جحش کے حالات کے عنوان کے تحت ہم نے لکھدی ہے۔

پوری تفصیل (طبقات ابن سعد ۱/۱۶۲، شرح زرقانی ۲/ ۳۱) میں موجود ہے۔
اسی ہجرت کے موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ بھی حبشہ کی ہجرت کرنے

کیلئے روانہ ہو چکے تھے. لیکن جب راستہ میں قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ ابو بکرؓ آپ اپنے بال بچوں کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مکہ والوں کی تکلیفیں برداشت سے باہر ہو گئی ہیں، اس وجہ سے مکۃ المکرمہ چھوڑ کر حبشہ کو ہجرت کیلئے جا رہا ہوں تو اس پر ابن الدغنہ نے کہا کہ اے ابو بکرؓ آپ جیسا شخص مظلوم بن کر مکہ سے ترک وطن کر کے جا نہیں سکتا۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں، اور ابن الدغنہ کا قریش سے حلیفانہ تعلق تھا اس لئے ابو بکرؓ کو اپنی پناہ میں لیکر مکہ واپس لے آیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے ان حالات سے متعلق طویل واقعہ ہے جو سیرت کی کتابوں میں پھیلا ہوا ہے۔ (زرقانی ۲/۳۳، البدایہ والنہایہ ۳/۹۴)

اہلِ مکہ کا وفد

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابۂ کرام کو حبشہ ہجرت کر جانیکی اجازت مرحمت فرمائی، اور یکے بعد دیگرے حضراتِ صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت ہجرت کر کے حبشہ پہونچ گئی تو مکہ والوں کو مسلمانوں کا حبشہ جا کر چین وسکون سے رہنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ مکہ والوں نے شاہِ حبشہ نجاشی کو دھوکہ وفریب میں رکھکر ان مظلوم مسلمانوں کو وہاں سے واپس لانے کیلئے عمرو بن العاص کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے ایک وفد روانہ کیا اور اس وفد نے جاکر حضرت نجاشی سے ان مظلوم مسلمانوں کی جھوٹی شکایتیں پیش کیں، جو از اول تا آخر جھوٹ اور مکر وفریب پر مبنی تھیں مگر شاہِ حبشہ حضرت نجاشی نہایت

ہوشیار اور صاحبِ فراست شخص تھے انہوں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ صرف اس وفد کی بات پر اعتماد کر لیا جائے۔ بلکہ مہاجرین سے بھی بیانات لئے جائیں۔ جب مہاجرین کا بیان سامنے آیا تو قریش کے وفد کا بیان بالکل جھوٹا ثابت ہوا۔ نیز مہاجرین کے قائد حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں خطاب فرمایا اور اس میں جب سورۂ مریم کی آیتیں پڑھ کر سنانے لگے تو حضرت نجاشی کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ پڑے اور یہ کہنے لگے کہ یہ کلام تو بالکل اسی مبدأ کا ہے جہاں سے حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا ـــــ اس طریقہ سے اللہ نے مہاجرینِ حبشہ کو مکہ والوں کے پنجے سے نجات دلائی اور انکا داؤں نجاشی کے سامنے چل نہیں پایا۔ (البدایہ والنہایہ ۶۶/۳ تا ۸۲/۳)

۵ طائف کی ہجرت

مکہ والوں کی تکلیفیں جب دن بدن بڑھتی چلی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوچا کہ اہلِ طائف کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی رشتہ داری ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ آپؐ کی رضاعی ماں ہیں۔ اس رشتہ کی وجہ سے یہ اُمید کی گئی کہ شاید طائف والے رشتۂ رضاعت کی وجہ سے اللہ کے پیغمبر کو کچھ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ چنانچہ حضرت امّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین ماہ کے بعد ۱۰ھ نبوت میں حضرت زید بن حارثہ کو ساتھ میں لیکر سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام طائف تشریف لے گئے۔ اور طائف والوں کے سامنے ایمان کی دعوت پیش فرمائی۔ اور اپنے آپ کو طائف والوں کے حوالہ کر کے گفتگو شروع کی لیکن طائف والوں نے اللہ کے رسولؐ کے

ساتھ جس قدر بدتمیزی اور ظلم وستم کا معاملہ کیا ہے۔ اسلامی تاریخ اسکو فراموش نہیں کر سکتی۔ ان بدبختوں نے آپ کے پیچھے غنڈوں اور اوباشوں کو لگا دیا۔ جنہوں نے آپؐ کو پتھروں سے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا۔ (شرح زرقانی ۲/۵۱)

آخر کار طائف سے نہایت نا امید اور کبیدہ خاطر ہو کر واپس لوٹنا پڑا۔ اور مسلم شریف ۲/۱۰۹ کی ایک لمبی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ طائف سے واپسی میں جب آپؐ قرن المنازل تک پہونچے تو حضرت جبرئیل امینؑ نے تشریف لاکر فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے کہ اگر آپؐ چاہیں تو پہاڑوں کے فرشتوں سے کہدیا جائے کہ ان نالائقوں کو دو پہاڑوں کے درمیان دبا کر تباہ کر دیا جائے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں سے ایسے لوگ پیدا کریگا جو اسلام کے کلمہ گو بن جائیں اور کفر و شرک کی گندگیوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کریں۔ جن دو پہاڑوں کو ملا کر تباہ کرنیکی بات ہے۔ نووی ۲/۱۰۹ میں لکھا ہے اس سے مکے کے دو پہاڑ مراد ہیں۔ اسلئے کہ اصل ایذاء مکہ والوں کی طرف سے پہونچی ہے۔ ہجرتِ طائف سے متعلق جن کو تفصیل دیکھنی ہو ذیل کے حوالوں کو دیکھ سکتا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ۱/۱۶۵، البدایہ والنہایہ ۳/۱۳۵، الروض الانف ۴/۳۳، مجمع الزوائد ۶/۳۵)

آپؐ کو سب سے زیادہ ایذاء کب پہونچی

حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہ غزوۂ احد کے دن جو آپؐ کو تکلیف پہونچی ہے اور وہ دن جس قدر آپؐ کیلئے ایذاء اور تکلیف کا دن تھا کیا کبھی آپ کو اس سے بھی زیادہ تکلیف پہونچی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ تکلیف اُس دِن

پہونچی ہے جس دِن میں طائف والوں سے اُمید لیکر مکّہ چھوڑ کر طائف پہونچا تھا. اور اہلِ طائف کے سردار ابن عبد یالیل کے سامنے میں نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور پھر انہوں نے نہایت تکلیف دہ انداز سے مجھ کو مُسترد کر دیا تھا اُس وقت میرے اُوپر رنج وغم کا جو پہاڑ ٹوٹ چکا تھا ایسا رنج مجھے کبھی نہیں پہونچا تھا۔ اس مضمون کی روایت بخاری شریف ۱/۴۵۸ حدیث ۳۱۲۷ اور مسلم شریف ۲/۱۰۹ میں مفصل موجود ہے۔ عربی عبارت کافی لمبی ہونے کی وجہ سے نہیں لکھی ہے. صرف اسکا خلاصہ لکھدیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی خاطر کس کس قسم کی تکلیفیں اور ایذائیں جھیلنی پڑیں اُن کو لکھنے سے قلم شرمارہا ہے۔ اور کس قدر تکلیفیں پہونچی ہیں بیان سے باہر ہیں۔

ہ یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؛ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
اللہ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ہ

۶۔ ہجرتِ مدینۃُ المنوّرہ

جن لوگوں کو ترکِ وطن کرکے ہجرت کرجانے پر مجبور ہونا پڑا، اور اللہ کے راستہ میں ایذاء اور مشقتیں جھیلنی پڑیں اُن کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملاءِ اعلیٰ میں عیش وعشرت کی عمدہ ترین نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ جن کی خوبیاں خود اللہ تعالیٰ اپنی شانِ عالی کے شایانِ شان انداز سے بیان کر رہا ہے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ٥

(سورۃ آل عمران آیت ۱۹۵)

پھر وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور ان کو اپنے وطن اور اپنے گھروں سے نکال دیا گیا۔ اور نہیں میری راہ میں ستایا گیا، اور ان لوگوں نے جہاد کیا اور جہاد میں شہید بھی ہوگئے تو یقیناً میں دُور کرونگا اُنسے انکے گناہوں کو۔ یعنی انکو معاف کر دونگا۔ اور یقیناً میں انکو ایسے باغِ جنت میں داخل کرونگا جنکے نیچے سے نہریں بہتی ہیں یہ اللہ کی طرف سے ان کی مشقتوں کا بدلہ ہے اور اللہ کے یہاں عُمدہ ترین اَجر وثواب ہے۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظلم وستم سے دوچار ہوکر ہجرت کرنے والوں اور اللہ کے راستہ میں تکلیفیں برداشت کرنے والوں کا اَجر وثواب بیان فرمایا۔

مکہ والوں نے آپؐ اور مُسلمانوں کو ستانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اور آپؐ کی دعوت وتبلیغ پر روک لگانے اور اللہ کی عبادت پر پابندی عائد کرنے

پر ہر طرح کا پلان اور اسکیمیں چلائیں، اور آپؐ کو ذہنی اذیتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی اذیتوں میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی تھی۔ جب آپؐ نماز پڑھتے تو فقرہ بازی کا سلسلہ شروع کرتے۔ اور آپؐ کے سر مبارک پر سجدہ کی حالت میں اونٹنی کی اوجھڑی اور بچہ دانی لاکر ڈال دی گئی۔ کبھی آپؐ کو نماز کی حالت میں گلے میں پھندا ڈال کر زور سے کھینچا گیا۔ کبھی آپؐ کو بازاری زبان میں گالیاں دی گئیں۔ غرض کہ آپؐ کو ستانے میں ہر طرح کا حیلہ اختیار کیا گیا۔ اور ہم نے ایذاء اور تکلیف سے متعلق ماقبل میں "اتحادی سرغناؤں کی شرمناک حرکت" کے عنوان کے ذیل میں اس قسم کی ایذاؤں کی تفصیل لکھ دی ہے آپ وہاں دیکھ سکتے ہیں بالآخر آپؐ کو بھی وطنِ عزیز ترک کر دینے کا عزم کر لینا پڑا۔

۷۔ ہجرت کی تیاری اور انصار کی بیعت

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(سورۂ بقرہ آیت ۲۱۸)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

مکہ والوں کے اس طرح کے بدترین ظلم و ستم جب حد سے تجاوز کر چکے۔ اور مکہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرنا اور اسلام کی دعوت پیش کرنا ممکن نہیں رہا تو آپؐ نے ارادہ فرما لیا کہ کسی دوسری جگہ ہجرت کر کے جانا ہے، تاکہ وہاں جا کر صحیح طور پر ایک خدا کی عبادت کی جا سکے جس نے کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔

اور دوسرے انسانوں کو بھی آسانی کے ساتھ اس ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی جا سکے۔ چنانچہ آپؐ نے موسمِ حج میں دُور دراز قبائل سے آنے والے لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنا شروع فرمایا۔ انصارِ مدینہ کی خوش قسمتی تھی کہ اللہ کے پیارے حبیب، انبیاء کے سردار خاتم النبیین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی فیضِ صحبت اور آپ کی خدمت ان ہی کے مقدر میں لکھ دی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۱ نبوی میں مدینہ منوّرہ سے حج کو آنے والے چھ افراد نے آپؐ کے دستِ مُبارک پر بیعت کی۔ اُن میں سے دو آدمی قبیلہ اوس کے تھے اور چار آدمی قبیلہ خزرج کے تھے۔ ساتھ میں ان لوگوں نے آپؐ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ مدینہ منوّرہ جاکر آپ کے دین کی تبلیغ کریں گے۔ (شرح زرقانی ۲/۷۵، الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۰)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد دوسرے سال سنہ ۱۲ نبوت میں مدینۃ المنورہ سے آکر بارہ افراد نے قبولِ اسلام پر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ اور ساتھ میں ان لوگوں نے یہ بھی وعدہ فرمایا کہ مدینہ میں جاکر آپ کے دین کی تبلیغ فرمائیں گے۔ اور اس میں بھی اوس اور خزرج دونوں قبیلے کی ذمّہ دار شخصیات تھیں، اور ساتھ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دین سکھانے کے لئے حضرت مصعب بن عمیرؓ، عبداللہ بن امّ مکتومؓ اور عثمان بن مظعونؓ وغیرہ کو مدینہ روانہ فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۱) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیسرے سال سنہ ۱۳ نبوت میں مدینہ کے ۷۰ ستّر یا ۷۳ تہتّر یا ۷۵ پچھتّر خوش نصیب نفوسِ قدسیہ نے موسمِ حج میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

(شرح زرقانی ۲/۸۵ و ۸۶، الروض الانف ۴/۱۳۵)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستّر افراد میں سے بارہ ۱۲ افراد کو نقیب منتخب فرمایا۔ نو ۹ قبیلہ خزرج میں سے اور تین قبیلہ اوس میں سے۔ اس کے بعد آپؐ نے

فرمایا کہ آپ اپنے اپنے قبیلے کے دینی ذمہ دار ثابت ہوں گے۔ اور اپنی قوم کے معاملات کے کفیل ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ۱/۱۵۶، البدایہ والنہایہ ۳/۱۶۱، الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۲) اور ساتھ میں مدینہ والوں نے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں والہانہ طور پر دعوت پیش فرمائی کہ آپؐ کی قوم نے آپ کی قدر نہیں فرمائی۔ آپ ہمارے یہاں ہجرت کر کے تشریف لے آیئے۔ انشاء اللہ ہمارے یہاں آپ کو اپنے رب کی عبادت اور اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کی ہر سہولت فراہم ہوگی۔ اور آپ کے لئے ہم اپنی جان و مال سب کچھ قربان کر دیں گے۔ ادھر سے انصار کی یہ پیش کش تھی، ادھر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؐ کے صحابہ مکہ والوں کی ایذاء اور تکلیف کی وجہ سے تنگ آکر زبردست کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ نہ اللہ کی عبادت کر سکتے تھے۔ نہ ہی اسلام کی دعوت و تبلیغ کی آواز اٹھا سکتے تھے۔ اور نہ ہی مکہ مکرمہ کی سرزمین میں آزادانہ طور پر چلنا پھرنا آسان تھا، اسلئے آپ نے ایک خدا کی عبادت اور اس کی دعوت کی سہولت کے لئے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ دن بدن مہاجرین کا قافلہ مدینہ منورہ پہنچنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کی ایک بھاری تعداد مدینہ منورہ پہونچ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ بھی ہجرت کا بن چکا تھا، لیکن اللہ کی طرف سے ابھی اجازت نہیں ملی تھی۔ اسلئے ابھی حضورؐ مکہ میں مقیم رہے، اور آپؐ کی وجہ سے صدیق اکبرؓ بھی مکہ ہی میں رہے۔ (مستفاد الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۵)

۵ دارالنّدوہ میں قریش کی ہنگامی میٹنگ

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

(سورۂ انفال آیت ۳۰)

اور جب آپؐ کے ساتھ وہ لوگ دھوکہ اور فریب کرنے لگے تاکہ آپ کو قید کردیں یا آپؐ کو مار ڈالیں یا آپ کو نکال باہر کردیں، اور وہ لوگ اپنے داؤں اور فریب اور حیلہ کر رہے تھے اور اللہ بھی اپنے داؤں چلا رہا تھا۔ اور اللہ کا داؤں اور حیلہ سب سے بہتر ہے۔

مسلمانوں کے چند افراد کو چھوڑ کر باقی سب کے سب رفتہ رفتہ مدینہ منوّرہ ہجرت کرکے جاچکے اور وہ حضرات جو ابھی تک نہیں جاسکے ان میں سے اکثر حضرات یا تو مکّہ کے کسی سرمایہ دار کے غلام یا باندی تھے، اور یا خاندان کے طاقتور لوگوں کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکے۔ جب مکّہ والوں نے یہ ماجرا دیکھا کہ اب تو یہ لوگ یثرب کے لوگوں کو ساتھ لیکر ہمارے محاذ میں کھڑے ہوسکتے ہیں۔ اور ابھی محمد ہمارے درمیان مکّہ میں موجود ہیں۔ خدانخواستہ اگر محمد بھی یثرب پہونچ گئے تو ہمارے محاذ آرائی اور مقابلہ میں ضرور کھڑے ہوسکتے ہیں۔ اسلئے محمد کے بارے میں آخری فیصلہ کیا کرنا ہے؟ اس سلسلہ میں دارالنّدوہ میں پارلیمنٹ کی میٹنگ بلائی گئی، جس میں مکّہ والوں کے ہر قبیلہ کے بائی کمان افراد تھے۔ اور ان افراد کی مقدار کیا تھی۔ اس سلسلہ میں علامہ عبدالرحمٰن سہیلی نے الروض الانف ۴/۱۷۶ میں چودہؐ افراد کا نامزد ذکر فرمایا ہے جن کے نام ہم بھی یہاں درج کردیتے ہیں ① عتبہ بن ربیعہ ② شیبہ بن ربیعہ ③ ابوسفیان ابن حرب ④ طعیمہ بن عدی ⑤ جبیر بن مطعم ⑥ حارث بن عامر بن نوفل

⑦ نضر بن حارث ⑧ ابوالبختری بن ہشام ⑨ زمعہ بن اسود ⑩ حکیم ابن حزام ⑪ ابوجہل بن ہشام ⑫ نُبیہ بن حجّاج ⑬ منبّہ بن حجّاج ⑭ امیّہ ابن خلف ۔ (الروض الانف ۴/۱۷۶ تا ۴/۱۷۷)

جب دَار النّدوہ میں قریش کے ان ہائی کمان افراد کی میٹنگ ہونے لگی تو شیطان نے اپنی شیخوخت کا لباس پہن کر قریش کے ان سَرداروں کے سامنے اپنے آپ کو صُوبہ نجد کا ایک تجربہ کار شیخ ظاہر کیا۔ جب دار النّدوہ میں مختلف لوگوں کی مختلف آرا سَامنے آئیں تو ہر ایک رائے پر شیطان نے کمزوری کا نقطہ لگا یا۔ جب آخر میں ابوجہل نے یہ رائے پیش کی کہ مکّہ کے ہر قبیلہ کے ایک ایک نوجوان تلوار لیکر یکبارگی محمد پر حملہ کر دیں، تاکہ محمد کا خون مکّہ کے ہر قبیلے میں بٹ جائے، اور بنی ہاشم تمام قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ مجبور ہو کر دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ ہم آسَانی سے دِیت ادا کر دیں گے۔ اس رائے پر شیطان نے شَاباشی دیکر توثیق کی کہ یہی سب سے مناسِب پلان ہے۔ چنانچہ یہی طے ہوا کہ آج ہی کی رات میں یہ بَدترین کارنامہ انجام دینا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ۱/۷۶ ، الرّوض الانف ۴/۱۷۷ ، شرح زرقانی ۲/۹۵)

۹ ہجرت کے لئے روَانگی

فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۝

(سورۂ صف آیت ۱۴)

پھر قوت دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ان کے دشمنوں پر۔ پھر ایمان والے دشمنوں پر غالب رہے۔

ادھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ہجرت کا حکم دیدیا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ایک تفصیلی روایت ہے کہ اسی دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کا حکم دیدیا ہے۔ چنانچہ اسی رات میں ہجرت کی تیاری فرمائی۔ (بخاری شریف ۵۸۷/۲ ، ۸۶۴/۲) اور حضرت جبرئیل امین نے آپ سے یہ فرمادیا تھا کہ آج کی رات آپ اپنے بستر پر خود آرام نہ فرمایئے کسی اور کو اپنے بستر پر لٹا دیجئے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بستر پر لیٹنے کی ذمّہ داری سونپی اور قریش کے نوجوان اوباشوں نے آپ کی رہائش گاہ کو گھیر لیا۔ اور رات کی تاریکی کا جو وقت قرار داد میں طے پایا تھا بڑے غرور اور فخر کے ساتھ اس وقت کا انتظار کر رہے تھے آپ نے ایک مٹھی سنگریزے لیکر ان سب کے سروں پر بکھیر دیئے، اور سورہ یٰسین کی آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سب کے سروں پر مٹی پھینکتے ہوئے درمیان میں سے نکل گئے۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (سورۂ یٰسین آیت ۹)	اور ہم نے ان کے آگے بھی رکاوٹ کھڑی کردی اور اُن کے پیچھے بھی رکاوٹ کھڑی کردی، پس ہم نے ان کو ڈھانپ لیا، وہ دیکھنے پر قادر نہیں رہے۔

اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے مجمع کو چیرتے ہوئے نکل کر تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر جبلِ ثور تشریف لے گئے۔ اور جبلِ ثور مکّہ مکرمہ سے مدینہ کے راستہ پر نہیں ہے، بلکہ الٹی سمت پر ہے۔ اور اُدھر جب گھراؤ کرنے والوں کو آپؐ کے ان کے بیچ سے نکل کر جانیکا علم ہوا تو مکّہ مکرّمہ کے ہر طرف تلاش کرنے کے لئے پھیل گئے۔ جب آپؐ غارِ ثور

میں تشریف فرما ہوگئے تو یہ لوگ غار کے منہ تک پہونچ گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں ان لوگوں کو اندھا کر دیا تھا، کسی طرح آپؐ پر کامیاب نہ ہو سکے۔

(الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۷)

بخاری شریف میں ایک لمبی روایت ہے اسمیں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اچانک کسی بھی وقت ہجرت کا ارادہ فرما سکتے ہیں۔ اسلئے عمدہ ترین دو اونٹوں کو کئی مہینے تک کھلا پلا کر طاقتور بنا لیا تھا اور جب آقا ئے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور میں تین دن تک قیام فرمایا، اس اثنا ر میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام اور قدیم الاسلام صحابی ہیں، اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ جو حضرت اسمار بنتِ ابی بکرؓ کے ماں باپ شریک حقیقی بھائی تھے، دونوں حضرات بکریوں کو چرانے کیلئے جبلِ ثور کے دامن پر لیجایا کرتے تھے اسی کے ساتھ کھانے پینے کی اشیار اور بکریوں کا دودھ آقا ئے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پہونچا دیا کرتے تھے۔ اور شام ہونے سے پہلے مکہ واپس آجاتے، اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ رات میں پھر پہونچ جاتے، اور لوگوں کے حالات سے حضورؐ کو آگاہ فرماتے اور پھر صبح ہونے سے قبل گھر واپس آجاتے۔ اسی طرح جبلِ ثور میں تین روز گذار دیئے۔ اور تین دن کے بعد پیر کے روز سید الکونین علیہ السّلام رفیقِ غار حضرت صدیقِ اکبرؓ کو لیکر مدینۃ المنورہ کیلئے روانہ ہوگئے۔ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی خادمِ خاص کی حیثیت سے ساتھ میں روانہ ہوگئے۔

(بخاری شریف ۲/ ۵۸۷، ۲/ ۸۶۴) شرح زرقانی ۲/ ۱۲۷)

عامر بن فہیرہ کا مختصر تعارف

حضرت ام المومنین عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ کے پہلے

شوہر عبداللہ بن حارث بن سخبرہ تھے۔ ان سے ام رُمّان کے بطن سے طفیل بن عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ عبداللہ بن حارث کے غلام تھے۔ اور عبداللہ بن حارث اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان حلیفانہ دوستی ہوگئی۔ پھر عبداللہ ابن حارث کا انتقال ہوگیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے ام رُمّانؓ سے نکاح کرلیا۔ اور عامر بن فہیرہ کو عبداللہ بن حارث یا انکا بیٹا طفیل بن عبداللہ سے خرید کر آزاد کردیا اور آپؓ کے دارِ ارقم میں قیام سے قبل اسلام لے آئے، پھر ہجرت میں ساتھ رہے۔ پھر بئرِ معونہ میں ستّر صحابہؓ کے ساتھ شہید ہوگئے اُن کی لاش کو فرشتوں نے آسمانوں کیطرف اٹھالیا یہ ماجرہ خود قاتلوں نے بعد میں بیان کیا۔ بخاری شریف میں متعدّد مقامات میں ان کا ذکر موجود ہے۔ بہر حال ہماری اصل بات سفرِ ہجرت سے چل رہی تھی لہٰذا گفتگو کو پھر اسی طرف موڑتے ہیں۔

اِدھر عبداللہ بن اریقط جو ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا اور کفّار کے دین پر تھا، مگر نہایت امانت دار اور وعدہ کا پابند شخص تھا اور مکّہ سے مدینہ کے خفیہ راستوں پر خوب واقف تھا مکّہ سے غارِ ثور کے لئے نکلنے سے پہلے اُن سے اُجرت کے ساتھ معاملہ طے ہوچکا تھا کہ خفیہ راستوں سے مدینہ تک پہونچانے کی ذمّہ داری اُن پر ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے سفر کیلئے جن دو اُونٹوں کو تیار کر رکھا تھا انکو عبداللہ ابن اریقط کے حوالہ کردیا اور ساتھ میں یہ کہدیا کہ تین دن کے بعد پیر کے دن دونوں اُونٹوں کو لیکر جبلِ ثور پہونچ جانا اور وہاں سے ہمارا سفر شروع ہوگا۔

چنانچہ وعدہ کے مُطابق ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ پیر کے دن دونوں اُونٹوں کو لیکر جبلِ ثور پہونچ گئے اور پھر وہاں سے اللہ کے حبیب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا اپنے مقدس ساتھیوں کے ہمراہ ہجرت کا سفر شروع ہوا، اور اثنا ءِ سفر مختلف صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک ہفتہ کے بعد پیر کے دن

مَدینۃُ المنوّرہ کی مُبارک سَرسبز شاداب باغات کی ہوائیں لگنے لگیں۔ مدینہ کی آبادی کی مُبارک دیواریں نظر آنے لگیں۔ اور قبا میں پہونچ کر قیام فرمایا۔ شرح زرقانی ۱۲۸/۲، سے بیسوں صفحات تک تفصیل ہے۔

۱۰ مَدینہ کی ہر شئ میں نور

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جس دن سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مَدینۃُ المنوّرہ میں تشریف لائے ہوئے تھے، اس دن مدینۃ المنوّرہ کی دَرو دیوار اور ہر شئ میں ایک عجیب وغریب نور ہی نور چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اُس دِن مدینہ کی ہر شئ میں ظلمت ہی ظلمت اور تاریکی ہی تاریکی نظر آنے لگی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن انسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَىْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ اظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَىْءٍ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس دن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اُس دِن مَدینہ کی ہر شئ میں چمکتا ہوا نُور دکھائی دیا۔ پھر جب وہ دن آیا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو مدینہ کی ہر شئ میں ظلمت ہی ظلمت دِکھائی دی۔

(ترمذی شریف ۲۰۳/۲، ابن ماجہ ۱۱۷/۱، مسند امام احمد بن حنبل ۲۲۱/۳، ۲۶۸/۳)

یوم الاثنین یعنی پیر کے دِن کی خصوصیت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یوم الاثنین یعنی پیر کے دن کو آقا رِ نامدار علیہ السّلام کی سیرت کے ساتھ ایک خاص خصوصیت اور مناسبت ہے وہ فرماتے ہیں کہ پیر کے دن آپؐ کی ولادتِ باسعادت ہوئی اور پیر ہی کے دن آپؐ کو نبوّت ملی اور پیر کے دِن حجرِ اسود کو اپنی جگہ رکھا گیا۔ اور پیر کے دن آپ نے مکّہ مکرّمہ سے مَدینۃ المنوّرہ ہجرت کیلئے غارِ ثور سے سفر کی ابتداء فرمائی۔ اور پیر کے دِن آپؐ مدینۃ المنوّرہ پہونچے اور پیر ہی کے دِن آپؐ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ (تاریخ الطبری ۲/ ۵۔ شرح زرقانی ۱/ ۲۵۰ حاشیہ سیرت ابن ہشام ۷/ ۸ ،۵۔ البدایہ والنہایہ ۲/ ۲۶۰) — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابن عبّاسؓ قَالَ وُلِدَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یوم الاثنین واُسْتُنْبِیَٔ یَوْمَ الاثنین وتوفّی یَوْمَ الاثنین وخَرَج مُہَاجِرًا مِنْ مکّۃَ إِلَی الْمَدِینَۃِ یوم الاثنین وقَدِم المَدینۃَ یوم الاثنین وَرفع الحجَر الأسْوَد یوم الاثنین (مسند احمد بن حنبل ۱/ ۲۷۷، مسند احمد مرقّم حدیث ۲۵۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی ولادتِ باسعادت پیر کے دن ہوئی اور پیر ہی کے دِن آپؐ کو نبوّت ملی اور پیر ہی کے دن آپؐ کی وفات ہوئی۔ اور پیر ہی کے دن آپؐ نے مکہ سے مدینہ کیلئے ہجرت کا سفر شروع فرمایا۔ اور پیر ہی کے دن آپؐ مدینہ منوّرہ پہونچ گئے۔ اور پیر کے دن حجرِ اسود کو تعمیرِ کعبہ کے موقع پر اپنی جگہ رکھا گیا۔

اہلِ مدینہ کی قسمت کی بہار

انصارِ مدینہ اوس اور خزرج کی اصلیت یہ ہے کہ مُلکِ یمن میں بادشاہ ابرہہ کی دار السلطنت شہر صنعاء سے تین منزل ——— کے فاصلہ پر سبا کی دار السلطنت شہر مآرب واقع تھا۔ یہ بلقیس کی دار السلطنت تھی۔ انصارِ مدینہ یعنی اوس وخزرج کے باپ دادا درحقیقت یمن کے اس خوشحال شہر کے رہنے والے تھے جہاں قوم سبا آباد تھی۔ شہرِ مآرب دوطرفہ پہاڑوں کے درمیان وادی میں واقع تھا۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان سے بارش کا سیلاب آتا تھا۔ یہ شہر ہمیشہ سیلاب کی زد میں رہتا تھا۔ بلقیس کے دَورِ سلطنت میں نہایت مستحکم اور مضبوط انداز سے پانی کا سیلاب روکنے کے لئے ایک بند (ڈیم) تعمیر کی گئی جس کو سدِّ مآرب سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اور اس ڈیم کو ایک مضبوط انتظام کے تحت اس شان کے ساتھ بنایا گیا تھا کہ یہ ڈیم ایک سو پچاس ۱۵۰ فٹ اُونچی اور پچاس ۵۰ فٹ چوڑی ایک مضبوط دیوار ہے۔ اس کے اُوپر نیچے پانی نکالنے کے لئے تین دَروازے رکھے گئے تاکہ پانی کا یہ ذخیرہ انتظام کے ساتھ شہر کے لوگوں اور ان کی زمین وباغات کی آب پاشی کے کام آتا رہے۔ اور بقدرِ ضرورت پانی کے لئے دَروازہ کھول دیا کرے۔ چنانچہ اس ڈیم کے قائم ہونے کے بعد عرب کا یہ ریگستانی علاقہ نہایت سرسبز وشاداب اور عمدہ ترین پھلوں کی پیداوار کے ساتھ شہرت یافتہ ہوگیا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ سبا میں ایک عجیب شان کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے، کہ ڈیم کے دونوں جانب دوطرفہ پہاڑوں کے

دامن پر عجیب خوشنما انداز کے باغات تیار ہوگئے۔ اور اس میں عمدہ عمدہ پھل پیدا ہوتے رہے۔ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ سبا آیت ۱۵-۱۶ میں نہایت شاندار الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(مستفاد فوائد عثمانیہ / ۵۷۳، معارف القرآن ۷/۲۸۱)

جب قوم سبا میں عیش وعشرت کے تمام اسباب فراہم ہوگئے تو خدا کی نافرمانی شروع کردی، جس کے نتیجہ میں ان کے اُوپر سیلاب کا عذاب مسلط کردیا گیا۔ اور عذاب آنے سے پہلے اس زمانہ کے کاہنوں اور نجومیوں نے اس کی پیشین گوئی کردی تھی کہ تم یہ علاقہ چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہوجاؤ، ورنہ سیلاب کے عذاب کی زد میں آجاؤ گے۔ چنانچہ وہاں کے قبائل نے دوسری جگہ منتقل ہونا شروع کردیا۔

ترمذی شریف میں حضرت فروہ بن مسیک المرادی سے ایک مفصل روایت مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سبا کس چیز کا نام ہے، کسی علاقہ یا کسی عورت کا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ کسی علاقہ کا نام ہے اور نہ ہی کسی عورت کا، بلکہ ایک مَرد کا نام ہے۔ اور اس کے دس لڑکے تھے۔ اور دس سے دس قبیلے بن گئے۔ ان میں سے چھ قبیلے یمن کے مختلف علاقہ میں منتشر ہوگئے۔ ان قبائل کے نام حسب ذیل ہیں۔

① قبیلۂ اَزد ② قبیلۂ اشعر
③ قبیلۂ حِمیر ④ قبیلۂ کندہ
⑤ قبیلۂ مذحج ⑥ قبیلۂ انمار

اور چار قبیلے ملک شام کی طرف منتقل ہوگئے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

⑦ قبیلۂ لخم ⑧ قبیلۂ جذام ⑨ قبیلۂ غسان ⑩ قبیلۂ عاملہ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۵۸)

انصار کا نسب

اب انصار کا اصل نسب یہ ہے کہ جو چار قبیلے ملکِ شام کی طرف روانہ ہوگئے تھے ان کی شاخوں میں دو خاندان اوس اور خزرج بھی تھے جن کو بنو قیلہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ بجائے ملکِ شام جانے کے مدینہ میں مقیم ہوگئے۔ یہ حضورؐ کی تشریف آوری سے ایک ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس وقت مدینہ پر یہود کا تسلط تھا۔ جب قبیلۂ اوس و خزرج مدینہ پہونچے تو یہودیوں نے اس شرط پر مدینہ میں اقامت کی اجازت دی کہ جب بھی تمہارے یہاں کسی کی شادی ہوگی تو پہلی رات دلہن کو ہمارے یہاں بھیجنا پڑے گا۔ ان لوگوں نے مجبوری میں اس شرط کو قبول کرلیا۔ لیکن واقعہ یہ پیش آیا کہ جب شادی ہوئی تو شادی کے دن (دلہن) چہرہ کھول کر بالکل بے حجاب مجمع کے سامنے آگئی۔ مجمع میں اس کے سب رشتہ دار موجود تھے، انہوں نے اس کو اس بے حیائی پر عار دلائی۔ دلہن نے کہا کہ تمہیں ڈوب مرنا چاہیئے کہ مجھے غیر شوہر کے پاس بھیجنے پر راضی ہوگئے۔ تمہیں اس پر کوئی شرم وغیرت نہیں آئی۔

یہ بات تیر کی طرح لگی۔ اور غیرت وحمیت کو جوش آیا اور ان لوگوں نے تہیہ کرلیا کہ اس ذلت کو ہرگز گوارا نہیں کریں گے۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور خداوند قدوس نے ان کو یہودیوں پر غالب کردیا۔ اس کے بعد مدینہ کے یہود اوس وخزرج سے کہا کرتے تھے کہ ہمیں نبی آخر الزماں کا انتظار ہے۔ (نصر الباری ۱/۲۳۸)

جب ان کا ظہور ہوگا تو ہم ان کی اتباع کرکے اور ان پر ایمان لاکر تمکو نیست و نابود کردیں گے۔ یہودی حج نہیں کرتے تھے۔ اوس وخزرج کے لوگ عرب

کی طرح بیت اللہ شریف کا حج کرتے تھے۔ چنانچہ موسم حج میں اوس وخزرج کے کچھ لوگ حج کو آئے ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ اسلام دے رہے ہیں تو ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہود جس نبی کے بارے میں ہم سے کہا کرتے تھے یہ وہی نبی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہم لوگوں کو یہود سے سبقت کرنی چاہیئے، اور ان پر ایمان لانا چاہیئے۔ منیٰ میں ایک گھاٹی ہے جس میں اس وقت جمرۂ عقبہ قائم ہے۔ پھر وہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان لوگوں سے ملاقات ہوئی۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے دعوتِ ایمان پیش کی تو چھ آدمی ایمان لائے، پھر مدینہ واپس جاکر انہوں نے تبلیغ اسلام شروع کی، گھر گھر اسلام کا چرچہ ہونے لگا۔ آئندہ سال حج کے لئے وہ لوگ پھر آئے تو بارہ آدمی بیعت ہوئے۔ اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن امِ مکتومؓ کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اللہ کی طرف بلائیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ پھر اگلے سال حضرت مصعب بن عمیرؓ مسلمانوں کے ایک گروہ کو اپنے ہمراہ لیکر ادائے حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے جن میں مسلمانوں کے علاوہ اوس وخزرج کے مشرکین بھی تھے۔ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، بلکہ زیادہ تعداد انہی لوگوں کی تھی، مشہور قول کے مطابق ستر مرد اور دو عورتیں تھیں جنہوں نے آپؐ کے دستِ مبارک پر اس گھاٹی میں بیعت کی۔ اسی موقع پر نبی کریم علیہ السلام نے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ اس کے بعد مسلمان ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے۔ اور بعد میں نبی علیہ السلام نے ہجرت فرمائی۔ انصار نے سارے عرب کو اپنا دشمن بنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور مؤمنین کی مدد کی۔ اور ان کی نصرت وحمایت وعدہ سے بھی زیادہ کی۔
(عمدۃ القاری ۱/۱۵۶، درس بخاری ۱/۱۹۵، ۱/۱۹۶)

سیّد الکونینؐ کی آمد سے اوس وخزرج کی عداوت دوستی میں تبدیل

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینۃ المنورہ ہجرت کر کے تشریف لانے سے پہلے انصارِ مدینہ جو یمن سے آتے ہوئے بنو قیلہ کے بڑے بڑے دو خاندان تھے، جن کو قبیلۂ اوس اور قبیلۂ خزرج سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان صدیوں سے عداوت وکینہ اور دشمنی کا خطرناک سلسلہ جاری تھا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف آوری سے (راجح قول کے مطابق) پانچ سال قبل اور ایک دوسری روایت کے مطابق چار سال قبل مدینہ کی آبادی سے دو میل کے فاصلہ پر بنو قریظہ کے علاقہ میں ایک مقام ہے جس کا نام مقام بُعاث ہے، اس میں دونوں کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی۔ یہ جنگ ان تمام جنگوں میں نہایت خطرناک اور اعصابی جنگ تھی۔ جو صدیوں سے متعدّد مرتبہ پیش آئی تھی، اور یہ جنگ یوم بُعاث کے نام سے موسوم ہے۔ جب دونوں قبیلوں کے سامنے یوم بُعاث کا نام آجاتا تو دونوں طرف سے آگ بھڑکنا شروع ہوجاتی۔ اور جنگ میں قبیلۂ اوس اور قبیلۂ خزرج دونوں کے بڑے بڑے اکابر اور سرداران مارے گئے۔ قبیلۂ اوس کا سب سے بڑا سردار حُضیر، جو حضرت اُسید بن حضیرؓ کے والد تھے اور قبیلۂ خزرج کا

سردار عمرو بن نعمان بیاضی اور دیگر بڑے بڑے سرداران مارے گئے۔ اور اُن کے بڑے بڑے اکابر زخم خوردہ بھی ہوگئے۔ جس کے نتیجہ میں دونوں طرف کے لوگوں میں عداوت و دشمنی کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اسی اثنار میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قبیلوں کے ساتھ ایسا عظیم ترین فضل فرمایا کہ دو عالم کے سردار خاتم الانبیار علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے مدینۃ المنورہ ان کے درمیان بھیجدیا۔
(فتح الباری مطبع دار الریان ۷/۱۳۸، فوائد عثمانیہ ۱/۸۱)

اس مضمون سے متعلق بخاری شریف میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ایک مختصر روایت یہاں درج کر دیتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عائشۃؓ قَالَتْ کان یوم بُعَاث یَوْمًا قَدَّمَہُ اللہ لِرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ المدینۃ وقد اِفْتَرَقَ مَلَؤُھُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُہُم وَجُرِحُوْا فقدَّمَہُ اللہُ لِرَسُوْلِہٖ فِیْ دُخُوْلِھِمْ فِی الاِسْلَامِ۔ الحدیث
(بخاری شریف ۱/۵۳۲ حدیث ۳۶۴۷، ۱/۵۴۳ حدیث ۳۷۰۸، ۱/۵۵۹ حدیث ۳۷۹۰)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بُعاث کا دن وہ دن تھا جس کو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے پہلے لایا (اس میں بڑی مصلحت تھی) جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو انصار کا یہ حال تھا کہ ان میں بڑی پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ ان کے کچھ سردار لوگ مارے گئے۔ اور کچھ زخمی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کیا۔ اپنے پیغمبر کی شان کے لئے، تاکہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لاتے وقت بسہولت اسلام میں داخل ہوجائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ذریعہ سے انصار کے دونوں قبیلوں کے درمیان صدیوں سے جو عداوت ودشمنی تھی اسکو ختم کردیا، اور دونوں کے درمیان نہایت خوبصورت انداز سے محبّت ومودت کا سلسلہ جاری فرمایا اور دونوں قبیلوں کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے لئے بھائی بھائی بن گئے۔ اور دونوں کے درمیان ایسی ساکھ قائم ہوگئی کہ دوسرے قبائل کے لوگ اور انکے دشمنان ان کو دیکھ کر مرعوب ہوگئے۔ اور یہ برادرانہ اتحاد اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کرکے بھی میسّر نہیں آسکتی تھی۔ مگر اللہ کے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے انصار کو یہ نعمت حاصل ہوگئی اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا، وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا. كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

{سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳}

اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تمہارے اُوپر مبذول فرمائی ہے جبکہ تم آپس میں ایک دُوسرے کے دشمن تھے۔ پھر تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی۔ لہٰذا اب اللہ کے فضل ونعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ حالانکہ تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہونچ گئے تھے۔ پھر تم کو اس نے اس خطرہ سے نجات دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی آیتوں اور نشانیوں کو اسی طرح واضح کرکے کھول دیتا ہے تاکہ تم راہِ حق پالو۔

قُبائے شہر مدینہ کے لئے رَوانگی

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ ہجرت فرماکر تشریف لے گئے تو سیدھے شہر مدینہ میں تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپؐ پہلے مدینۃ المنورہ کے عوالی میں جہاں بنو عمرو بن عوف آباد تھے وہاں قیام پذیر رہے اور اس کو قبار کا علاقہ کہا جاتا ہے۔ اور اسی قیام کے درمیان آپؐ نے مسجدِ قبار تعمیر فرمائی رحدیث پاک میں آتا ہے کہ آپؐ بعد میں ہر ہفتہ مسجدِ قبار تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور آپؐ نے قبار کے علاقہ میں چوبیس۲۴ روز اور بخاری کی بعض روایات کے مطابق چودہ۱۴ دن قیام فرمایا ہے۔ اور جس دن آپؐ نے قبار میں نزول فرمایا، راجح قول کے مطابق پیر کا دن تھا، اور ربیع الاوّل کی آٹھ تاریخ تھی۔ اور چودہ۱۴ دن قیام فرمانے کے بعد جمعہ کے دن آپؐ قبار سے شہر مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوگئے۔ اور راستہ میں بنو سالم کا محلہ پڑتا ہے اسمیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ اور یہ اسلام کا سب سے پہلا جمعہ ہے۔ اور جس جگہ آپؐ نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی ہے وہاں پر جو مسجد بنائی گئی تھی اس کو مسجدِ جمعہ کہا جاتا تھا۔ اور آپؐ نے قبار سے روانہ ہونے سے پہلے بنو نجار کے پاس جو آپؐ کے ننہالی رشتہ دار تھے اطلاع بھیجی کہ ہم مدینہ منورہ آرہے ہیں۔

بنو نجار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کیلئے اس شان سے حاضر ہوئے کہ تلواریں حمائل کئے ہوئے تھے، قبائل کے سرداروں اور بڑے لوگوں کی پذیرائی کی صورت یہی ہوتی تھی کہ تلواروں اور نیزوں کے ساتھ استقبال کیا جائے۔ آپؐ نے صدیقِ اکبرؓ کو ان کی عزت افزائی کے لئے اپنے پیچھے بیٹھا رکھا تھا حالانکہ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے پاس سواری الگ موجود تھی آپ اس شان سے روانہ

ہوئے کہ صدیقِ اکبرؓ ہم رکاب ہیں اور قبیلہ بنو نجّار کے سردار آپ کے اِرد گرد چل رہے ہیں۔

حضرت ابو ایّوب انصاریؓ کی قسمت کی سَبقت اور ان کے گھر کی تاریخی اہمّیت

راستے میں جتنے قبائل آتے رہے ان میں سے ہر ایک نے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ ہمارے یہاں تشریف فرما ہوں اور خدمت کا موقع دیں مگر آپ ان حضرات کو دُعا دیتے اور فرماتے کہ ناقہ یعنی آپ کی سواری منجانب اللہ مامور ہے، جہاں اس کو حکم ہوگا وہیں یہ بیٹھے گی۔ یہاں تک کہ ناقہ حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ناقہ پھر کھڑی ہوئی اور مسجد کی تعمیر کے پاس گئی۔ مگر پھر لوٹی اور آخر وہیں بیٹھ گئی۔ آپؐ نے وہاں سامان اُتروادیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکان میں چھ مہینے قیام فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۱۹۸ تا ۳/۲۰۱)

تاریخ و سِیَر کی کتابوں میں یہ ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا یہ مکان جس میں آپؐ نے قیام فرمایا، یمن کے بادشاہ تُبَّع اوّل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نام سے تعمیر کرایا تھا جس کو ایک ہزار سال گذر چکے تھے۔ تبع اوّل نے ایک ہزار سال پہلے ادھر کا سفر کیا تھا، مکہ معظمہ میں اس نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔ جب وہ مدینہ پہونچا تو اس کے ساتھ چار سو علماء تھے۔ جب یہ علماء مدینہ پہونچے تو انہوں نے تبع سے درخواست کی کہ انہیں یہیں قیام کی اجازت دی جائے۔ اس نے وجہ دریافت کی تو ان علماء نے بتلایا کہ ہم انبیاء علیہم السّلام کے صحیفوں میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ نبی آخر الزماں جن کا نام محمد ہوگا یہ سرزمین انکی دار الہجرت ہوگی۔

ہم یہاں قیام کر کے ان کا انتظار کرنا چاہتے ہیں اگر ہماری زندگی میں ایسا ہوگیا تو زہے قسمت ورنہ ہم آپ کے بارےمیں اپنی اولاد کو وصیت کردیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ علماء اَوس وخزرج کے آباؤاجداد تھے۔ تو اس روایت کے مطابق معلوم ہوا کہ سدّ مآرب ٹوٹ کر آنے والے سیلاب سے بچکر آنے والوں میں وہاں کا بادشاہ تبّع اوّل بھی اپنے علماء کے ساتھ ملکِ شام کیطرف روانہ ہوگیا تھا۔ پھر اثناءِ سفر مدینہ میں یہ موقع پیش آیا تھا۔ تبّع نے نہ صرف یہ کہ ان علماء کو یہاں قیام کی اجازت دی بلکہ وہ خود بھی یہاں کچھ دنوں کیلئے قیام پذیر رہا اور اس نے ہر عالم کے لئے مستقل ایک مکان تعمیر کرایا ان کے نکاح کا انتظام کیا اور ان کو بیش قیمت اَموال عطا کئے۔ علماء کے مکانات کے علاوہ ایک مکان خاص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تیار کرایا کہ جب نبی آخر الزّماں مدینہ میں منتقل ہوں تو وہ اس مکان میں قیام فرمائیں۔ اور آپؐ کے نام اس نے ایک تحریر لکھی جس میں اپنے اسلام اور ملاقات کے اشتیاق کا اظہار تھا۔ یہ تحریر اُس نے ان علماء میں سے ایک بڑے عالم کے سُپرد کی کہ اگر آپؐ نبی آخر الزماں کا زمانہ پائیں تو میری یہ تحریر آپ کی خدمت میں پیش کر دینا، ورنہ میری یہ تحریر اپنی اولاد کے سپرد کر کے انہیں یہی وصیت کرنا جو میں تم کو کر رہا ہوں، کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اسی بڑے عالم کی اولاد میں تھے اور انہوں نے تبّع کی وہ تحریر آپؐ کی خدمت میں پیش کی تھی، جو اُن کے پاس نسلاً بعد نسل وصیت کے طور پر منتقل ہوتی ہوئی پہونچی تھی (الیضاح البخاری ۲/۱۷۲ - از حضرت مولانا سیّد فخر الدین احمدؒ)

یہ تفصیلی بحث شرحِ زرقانی ۲/۱۶۴ میں موجود ہے۔ احقر کو یہ واقعہ صرف سیرت کی کتابوں میں ملا ہے حدیث کی کتابوں میں نہیں مل سکا۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ⁂ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝

باسمہ تعالیٰ

اسلامی سال کی تاریخی ابتداء

اسلام سے پہلے صرف عیسوی سال اور مہینوں سے تاریخ لکھی جاتی تھی اور مسلمانوں میں تاریخ لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت ۱۷ھ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس خط لکھا کہ آپ کی طرف سے حکومت کے مختلف علاقوں میں خطوط جاری ہوتے ہیں مگر آپ کے ان خطوط میں تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔ اور تاریخ لکھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے کہ کس دن آپ کی طرف سے حکم جاری ہوا، اور کب پہونچا، اور کب اس پر عمل ہوا۔ ان سب باتوں کے سمجھنے کا مدار تاریخ لکھنے پر ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت معقول بات سمجھا۔ اور فوری طور پر اکابرِ صحابہؓ کی ایک میٹنگ بلائی۔ اس میں مشورہ دینے والے اکابرِ صحابہؓ کی طرف سے چار قسم کی رائے سامنے آئیں۔

۱: اکابرِ صحابہؓ کی ایک جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ آپ ﷺ کی ولادت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

۲: دوسری جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ نبوت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

۳: تیسری جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

۴: چوتھی جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ آپ کی وفات سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

ان چاروں قسم کی رائے سامنے آنے کے بعد ان پر باضابطہ بحث ہوئی تو حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ولادت یا نبوت سے اسلامی سال کی ابتداء کرنے میں اختلاف

سامنے آسکتا ہے۔ اسلئے کہ آپؐ کی ولادت کا دن اسی طرح آپ کی بعثت کا دن قطعی طور پر اسوقت متعین نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے۔ اور وفات سے شروع کرنا اسلئے مناسب نہیں ہے کہ وفات کا سال اسلام اور مسلمانوں کے غم اور صدمہ کا سال ہے۔ اسلئے مناسب یہ ہوگا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتدار کی جائے اسمیں چار خوبیاں ہیں۔

۱: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہجرت نے حق و باطل کے درمیان میں واضح امتیاز پیدا کردیا۔

۲: یہی وہ سال ہے جسمیں اسلام کو عزت اور قوت ملی۔

۳: یہی وہ سال ہے جسمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان امن وسکون کیساتھ بغیر خوف وخطر کے اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

۴: اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔

ان تمام خوبیوں کی بنار پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق اور اجماع اس بات پر ہوا کہ ہجرت کے سال سے ہی اسلامی سال کی ابتدار ہوگی۔ یہ پوری تفصیل بخاری شریف ۵۶۰/۱ حدیث ۳۷۹۴ / ۳۹۳۴ کے تحت شرح میں فتح الباری مطبع دارالریان ۳۱۵/۷ مطبع اشرفیہ دیوبند ۳۴۱/۷ ۔ عمدۃ القاری نسخہ قدیم ۶۶/۱۷ الروض الانف ۲۵۶/۴ میں موجود ہے۔

اسلامی مہینے کی ابتدار

پھر اسی مجلس میں ایک دوسرا مسئلہ اٹھا کہ سال میں بارہ مہینے ہیں۔ ان میں چار مہینے شہر حرام ہیں۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ (بخاری شریف ۶۳۲/۲ حدیث ۴۲۲۸)

سال کے مہینے کی ابتدار میں بھی اکابر صحابہؓ کی مختلف آرار سامنے آئیں کہ سال کے مہینے کی ابتدار کس مہینے سے کیجائے۔

چنانچہ اس سلسلے میں اکابر صحابہؓ کی طرف سے چار قسم کی رائے سامنے آئیں۔

۱: ایک جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رجب کے مہینے سے سال کے مہینہ کی ابتدار کی جائے۔ اسلئے کہ رجب سے ذی الحجّہ تک چھ مہینے ہوتے ہیں، پھر محرّم سے رجب کی ابتدار تک چھ مہینے ہوتے ہیں۔

۲: دوسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رمضان کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتدار کی جائے۔ اس لئے کہ رمضان سب سے افضل ترین مہینہ ہے۔ جسمیں پورا قرآنِ کریم نازل ہوا ہے۔

۳: تیسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ محرّم کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتدار کیجائے۔ اسلئے کہ ماہِ محرم میں حجّاجِ کرام حج کر کے واپس آتے ہیں۔

۴: چوتھی جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ ربیع الاوّل سے سال کے مہینے کی ابتدار کیجائے۔ اس لئے کہ اسی مہینے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی کہ شروع ربیع الاوّل میں مکہ مکرّمہ سے سفر شروع فرمایا اور ۸ ربیع الاوّل کو مدینہ منوّرہ پہنچ گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی رائے نہایت احترام کے ساتھ سُنی پھر آخر میں یہ فیصلہ دیا کہ محرّم کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتدار ہونی چاہیئے، اس کی دو خوبیاں سامنے آئیں۔

۱: حضراتِ انصارؓ نے بیعت عقبہ کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینۃ المنورہ ہجرت کر کے تشریف لانے کی دعوت پیش فرمائی تھی اور آپ نے انصار کی دعوت قبول فرمائی اور یہ ذی الحجّہ کے مہینے میں حج کے بعد پیش آیا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محرّم کے شروع سے صحابہ رضی اللہ عنہ کو ہجرت کیلئے

روانہ کرنا شروع فرما دیا تھا۔ لہٰذا ہجرت کی ابتدا، محرّم کے مہینے سے ہوئی۔ اور اس کی تکمیل ربیع الاوّل میں آپؐ کی ہجرت سے ہوئی۔

۲: حج اسلام کی ایک تاریخی عبادت ہے جو سال میں صرف ایک مرتبہ ہوتی ہے۔ اور حج سے فراغت کے بعد محرم کے مہینہ میں حاجی لوگ اپنے گھر واپس آتے ہیں۔ ان خوبیوں کی بنا پر سال کے مہینے کی ابتدا محرم سے مناسب ہے۔ اس پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع ہوا کہ سال کے مہینے کی ابتدا محرّم سے ہوگی۔

لہٰذا اسلامی سال کی ابتدا ہجرت سے اور اسلامی مہینے کی ابتدا محرّم الحرام سے مان لی گئی اور اسی پر امّت کا عمل جاری ہے۔

(بخاری شریف ۱/۵۶۰ حدیث ۳۷۹۴/۳۹۳۴، فتح الباری مطبع دار الریان ۷/۳۱۵، مطبع اشرفیہ دیوبند ۷/۳۴۱، الروض الانف ۴/۲۵۶، عمدۃ القاری نسخۂ قدیم ۱۷/۶۶)

۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ہجرت کے بعد دشمنوں کیساتھ حُسنِ سُلوک

آپؐ سراپا رحمت

آفتابِ عالم رسُولِ عربی، خاتم النبیّین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سارے جہان کے لئے سَراپا رحمت بناکر بھیجے گئے ہیں۔ اور آفتاب و مَاہتاب سے گرمی و روشنی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے۔ اگر کوئی بدبخت اس رحمتِ عَامّہ سے خود ہی فائدہ اور نفع نہ اٹھائے تو قصور اسی کا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اُوپر روشنی کے تمام دَروازے اور سُوراخ بندکرلے تو یہ اسی کی دیوانگی ہوگی۔ آفتاب کی روشنی کے فیضان میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور یہاں تو رحمۃٌ للعالمین کا حلقۂ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محرومُ القِسمت اس فیض سے مستفیض ہونا نہ چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصّہ پہونچ جاتا ہے۔ خواجہ ابوطالب نے اس عمومی فیض سے اپنے آپ کو خود ہی محروم کر دیا تھا، لیکن اس فیضانِ رحمت کا کچھ نہ کچھ حصّہ ان کو بھی ملے گا۔ چنانچہ بخاری شریف میں واضح روایت موجود ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ ابوطالب نے آپؐ کا بہت تعاون کیا ہے تو کیا آپؐ کی طرف سے ان کو کچھ فائدہ پہونچیگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! ــــ اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب درکِ اسفل یعنی جہنم کے بالکل نیچے کے طبقہ میں ہوتے۔ لیکن میری وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوجائےگی۔ صرف ٹخنوں تک آگ میں ہوں گے، جس کی ہیبٹ اور گرمی کی وجہ سے انکا دماغ تک اُبلتا

رہے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ الْعَبَّاسْ بن عبد المطلب قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اغنیت عَنْ عمّك فَاِنَّهٗ کان یحوطك ویغضبُ لك قال هو فی ضحضاح منْ نَارٍ وَلَوْلَا اَنَا لکانَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (بخاری شریف ۱/۵۴۸ حدیث ۳۷۴۵، ۲/۹۱۷ حدیث ۵۹۶۴)

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کی طرف سے آپ کے چچا ابوطالب کو کیا فائدہ پہونچیگا۔ بیشک وہ دشمنوں سے آپؐ کی حفاظت کرتے تھے اور آپؐ کے لئے دوسروں پر غصہ ہوتے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہونگے۔ اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ درکِ اسفل یعنی جہنم کے بالکل نچلے طبقہ میں ہوتے۔

جب غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے ایک ہزار کے لشکر میں سے میدانِ جنگ میں عین محاذ کے وقت رئیسُ المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول تین سَو سپاہیوں کو بہکا کر واپس لے گیا، دُنیا میں اس سے بڑا جُرم اور کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن پھر بھی رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس کو کسی قسم کی سزا نہیں دی۔ مگر پھر بھی محرُوم القسمت رہا۔ اسی طرح دُنیا میں علومِ نبوّت اور تہذیب وانسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے شوق کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ اس چشمۂ فیض رحمت کا اثر ہے جس سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ اور بہت سے اندھے جو آنکھیں بنوانے سے بھاگتے ہیں اس سلسلے میں ان کی آنکھوں میں بھی خواہ مخواہ ایمان کی روشنی پہونچ جاتی تھی، اس لئے کہ پورے عالمِ انسانی کے لئے آپ کو رحمت اور ہدایت کا ذریعہ بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ (تفسیر عثمانی /۴۴۱)

اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷)

ہم نے آپ کو سارے عالم کے لوگوں کیلئے صرف سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور اس کو حدیث پاک کے ذخیرہ میں متعدد جگہ اس طرح سے ذکر فرمایا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو پورے عالم کے انسانوں کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی اُمَامَۃ قال قال النّبیّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عزَّ وَ جَلَّ بعثنی رحمۃ للعالمین وھُدًی للعالمین۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹۶/۸ حدیث ۷۸۰۳، مسند احمد بن حنبل ۲۵۷/۵، ۲۶۸/۵، نسخہ مرقم ۲۲۵۷۱)

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو پورے عالم کے انسانوں کے لئے سراپا رحمت اور ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

آپ کی نرم دلی

یہ بھی اللہ کی ایک بڑی رحمت اور فضل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نرم دِل بنایا ہے ــــــــ اور اگر سنگ دِل اور تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے قریب بھی نہ آتے، لیکن اللہ نے آپ کو ایسا بلند اخلاق اور انسانی طبیعتوں کے لئے پُرکشش بنایا ہے کہ آپ کے بڑے سے بڑے دشمن بغض و عناد اور عداوت کی آگ بھڑکنے

کی حالت میں بھی آپؐ کی مجلس میں آکر بیٹھتے تو منٹوں میں ان کی کایا پلٹ جایا کرتی تھی۔ اور عداوت کی بھڑکتی ہوئی آگ محبّت کے آنسوؤں سے ماند پڑجاتی تھی۔ یہ کچھ اللہ ہی کی مہربانی تھی کہ آپ جیسا شفیق، نرم دِل پیغمبر اس امّت کو مِل گیا۔ اگر خدانخواستہ آپ کا دِل سخت ہوتا اور مزاج میں شدّت ہوتی تو یہ قوم آپکے گِرد کہاں جمع رہ سکتی تھی ـــــــــ ان سے کوئی غلطی ہوتی پھر آپ سخت گیری کے ساتھ گرفت کرتے تو شرم اور دہشت کے مارے پاس بھی نہ آسکتے تھے۔ اس طرح یہ لوگ بڑی خیر وسعادت سے محروم رہ جاتے۔ اور اسلامی جمعیت کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ایسا نرم دِل اور نرم خو بنایا کہ آپؐ ان کی اصلاح کے ساتھ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتے۔ اور مزید اُن کی دِل جوئی اور تسلّی کی بات پیش فرماتے تھے، اور پچھلے تمام قصوؔ اور غلطیوں کو درگزر فرماتے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ٥

(سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹)

سو اللہ ہی کی ایسی رحمت ہے جس سے آپ ان کے لئے نرم دِل بن گئے، اور اگر آپ تند خو، سنگ دِل ہوتے تو آپ کے اِردگرد سے وہ لوگ متفرق ہوکر دُور بھاگتے۔ لہٰذا آپ ان کو معاف فرمادیں، اور انکے لئے مغفرت اور بخشش کی دُعا کریں، اور دینی اُمور میں ان سے مشورہ کریں پھر جب آپ اس کام کا پختہ قصد کریں تو پھر اللہ پر بھروسہ کرکے اس کام کو کرگذریں بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ آیتِ کریمہ اگرچہ غزوۂ اُحد میں غلطی کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اسکا حکم تمام مسلمانوں کے لئے یکساں ہے۔

ہجرت کے بعد دشمنوں کیساتھ ہمدردی کا معاملہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگذر کا سمندر رکھتے، جن لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کا تہیہ کرلیا تھا اور آپ کے قتل کو اپنے لئے باعثِ سعادت اور ترقی کا زینہ سمجھ رکھا تھا، مگر جب ہجرت کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؐ کو فتوحات کا شرف عطا فرمایا تو ایسے لوگ جب آپ کے قبضہ میں آجاتے تو ان کو اس طرح معاف فرمادیتے کہ جیسے آپؐ کے اور ان کے درمیان کبھی کوئی بات ہی پیش نہ آئی ہو۔ اور معاف کردینے کے ساتھ ساتھ ایسا برتاؤ فرماتے تھے جس سے دُنیا حیرت زدہ ہوجاتی تھی۔ جو لوگ پہلے ہی سے آپ کے جاں نثار اور آپ کے لئے ہر طرح سے قربانی دینے کے لئے تیار رہتے ان سے بھی اچھا معاملہ دشمنوں کے ساتھ کرتے تھے، جو بعد میں آپ کی ماتحتی میں تائب ہوکر داخل ہوتے تھے۔۔۔۔۔ سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مبارک زندگی میں ایسے بے شمار واقعات دُنیا نے دیکھ کر عبرت حاصل کی، اور دشمنوں کی عداوت دوستی میں پلٹ گئی۔۔۔۔

یہ رحمت اور ہدایت درحقیقت صرف ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو کفر و شرک کی گندگیوں سے پاک ہوکر ایمان کی کسوٹی میں اُتر چکے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۔۔۔۔۔

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۃ یوسف آیت ۱۱۱)

اور یہ ہدایت اور رحمت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں۔

ہم یہاں عبرت کے لئے پندرہ واقعات نقل کرتے ہیں۔ شاید ان سے اللہ کے کسی بندہ کو عبرت حاصل ہو۔

۱۔ فتحِ مکّہ میں عام معافی کا اعلان

جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دعوتِ اسلام اور مسلمانوں کو عزّت و شرف کے ساتھ مکّہ مکرّمہ کے ان خوں خوار دشمنوں پر فاتحانہ غلبہ عطا فرمایا جنہوں نے ایذاء اور تکلیف کا کوئی شوشہ باقی نہیں چھوڑ رکھا تھا، ان تمام دشمنوں کے بارے میں عام معافی اور سب کو پناہ دینے کا اعلان فرما دیا۔ یہ رحمتِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہی کی ذات تھی جس کی رحمت و مہربانی کا دریا دوست و دشمن میں برابری کیساتھ بہتا رہا۔ آج نہ کوئی بدلہ ہے اور نہ ہی کوئی انتقام کا معاملہ ہے۔ ہر طرف مہربانی اور ہمدردی اور محبّت کا چشمہ اُبلتا ہوا نظر آرہا تھا۔ حتیٰ کہ عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور صفوان بن اُمیّہ جیسے زہریلے دشمن جن کے بارے میں حُدودِ حرم کے اندر یا باہر جہاں کہیں مل جائیں قتل کا اعلان کر دیا تھا مگر بعد میں انہیں بھی معاف فرما دیا۔ یہی خاتم الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شایانِ شان شفقت تھی، اسلام پوری امّت کو اسی کی تعلیم دیتا ہے۔

(مستفاد ابوداؤد ۱/ ۳۶۵، مجمع الزوائد ۶/ ۱۶۸، ۶/ ۱۷۵)

۲ آپؐ کو زہر دینے کا واقعہ

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے خیبر فتح فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطنی کا حکم فرمایا تو اہلِ خیبر نے آپؐ سے گذارش کی کہ کھیتی باڑی کے کام میں ہم کو تجربہ ہے، آپ ہم کو یہاں رہنے کی اجازت دیدیں، اور کھیتی میں ہم محنت کریں گے، پیداوار کا نصف حصہ آپ کو دیدیں گے۔ تو آپؐ نے فوری طور پر ان کو خیبر سے جلا وطن نہیں فرمایا، ان کو وہیں رہنے دیا، اور خیبر کی زمین بٹائی کے طور پر ان کے حوالہ کردی اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ ہم جب چاہیں گے تم کو یہاں سے نکال دیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ بہرحال جب یہودیوں نے دیکھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ یہودیوں کی طرف سے مطمئن ہو چکے ہیں اب عنقریب مدینہ واپس ہونے والے ہیں، تو یہ مکر وفریب کی چال چلی کہ آپ کے پاس تحفہ بھیجنے کا سلسلہ شروع کردیا۔ چنانچہ ایک یہودیہ عورت زینب بنت حارث جو سلاّم بن مشکم کی بیوی تھی اس کو تیار کیا کہ ایک بکرا زہر میں بھون کر آپؐ کے پاس بطور تحفہ بھیجدے۔ چنانچہ زہر میں بھونا ہوا بکرا آپ کے پاس تحفہ کے طور پر پیش کردیا، اور آپ نے اور آپ کے ساتھ بعض صحابہ نے ایک ایک لقمہ کھا بھی لیا جس کے زہر سے حضرت براء بن معرور شہید ہو گئے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک کی اوپر کی تالو زہر سے اتنی متاثر ہوگئی کہ آپؐ کی وفات تک اس کا اثر باقی رہا۔ اور پورے بدن میں وفات کے وقت اس زہر کا اثر پھیل گیا۔ جب یہودیوں سے اس سلسلہ میں بازپرس ہوئی تو انہوں نے اقرار بھی کرلیا تھا لیکن رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی بدلہ نہیں لیا

بلکہ اپنی ذات کے بارے میں معاف کر دیا۔

اس موضوع سے متعلق بخاری شریف میں پانچ مقامات میں روایات موجود ہیں۔ بخاری شریف ۱/۳۵۶ حدیث ۲۵۴۳ء، ۱/۴۴۹ حدیث ۳۰۶۶ء، ۲/۶۱۰ حدیث ۴۰۸۸ء، ۲/۶۳۷ حدیث ۴۲۵۰ء، ۲/۸۵۹ حدیث ۵۵۴۹ء۔

زیادہ تفصیلی روایت ۲/۸۵۹ حدیث ۵۵۴۹ء میں ہے۔ اور سب سے مختصر روایت ۱/۳۵۶ حدیث ۲۵۴۳ء میں ہے۔ اختصار کے لئے اسی حدیث کو نقل کرتے ہیں۔

عن انس بن مَالكٍ انّ يهُودِيَةً اَتَتِ النّبیَ صَلی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّمَ بِشَاةٍ مسمومة فاكَلَ منها فجِيئَ بها فَقِيلَ الاَ تقتُلهَا قَالَ لَا قَالَ فمازلتُ اعرفهافی لهوات رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری شریف ۱/۳۵۶ حدیث ۲۵۴۳ء)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زہر آلود بکری لاکر پیش کر دی تو حضورؐ نے اس میں سے تناول فرمایا پھر اس عورت کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور حضورؐ سے کہا گیا کہ اس عورت کو قتل کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں قتل کریں گے (آپؐ نے صاف فرما دیا) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی وفات تک آپ کے تالو میں اس کا اثر مسلسل باقی تھا جس کو میں دیکھ کر پہچانتا تھا ——

۳ سخت ترین دشمنوں کو معاف کرنا

سخت ترین دشمنوں کو معاف کر دینے کے حیرت انگیز واقعات ہیں ان میں سے خطرناک قسم کے دو دشمنوں کے واقعے یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

۱ عبداللہ بن ابی اُمیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں حضورؐ کا پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابی اُمیہ تھا۔ اس کے اندر حضورؐ کے بارے میں کس قدر بغض و عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس کی اس بات سے دُنیا کا ہر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس نے سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اگر آسمان سے زمین تک ایک زینہ اور سیڑھی قائم ہو جائے اور آپؐ اس پر سے آسمانوں میں چڑھ جائیں اور پھر آپ وہاں سے رسالت کی دستاویز لیکر اُتر آئیں، اور آپ کے ساتھ وہاں سے ملائکہ اُترتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھوں، اور چار فرشتے آ کر میرے سامنے آپ کی رسالت کی دستاویز رکھ دیں تب بھی میں آپ پر ایمان نہیں لا سکتا۔ کس قدر دشمنی بھری ہوئی تھی، اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کا جملہ مُلاحظہ فرمائیے۔

وَاللہِ لَا اٰمَنْتُ بِكَ حَتّٰی تَتَّخِذَ سُلَّمًا اِلَی السَّمَآءِ فَتَعْرُجُ فِیْهِ وَاَنَا اَنْظُرُ ثُمَّ تَاْتِیْ بِصَكٍّ وَّاَرْبَعَةٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللہَ قَدْ

عبداللہ بن ابی اُمیہ نے کہا اللہ کی قسم میں آپ پر ایمان نہیں لاؤنگا حتیٰ کہ آپ زمین سے آسمان تک ایک سیڑھی لگا کر اسمیں سے ہو کر آسمانوں میں چڑھ جائیں اور میں اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتا رہوں پھر آپ آسمان سے ایک

اَرْسَلَكَ - الخ
(البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۸۷، الروض الانف ۸۹/۴
مکمل تفصیل البدایہ والنہایہ ۳/ ۵۱) میں ہے۔

دستاویز اور چار فرشتوں کو ساتھ لیکر آئیں اور وہ فرشتے اس بات کی گواہی دیں کہ بیشک اللہ نے آپکو رسول بناکر بھیجا ہے پھر بھی میں آپ پر ایمان نہیں لاؤنگا۔

اتنا بڑا معاند اور متمرد دشمن ہے۔ مگر جب فتح مکہ کے سفر میں مکۃ المکرمہ سے پیش قدمی کر کے راستہ میں آکر اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی، آپ نے پچھلی ساری باتوں کو بھلا دیا اور ان کی ہر غلطی معاف کردی۔ یہی ہمارے پیغمبر نے ہمکو سکھایا ہے۔ اور یہی ہمارے اسلام کی شان ہے۔

۲۔ ابوسفیان بن حارث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا رضاعی بھائی اور مکہ مکرمہ کا مشہور ترین شاعر تھا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا دشمن تھا کہ نئے نئے انداز سے آپکی شان میں گستاخانہ اور طنزیہ اشعار کہتا تھا، اور آپ کی شان میں ہجو کرنے میں بڑا فخر کرتا تھا، اس کی وجہ سے آپکو جو ذہنی کوفت اور اذیت پہنچتی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ دُنیا میں باعزت اور شریف لوگوں کے یہاں سب سے بڑی تکلیف دہ چیز اُن کی شان میں طنزیہ اشعار ہوتے ہیں۔ آپ نے اس کی اذیت کی وجہ سے فتح مکہ کے سفر میں صحابہ میں اعلان فرمادیا کہ ابوسفیان بن حارث جس کو بھی مل جائے فوراً قتل کردے۔ لیکن فتح مکہ کے سفر میں عبداللہ بن ابی اُمیہ کی طرح انہیں کے ساتھ میں مکہ مکرمہ سے پہلے ہی نکل کر مدینہ منورہ کے راستہ میں جاکر ملاقات کرلی اور اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی امیہ یہاں آچکے ہیں تو ان دونوں کی پچھلی ایذائیں سب یاد آگئیں۔ مگر جب ان لوگوں نے اسلام کی خواہش ظاہر کی

تو آپؐ نے پچھلی تمام تکلیفیں اور ان کی طرف سے پہونچنے والی ایذائیں سب بھلادیں اور دریاءِ رحمت کا مظاہرہ فرماکر ان کو معاف فرمادیا۔

(الاستیعاب ۴/۲۳۷، اسد الغابہ ۵/۱۴۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے ذریعہ سے اپنے اس ارشاد پر خود عمل پیرا ہوکر دکھایا ہے۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذ ابن جبلؓ کو یمن کے دو مختلف علاقے کے گورنر بناکر روانہ کرتے وقت بطور نصیحت اور وصیت کے ارشاد فرمایا تھا ——— آپ نے ان دونوں حضرات کو نہایت والہانہ انداز سے یہ نصیحت فرمائی کہ تم جس قوم کے پاس جارہے ہو ان کے ساتھ نرمی اور سہولت کا معاملہ کرنا، اور ان کے ساتھ تنگی اور سختی کا معاملہ نہ کرنا۔ اور ان کو خیر اور بھلائی کی بشارت اور خوشخبری دیتے رہنا، اور ان کے درمیان نفرت کا ماحول پیدا نہ کرنا، اور دونوں آپس میں کسی معاملہ کو فیصلہ کی حد تک پہونچانے میں ایک دوسرے کی موافقت کرتے رہنا۔ اختلاف نہ کرنا۔

یہ صرف ان دونوں کے لئے نہیں بلکہ پوری اُمّت کے لئے نبی رحمت کی وصیّت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا۔ الحدیث

(بخاری شریف ۲/۶۲۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ فرمایا تو اس وقت آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ دونوں، لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے رہیو، اور تنگی اور سختی نہ کیجیو اور خوشخبری دیتے رہیو اور نفرت نہ پھیلائیو اور آپس میں متفق رہیو، اور اختلاف نہ کیجیو۔

۲ جادُو کرنے والے کو معاف

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ایسے خطرناک قسم کے دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا جنہوں نے آپ کی جان اور آپ کی زندگی کو کھلواڑ بنا رکھا تھا۔ بخاری شریف میں ایک حدیث سات مقامات میں مذکور ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ یہاں لکھ دیتے ہیں۔ لبید بن الاعصم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے خطرناک انداز سے جادو کیا تھا جس سے بچکر نکلنا انسان کے امکان سے باہر تھا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ فضل فرمایا کہ وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتلا دیا۔ لبید بن الاعصم زرقی جو یہودیوں کا حلیف اور منافق تھا اس کو یہودیوں نے بھاری دولت اور انعام دیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کے لیۓ آمادہ کیا تو اس نے کھجور کے باغات میں ایسے کنویں میں جادُو کی چیزیں ڈال رکھی تھیں کہ اس میں سانپ، بچھو کے علاوہ انسان کی آمد ورفت نہیں تھی۔ اس جادُو کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیغمبر ہونے کے باوجود اس قدر تھا کہ آپ کو اپنا کیا ہوا کام بھی یاد نہ رہتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے جادُو سے نجات دلائی، اور لبید بن الاعصم پکڑا گیا تو آقاءِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مسلمانوں نے بار بار گذارش کی۔ جب یہ شخص سیّد الکونین علیہ السلام کا جان لیوا بن سکتا ہے تو جادُو کے ذریعہ سے نہ جانے کتنوں کو نقصان پہنچائیگا، اسلیۓ ضرور قتل کردیا جائے۔ لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے بدلہ نہیں لیا۔ بلکہ اسے معاف کردیا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہونے کی وجہ سے عربی عبارت نہیں لکھی جارہی ہے۔ صرف حوالوں پر اکتفار کیا جارہا ہے۔

(بخاری شریف ۱/۴۵۰، حدیث ۳۰۷۲، ۱/۴۶۲ حدیث ۳۱۶۲، ۲/۸۵۷ حدیث ۵۵۴۱، ۲/۸۵۸، حدیث ۵۵۴۰، ۵۵۴۱، ۲/۸۹۵ حدیث ۵۸۲۸، ۲/۹۴۵ حدیث ۶۱۴۴)

فتح الباری اور عمدۃ القاری وغیرہ میں اس واقعہ کی کافی وضاحت موجود ہے۔ (فتح الباری مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۰/۲۸۲ مطبع ریان قاہرہ ۱۰/۲۳۶، عمدۃ القاری ۲۲/۱۳۵، المعجم الکبیر ۵/۱۷۹)

دعوۃ وتبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت اس کی اجازت ہے کہ برابر کا بدلہ لے لو، لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کروگے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے حق میں نیز خود ظلم وستم کرنے والوں میں نتیجہ خیز فائدہ ہوگا۔ نیز مظالم اور شدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں، خدا ہی مدد فرمائے تو ہوسکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اُف نہ کرے، آدمی جس قدر صبر کرے گا اسی قدر خدا کی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی۔ دشمنوں کے مکروفریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○

اور اگر تم بدلہ لو تو اس قدر لو کہ جس قدر تمکو تکلیف پہنچائی جائے، اور اگر تم صبر کروگے تو یہی صبر کرنیوالوں کے لئے بہتر ہے۔ اور آپ اتنا صبر کیجئے جتنا اللہ کی مدد سے آپ سے ہوسکے۔ اور آپ ان پر غم نہ کریں، اور ان کے مکروفریب سے تنگی محسوس نہ کریں

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝
(سورۂ نحل آیت ۱۲۶ تا ۱۲۸)

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور انکے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں۔

۵۔ پتھر مار کر رخسارِ مبارک زخمی کرنیوالے کیساتھ معاملہ

غزوہ اُحد میں مشرکین کے تین افراد نے سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر براہِ راست حملہ کیا تھا۔

۱۔ عبداللہ بن قمیئہ۔ اس نے تلوار سے سرِ مبارک پر ایسا زور سے یکے بعد دیگرے بار بار وار کیا جس سے لوہے کی خود کٹ کر سرِ مبارک تک تلوار کا نشان پہونچ گیا، اور اس کی کڑی پیشانی مبارک کی ہڈی میں گھس گئی۔

۲۔ عتبہ بن ابی وقاص: اس نے پتھر مار کر دندان مبارک شہید کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرنا یہ تھا کہ عبداللہ بن قمیئہ کو اسی سفر میں پہاڑی بکروں نے اپنے سینگوں سے مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

(فتح الباری ۷/۳۲۴ مطبع دار الریان، مطبع اشرفی دیوبند ۷/۳۷۴)

اور عتبہ بن ابی وقاص کو میدانِ کارزار ہی میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ (شرح زرقانی ۲/۴۲۲) ان بدبختوں کی دُنیا اور آخرت دونوں میں رُسوائی ہوئی ہے۔ دُنیا میں بھی کچھ نہ مِلا اور آخرت میں دردناک عذاب چکھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مُلاحظہ فرمائیے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی

لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بغیر علم کے یونہی اللہ کی بات میں جھگڑتے اور مقابلہ

وَّلَاكِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۙ
(سورہ حج آیت ۸ تا ۹)

آرائی کرتے ہیں، اور محض بغیر دلیل اور بدوں روشن کتاب کے کبر و تکبر سے اپنی کروٹ موڑ کر اعراض کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ ایسے شخص کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلن کا عذاب چکھائیں گے۔

۳۔ عبداللہ بن شہاب : اس نے پتھر مار کر رخسار مبارک اور جبین مبارک کو زخمی کر دیا تھا۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح قاتلانہ حملہ کیا کہ وہ قطعاً معافی اور بخشش کے لائق نہیں ہے۔ لیکن بعد میں جب وہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔ بلکہ اُسے معاف فرما دیا، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بحالتِ اسلام میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ۳/۱۷۳)

یہ ہے پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دریائے رحمت کہ کبھی اپنے جانی دشمنوں سے بدلہ نہیں لیا، بلکہ ان پر معافی کا دریا بہایا۔ پھر ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کی طرح برابری کا معاملہ فرمایا۔ اللہ کے یہاں کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی شخص کتنے ہی معاصی اور خطائیں کر کے آیا ہو۔ اور پچھلی برائی اور گناہوں سے متعلق دل سے توبہ کر کے اپنی رَوِش درست کر لے، اور نیکیاں کر کے برائی کا اثر مٹا دے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرما دیتا ہے۔ اور اسی قبیل سے عبداللہ بن شہاب کی قسمت روشن ہوگئی تھی کہ کفر کی ظلمت سے ایمان کے نور میں داخل ہوگئے اور اللہ نے معاف فرما دیا۔

اسی کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورۂ نمل آیت ۱۱)

مگر جس نے ظلم وزیادتی کی پھر بُرائی کے بدلہ نیکی کی تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

۶۔ قاتلِ حمزہ وحشی بن حرب کیساتھ معاملہ

وحشی بن حرب مطعم بن عدی بن خیار کا زر خرید غلام تھا۔ اور مطعم بن عدی کی موت کے بعد اس کا بیٹا جبیر بن مطعم وراثت میں وحشی کا مالک بن گیا۔ غزوۂ بدر میں حضرت حمزہؓ نے جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا۔ اور جبیر بن مطعم کے اندر حضرت حمزہؓ سے اپنے چچا کا بدلہ لینے کیلئے جذبۂ انتقام شباب پر تھا۔ چنانچہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جبیر بن مطعم نے وحشی کو لالچ دیکر کہا کہ تم نے اگر میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں تم کو آزاد کر دیا جائیگا۔ حضرت وحشی بن حرب کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے غزوۂ اُحد میں مشرکین کی طرف سے شرکت کی اور میرا مقصد صرف حمزہ کو قتل کرنا تھا۔ چنانچہ جس وقت حضرت حمزہؓ نے میدانِ کارزار میں سباع بن عبد العزیٰ خزاعی سے مُبارزہ فرماتے ہوئے کہا کہ او عورتوں کے ختنہ کرنے والی کے بچّے تو اللہ کے رسولؐ کا مقابلہ کرنے آیا ہے یہ کہکر ایک ہی وار میں اسکو ختم کر دیا۔ اسوقت میں پتھر کی ایک چٹان کی آڑ میں حمزہ کی تاک میں چھُپا ہوا تھا مقابلہ کی ہمّت نہیں تھی بلکہ دھوکہ دیکر حمزہؓ کو مارنا مقصد تھا۔ جب حمزہؓ اس پتھر کے پاس سے گذرنے لگے تو میں پیچھے سے آکر ان کی کمر کے نیچے اس زور سے نیزہ مارا کہ اِدھر سے اُدھر پار ہوگیا۔ اور اسی وقت حضرت حمزہ شہید ہوگئے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا صدمہ پہونچا کہ اسطرح کا صدمہ نہ اس سے پہلے آپ کو پہونچا تھا اور نہ ہی اس کے بعد۔ چنانچہ مجھے ایسا لگتا تھا کہ اب محمد صلے اللہ علیہ وسلم مجھے کبھی نہیں معاف کریں گے۔ اس کے بعد جب فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا تو میں مکہ مکرمہ سے بھاگ کر طائف پہونچ گیا۔ پھر طائف والوں کے ساتھ مدینہ حاضر ہوکر اسلام لانے کی پیش کش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے بدلہ لینے کے

معافی کی خلعت پہنائی اور پھر میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمایا جیسا کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا تھا۔ اور آپؐ نے میرے بارمیں بلند اخلاق سے غصہ کو پی لیا اور میری غلطیوں کو بالکل معاف فرمادیا، پھر احسان اور نیکی سے پیش آئے۔ یہ آپؐ کے مکارمِ اخلاق ہیں جن کے بارمیں بددعا، کی نوبت آئی تھی ان کے بارمیں غصہ کو دبایا۔ اور عفوودرگزری سے کام لیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا پورا نمونہ پیش فرمایا۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥

اور دباتے ہیں غصہ کو اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴)

یہی ہمارے پیغمبر کی تعلیم ہے اسلام نے ہمکو یہی سکھایا ہے کہ جانی دشمنوں کو بھی معاف کردیا کریں۔ بخاری شریف ۲/۵۸۲ حدیث ۳۹۲۵ میں تقریباً پون صفحہ پر قتلِ حمزہ کا دردناک واقعہ موجود ہے۔ عربی عبارت لمبی ہونے کی وجہ سے اس کا مختصر خلاصہ لکھدیا ہے۔

۷ تلوار سے حملہ کرنیوالے اعرابی کے ساتھ معاملہ

غزوۂ ذات الرّقاع جس کو غزوۂ نجد بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے واپسی کے موقع پر دوپہر کے وقت آقاءِ نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ ایک ایسی وادی میں قیلولہ کیلئے قیام فرمایا جس میں کیکر کے درخت بہت تھے۔ تمام لوگ درختوں کے سایہ حاصل کرنے کیلئے ہر طرف منتشر ہوگئے۔ اور آقاءِ نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تنہا ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ اور

آپؐ کی تلوار درخت کی شاخ میں لٹکی ہوئی تھی اسی اثناء میں ایک اڑیل قسم کا دیہاتی موقع کو غنیمت سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لیکر آپؐ پر وار کرنے کیلئے کھڑا ہوگیا۔ بخاری شریف ۲/۵۹۳ میں اس دیہاتی کا نام غورث بن الحارث لکھا ہے۔ اسی حالت میں آپؐ کی آنکھ کھل گئی۔ اور اس دیہاتی نے آپؐ کے اوپر پوری طرح قابو حاصل کرلیا۔ اور آپؐ سے کہا کہ اب آپؐ کو کون بچاسکتا ہے۔ تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ اللہ بچائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اتنے میں تلوار اُس کے ہاتھ سے نیچے گری تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ بعض دُوسری روایات میں ہے کہ آپؐ نے اس سے کہا کہ اب تم کو کون بچائیگا؟ تو اس نے کہا کہ آپؐ، اتنے میں صحابۂ کرامؓ بھی تشریف لے آئے اور مسلمانوں نے اس کو ہر طرف سے گھیراؤ میں لے لیا۔ اور اس کو کچھ زجر و توبیخ کرنے لگے آپؐ نے اُسے کچھ کہنے سے منع فرمادیا۔ اور آپؐ نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا اور نہ ہی اُسے کوئی سزا دی اور نہ ہی کسی طرح کی دھمکی دی بلکہ آپؐ نے اُسے مکمل طور پر معاف فرمادیا۔ اور کسی طرح کی دار و گیر کا معاملہ نہیں فرمایا اور اس فرمان پر خود عمل کرکے دکھایا، آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو تمہارے ساتھ ظلم کرے تم اس کے ساتھ ظلم مت کرو۔ بلکہ اس کو معاف کردیا کرو۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق کو دیکھ کر وہ دیہاتی متأثر ہوا اور اسلام قبول کرلیا اسی طرح کے بے شمار واقعات پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زندگی میں پیش آچکے ہیں۔ ہر دُشمن کے ساتھ آپؐ نے معافی و ہمدردی کا معاملہ فرمایا۔ یہ حدیث شریف بھی بخاری شریف میں پانچ مقامات میں موجود ہے۔ عربی عبارت لمبی ہونے کی وجہ سے نقل نہیں کی جارہی ہے صرف اُس کے حوالے پیش کئے جارہے ہیں۔ بخاری شریف ۱/۴۰۷ ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں پر پانچوں مقامات کے حدیث نمبر لکھدیئے گئے ہیں۔ حدیث ۲۸۲۲-۲۸۲۵-۳۹۸۶-۳۹۸۷-۳۹۹۰ —

۸۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کے ساتھ معاملہ

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص یہ دونوں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام و مسلمانوں کے خطرناک قسم کے دشمن تھے۔ جب مسلمان تنگ آکر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ تو عمرو بن العاص مشرکین کی طرف سے ان مظلوم مسلمانوں کو نجاشی کی حفاظت سے اپنے پنجہ میں لینے کیلئے بدترین ارادوں کے ساتھ حبشہ پہونچے۔ وہاں نجاشی کے سامنے سچ اور جھوٹ، غلط اور صحیح باتیں پیش کر کے نجاشی کو دھوکے میں رکھ کر مسلمانوں کو واپس لانے کیلئے زبردست فریب اختیار کیا تھا لیکن خدا کا فضل یہ ہوا کہ نجاشی ایک نہایت دانشمند منصف مزاج بادشاہ تھا۔ اس لئے انہوں نے صرف قریش کے وفد کی بات سنکر کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ مظلوم مہاجرین کو بھی دربار میں بلایا تاکہ اُن کی باتیں بھی سنی جائیں چنانچہ دربارِ شاہی میں مہاجرین بھی حاضر ہوگئے اور مہاجرین کے میر قافلہ حضرت جعفر طیارؓ نے ایسی تقریر فرمائی کہ جس سے مشرکین کے وفد کی ساری باتیں جھوٹ ثابت ہوئیں۔ اور سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ اور حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر سے نجاشی ایسے متأثر ہوگئے کہ ان مہاجرین کو عمرو بن العاص کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔

تین چیزیں ماقبل کی لغزشیں مٹا دیتی ہیں

خالد بن ولید کا حال بھی تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ غزوۂ اُحد میں ستّر صحابہؓ کی شہادت، اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندانِ مبارک کی شہادت، سرِ مبارک اور رخسارِ مبارک کے لہو لہان ہونیکا سبب اور باعث خالد بن ولید

ہی تھے۔ لیکن جب یہ دونوں حضرات آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے بدلہ نہیں لیا بلکہ ان دونوں حضرات کی ہمت افزائی فرمائی، اور ان دونوں نے اپنے ماقبل کی لغزشوں سے ندامت کا اظہار فرمایا۔

اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ماقبل کی ساری خطائیں اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں۔

۱: **اسلام**: جب کفر و شرک کی ظلمت اور گندگیوں سے پاک ہو کر ایمان کی طہارت میں داخل ہو جائے تو پیچھے کی تمام خطائیں اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں۔

۲: **ھجرت**: جب دار الخوف یا دار الکفر سے اسلئے ہجرت کرتا ہے تاکہ دار الامن اور دار الایمان میں جا کر آزادانہ طور پر چین و سکون کے ساتھ اللہ کی عبادت کی جائے تو اس سے بھی ماقبل کی تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

۳: **حجّ مَبْرُور**: جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایسا حج کرنیکی توفیق عطا فرمائے جس میں کسی قسم کی لڑائی جھگڑے، بدگوئی اور آدابِ حج کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو تو ایسے حج کے ذریعہ سے بھی ماقبل کی تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

آپؐ نے ان حضرات کو ایسی تسلّی دی کہ ان کے دلوں پر بھاری پہاڑوں جیسا جو بوجھ تھا وہ اُتر گیا۔ اور آپؐ نے فرمایا ”الاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ“ اسلام ایسی شئی ہے کہ اس کے بعد ماقبل کی تمام خطائیں اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ وَاِنَّ الْھِجْرَۃَ تَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَھَا وَاِنَّ الْحَجَّ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ۔	بیشک اسلام ماقبل کی تمام لغزشوں کو کالعدم کر دیتا ہے اور بیشک ہجرت ماقبل کی تمام بُرائیوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اور بیشک حج مقبول ماقبل کے تمام

(مسلم شریف ۱/۷۶، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۴) | گناہوں کو ختم کردیتا ہے۔

یہی اسلامی تعلیمات اور ہمارے پیغمبر کی تربیت ہے کہ دشمنوں کے ساتھ بھی ایسی ہمدردی کیجائے کہ دُنیا کے ہر مقصد و پلان کو قربان کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں۔

۹ دشمنوں کا سرغنہ ابو سُفیان کے ساتھ معاملہ

اُمیّہ بن عبد شمس کا پوتا ابو سُفیان بن حرب ابن امیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا سردار اور سرغنہ رہا ہے، غزوہ اُحد میں دشمنوں کا سرغنہ یہی ابوسفیان تھا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور مُسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کیلئے ہر طرح سے پلان بنا رکھا تھا۔ اور اسی جنگ میں اسکی فوج کے ہاتھوں سے ستر پاکباز صحابہؓ شہید ہو گئے۔ اور سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام زخمی ہو گئے۔ دندانِ مُبارک شہید ہو گئے۔

اور پھر غزوہَ خندق کے موقع پر یہی وہ ابو سُفیان ہے جس نے عرب کے تمام قبائل کو متحد کر کے سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خلاف اتحادی محاذ بنایا تھا اور وہ مکّہ مکرّمہ سے چار ہزار کا لشکر جرّار لیکر آیا اور عرب کے قبائلی اتحادیوں کو عُیینہ بن حِصن فزاری کے زیرِ تحت مدینہ منوّرہ کی دوسری جانب سے چھ ہزار مُسلّح افواج کے ساتھ حملہ کرایا۔ ایک طرف سے چار ہزار اور دُوسری طرف سے چھ ہزار، اور سب کا سرغنہ یہی ابوسفیان تھا۔ اور مزید اُوپر سے یہ چالاکی کی کہ مُسلمانوں کے پیچھے کی جانب سے بنو قریظہ جو آپؐ کے عہد و پیمان میں تھا عہد شکنی کر کے حملہ کرنے پر آمادہ کرلیا تاکہ وہ پیچھے کی جانب سے حملہ کردے جس سے مُسلمان

ہر طرف سے گھراؤ میں ہو کر مشرکین کے نرغہ میں آگئے تھے. جب کہ مسلمانوں کی تعداد اُن کے مقابلہ میں بہت معمولی تھی پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آندھی اور ایسی تیز ہوائیں چلائیں جو اُن کے حق میں طوفان کی شکل میں تھی. اور اُوپر سے سخت سردی تھی جس سے ناکام اور نامراد واپس ہو گئے. اور فتحِ مکّہ کے موقع پر یہی دشمنوں کا سرغنہ اسلامی فوج کے مکّہ مکرّمہ میں داخل ہونے سے ایک دن پہلے مَرّ الظہران میں اسلامی فوج کا معائنہ کرنے کیلئے چھپ چھپا کر آیا ہوا تھا. اور اسی اثناء میں مسلمانوں نے اُسے گرفتار کر کے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بارگاہ میں پیش کیا اور بہت سے مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ یا رسول اللہ جس قوم کے مقابلہ میں ہم جا رہے ہیں اسکا سرغنہ ہمارے ہاتھ آگیا ہے. اس کا کام یہیں تمام کر دیا جائے. لیکن آپؐ نے اُسے موقع دیا اور حضرت عباسؓ کے ساتھ اسکا دوستانہ تعلق تھا صبح تک حضرت عباسؓ کے پاس رہنے کی اجازت دی.

اور حضرت عباسؓ کے بار بار کہنے پر دوسرے دن صبح کو ابوسفیان نے طوعاً و کرھاً اسلام قبول کر لیا. آپؐ نے اس کے ساتھ ایسی رَوا داری اور عزّت افزائی کا معاملہ فرمایا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے. چنانچہ اعلان فرما دیا کہ جو شخص مسجدِ حرام میں داخل ہوگا اس کو پناہ دی جائے گی. اور جو شخص ابوسُفیان کے گھر میں داخل ہوگا اُسے بھی پناہ ملیگی. اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر یگا اُسے بھی پناہ دی جائیگی. یہ ابوسفیان کے ساتھ ایسی عزّت افزائی اور ہمدردی تھی کہ ابوسفیان کیلئے اس وقت کے انسانوں کے سامنے اس سے بڑھ کر عزّت کی چیز کوئی اور نہیں تھی.

یہی سیّد الکونین علیہ السّلام کا اپنے سخت ترین دشمنوں کے ساتھ کا معاملہ ہے جنہوں نے پوری زندگی آپ کی جان و مال اور عزّت و آبرو کو خاک میں ملانے کیلئے خرچ کر دی تھی. حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے.

عن ابی هریرۃ ——— الیٰ قولہ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ ،
وَمَنْ اَلْقَی السِّلَاحَ فَھُوَ اٰمِنٌ ،
وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَہٗ فَھُوَ اٰمِنٌ ،

الحدیث۔

(مسلم شریف ۲/ ۱۰۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی عزت افزائی کیلئے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو پناہ دی جائے گی اور جو شخص ہتھیار ڈال دیگا اس کو پناہ اور امان ملے گا۔ اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کردیگا اس کو امن اور پناہ ملے گی۔

یہی وہ ابوسفیان ہے جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اور آج ہم ان کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بعد میں اسلام قبول فرماکر صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے تھے۔ اور ایمان کی حالت میں دنیا سے گذر گئے تھے۔

۲ حُنین کے مالِ غنیمت تقسیم کرنیکا منظر اور دشمنوں کیساتھ ایثار

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے غزوۂ حُنین میں مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی غنیمت میں بہت بھاری تعداد میں مال ہاتھ آیا، چھ ہزار افراد گرفتار ہوکر قیدی ہوگئے۔ چوبیس ۲۴ ہزار اونٹ، اور چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم کی چاندی ہوگئی۔ جن جانباز مسلمانوں نے دلیری کے ساتھ جنگ کی جس کے نتیجہ میں اتنا سارا مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا آپؐ نے ان کو مالِ غنیمت میں سے کوئی نمایاں انداز میں عطا نہیں فرمایا بلکہ ان نومسلموں کو بھاری تعداد میں مالِ غنیمت عطا فرمایا جنہوں نے اسی سفر میں اسلام قبول کیا تھا۔ اور پوری زندگی

اسلام کی مخالفت اور دشمنی میں گذار دی تھی۔ اور حُنین کے میدانِ کارزار میں بھی دشمنوں کے مقابلہ پران نومسلموں کا کوئی نمایاں کارنامہ نہیں تھا چنانچہ ابوسفیان کو ۱۰۰ سو اونٹ اور چالیس ۴۰ اوقیہ یعنی ایک ہزار چھ ۶۰۰ سو درہم چاندی، اور ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابوسُفیان کو بھی ۱۰۰ سو اونٹ اور ایک ہزار چھ ۶۰۰ سو درہم چاندی، ان کے بیٹے معاویہ کو بھی ۱۰۰ سو اونٹ اور ایک ہزار چھ ۶۰۰ سو درہم چاندی، گویا تنہا ابوسُفیان کے گھر والوں کو تین ۳۰۰ سو اونٹ اور چار ۴ ہزار آٹھ سو درہم چاندی عطا کی گئی — اور حکیم بن حزام کو ۱۰۰ سو اونٹ عطا فرمائے۔ انہوں نے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو دو ۲۰۰ سو اونٹ حکیم بن حزام کو عطا فرمائے، اسی طریقہ سے حارث بن کلدہ عبدری کو ۱۰۰ سو اونٹ، اور سہیل بن عمرو کو ۱۰۰ سو اونٹ، اور سہیل بن عمرو وہی شخص ہے جس نے صلح حُدیبیہ میں صلح نامہ میں مُسلمانوں کے خلاف سخت ترین دفعات لکھوائی تھیں اور حضرت ابوجندل رضؓ کو زبردستی مُسلمانوں کے درمیان سے واپس لے گیا تھا۔ اور حویطب بن عبدالعزیٰ کو ۱۰۰ سو اونٹ اور علی بن جاریہ ثقفی کو ۱۰۰ سو اونٹ، اور عیینہ بن حِصن کو ۱۰۰ سو اونٹ، اقرع بن حابس کو ۱۰۰ سو اونٹ، مالک بن عوف حضرمی کو ۱۰۰ سو اونٹ اور صفوان بن اُمیہ کو ۱۰۰ سو اونٹ، یہ رحمتِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ان دشمنوں کے ساتھ معاملہ ہے، جو ابھی ابھی دشمنی سے باز آئے ہیں، لیکن مُسلمانوں کو اُن سے ایذاؤں اور تکلیفوں کا جو زخم پہونچا تھا وہ زخم ابھی تازہ ہے۔ اس کے باوجود ان کے ساتھ اس قدر فیاضی اور سخاوت اور ہمدردی کا معاملہ فرمایا ہے۔ کیا دُنیا کا کوئی سردار، کوئی لیڈر، کوئی سربراہ اپنے تازہ ترین دشمنوں کے ساتھ ایسا ایثار کرسکتا ہے۔ شاید دنیا نے کسی سے بھی ایسا ایثار نہ دیکھا ہوگا۔ جسکو تفصیل دیکھنی ہو وہ حسبِ ذیل حوالوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد ۲/۱۱۶۔ الروض الانف ۷/۲۴۶۔ بخاری شریف ۲/۶۲۰-۲/۶۲۱ — میں یہ واقعہ مجمل طور پر موجود ہے۔

۱۱ آپؐ نے اس کو دیا جس نے آپؐ کو محروم کیا

جس نے آپؐ کو گالی دی آپؐ نے اس سے نرم گفتگو فرمائی، جس نے آپؐ کی عزت کو پامال کیا آپؐ نے اس کو عزت دی، جس نے آپؐ کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی آپؐ نے اسکو بڑھایا، جس نے آپؐ کا خون بہایا آپؐ نے اس کو معاف کر دیا، جس نے آپؐ سے قطعِ تعلق کیا آپؐ نے اسکے ساتھ صِلہ رحمی فرمائی، جس نے آپؐ پر ظلم کیا، آپؐ نے اس کو انعام دیا، نہ کوئی انتقام نہ کوئی بدلہ، نہ کوئی بے رُخی، بلکہ سب کو سینہ سے لگایا۔

ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو چھ چیزوں کی وصیّت فرمائی جو آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

۱۔ جو تم سے قطع تعلق اختیار کرے تم اس کے ساتھ صِلہ رحمی کا معاملہ کرو۔

۲۔ جو تم کو محروم کرے تم اس کو خوب عطاء کرتے رہو۔

جب جعرانہ میں حنین کی غنیمت تقسیم ہونے لگی تو آپؐ نے ان لوگوں کو خوب دیا، جو ہمیشہ آپؐ کو محروم کرنے اور آپؐ کو مٹانے میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے سب سے بڑا سرغنہ ابو سُفیان کو ۱۰۰ اونٹ، اور اُس کے بیٹے یزید کو ۱۰۰ اونٹ، اور اس کے بیٹے مُعاویہ کو ۱۰۰ اونٹ، کل تین ۳۰۰ اونٹ صرف ابو سفیان کے گھرانے کو عطاء فرمائے۔ حکیم بن حزام کو دو ۲۰۰ اونٹ، اور صفوان بن اُمیّہ کو ۱۰۰ اونٹ عطا فرمائے، یہ سب آپؐ کے خطرناک دُشمن تھے۔

۳۔ جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کردو، عفو و درگذر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو ___ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ظلم کرنے والوں اور آپؐ کو مٹانے والوں کو کِسطرح سے معاف فرمایا انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

۴۔ تم اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرو، فتنوں سے محفوظ رہوگے،
۵۔ تم اپنی خطاؤں پر نادم ہوکر اللہ تعالیٰ کے سامنے رو، رو کر معافی مانگو۔
۶۔ تمہارا گھر تمہاری گنجائش کے مطابق ہو کہ گھر اتنا بڑا بھی نہ ہو کہ ضرورت سے فاضل اور زائد ہو، اور اتنا تنگ بھی نہ ہو کہ گھر کے لوگوں کو سکون سے رہنے میں دشواری اور ضیق و تنگی اٹھانی پڑے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عقبۃ بن عامرٍ قال لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: يَاعقبۃ بْنَ عَامِرٍ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، قَالَ ثُمَّ اتيتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: يَاعقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ: اَمْلِكْ لِسَانَكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ، وَلِيَسَعَكَ بَيْتُكَ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۴/۱۸۵، ۴/۱۴۸ نسخۂ مرقم حدیث ۱۷۴۶۷- ۱۷۵۸۹ — ۱۷۵۹۰)

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو مجھ سے آپؐ نے فرمایا کہ اے عقبہؓ ابن عامر اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی کرو جس نے تمہارے ساتھ قطع تعلق کیا ہو۔ اور اس شخص کو عطا کرو جس نے تمکو محروم کر رکھا ہو، اور اس شخص کو معاف کرو جس نے تمہارے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہو۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ اے عقبہ بن عامرؓ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ اور اپنے گناہوں پر نادم ہوکر رویا کرو۔ اور چاہیئے کہ تمہارا گھر تمہاری ضرورت کے مطابق گنجائش رکھے۔

۱۲۔ نجد کے اڑیل سرداروں کے ساتھ معاملہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے ساتھ کس قدر ہمدردی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے اسکی متعدد مثالیں ہم نے اس مکتوب کے اندر نقل کر دی ہیں. اب لگے ہاتھ ایک واقعہ اور نقل کر دیتے ہیں. شاید اس سے اللہ کے کسی بندے کو اس واقعہ کی شایانِ شان عبرت حاصل ہو. بخاری شریف میں اس واقعہ کے متعلق حدیث شریف بارہ[۱۲] مقامات میں آئی ہے. اسکا خلاصہ اور نچوڑ ہم یہاں پیش کرتے ہیں. سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نجد کے بڑے بڑے چار قبائل کے اَڑیل اور ضدی قسم کے سرداران حاضر ہوگئے۔

۱۔ عُیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری جو بنی فزارہ کا سردار تھا. اور یہی وہ شخص ہے جو غزوۂ احزاب کے موقع پر نجد کے کئی ہزار نوجوان فوجیوں کو لیکر اتحادیوں کے ساتھ مل کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تھی اور اس شخص کی جہالت تھی کہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگیا تھا. لیکن اللہ نے پھر ہدایت فرمائی تو صدیقِ اکبرؓ کے زمانہ میں دوبارہ مشرف بہ اسلام ہوا۔ (اسدالغابہ ۴/۳۱)

۲۔ اقرع بن حابس : اقرع بن حابس تمیمی جو بنو تمیم کا سردار تھا. اس نے بھی غزوۂ خندق کے موقع پر نجد سے بنو تمیم کے نوجوان فوجیوں کو لیکر اتحادیوں کے ساتھ ملکر حضورؐ پر چڑھائی کی تھی اُن میں اپنی قبائلی بڑائی اور فخر حد سے زیادہ تھا۔ چنانچہ اپنے قبیلہ کے بڑے بڑے سردار کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر فخریہ اشعار سنایا کرتا تھا. بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(اسدالغابہ ۱/۱۲۸ ۔ حاشیہ بخاری ۲/۱۱۰۵)

۳۔ علقمہ بن عُلاثہ بن عوف الکلابی العامری : یہ قبیلہ بنو کلاب و بنو عامر کا

سَردار تھا یہ شخص بھی اسلام لانے کے بعد مُرتد ہو گیا تھا پھر حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت میں دوبارہ اسلام قبول کر لیا تھا ——— (حاشیہ بخاری ۲/۱۰۵،۱، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۴/۴۵۰)

۴۔ زید بن مہلہل الطائیؓ: ان کو زید الخیل بھی کہا جاتا تھا۔ سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے زید الخیل کے بجائے زید الخیر کے ساتھ موسوم فرمایا یہ قبیلہ بنو طے کا سَردار تھا۔ (حاشیہ بخاری ۲/۱۰۵،۱، الاستیعاب ۲/۱۲۷، اسدالغابہ ۲/۱۴۹)

یہ چاروں نجد کے بڑے بڑے سَردار کہلائے جاتے تھے۔ ان لوگوں کی عناد و دشمنی مُسلمانوں میں سَب سے زیادہ مشہور تھی جب یہ چاروں افراد اتفاق سے ایک سَاتھ سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمتِ بارگاہ میں موجود تھے۔ اور ان لوگوں کی دشمنی کا زخم ہر مسلمان کے دِل میں ابھی تک تازہ تھا۔ زخم ابھی مندمل ہوتے نہیں پایا تھا۔ اسی اثنار میں حضرت علی کرّم اللہ وجہٗ نے یمن سے خاتم الانبیار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمتِ بارگاہ میں ایک قیمتی خالِص قسم کے سونے کا ڈلا بھیجدیا اور اسکی مقدار بھی بہت زیادہ تھی۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اتنا بڑا خطیر مال انہیں چاروں سَرداروں کے درمیان تقسیم کر دیا اور مُسلمان اس ماجرے کو دیکھتے رہے۔ باقی مسلمانوں میں سے کسی کو اسمیں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ حتیٰ کہ بعض کمزور ایمان والے جو ابھی جلدی ایمان لائے تھے انکو تردّد بھی پیدا ہوا، مگر قربان جائیے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رَوا دَاری اور ہمدردی پر جس نے آپؐ کے سَاتھ ظلم و ستم کا معاملہ کیا آپؐ نے اسکے سَاتھ ہمدردی و رَوا دَاری کا معاملہ فرمایا۔ آپؐ کے اخلاق اور ہمدردی سے متأثر ہو کر بڑے بڑے اکھڑ قسم کے دشمنانِ اسلام کی بھی کایا پلٹ جاتی تھی۔ بخاری شریف کے بارہ مقامات جنمیں سے بعض مقامات میں کافی تفصیلی بھی ہے۔ ان میں سے ایک مختصر ٹکڑا نقل کر دیتے ہیں۔ بقیہ روایات

کے صرف حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

عَن ابی سَعیْدٍ بعث علیؓ الی النبیّ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلم بذُہَیْبَۃ فقسمہا بین اربعۃ الاقرع ابن حَابسٍ الحنظلی ثم المجاشعی وعُیینَۃ بن بَدرٍ الفَزارِی وزید الطائیؒ ثم احد بنی نبہان وعلقمۃ بن علاثۃ العَامِری ثم احد بنی کلاب فغضبت قریش وَالانصَار فقالوا یعطی صنادید اھل نجد ویدعنا قال انّمَا اتالّفہم۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ ترین سونے کا ایک بڑا ڈلا بھیجا تو آپؐ نے اس کو صرف چار افراد کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اقرع بن حَابس حنظلی مجاشعی تمیمی اور عیینہ بن حصن ابن بَدر الفزاری اور زید بن مہلہل الطائیؒ النبہانی اور علقمہ بن علاثہ العامری الکلابی صرف ان چاروں کے درمیان تقسیم کر دیا جس سے بعض قریش اور بعض انصار ناراض ہو کر کہنے لگے کہ نجد کے سرداروں کو دیدیا اور ہم کو چھوڑ دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی تالیف قلوب کیلئے اور دلجوئی کیلئے دیا تھا۔

(بخاری شریف ۱/۴۷۷ حدیث ۳۲۳۴، ۱/۵۰۹ حدیث ۳۴۸۳، ۲/۶۲۳ حدیث ۴۱۷۸، ۲/۶۲۳ حدیث ۴۱۸۰، ۲/۷۵۶ حدیث ۴۸۶۷، ۲/۹۱۰ حدیث ۵۹۲۴، ۲/۱۰۲۴ حدیث ۶۶۶۳، ۶۶۶۴، ۶۶۶۵، ۶۶۶۶، ۲/۱۱۰۵ حدیث ۷۱۳۲، ۲/۱۱۲۸ حدیث ۷۲۶۱)

دشمنی۔ دوستی میں اور بغض و عناد محبت میں تبدیل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارمِ اخلاق اور حیرت انگیز اور بے مثال ایثار و قربانی روئے زمین میں کسی انسان میں پائی جانے کی بات تو بہت دُور ہے بلکہ اسکا امکان بھی نہیں ہے۔ ایسے ایسے خطرناک دشمن جنکے دِل آپؐ کے بارے میں بغض و عناد سے بھرے ہوئے تھے۔ اور آپؐ کی ترقی اور آپ کے ساتھ مُسلمانوں کے دِن بدن جم غفیر کی تعداد میں جوڑنے کا منظر دیکھ دیکھکر اُن کے دِل جل بھُن کر خاک ہو جاتے تھے۔ لیکن آپؐ کے مکارمِ اخلاق پر قربان جایئے کہ ایسے دشمن بھی منٹوں میں آپؐ کے ایسے جاں نثار دوست بن گئے کہ جن آنکھوں کا آپ کو دیکھنا کانٹے کا خار سمجھا جاتا تھا۔ اب آپ کو دیکھ کر ان آنکھوں کو ٹھنڈک مِل رہی ہے۔ اور آپ کی باتیں سُنکر جن کے دِلوں میں آگ بھڑکتی تھی آج آپؐ کے نام سے انکے دِلوں کو سکون مِل گیا اور آپؐ کے نام سے جن میں مرض لاحق ہو جاتا تھا اَب آپؐ کے نام سے ان میں شفاء ہوگئی، جنکے نزدیک آپؐ کی ذات آپؐ کے خاندان اور آپؐ کا گھر اور آپ کا شہر نہایت بدترین تھا آج اُن کے نزدیک آپؐ کی ذات آپکے خاندان آپ کا گھر آپ کا شہر دُنیا کی ہر چیز سے محبوب ترین بن گیا۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں سُرخیوں کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

۱۳ ہندہ کیا کہتی ہے

ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی یہ آقاءِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں زبردست گستاخ اور بہت بڑی معاند تھی۔ یہی وہ عورت تھی جس نے معرکۂ اُحد میں حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبا لیا تھا۔ اسکو اس قدر جلن اور بغض تھا کہ

حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبا کر اپنے دل کی آگ بجھائی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

بقرت هند بطن حمزةؓ فاخرجت كبدهٗ فجعلت تلوكها فلم تسغها فلفظتها فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو دخل بطنها لم تمسها النار۔ (اسد الغابہ ۱/۵۳۰، مجمع الزوائد ۶/۱۱۰، الطبقات الکبریٰ ۳/۶)

ہندہ نے حضرت حمزہؓ کے پیٹ کو چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال لیا پھر اُس کو چبا کر نگلنے کی کوشش کی مگر نگل نہ سکی تو پھینک دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہندہ کے پیٹ میں حمزہؓ کا کلیجہ پہونچ گیا ہوتا تو ہندہ کو جہنم کی آگ نہیں پکڑ سکتی تھی اس لئے کہ حضرت حمزہؓ کا جزء اس کے پیٹ میں پہونچ چکا ہوتا لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔

بخاری شریف میں اسکے متعلق ایک حدیث شریف تین مقامات میں موجود ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے کیا کہتی ہے وہ خود کہتی تھی کہ اسلام لانے سے پہلے میرے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپؐ کے خاندان اور آپؐ کے گھر والوں سے زیادہ روئے زمین میں مبغوض ترین کوئی شخص، کوئی خاندان اور کوئی گھر نہیں تھا۔ مجھ کو سب سے زیادہ نفرت آپؐ ہی کی ذات اور آپؐ کے گھر والوں سے تھی لیکن جب میں اسلام لے آئی اور آپؐ کی خدمتِ بارگاہ میں میری حاضری ہونے لگی تو میں نے آپؐ سے ایسے اخلاق اور ایسی ہمدردی اور ایسی محبّت دیکھی ہے جو میں نے دُنیا کے کسی انسان میں کبھی تصوّر نہیں کیا تھا۔ اسلئے اَب میری حالت ایسی ہو گئی کہ رُوئے زمین پر اور آسمان کے نیچے آپؐ کی ذات اور آپؐ کے خاندان اور آپؐ کے گھر والوں سے زیادہ محبوب ترین میرے نزدیک نہ کسی کی ذات ہے اور نہ کسی کا خاندان ہے اور نہ ہی کسی کے گھر والے ہیں۔

یہی سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا اخلاق اور بے پناہ ہمدردی ہے کہ

جنہوں نے زندگی بھر ظلم وستم کی کوئی حد باقی نہیں رکھی تھی اُن کے ساتھ بھی ایسا بلند اخلاق کا معاملہ اور ہمدردی اور نرمی کا رویہ تھا کہ منٹوں میں بڑے سے بڑے دُشمن کی بھی کایا پلٹ جایا کرتی تھی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عائشة قالت جاءت هند بنت عتبة قالت يا رسول الله كان على ظهر الارض من اهل خباء احب الي ان يذلوا من اهل خبائك ثم ما اصبح اليوم على ظهر الارض اهل خباء احب الي ان يعزوا من اهل خبائك۔ (بخاری شریف ۱/۵۳۹ حدیث ۳۶۸۸، ۲/۹۸۳ حدیث ۶۳۸۲، ۲/۱۰۶۰، حدیث ۶۸۷۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگی کہ یارسول اللہؐ روئے زمین میں میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ترین چیز کوئی نہیں تھی کہ میں آپؐ اور آپؐ کے خاندان کو ذلیل ہوتے ہوئے دیکھتی رہوں اور پھر آج میرا حال یہ ہوا کہ روئے زمین پر میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب تر اور پسندیدہ بات کوئی نہیں ہے کہ میں آپؐ اور آپؐ کے خاندان کی عزت وشرف کو دیکھتی رہوں۔

۱۴ حضرت ثمامہؓ کیا کہتے ہیں؟

بخاری شریف میں قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک سردار کا واقعہ ایک طویل حدیث شریف میں موجود ہے۔ حدیث شریف کا خلاصہ ہم یہاں پیش کردیتے ہیں۔ شاید اللہ کے کسی بندے کو فائدہ پہونچ جائے۔ کہ صحابہؓ کا ایک گھوڑ سوار قافلہ صوبۂ نجد کیطرف روانہ کیا گیا۔ اور مُسلمانوں کا یہ قافلہ قبیلۂ بنو حنیفہ کے علاقہ میں پہونچا۔ اور بنو حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کرکے لایا اور مسجد نبوی کے ایک سُتون سے باندھ دیا۔ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے تشریف لائے تو اس کے پاس

سے ہو کر گذرتے آپؐ اُس سے معلوم کرتے یا ثمامہ کیا حال ہے؟ تو وہ جواب دیتے کہ اے محمدؐ مجھے خیر کی امّید ہے اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو ایک صاحبِ خون کو قتل کر ڈالیں گے کہ میرا پورا قبیلہ خون کا بدلہ لینے کیلئے آپ کے مقابل میں آسکتا ہے۔ اور اگر آپ میرے ساتھ انعام کا معاملہ کریں گے تو ایک وفادار شکر کرنے والے شخص پر انعام کریں گے۔ حضرت ثمامہ تین دن تک بندھے رہے اور حضورؐ روزانہ اُن سے اسی طرح پوچھتے اور وہ یہی جواب دیتے رہے۔ پھر تین دن کے بعد آپؐ نے صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

جب حضرت ثمامہ کو چھوڑ دیا گیا تو وہ بجائے اپنے وطن لوٹنے کے مسجدِ نبوی کے سامنے حضرت ابو طلحہؓ انصاری کا باغ تھا جس کو باغ بیر حا، سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اسمیں جا کر غسل فرمایا پھر مسجدِ نبوی میں داخل ہو کر کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول فرمایا۔ اس کے بعد آقائے نامدار سے مخاطب ہو کر فرمایا ــــــ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم روئے زمین میں میرے نزدیک آپؐ کے چہرے سے زیادہ مبغوض اور کریہہ اور بدترین چہرہ کوئی نہیں تھا۔ لیکن آج منٹوں میں میرے نزدیک آپؐ کی صورت دُنیا کے تمام انسانوں کے چہروں میں سب سے زیادہ محبوب ترین چہرہ ہے۔ اور اللہ کی قسم میرے نزدیک آپ کے دین سے بدترین دین کوئی نہیں تھا۔ اور آج آپؐ کا دین میرے نزدیک دُنیا کے تمام ادیان میں سب سے محبوب ترین دین ہے۔ اور اللہ کی قسم دُنیا کے علاقوں اور شہروں میں آپ کا شہر میرے نزدیک سب سے زیادہ بدترین اور مبغوض ترین شہر تھا اور آج آپؐ کا شہر میرے نزدیک دنیا کے تمام شہروں میں سب سے محبوب ترین شہر ہے ـــــ اس کے بعد حضرت ثمامہؓ نے آپؐ سے ایک مسئلہ معلوم کیا۔ فرمایا کہ میں نے عمرہ کرنیکا ارادہ کر لیا تھا اور ابھی میں عمرہ کیلئے جا نہیں پایا تھا کہ آپؐ کے قافلہ نے مجھے گرفتار کر لیا۔ تو مجھے اب

کیا کرنا چاہیئے؟ تو حضورؐ نے بڑی خوشی کے ساتھ اُس کو بشارت دی اور عُمرہ کرنیکا حکم فرمایا۔ جب حضرت ثمامہؓ مکہ پہونچے تو بعض اہلِ مکہ نے کہا کہ ثمامہ تم بد دین ہو چکے ہو، اپنے دین سے پھر چکے ہو تو حضرت ثمامہؓ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لیکن میں اسلام قبول کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا ہوں۔ اور اللہ کی قسم اب تمہارے پاس مُلکِ یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ اسوقت تک نہیں آسکتا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے۔ یہ حدیث شریف کا مختصر ترجمہ ہے۔ عربی عبارت لمبی ہونیکی وجہ سے نہیں لکھی گئی جسکو دیکھنا ہو بخاری شریف ۲/ ۶۲۷۔ حدیث ۴۱۹۸ میں دیکھ لیں۔

قریش کے پاس بنو حنیفہ کے علاقہ یمامہ سے غلّہ آیا کرتا تھا اب جب وہاں کے سردار اسلام میں داخل ہو گئے تو وہاں کا نظام بھی اسلام کے ماتحت چلے گا۔ اسلئے حضرت ثمامہؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اب تمہارے پاس غلّہ کا ایک حبّہ تک نہیں آسکتا۔ جو کل صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، وہ آج آپؐ پر سَو بار قربان ہونے کیلئے تیار ہے۔

۱۵ عمرؓ قتل کرنے گئے تھے ایمان لیکر آئے

یہی پیغمبرِ اسلام محمد عربی سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا بلند اخلاق ہے کہ ستم گروں اور ظلم میں حد سے تجاوز کر جانے والوں کے ساتھ کیسا مقدس معاملہ ہے؟ جو کل صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا اور نام سُننا گوارا نہیں کرتا تھا آج وہ سچّا عاشق، سچّا جاں نثار اور آپکے سامنے جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ ابھی آپؐ دارِ ارقم ہی

میں مقیم تھے کہ مکّہ کے نامور بہادر عمر بن الخطاب جیسا جری اور دلیر شخص ننگی تلوار لیکر غیظ و غضب اور جنون کی حالت میں قتل کرنے کے لئے جارہا تھا، مگر وہاں جاکر کچھ اور ہی دیکھتا ہے تو بجائے قتل کے پیروں میں گرجاتا ہے اور جان لینے کے بجائے ایمان کی خلعت پہنکر سَو بار جان قربان کرنیوالا بن کر لوٹتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کا پورا واقعہ سیرت ابن ہشام مع الروض ۲/۴/۲۶، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/ ۲۰۳ میں ملاحظہ کریں۔

آپؐ کو ہماری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ہے۔ آپ کی آرزو اور کوشش یہی ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں ــــــ

اگر آپؐ کی عظیم الشان شفقت اور خیر خواہی اور دلسوزی کی لوگ قدر نہ کریں تو کچھ پرواہ نہیں۔ تنہا خدا کی ذات آپ کو کافی ہے، جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے اور نہ ہی کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ اسی بلند اخلاق اور پیکرِ محبّت کیلئے اللہ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؛ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝

۳۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات

(۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیّد الکونین علیہ السلام کے جانباز سپاہی
حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ ۚۖۛ وَ مَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۔ (سورۂ فتح ۲۹)

اللہ کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو مقدس صحابہ آپ کے ساتھ ہیں سب زور آور ہیں ۔ کافروں پر اور آپس میں نرم دل ہیں آپ ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں اللہ کا فضل و کرم اور اس کی خوشنودی ڈھونڈھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور سجدے کے آثار سے ان کے چہروں پر نور کی چمک اور شعاعیں ہیں انکی مثالی شان توریت و انجیل میں مذکور ہے ۔

دیکھئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عرش معلّیٰ سے کس شان و عظمت سے حضرات صحابہ کرامؓ کے تقدس اور عظمت شان کا اعلان فرمایا۔

اور حضرات اکابر صحابہ میں سے جو صفِ اوّل کے صحابہ کہلائے جاتے تھے اور سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قوتِ بازو اور مُشیرِ خاص کی حیثیت رکھتے تھے، ان میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا نامِ نامی بھی سرِفہرست

ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے جو مالِ غنیمت حاصل ہوا وہ انہیں کے ہاتھ سے حاصل ہوا تھا۔ اس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے بیان کریں گے۔ یہاں پر ہم حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے مختصر حالات پیش کرنے جا رہے ہیں۔ شاید کسی مسلمان کو ان کے حالات کے مطالعہ کے بعد کچھ دینی فائدہ پہونچے گا۔
اور بعض مؤرخین اور سیرت نگار حضرات سے سیرتِ صحابہ اور تاریخِ صحابہ کے لکھتے وقت ان کے حالات لکھنے میں جو مسامحت ہوئی اور ان کی طرف خلافِ واقعہ جو باتیں منسوب کی گئی ہیں اُن پر بھی بصیرت ہو جائے گی۔ وہ نہ نابینا تھے اور نہ ہی حضرت اُمّ حبیبہؓ کے شوہر تھے، اور نہ ہی انہوں نے دین اسلام چھوڑ کر نصرانیت اختیار کی تھی۔ ان سب باتوں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حضرتِ عبداللہ بن جحشؓ کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد کل بارہ۱۲ بھائی تھے۔

۱ حضرت عباسؓ ۲ حضرت حمزہؓ ۳ حضرت عبداللہ۔ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ہیں۔
۴ خواجہ ابوطالب۔ جن کا نام عبدِ مناف ہے۔
۵ زبیر ۶ حارث ۷ حجل ۸ مقوّم ۹ ضرار۔
۱۰ ابولہب۔ جن کا نام عبد العزّیٰ ہے۔ ۱۱ قثم۔
۱۲ عبد الکعبہ۔ ان میں سے دسؔ کا نام البدایہ والنہایہ ۲/۲۱۰ میں ہے۔
اور طبقات ابن سعد ۱/ ۷۷ میں ان بارہ۱۲ کے نام موجود ہیں، اور ایک اور نام کا بھی اضافہ ہے، وہاں کل تیرہ۱۳ نام ہیں۔ جن کی تفصیل ہم نے

" عبد المطلب کی اَولاد " کے عنوان کے تحت نقل کر دی ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں۔

۱۔ حضرت صفیہؓ ۲۔ حضرت اُمّ حکیم البیضاء ۳۔ حضرت عاتکہؓ۔
۴۔ حضرت امیمہؓ ۵۔ حضرت اروٰی بنت عبد المطلب ۶۔ بَرّہ بنتِ عبد المطلب ۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ کل چھ پھوپھیاں تھیں۔
ان میں سے حضرت امیمہ بنت عبد المطلب کا نکاح جحش بن ریاب بن یعمر اسدی کے ساتھ ہوا۔ اور حضرت امیمہ بنت عبد المطلب کے بطن سے جحش بن ریاب کی تین اَولادِ نرینہ پیدا ہوئیں۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن جحشؓ ۲۔ حضرت عبد بن جحشؓ ۳۔ عبید اللہ بن جحش۔

اور تین اَولاد اُناث پیدا ہوئیں۔

۱۔ حضرت امّ المؤمنین زینب بنتِ جحشؓ ۲۔ حضرت حمنہ بنت جحشؓ۔
۳۔ حضرت امّ حبیبہ بنت جحشؓ۔

یہ کل چھ اَولادیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبد المطلب کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ اور سَب کے سَب اسلام کے شروع زمانہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی مشرف بااِسلام ہو گئے تھے۔ اور تین لڑکوں میں سے حضرت عبد اللہ بن جحشؓ اسلام کی ان مایۂ ناز شخصیات میں سے تھے کہ جن کے ذریعہ سے دینِ اسلام کو حیرت انگیز قوّت ملی ہے۔ جیسا کہ حضرتِ ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت زبیر بن العوامؓ۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے ملی ہے۔

یہ وہ سب جانباز صحابہ ہیں جن کو آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے

بڑے غزوات میں اسلام کا علمبردار اور لشکر کا سپہ سالار قرار دیا ہے۔
ان شاء اللہ آگے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے متعلق اس بارے میں کچھ بیان کریں گے۔ مگر اس سے پہلے ان کے بھائی بہنوں کا تعارف کرانا ضروری ہے۔
حضرت اُمیمہ بنت عبدالمطلب کے دوسرے لڑکے حضرت عبد بن جحش ہیں۔ یہ نابینا تھے۔ ان کی کنیت ابو احمد تھی۔ وہ اپنی کنیت ابو احمد بن جحش سے لوگوں کے درمیان مشہور تھے۔
اور تیسرا لڑکا عُبید اللہ بن جحش ہے۔ اس کا نکاح بنو اُمیہ کے سیاسی سپہ سالار ابو سُفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس کی بیٹی حضرت اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان کے ساتھ ہوا۔ اگرچہ اس وقت ابوسفیان اسلام کا دشمن تھا، مگر حضرت اُمّ حبیبہ مشرّف باسلام ہوگئی تھیں۔ (اسد الغابہ ۳/۹۰)
اور تینوں صاحبزادیوں میں سے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح اوّلاً حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ ہوا۔ اس کے بعد مدینۃ المنورہ ہجرت کے بعد حضرت زید بن حارثہ سے طلاق واقع ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں ان کا نکاح سیّد الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا، جس کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب (آیت ۳۷) میں اعلان فرما دیا ہے۔
اور دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ حبیبہ بنت جحش ہیں۔ ان کا نکاح عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ (اسد الغابہ ۱/۱۴/۳۱)
اور تیسری صاحبزادی حضرت حمنہ بنت جحش ہیں۔ ان کا نکاح اسلام کے سب سے بڑے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر عبدریؓ کے ساتھ ہوا۔ مگر غزوۂ اُحد میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کے بعد حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت حمنہؓ سے شادی کر لی تھی۔ (اسد الغابہ ۶/۶۹)

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی اپنے خاندان کے ساتھ حبشہ سے واپسی

جب شروع اسلام میں کفار مکہ نے مسلمانوں کو ایذا پہونچانے اور ستانے کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رکھا تھا تو آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مظلوم صحابہؓ کو حبشہ ہجرت کرجانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، تو اس موقع پر حضرت عبداللہ ابن جحش بھی اپنے سب بھائی اور بہنوں کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ تشریف لے گئے۔

(سیرت ابن ہشام ۳/۲۰۶)

پھر وہاں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حبشہ میں یہ افواہ اُڑ گئی کہ مکہ والے سب کے سب مشرف باسلام ہوگئے تو اس خبر پر مہاجرین حبشہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ چند حضرات کو چھوڑ کر بڑے بڑے اکابر صحابہؓ اپنے پورے پورے خاندان کو لیکر مکہ مکرمہ واپس آگئے، اور حضرت عبداللہ بن جحش بھی اپنی تینوں بہنوں اور ایک بھائی ابواحمد یعنی عبد بن جحش جو نابینا تھے ان کو بھی ساتھ لیکر مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ اور حضرت ام المؤمنین امّ حبیبہ کے شوہر عبداللہ بن جحش حبشہ میں رہ گئے اور حضرت امّ حبیبہؓ بھی اپنے شوہر کے ساتھ وہیں رہ گئیں جب مسلمانوں کا یہ بڑا قافلہ مکہ مکرمہ پہونچا تو معلوم ہوا کہ مکہ والوں کے اسلام لانے کی جو خبر اُڑی تھی وہ غلط تھی، لہٰذا مُہاجرین حبشہ کا یہ عظیم الشان قافلہ مکہ مکرمہ میں آزادانہ طور پر داخل نہ ہوسکا بلکہ ان کے داخل ہونیکی یہ شکل ہوئی کہ یا تو کفار مکہ میں سے کسی کی پناہ اور کفالت لیکر داخل ہوئے یا خفیہ طور پر داخل ہوگئے۔ پھر مکہ مکرمہ میں رہ کر پریشانی کی زندگی گذاری۔ جب مدینہ ہجرت کی اجازت مل گئی تو سب سے پہلے مہاجرین حبشہ نے ہجرت کا سلسلہ شروع کردیا۔

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۳/۲۳۰)

حبشہ سے واپس آنے والے بڑے بڑے اکابر صحابہؓ

حبشہ سے واپس آنے والے بڑے بڑے اکابر صحابہؓ میں سے چند حضرات کے نامِ نامی یہاں درج کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو دیکھ کر عبرت حاصل ہو۔

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضؓ اپنی فیملی کے ساتھ۔

۲۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ اپنی فیملی کے ساتھ۔ یہ حضرات بنو عبدِ شمس کے افراد تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اپنے خاندان کے ساتھ۔

۴۔ حضرت عتبہ ابن غزوان رضؓ یہ بنو نوفل میں سے تھے۔

۵۔ بنو اسد میں سے حضرت زبیر ابن عوام رضؓ۔

۶۔ بنو عبد الدار میں سے حضرت مصعب ابن عمیر رضؓ۔

۷۔ بنو عبد ابن قصی میں سے طُلَیب ابن عُمیر رضؓ۔

۸۔ بنو زہرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضؓ۔

۹۔ حضرت مقداد ابن عمرو رضؓ۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ۔

۱۱۔ بنو مخزوم میں سے حضرت ابو سلمہ ابن عبد الاسد جو حضرت امّ المؤمنین امِ سلمہؓ کے شوہر تھے۔

۱۲۔ حضرت شماس ابن عثمان رضؓ۔

۱۳۔ حضرت سلمہ ابن ہشام رضؓ۔

۱۴۔ حضرت عیاش ابن ربیعہ رضؓ۔

۱۵۔ حضرت حارث ابن ہشام رضؓ۔

۱۶۔ حضرت عمار ابن یاسر رض۔
۱۷۔ حضرت معتب ابن عوف رض۔
یہ سب کے سب بنو مخزوم اور انکے حلیف کے لوگ تھے۔
اور بنی جمح میں سے۔
۱۸۔ حضرت عثمان بن مظعون رض۔
۱۹۔ حضرت قدامہ ابن مظعون رض۔
۲۰۔ حضرت عبداللہ ابن مظعون رض۔
اور بنو سہم میں سے۔
۲۱۔ حضرت خنیس ابن حذافہ رض
اور بنو عدی میں سے۔
۲۲۔ حضرت عامر ابن ربیعہ رض۔
اور بنو عامر میں سے
۲۳۔ عبداللہ ابن مخرمہ رض۔
۲۴۔ حضرت ابو سبرہ ابن ابی رھم رض۔
۲۵۔ حضرت سکران ابن عمرو رض۔
۲۶۔ حضرت سعد ابن خولہ رض۔
بنو حارث میں سے
۲۷۔ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رض۔
۲۸۔ حضرت عمرو ابن حارث رض۔
۲۹۔ حضرت سہیل ابن بیضاء رض۔
۳۰۔ حضرت عمرو ابن ابی سرح رض۔
۳۱۔ حضرت عبداللہ ابن سہیل ابن عمرو رض۔

یہ تمام اکابر صحابہ اپنے خاندان اور بیوی بچوں کے ساتھ حبشہ سے واپس تشریف لائے ہوئے تھے، اور جب مدینہ ہجرت کرنے کا وقت آیا تو ان تمام مہاجرین نے مدینہ کی ہجرت میں بھی سبقت فرمائی۔ لیکن چند حضرات وہ ہیں جو کسی کی کفالت میں مکّہ میں داخل ہوئے تھے۔ اور ان پر غلاموں کی طرح پابندیاں لگا رکھی تھیں، وہ حضرات غزوۂ بدر سے پہلے ہجرت نہیں کر پائے۔ بعد میں بڑی مشکلات اور تکلیفیں جھیلنے کے بعد ان حضرات نے بھی ہجرت فرمائی تھی۔ یہ پوری تفصیل سیرت ابن ہشام ۳/ ۳۲۰ سے ۳/ ۳۲۳ تک میں موجود ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ کا سیّد الکونینؐ کے ساتھ نکاح

حضرت امّ المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نامِ نامی رملہ بنت ابی سفیان ہے۔ ان کی پہلی اولاد میں ایک لڑکی ہے جن کا نام حبیبہؓ ہے۔ انہی کے نام کے ساتھ حضرت امّ حبیبہ کی کنیت پڑ گئی۔ اور حضرت امّ حبیبہؓ نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ میں قیام کے دَوران ایک خواب دیکھا۔ اور خواب میں اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کو نہایت بُری شکل میں مسخ ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت امّ حبیبہؓ نہایت پریشان اور سَرگرداں حالت میں اپنے شوہر کو یہ خواب سُنایا تو عبید اللہ بن جحش نے کہا کہ میں دُنیا کے تمام اَدیان میں دینِ عیسویت اور دینِ نصرانیت سے بہترین دین کسی کو نہیں پاتا، اسلئے میں نے اسلام چھوڑ کر دینِ نصرانیت قبول کر لیا۔ حضرت ام حبیبہؓ خواب دیکھنے کے بعد یونہی زیادہ

پریشان تھیں، اب جب شوہر کے مُرتد ہوجانے کی بات سامنے آئی تو حضرت ام حبیبہؓ پر پریشانیوں کا جو پہاڑ ٹوٹا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ معلوم ہے۔ اسی دین اسلام کی بقاء اور حفاظت کے لئے خاندان سے دشمنی مول لی، اور پورے خاندان سے کٹ گئیں۔ اور اپنے وطن عزیز مکّہ مکرمہ کو چھوڑ کر غریب الوطنی کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور یہاں بھی صرف شوہر ہی ایک سہارا تھا۔ وہ بھی دین سے بے دین ہوکر نصرانی بن گیا۔ اور شوہر کا پورا خاندان حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ مکّہ واپس جاچکا تھا۔ اب یہاں تنہا شوہر تھا، اس کا سہارا ابھی ختم ہوگیا تو نہایت کس مپرسی کی حالت میں وہاں وقت گذر رہا تھا۔ اور عبیداللہ ابن جحش بھی بدقسمتی سے نصرانی ہوجانے کے کچھ دنوں کے بعد دُنیا سے رخصت ہوگیا۔ اب حضرت ام حبیبہؓ کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی انسان کا سہارا نہیں رہا، اور عرب کا دستور تھا کہ جب بھی کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا یا عورت کو طلاق دی جاتی تو وہ عدّت گذرنے کے بعد بلا تاخیر دوسرے مرد سے شادی کرلیتی، تو حضرت ام حبیبہؓ نے عدّت گذرنے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ سے نکاح کے لئے اپنے خاندان کا معزز آدمی حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کو وکیل بنایا، لیکن ابھی حضرت عثمانؓ کے متعلق گفت گو شروع ہونے نہیں پائی تھی کہ سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف سے شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کا پیغام پہنچا، اور پیغام لیکر جانے والے صحابی کا نام حضرت عمرو بن امیۃ ضمریؓ ہیں۔ (طبقات ابن سعد ۸/۷۸)

حضرت نجاشی کے پاس ایک باندی تھی جس کا نام ابرہہ تھا، اس کو حضرت ام حبیبہؓ کے پاس پیغام رسانی کے لئے بھیجا کہ سیّد الکونین

علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف سے آپ کے پاس نکاح کا پیغام آیا ہے۔ اور حضرت امّ حبیبہؓ کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ اور انگلیوں میں سونے کے دو چھلّے تھے۔ یہ خبر سُنتے ہی ہاتھوں سے دونوں کنگن اور انگلیوں سے چھلّے نکال کر خوشی اور فرطِ مسرّت میں اس باندی کو دیدیئے۔ اور دربارِ شاہی میں مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع میں حضرت نجاشیؓ نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت نجاشی نے نکاح کا ایجاب فرمایا اور چار ہزار درھم مہر مقرر فرمایا، اور حضرت امّ المؤمنین امّ حبیبہؓ کے خاندان کے لوگوں میں سے حضرت خالد بن سعیدؓ بھی موجود تھے۔ پھر انہوں نے خطبہ پڑھکر حضرت امّ حبیبہؓ کی طرف سے قبول فرمایا، اور حضرت نجاشیؓ نے مہر کے چار ہزار درھم حضرت خالد بن سعیدؓ کے حوالہ کر کے ذمّہ دار بنادیا۔ پھر حضرت نجاشیؓ نے تمام حاضرین کو یہ کہہ کر کھانا کھلایا کہ انبیاء کی سنّت یہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا کھلایا جائے۔ چنانچہ حضرت نجاشیؓ نے سب کو کھانا کھلایا۔ پھر حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے ساتھ حضرت امّ حبیبہؓ کو امّ المؤمنین کی حیثیت سے مدینۃ المنورہ روانہ فرمادیا۔ اور مدینہ منورہ تشریف لاکر تمام مؤمنین کی ماں بن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔

(طبقات ابن سعد ۸/۷۷، اسد الغابہ ۶/۳۱۵، البدایہ والنہایہ ۴/۱۴۴، بیروتی ۴/ ۵۲۹)

ایک غلط فہمی کا اِزالہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نہ نابینا تھے، نہ حضرت امّ حبیبہ بنت ابی سفیان کے شوہر تھے، بلکہ اسلام کے ایک نامور سپہ سالار اور لشکرِ اسلام کے علمبردار تھے۔ بعض مصنفین کو سیرت نگاری اور حالات و واقعات کے نقل کرنے میں بڑی مسامحت ہوگئی ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن جحش رض کو نابینا لکھ دیا ہے۔ بعض حدیث کی کتابوں میں بھی نقل کرنے میں مسامحت اور بھول ہوگئی ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں بھی سورۂ نساء کی تفسیر کے تحت ۲/۱۳۱ میں حضرت عبداللہ بن جحش رض کو نابینا لکھا ہے۔ حالانکہ وہ نابینا نہیں تھے۔ البتہ نابینا ان کے بھائی عبدبن جحش تھے۔ جو ابو احمد بن جحش کی کنیت سے مشہور تھے۔ فتح الباری مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۸/۲۳۲ مطبع دار الریّان التراث ۸/۱۱۱، عمدۃ القاری قدیم ۱۸/۱۸۷، جدید ۱۲/۵۵۱ میں صحیح بات واضح کردی گئی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ کاتبوں نے عبدبن جحش کے بجائے عبداللہ بن جحش لکھدیا ہو۔ اور بعد کے بڑے بڑے مصنفین اور سیرت نگار اصحابِ قلم نے بھی جوں کا توں ان کو نابینا لکھ دیا ہو، جوکہ صحیح نہیں ہے۔ نیز بعض مصنفین نے حضرت عبداللہ بن جحش کو حضرت امّ حبیبہ رض بنت ابی سفیان کا شوہر قرار دیا ہے، اور العیاذ باللہ ان کو امّ حبیبہ کا شوہر قرار دیکر ان کی طرف ارتداد اور نصرانیت کی نسبت کردی ہے۔ جو نہایت غیر ذمہ دارانہ بات اور ایک عظیم الشان صحابیٔ رسول کی طرف خطرناک نسبت ہے۔ حالانکہ حضرت امّ حبیبہ رض کا شوہر ان کا دوسرا بھائی عبیداللہ بن جحش تھا۔ جس نے سرزمینِ حبشہ میں اسلام سے مُرتد ہوکر نصرانیت اختیار کرلی تھی۔ پھر نصرانیت

ہی پر بہت جلد اس کی موت واقع ہو گئی تھی ۔

(طبقات ابن سعد ۸/۷۷، اسد الغابہ ۶/۳۱۵، البدایہ والنہایہ ۴/۱۴۴، بیروتی ۴/۵۲۹)

حضرت عبد اللہؓ بن جحشؓ وادی نخلہ میں اور اسلام کی پہلی غنیمت

حضرت عبد اللہؓ بن جحشؓ ایک قدیم الاسلام جانباز سپاہیٔ رسول تھے ۔ اور وہ نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ میں حضرت عمرؓ، حضرت مصعب ابن عمیرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ کا مرتبہ اور مقام رکھتے تھے، اور ہجرتِ حبشہ کے بعد جب وہاں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ مکہ والے سب تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں، تو وہ اپنے خاندان کو ساتھ لیکر مکہ مکرمہ تشریف لے آئے ۔ اس کے بعد جب مدینۃ المنورہ کی ہجرت کا موقع آیا تو پورے خاندان کو لیکر مدینۃ المنورہ ہجرت کر گئے ۔ اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کے بعد چند ہی دن گزر پائے تھے کہ آپؐ نے ایک تجربہ کار سپہ سالار کی طرح جنگی تیاریاں شروع فرما دیں، اور اطراف و اکناف میں چھوٹے بڑے اسلامی لشکروں کو روانہ کرنا شروع فرما دیا ۔ چنانچہ سنہ ھ رمضان المبارک میں حضرت حمزہ ابن مطلبؓ کی امارت میں تیس مہاجرین کو سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا ۔ جو سریۂ سیف البحر سے موسوم ہے ۔ اور اسی سال شوال میں حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی امارت میں ساٹھ مہاجرین کو مقام رابغ کی طرف روانہ فرمایا ۔ اسی کو سریۂ رابغ سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ اور اس سریہ کا قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ مقابلہ ہوا ۔ اور اسی درمیان میں حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ، اور حضرت

عتبہ بن غزوانؓ قریش کے قافلہ سے کٹ کر اس سریّہ میں شامل ہو کر مدینہ آ گئے تھے۔ اور اسی سال ذیقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اِمارت میں بیسؓ صحابہ کو مقام خرار کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد ۲ھ ماہِ صفر میں غزوۂ ابواء اور غزوۂ بواط اور غزوۂ ذی العشیرہ وغیرہ پیش آئے۔ پھر ۲ھ ماہِ رجب میں سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے مایۂ ناز سپہ سالار حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی اِمارت میں صرف بارہؓ آدمیوں کا دستہ چھؓ اونٹوں کے ساتھ مکہّ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ کی طرف روانہ فرمایا۔ ہر ایک اونٹ پر دُو دُو آدمی سَوار تھے۔ اور حضورؐ نے ایک خط بند کر کے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ میں یہ کہہ کر دیا کہ تم اس خط کو نہ کھولنا، جب دؔو دِن کا سفر طے ہو جائے تب اس خط کو کھول کر پڑھنا۔ چنانچہ جب دؔو دِن کا سفر طے ہوا، تو حضورؐ کی ہدایت کے مطابق خط کھول کر دیکھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

کہ جب تم میری یہ تحریر دیکھو تو آگے بڑھتے جاؤ اور سفر کا سلسلہ مسلسل جاری رکھو۔ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلستان میں جاکر اُتر جاؤ۔ پھر وہاں قریش کے قافلہ کی گھات میں لگ جاؤ۔ اور ہمارے لئے اسکی خبروں کا پتہ لگاؤ۔ اس خط کے پڑھنے کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جس کو شہادت محبوب ہو وہ اُٹھ کھڑے ہوں، اور جس کو موت ناگوار ہو وہ واپس چلا جائے۔ اس پر سَارے رفقاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قافلے کے امیر حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی پیروی میں منزلِ مقصود کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور طویل مسافت طے کرنے کے بعد وادیٔ نخلہ میں جا پہونچے۔ اور بارہ افراد میں سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ ابن ابی غزوان دونوں ایک اونٹ میں شریک تھے۔ اثناءِ سفران دونوں

کا اونٹ کھو گیا۔ وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں پیچھے رہ گئے، جس کی وجہ سے یہ دونوں حضرات قافلے سے پیچھے رہ گئے اور جنگ نخلہ میں شرکت نہ کر سکے۔ اور باقی دس رفقاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وادئ نخلہ میں قریش کے قافلے کا انتظار کرتے رہے پھر قافلہ کا سامنا ہوا۔ اور جس وقت قافلے کا سامنا ہوا تھا وہ رجب کی آخری تاریخ تھی۔ تو صحابہ میں تشویش پیدا ہوگئی کہ ماہ رجب شہر حرام میں داخل ہے، جس میں قتال و لڑائی ممنوع ہے۔ لیکن پھر مشورہ ہوا کہ مہینہ ختم ہو چکا ہے۔ مقابلہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ مسلمان سپاہیوں میں سے حضرت واقد بن عبد اللہؓ کے تیر سے قریش کے قافلے کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی کی موت واقع ہو گئی۔ اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا، اور قافلے کے دوسرے لوگ سب مال و اسباب چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ (المعجم الکبیر ۲/۱۶۲ حدیث ۱۶۷۰، مجمع الزوائد ۶/۱۹۸ میں بسند صحیح روایت موجود ہے۔

چنانچہ عبد اللہ بن جحش تمام مالِ غنیمت اور دونوں قیدیوں کو لیکر مدینہ واپس ہو گئے۔ یہ اسلام کا سب سے پہلا مالِ غنیمت ہے، اور ہجرت کے بعد مسلمان سپاہیوں کے ہاتھوں سے سب سے پہلی بار قریش کا آدمی مارا گیا تھا۔ اور سب سے پہلی بار قریش کے افراد کو قیدی بنا کر لایا گیا تھا، اور اسلام میں سب سے پہلی مرتبہ اس قافلہ کے حاصل شدہ مال کو مالِ غنیمت کے طور پر تقسیم کیا گیا تھا۔ اور سب سے پہلی بار اسی غنیمت میں سے خمس نکالا گیا تھا۔ یہ پوری تفصیل البدایہ والنہایہ ۳/ ۲۴۹، طبقات ابن سعد ۲/ ۷، سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۵/۶۲ تا ۵/۶۷ میں موجود ہے۔

شہرِ حرام میں قتال

اسلام کے اس پاکباز قافلے نے وادیٔ نخلہ میں قریش کے قافلے پر رجب کا مہینہ پورا ہونے کے بعد آخری تاریخ میں دِن چھپنے کے بعد رات کے وقت میں حملہ کیا تھا۔ اور دِن چھپنے کے بعد، بعد والی رات آنے والے دِن سے متعلق ہوتی ہے۔ گذشتہ دِن سے متعلق نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ قتال شہرِ حرام گذرنے کے بعد ہوا ہے۔

اور شہرِ حرام چار ہیں۔ جن میں حضرت ابراہیمؑ کی شریعت میں قتل و قتال کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں ایک مہینہ ماہِ رجب ہے۔ اور دوسرا مہینہ ماہِ ذیقعدہ ہے۔ اور تیسرا ماہ ذی الحجہ اور چوتھا ماہِ محرم۔ ان مہینوں میں قتل و قتال جائز نہیں ہے۔ اس جنگ کے بعد مشرکین نے مسلمانوں پر طرح طرح کی الزام تراشی کی، کہ مسلمانوں نے شہرِ حرام کا احترام بھی باقی نہیں رکھا۔ حالانکہ شہرِ حرام ختم ہونے کے بعد رات میں یہ قتال ہوا تھا، تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ بقرہ آیت ۲۱۷ نازل فرمائی، کہ ان کا قتال اتنا بڑا نہیں ہے جتنا بڑا اللہ کے راستے سے روکنے اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور مسجدِ حرام سے روکنے اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکال کر باہر کردینے میں ہے۔ اور اللہ کے نزدیک یہ امور شہرِ حرام میں قتال کرنے سے زیادہ بڑے گناہ کا باعث ہیں۔

(سیرت ابن ہشام ۵/۶۵)

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی نمایاں خصوصیات

عبداللہ بن جحشؓ کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر کی حیثیت رکھتے تھے، اور اہم ترین امور میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان حضرات سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ بدر میں عظیم الشان تاریخ ساز کامیابی سے ہمکنار فرمایا تھا اور مشرکین میں سے بڑے بڑے ستر سرداران قتل کر دیئے گئے، اور ان کے نامور دیو طاقت ستر سرداروں اور پہلوانوں کو گرفتار کر کے مدینہ لایا گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرات صحابۂ کرام سے مشورہ لیا، اور مشورہ میں ایسے تین صحابہ کو مخصوص فرمایا کہ جو صحابہ میں سب سے بڑے اور عظیم الشان سمجھے جاتے تھے۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عبداللہ بن جحشؓ۔

یہ تینوں مقدس اور پاکباز شخصیات سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر کی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے مشورہ میں ان تین حضرات کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم اور مخصوص فرمایا تھا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۴/۳۲)

اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایک لمبی روایت ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ اُساریٰ بدر کے بارے میں مشورہ میں حضرت علیؓ کو بھی شامل فرمایا۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۱/۳۰ ، ۱/۳۲)

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا امیر جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمایا تھا وہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ۴/۲۵۱)

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسے شخص کو امیر منتخب کرتا ہوں جو تم میں سب سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صبر کر سکتا ہے۔ یہ فرما کر حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو امیر منتخب فرمایا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۴/۲۱)

۴۔ اسلام میں سب سے پہلا جھنڈا جو لہرایا گیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ سے لہرایا گیا۔ (الاصابہ ۴/۳۲)

۵۔ اسلام میں سب سے پہلا مالِ غنیمت حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ سے حاصل ہوا۔ (البدایہ والنہایہ ۴/۲۵۰)

۶۔ اسلام میں سب سے پہلے کفار کو گرفتار کر کے لانے والا حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا قافلہ ہے۔

(البدایہ والنہایہ ۴/۲۵۰)

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی شہادت کا سانحہ

جب غزوۂ بدر میں مشرکین کو زبردست اور سخت ترین فیصلہ کن شکست سے دوچار ہونا پڑا تو ان کا جذبۂ انتقام ان کے بچے، بوڑھے، مرد و عورت ہر گھر میں ہر شخص میں گشت کر رہا تھا۔ اور ان کا جو نقصان ہوا تھا اس کا واحد سبب ملکِ شام سے بھاری دولت لیکر آنے والے ابوسفیان کے قافلے کی حفاظت تھا۔ اس لئے ملکِ شام سے آیا ہوا سارا مال مقتولین بدر کے انتقامی جنگ میں خرچ کرنے پر سب نے اتفاق کر لیا۔ چنانچہ سنہ ۳ھ میں ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین کے تین ہزار لشکر جرار نے مدینۃ المنورہ میں آکر دھاوا بول دیا۔ اور مدینۃ المنورہ کے شمال کی جانب بیر رومہ کے پاس جبل احد کے دامن پر پڑاؤ ڈالدیا۔ اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا آخر کار ایک ہزار کے لشکر کو ساتھ لیکر جبلِ احد کے دامن پر تشریف لے گئے۔ دونوں لشکر بالکل آمنے سامنے ہوچکے۔ اسی اثناء میں رئیسُ المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول ایک ہزار میں سے تین سو سپاہیوں کو دھوکہ دیکر واپس لے گیا صرف سات سو مسلمان آقاءِ نامدار علیہ السلام کے ساتھ باقی رہ گئے۔ (البدایہ والنہایہ ۴/۱۳، طبقات ابن سعد ۲/۳۰)

آپؐ نے اپنے لشکر کا خیمہ دو طرفہ پہاڑی کے درمیان گھاٹی کے اندر لگوایا۔ اس کے بعد ایک تجربہ کار سپہ سالار کی طرح دشمنانِ اسلام کے سامنے لشکر کی صفوں کی ترتیب دی اور پچاس تیر اندازوں کو جبلِ عینین کے اوپر متعین کر دیا۔ جو جبلِ احد سے سو قدم کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ اور اس پہاڑی اور جبلِ احد کے درمیان ایک وادی تھی جو اس زمانہ میں باقی نہیں ہے بلکہ ہموار میدان کی شکل میں ہے اور وہیں پر شہداءِ احد کے مزارات ہیں۔ اور

پچاس تیر اندازوں کو وہاں پر تعینات کر دیا تھا۔ (بخاری ۱/۴۲۶) میں اس سے متعلق ایک واضح روایت ہے کہ سید الکونین علیہ السّلام نے ان تیر اندازوں کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ تمہیں اپنی جگہ سے ہرگز نہیں ہٹنا چاہیے تم یہ دیکھ لو کہ اللہ نے ہم کو کامیاب بنا دیا ہے یا یہ دیکھ لو کہ ہم کو شہید کر دیا گیا۔ اور ہماری لاشوں کو درندے نوچ رہے ہیں۔ تب بھی ہماری مدد کے لئے نہ آنا بلکہ ہم خود آدمی بھیجکر بُلالیں گے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو نمایاں کامیابی سے ہمکنار فرمایا یہ سات ۷۰۰ سو مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر تین ہزار کے مقابلہ میں ایسا ثابت ہوا گویا کہ تین ہزار کے مقابلہ میں مسلمانوں کا تیس ۳۰ ہزار کا لشکر ہے اور پیچھے کی جانب سے خالد بن ولید کے رسالہ نے یکے بعد دیگرے مسلسل تین مرتبہ حملہ کیا مگر تیر اندازوں نے انہیں تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اور قریب آنے نہیں دیا۔ اور ہر طرف سے زبردست مار دھاڑ کا سلسلہ شروع ہوا۔ حتی کہ مسلمانوں کی فوج مشرکین کے کیمپ سے آگے تک پہنچ گئی اور پورے میدانِ کار زار کے اندر مشرکین کے لشکر کے درمیان زبردست کھلبلی مچ گئی اور مشرکین بھاگنے لگے کوئی پہاڑ کی جانب کوئی دوسری جانب پورا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ اور پورا میدانِ جنگ مشرکین سے خالی ہو گیا اب مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ اعلیٰ کامیابی کیساتھ جنگ ختم ہو گئی مالِ غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔ جب تیر اندازوں نے یہ منظر دیکھا تو ان کے پچاس ۵۰ میں سے چالیس ۴۰ آدمی نیچے مالِ غنیمت کیلئے اُتر آئے اور اُوپر صرف دس ۱۰ باقی رہ گئے۔ حالانکہ ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت سمجھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یاد دلائی مگر وہ نہ مانے اور نیچے اُتر گئے۔ (بخاری ۲/۵۷۹) تو خالد بن ولید نے اس موقعہ کو غنیمت جانکر دو سو ۲۰۰ گھڑ سواروں کو لیکر یکایک اسی جانب سے حملہ کر دیا جسکی وجہ سے جنگ کا پانسا بالکل پلٹ گیا۔

اور مسلمانوں کے لشکر میں زبردست اضطراب اور تباہی پیدا ہوگئی کچھ لوگ مدینہ فرار ہوگئے اور کچھ لوگ پہاڑوں پر بھاگنے لگے اور کچھ لوگ پامردی سے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اور اُس وقت آقا ءِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس صرف نو صحابہؓ موجود تھے دو مہاجر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ اور سات انصار۔ بیہقی کے حوالہ سے البدایہ والنہایہ ۴/۲۶ میں نقل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ انصار تھے۔ ایسی صورت میں آپ کے پاس دو مہاجر کو لیکر تیرہ افراد تھے۔ اور اسی اثنا ء میں عبداللہ بن قمیہ نے تیئس گھڑ سواروں کو لیکر یکا یک آپؐ پر دھاوا بولدیا۔ عبداللہ بن قمیہ نے تلوار سے وار کیا اور عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر دندانِ مبارک شہید کیا اور عبداللہ بن شہاب نے پتھر مار کر رخسار مبارک زخمی کردیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو ہر وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فکر لگی ہوئی تھی، جب خالد بن ولید کے رسالہ نے پیچھے سے حملہ کردیا اُس وقت بڑے بڑے اکابر صحابہ میدانِ جنگ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی فاصلہ پر تھے۔ جب یہ افرا تفری اس جماعت نے محسوس کی تو اڑتی ہوئی یہ جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑی ان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت ابو طلحہ انصاریؓ حضرت مالک بن سنانؓ وغیرہ کے نام نامی سرِ فہرست ہیں۔ جب یہ حضرات آپؐ کے پاس پہنچنے لگے اس سے پہلے ہی نو صحابہؓ میں سے سات انصاری صحابہؓ کی شہادت واقع ہوچکی تھی اور آپؐ زخم خوردہ ہو چکے تھے۔ صرف حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ آپؐ کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے۔ ان حضرات کے آنے کے بعد زبردست مقابلہ ہوا اور اسی میں حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ بھی شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطِب بن

ابی بلتعہ کے ہاتھ سے عتبہ بن ابی وقاص کو وہیں پر ختم کر دیا۔ اور عبداللہ بن قمیہ کو پہاڑی بکروں نے مار مار کر ختم کر دیا اور عبداللہ بن شہاب کے مقدر میں ایمان تھا۔ اسلئے بعد میں مشرف باسلام ہوگئے۔ اور غزوۂ اُحد کے اس افراتفری کے موقعہ پر ستر صحابہؓ شہید ہوگئے۔ ان میں چھیاسٹھ انصار تھے اور چار مہاجر تھے۔
(۱) سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو وحشی بن حرب نے دھوکہ دیکر شہید کیا۔ کہ چٹان کی آڑ میں چھپ کر کے ان کے پیچھے سے نیزہ مار دیا تھا۔ (۲) حضرت عبداللہ بن جحشؓ (۳) حضرت مصعب بن عمیرؓ جنکے ہاتھ میں اسلامی لشکر کا جھنڈا تھا۔ یہ دونوں حضرات اس وقت شہید ہوئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والے لشکر کا مقابلہ فرما رہے تھے۔ (۴) حضرت شماس بن عثمان۔ (عمدۃ القاری ۱۲/۱۱۹)۔
اور بعض روایات میں چھ مہاجرین کا ذکر ملتا ہے۔ (۵) حضرت ثقیف بن عمروؓ۔
(۶) حضرت خنیس بن حذافہ جو ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے شوہر تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ، اور حضرت مصعب بن عمیرؓ ان تینوں کی شہادت سے جو صدمہ پہونچا تھا اتنا بڑا صدمہ آپؐ کی زندگی میں کبھی نہیں پہونچا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ جب اسلامی لشکر مدینہ پہنچنے لگا تو عورت، مرد، بچے، بوڑھے سب مدینہ کی آبادی سے باہر نکل کر اس فکر میں انتظار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں کہ نہیں؟ ان انتظار کرنے والوں میں سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی بہن حضرت حمنہ بنت جحش بھی تھیں جو حضرت حمزہؓ کی بھانجی اور حضرت مصعب ابن عمیرؓ کی بیوی تھیں۔ جب ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئیں اور ان سے کہا گیا کہ تمہارے ماموں حضرت حمزہؓ شہید کر دیئے گئے

تو اِنَّا لِلّٰہ پڑھا اور صبر کیا۔ اور پھر اُن سے کہا گیا کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ بھی شہید کردیے گئے تو بھی اِنَّا لِلّٰہ پڑھا اور صبر کیا۔ اللہ سے اجر و ثواب کی امید کی۔ پھر جب ان سے کہا گیا کہ تمہارے شوہر حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی شہید کردیے گئے تو یہ سن کر بے اختیار تڑپ کر چیخ اٹھیں۔ اور دھاڑ مار کر رونے لگیں۔ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کا شوہر اس کیلئے خصوصی درجہ رکھتا ہے۔ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن جحشؓ جنکی زندگی شروع اسلام سے موت تک اسلام کی قوت اور شوکت کیلئے قربانیوں سے ایک شاندار عبارت ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۞ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا ہ

۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت خاتم الانبیاء کے معجزات کے انوار کیسے تھے؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَآئِمًا اَبَدًا ❊ عَلٰی حَبِیۡبِكَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّہِمِ

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۝

(سورۂ صف آیت ۹)

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کی روشنی کو بجھا دیں محض اپنے منہ کی پھونکوں کے ذریعہ سے، حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی روشنی کو مکمل کرنے والا ہے، اگرچہ منکر کافروں کو ناگواری ہوتی ہو۔ وہ وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کی روشنی اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو باقی تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ شرک کرنے والوں کو ناگواری ہوتی ہو۔

توحید خالص اور اسلام کا آفتاب جب چمک اُٹھا تو مشرکانہ دعویٰ اور بے مغز باتیں بنا کر اور فضول بحث کر کے نورِ حق کو مدھم کرنے کی کوشش کہاں سے فروغ پا سکتی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی بیوقوف اپنے منہ سے پھونکیں مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بجھانا اور ماند کرنا چاہے۔ یاد رکھو خواہ وہ

کتنے ہی جلتے رہیں۔ جلیں بھنیں خاک ہو سکتے ہیں، مگر خدا نورِ اسلام کو پوری طرح پھیلا کر رہے گا۔ کوئی مٹا نہیں سکتا۔ اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت کے اعتبار سے ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں رہا ہے۔ باقی حکومت اور سلطنت کے اعتبار سے اس وقت غلبہ حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصولِ اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے۔ جب مسلمانوں کے اعمال اور کردار، تہذیب اصولِ اسلام پر مضبوطی سے قائم نہ رہے تو حکومت و سلطنت کے اعتبار سے دنیا کے اندر اغیار پر نمایاں غلبہ حاصل ہونا مشکل ہے۔ آج دُنیا یہی دیکھ رہی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور امریکہ و برطانیہ کے سامنے دسیوں مسلم حکومتیں سرِ تسلیم خم کر کے منہ چھپائے بیٹھ جاتی ہیں، اس لئے کہ مسلم حکومتوں کو اصولِ اسلام اور ایمان و تقویٰ کی پابندی کا دُور تک بھی واسطہ نہیں ہے۔ ورنہ پیغمبرِ اسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو بشارتیں اور معجزات عطا فرمائے ہیں وہ آفتاب اور ماہتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں اور آپؐ کا ایک ایک معجزہ دُنیا کی بڑی سے بڑی سُپر پاور طاقتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی دلیل پیش کرتا ہے۔ امریکہ چاند پر جا سکتا ہے لیکن چاند کو دو ٹکڑے کر کے نہیں دکھا سکتا۔ یہ وہ معجزہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیغمبرِ انسانیت کو عطا فرمایا ہے۔ آپ کا ایک ایک معجزہ دیکھ کر بڑے سے بڑے دشمن اور بڑے سے بڑے گمراہ لوگوں کی کایا پلٹ ہو جاتی تھی۔ بطورِ مثال یہاں پر پیغمبرِ ثقلین کے چند معجزات پیش کئے جاتے ہیں۔ شاید ان سے کسی کو فائدہ ہو جائے۔

معجزۂ شق قمر- چاند کا دو ٹکڑے ہونا

ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل سرداران قریش کی ایک جماعت جس میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب، زمعہ ابن الاسود، نظر ابن الحارث، وغیرہ بڑے بڑے لیڈران شامل تھے۔ حضرت خاتم الانبیاء، پیغمبر ثقلین سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر بڑے اتراتے ہوئے کہا کہ آج چودھویں رات کی چاندنی رات ہے اگر آپ پیغمبر برحق اور سچے رسول ہیں تو ہمارے سامنے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دو، تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو تم ایمان لے آؤ گے۔ تو انہوں نے کہا، ہم ایمان لے آئیں گے۔ تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ سے دعاء فرما کر چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا کوہِ صفا اور جبل ابو قبیس کی طرف چلا گیا اور دوسرا ٹکڑا کوہِ مروہ اور جبلِ قعان کی طرف چلا گیا۔ وادی مکہ کے تمام لوگ اس منظر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ مگر جن لوگوں کو بحث و مباحثہ اور بے حقیقت بات کرنی ہوتی ہے وہ کہاں سے مانتے۔ انہوں نے اپنی بات پلٹ کر یوں کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے جادو دکھایا ہے۔ مگر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اگر جادو ہے تو صرف حدودِ مکہ تک محدود رہیگا۔ اور اگر جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے تو پوری دُنیا کے لوگوں کو اس منظر کے دیکھنے کا واسطہ ہوگا، اس لئے انتظار کرو کہ باہر سے آنے جانے والے مسافروں سے معلوم کیا جائے کہ انہوں نے یہ منظر دیکھا تھا یا نہیں۔ فتح الباری

میں یہ بات بھی ہے کہ قریش نے دور دراز کے قبائل میں ایک وفد تصدیق کے لئے بھیجا تھا، چنانچہ ہر طرف سے اس کی تصدیق آئی کہ چاند دو ٹکڑے ہوکر ایک اس کنارے پر دوسرا دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ جب تواتر اور تسلسل کے ساتھ ہر طرف سے لوگوں نے یہ خبریں دیں، تو کافی تعداد میں لوگوں نے قبولِ اسلام کا شرف حاصل کرلیا۔ مگر جن کے دلوں کے اندر ایمان کا نور قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے وہ کہاں سے قبول کرتے۔ وہ اپنی جگہ قائم رہے۔ یہ پیغمبرِ اسلام کا ایسا معجزہ ہے کہ دُنیا کے بڑے بڑے سائنسداں بغیر پائلٹ کے دنیا کے ذرہ ذرہ کا پتہ کرنے کے لئے ہوائی جہاز تیار کرسکتے ہیں لیکن چاند کیسے دو ٹکڑے ہوسکتا ہے اس کے سمجھنے میں ان کو ہتھیار ڈالنے ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ پیغمبرِ انسانیت کا ایسا معجزہ ہے جس میں خدا کی طاقت شامل ہے۔ اس کی تفصیلی بحث البدایہ والنہایہ ۳/ ۱۱۹ تا ۱۲۲ اور فتح الباری ۷/ ۲۲۳ حدیث ۳۸۷۱ کے ذیل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

چونکہ اس موضوع میں بے شمار احادیث شریفہ وارد ہوئی ہیں جن کا نقل کرنا تفصیل طلب ہے اسلئے مختصر طور پر ایک دو حدیث نقل کردیتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ	حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَارَ فِرْقَتَيْنِ عَلٰى هٰذَا الْجَبَلِ وَعَلٰى هٰذَا الْجَبَلِ فَقَالُوْا سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَئِنْ كَانَ سَحَرَنَا فَمَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۶۴ مسند احمد ۴/۸۲

حدیث ۱۳۸۷۱)

چاند دو ٹکڑے ہوگیا، حتیٰ کہ ان میں سے ایک ٹکڑا ادھر کے پہاڑ کی طرف چلا اور دوسرا ٹکڑا اُدھر کے پہاڑ کی طرف، تو اس پر لوگوں نے کہا کہ محمد نے ہم کو جادو میں مبتلا کر دیا ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا اگر ہم پر جادو کیا ہے کہ اس بات کی طاقت نہیں رکھ سکتا کہ دُنیا کے تمام لوگوں پر جادو کر سکے۔ (لہٰذا باہر کے لوگوں سے معلوم کیا جائے۔

ایک حدیث شریف اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مروی ہے جس میں ہر طرف سے سفر کر کے آنے جانے والے لوگوں سے بھی معلوم کیا گیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ بِمَكَّةَ حَتّٰى صَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ لِاَهْلِ مَكَّةَ هٰذَا سِحْرٌ سَحَرَكُمْ بِهِ ابْنُ اَبِيْ كَبْشَةَ اُنْظُرُوْا السُّفَّارَ فَاِنْ كَانُوْا رَأَوْا مَا رَأَيْتُمْ فَقَدْ صَدَقَ وَاِنْ كَانُوْا لَمْ يَرَوْا مِثْلَ مَا رَأَيْتُمْ فَهُوَ سِحْرٌ سَحَرَكُمْ بِهِ۔

(البدایہ والنہایہ ۳/۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مکۂ مکرمہ میں چاند پھٹ گیا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہوکر اِدھر اُدھر ہوگیا۔ پھر کفار قریش نے اہل مکہ سے کہا یہ ایک جادو ہے جو تم پر ابن ابی کبشہ نے کیا ہے، تم آنے جانے والے مسافروں سے معلوم کرو، اگر انہوں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے جیسا تم نے دیکھا تو یقیناً وہ سچا ہے۔ اور اگر انہوں نے ایسا نہیں دیکھا جیسا تم نے دیکھا تو وہ جادو ہے جو اُسے تم پر کیا ہے۔

درخت کا زمین پھاڑتا ہوا آکر شہادت دینا

ایک حدیث پاک حدیث کی متعدد کتابوں میں صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت سیدالکونین علیہ السلام ایک سفر میں تھے۔ اثنائے سفر ایک دیہاتی آپؐ کے سامنے سے گذرا۔ آپؐ نے اسکو اپنے پاس بلاکر فرمایا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس دیہاتی نے کہا کہ میں اپنے گھر جارہا ہوں۔ تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر جارہے ہو تو ہمارے پاس سے ایک خیر کی بات لیکر جاؤ۔ تو اس دیہاتی نے کہا کہ وہ کونسی خیر کی بات ہے جو آپؐ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ شہادت کے یہ الفاظ سنا دیئے۔

تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.	تم اس بات کی شہادت دیدو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے کوئی اسکا ہمسر نہیں۔ اور محمدؐ اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

اس پر اُس دیہاتی نے کہا کہ اس کی سچائی پر کون گواہی دیگا؟ تو وہاں سے کچھ دُوری پر وادی کے کنارے ایک درخت تھا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ درخت شہادت دیگا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو اپنے پاس بُلایا تو وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بارگاہ میں پہنچکر اس کلمۂ شریفہ کی تین مرتبہ شہادت دی۔ اسکے بعد وہ درخت جیسے آیا تھا ویسے ہی اپنی جگہ واپس پہنچ گیا۔ حضرت خاتم الانبیاء جناب محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ جب اس دیہاتی نے دیکھا تو بے ساختہ پکار اُٹھا کہ آپ اللہ کے سچے رسُول ہیں۔ میں آپؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔

میں یہاں سے جاکر اپنے قبیلہ کے سامنے یہ کلمہ پیش کرونگا۔ اگر وہ لوگ اسکو قبول کریں گے تو میں انکو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤنگا۔ اور اگر وہ لوگ قبول نہیں کریں گے تو میں اپنے قبیلہ کو چھوڑ کر اکیلے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؐ ہی کے ساتھ رہونگا۔

یہ حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ درخت کا زمین پھاڑتا ہوا آجانا پھر واپس چلا جانا انسانی عقل کو ایسی حیرت میں ڈالنے والا ہے کہ بڑے بڑے سائنس داں اور ایٹمی دماغ والے ایسے معجزہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسلئے کہ معجزہ کا تعلق خدائی طاقت سے ہے۔ انسانی عقل سے نہیں ہے۔ ایک ایک معجزہ کو دیکھکر پورے پورے قبیلے اور علاقے نورِ ایمانی کی دولت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ اِلٰى اَهْلِيْ، قَالَ هَلْ لَكَ فِيْ خَيْرٍ؟ قَالَ مَا هُوَ؟ قَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ اسی اثنار میں ایک دیہاتی آیا، جب وہ قریب ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ تو اس نے کہا میں اپنے گھر جا رہا ہوں تو آپؐ نے فرمایا کیا تم اپنے لئے ایک خیر کی بات لیکر جا سکتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ وہ خیر بات کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس بات کی شہادت دیدو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ مَنْ شَاهِدٌ عَلٰى مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ هٰذِهِ الشَّجَرَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ خَدًّا حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا فَشَهِدَتْ اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبِتِهَا وَرَجَعَ الْاَعْرَابِيُّ اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ اِنْ يَتَّبِعُوْنِي اٰتِيْكَ بِهِمْ وَاِلَّا رَجَعْتُ اِلَيْكَ فَكُنْتُ مَعَكَ۔

وہ تنہا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے سچے رسول ہیں تو دیہاتی نے کہا کہ آپ کی بات پر کون شہادت دیگا تو آپ نے فرمایا کہ سامنے جو درخت نظر آرہا ہے یہی شہادت دیگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو اپنے پاس بلایا حالانکہ وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا تو وہ درخت زمین کر پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ پھر تین مرتبہ مذکورہ کلمہ کی اسی طرح شہادت دی جسطرح آپ نے فرمایا تھا۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ لوٹ گیا۔ تو دیہاتی یہ کہتا ہوا اپنی قوم کیطرف لوٹا کہ اگر قوم نے میری اتباع کی تو میں سب کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں گا۔ ورنہ میں تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آؤنگا۔ پھر آپ ہی کے پاس رہوں گا۔

(المعجم الکبیر ۱۲/۳۳۰ حدیث ۱۳۵۸۲، مسند ابو یعلی موصلی ۵/۱۲۴، حدیث ۵۶۳۶، مجمع الزوائد ۸/۲۹۲)

ایک بدترین نصرانی انگریز کی لاش کو قبر نے نکال پھینکا

بخاری شریف میں ایک عجیب وغریب حدیث شریف مروی ہے۔ کہ ایک نصرانی انگریز نے اسلام قبول کرلیا۔ اسکے بعد اس نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران بھی یاد کرلی تھی۔ وہ شخص لکھنا جانتا تھا اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے کچھ چیزیں لکھوائی بھی تھیں۔ پھر وہ کمبخت مرتد ہوکر دوبارہ نصرانی بن گیا۔ اور لوگوں میں یہ چرچا کرنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف وہی معلوم ہے جو میں نے لکھدیا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی جانتے ہیں جو میں نے لکھ کر پیش کردیا ہے۔ پھر اس مردود کی موت واقع ہوگئی تو اس کے لوگوں نے اُسے دفن کردیا رات گذرنے کے بعد جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اس کو قبر سے نکالکر باہر کردیا ہے اس کی لاش دھوپ میں پڑی ہوئی ہے۔ تو نصرانی لوگ یہ کہنے لگے کہ شاید یہ محمدؐ کے ساتھیوں کی سازش ہے کہ انہوں نے اسکو قبر سے نکالکر پھینکدیا ہوگا۔ تو اُسے لیجاکر دوبارہ کافی گہری قبر کھود کر دفن کردیا پھر زمین نے اُسے اپنے اندر قبول نہیں کیا بلکہ زمین نے پھٹ کر اس کو باہر نکال دیا۔ پھر لوگوں نے اُسے تیسری مرتبہ اتنی گہری قبر کھود کر دفن کیا جہاں تک گہری قبر کھودنا ممکن تھا دیکھا کہ پھر زمین نے اُسے اُگل کر باہر پھینک دیا۔ اب تمام نصرانی لوگوں کو بھی یقین ہوگیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے یہ تو قدرت کا کام ہے کہ زمین اُسے قبول نہیں کررہی ہے۔

اب انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ اسے کہاں دفن کیا جائے آخر مجبور ہوکر لوگوں نے اُسے کتوں کی لاش کی طرح دور لیجاکر پھینک دیا۔ درندوں اور پرندوں کا خوراک بنا۔ اور مرنے کے بعد بھی اس کو

ذِلت اُٹھانی پڑی ۔

یہ پیغمبرِ اسلام سیّدنا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی توہین کی سزا رہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انوارات کا مذاق اُڑایا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اُسے دُنیا کے اندر ذِلّت وخواری سے ہمکنار کیا ہے۔ نیز یہ پیغمبر اسلام سیّدنا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا معجزہ ہے جسکو دیکھ کر بہت سوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عَنْ اَنَسٍ کَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِیًّا فَاَسْلَمَ وَقَرَأَ الْبَقَرَۃَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَکَانَ یَکْتُبُ لِلنَّبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِیًّا فَکَانَ یَقُوْلُ مَا یَدْرِیْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا کَتَبْتُ لَہٗ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ فَدَفَنُوْہُ فَاَصْبَحَ وَلَقَدْ لَفَظَتْہُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا ھٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِہٖ لِمَا ھَرَبَ مِنْھُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْہُ فَحَفَرُوْا لَہٗ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی آدمی نے اسلام قبول کیا اوراس نے سُورۂ بقرہ اور سُورۂ آلِ عمران بھی یاد کرلی۔ پھر وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ لکھا کرتا تھا۔ پھر وہ مردُود مُرتد ہوکر دوبارہ نصرانی بن گیا۔ اپنے لوگوں میں یہ چرچا کرتا تھا کہ محمدؐ کچھ نہیں جانتا ہے صرف وہی جانتا ہے جو میں نے انکو لکھ کر دیا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے موت دیدی۔ تو اس کے لوگوں نے اس کو دفن کیا۔ پھر اس حال میں صبح ہوئی کہ یقیناً زمین نے اسکو باہر نکال کر پھینک دیا ہے

فَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا لِمَا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْهُ۔

(بخاری شریف ۱/۵۱۱ حدیث ۳۴۹۰)

تو اسکے لوگوں نے کہا کہ یہ محمد اور اسکے ساتھیوں کا کام ہے اسلئے کہ یہ انکے یہاں سے بھاگ کر آیا ہے، جس سے انہوں نے ہماری لاش کو قبر سے نکال کر پھینک دیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اس کیلئے کافی گہری قبر کھودی۔ اتنی گہری قبر کھودی جتنی ان کی طاقت میں تھی، اسکے بعد پھر اس حالت میں صبح ہوئی کہ زمین نے اُسے قبر سے نکال کر پھینک دیا ہے، تو اسکے لوگوں نے پھر یہی کہا کہ یہ محمد اور اسکے ساتھیوں کا کام ہے انکے یہاں سے بھاگ کر آنے کی وجہ سے ہمارے آدمی کو قبر سے نکال کر باہر ڈال دیا ہے۔ پھر انہوں نے تیسری مرتبہ ایسی گہری قبر کھودی جہاں تک ان کو قدرت تھی، پھر اس حال میں صبح ہوئی کہ زمین نے اُسے قبر سے باہر نکال کر ڈال رکھا تھا تو ان کو یقین ہوا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر اُسے مُردہ جانوروں کی طرح کوڑی پر لیجا کر پھینک دیا۔

معراج کی صبح کو حطیمِ کعبہ میں کھڑے ہو کر بیت المقدس کی چیزوں کی خبر

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف سے واپس تشریف لائے اور لوگوں کو اس کی اطلاع دی تو قریش کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ پھر قریش کے شاطر قسم کے لوگوں میں سے کسی نے یہ سوال کیا

کہ اگر آپ بیت المقدس سے ہوکر معراج میں چلے گئے ہیں تو سُنائیے کہ بیت المقدس میں کتنے ستون ہیں اس میں کیا کیا چیزیں ہیں۔ جس کے جی میں جو آیا سوال کر بیٹھا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام حطیم کعبہ میں تشریف فرما ہوگئے۔ آپؐ خود بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو اس طرح سامنے کردیا تھا کہ میں نے ایک ایک چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر کے لوگوں کو بتایا۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کئی ہزار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے معجزہ کا شرف عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی دُور کی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کے بیان فرمایا۔ اور اس زمانہ میں آج کل کی طرح ایسے ذرائع کا تصور بھی نہیں تھا کہ انسان اتنی دور کی خبر ہاتھوں ہاتھ بتا سکے یہ ایسا معجزہ تھا کہ انسانی عقل حیران رہ گئی۔ اس معجزہ کو دیکھ کر بھی بہت سے لوگوں نے ایمان قبول کرلیا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ فَقُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ جب قریش نے مجھ کو جھٹلایا تو میں حطیم کعبہ میں جاکر کھڑا ہوگیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے لئے بیتُ المقدس کو ایسا

اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔
(بخاری شریف ۱/ ۵۴۸ حدیث ۳۷۴۸، ۲/ ۶۸۴ حدیث ۵۲۴۷، ترمذی شریف ۲/ ۱۴۵)

منکشف اور ایسا روشن کردیا کہ میں ان لوگوں کو بیتُ المقدس کے ایک ایک نشانات گن گن کر بتلانے لگا، اس حال میں کہ میں ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

مُبارک اُنگلیوں سے پانی کا چشمہ

جزیرۃ العرب کی زمین سنگریلی اور ریتیلی ہے اور خشک علاقہ ہے کئی کئی سو کلومیٹر کی مسافت تک پانی کا نام ونشان نہیں اگر کہیں تالاب اور جھیل کی شکل ہے اور بارش کا پانی اس میں جمع ہوجاتا ہے تو اسکے کنارے پر پانی کی وجہ سے لوگ آباد ہوجاتے تھے۔ اسلئے جب دور دراز کا سفر کرنا پڑجاتا تو ساتھ میں پینے کا پانی ضرور رکھا جاتا تھا۔ لیکن جو پانی ساتھ میں لیا جاتا ہے وہ پورے سفر میں کافی نہیں ہوسکتا تھا۔ اس پانی کے ختم ہوجانیکے بعد دوبارہ کہیں سے پانی کا حاصل ہونا ناممکن تھا۔ اس لئے ایسے واقعات بے شمار پیش آچکے ہیں کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ مقدّس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت دور دراز سفر کررہی ہے۔ اور پانی ختم ہوچکا۔ ایسے موقع پر اگر کسی کے پاس چند قطرہ پانی بھی ہوتا تو اُسے کسی برتن میں رکھدیا جاتا۔ پھر اس میں پیغمبرِ اسلام جنابِ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مُبارک اُنگلیاں رکھ دیتے تھے۔

پھر اس میں سے چشمہ اور فوارہ کی طرح پانی نکلتا تھا اور ہزاروں لوگ اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ اور یہ منظر دیکھ کر انسانی عقل حیران ہو جاتی تھی۔

یہ حضرت پیغمبر اسلام سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے انوارات ہیں جو مقدس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں بیشمار حدیثیں وارد ہیں ہم صرف ۲ دو حدیثیں یہاں پیش کردیتے ہیں شاید کسی کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱ تین ۳۰۰ سو افراد کا سیراب ہونا

ایک دفعہ مدینۃ المنورہ کے مقام زوراء میں ایک برتن میں معمولی پانی لایا گیا اسمیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک انگلیوں کو رکھدیا تو انگلیوں کے درمیان سے چشمہ اور فوارہ کیطرح پانی نکلنے لگا۔ تین سو افراد نے سیرابی حاصل کی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَھُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَۃُ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثَمِائَۃٍ۔

(بخاری شریف ۱/۵۰۴ حدیث ۳۴۴۷، مسلم شریف ۲/۲۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا اور اسوقت آپ مقام زوراء میں تشریف فرما تھے۔ اس برتن میں آپ نے اپنا دست مبارک رکھدیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے فوارہ کی طرح پانی اُبلنے لگا تو تمام لوگوں نے اس سے وضو فرمایا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس سے پوچھا کہ آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی تو حضرت انس نے فرمایا کہ تین سو کی تعداد تھی۔

۲۔ پندرہ سو افراد کا سیراب ہونا

حُدیبیہ کے موقع پر پانی بالکل ختم ہو چکا، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن میں تھوڑا سا پانی تھا، لوگوں نے آپ سے گذارش کی کہ اتنا بڑا قافلہ ہے ان میں سے کسی کے پاس پانی نہیں ہے۔ پورے قافلہ میں وہی پانی ہے جو آپ کے برتن میں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو آپؐ کی انگلیوں سے چشموں اور فواروں کی طرح پانی اُبلنے لگا۔ تمام لوگوں نے اس سے سیرابی حاصل کرلی۔ طہارت بھی حاصل کی اور اپنے توشہ دان میں بھر لیا۔ حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا اس وقت آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی، تو حضرت جابرؓ نے فرمایا: ویسے تو ہماری تعداد پندرہ سو تھی، لیکن اگر ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو وہ بھی اپنی تمام ضروریات پوری کرسکتے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ قَالَ مَالَكُمْ قَالُوا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُدیبیہ کے موقع پر ہم شدّتِ پیاس کے شکار ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھوٹے برتن میں پانی رکھا ہوا تھا اس سے آپ وضو فرمانے لگے تو تمام لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑے تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس وضو کے لئے اور پینے کے لئے کوئی

يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُوْرُ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔

(بخاری شریف ۱/۵۰۵ حدیث ۳۴۵۱، ۲/۵۹۸ حدیث ۴۰۰۳)

پانی نہیں ہے مگر صرف وہی پانی ہے جو آپکے سامنے ہے۔ تو آپنے اس برتن میں اپنا دستِ مبارک رکھدیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے بڑے چشمے اور بڑے فوارے کی طرح پانی اُبلنے لگا۔ تو ہم نے اس میں سے پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ جابر کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی، تو حضرت جابر نے فرمایا اگر ہم لوگوں کی تعداد ایک لاکھ بھی ہوتی تب بھی کافی ہوجاتا مگر اس وقت ہماری تعداد پندرہ ۱۵۰۰ سو تھی۔

پیغمبرِ اسلام کی دُعا سے سورج کا غروب ہو کر واپس لوٹ آنا

ایک دفعہ خیبر کے سفر کے موقع پر آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مقام "صہبا" میں صحابہ کے قافلہ کے ساتھ قیام فرمایا۔ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا۔ اور حضرت علیؓ کی واپسی سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کیساتھ اوّل وقت میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ واپس تشریف لائے، اور ان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ عصر کی نماز قافلہ نے پڑھ لی ہے، اس لئے واپس آتے ہی آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خدمتِ بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ

کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آگئی جسکی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذرّہ برابر ادھر سے اُدھر حرکت نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں پڑھی۔ تو اسی وقت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دُعار فرمائی کہ اے اللہ تیرا بندہ علیؓ تیرے اور تیرے رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اپنے کو روک رکھا تھا جسکی وجہ سے عصر کی نماز وقت میں نہیں پڑھ سکا۔ لہٰذا تو اپنے فضل سے سورج کو واپس لوٹا دے۔ حضرت اسمار بنتِ عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے سورج کو غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ حتیٰ کہ سورج پہاڑوں اور زمین کے ٹیلوں کے اُوپر سے دکھائی دینے لگا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو فرما کر عصر کی نماز پڑھ لی اسکے بعد دوبارہ سورج غروب ہوگیا۔ اور سورج کا غروب ہوکر لوٹ آنا سورج کی فطری رفتار اور انسانی عقل اور قیاس واصول کے خلاف ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضراتِ انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو معجزہ عطار فرمایا وہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ چاند کے دُو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا ادِھر اور دوسرا ٹکڑا اُدھر چلا جانا۔ اور کافی دیر اسی حالت میں گذر جانے کے بعد پھر لوٹ کر جُڑ جانا چاند کی فطرت اور انسانی عقل اور قیاس واصول کے خلاف ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے ہی حیرت انگیز معجزات حضراتِ انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں۔

اسمیں کسی انسان کو اصول و قیاس کے خلاف کہنے یا دوسرے نصوص کی مخالفت ثابت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہی واقعہ دوسری حدیث شریف میں کچھ اور انداز سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ دیا۔ اور اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہوگیا۔ اور نزولِ وحی کے موقع پر حضرت سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر غشی طاری ہوگئی ہو۔ حضراتِ صحابہ کرامؓ نزولِ وحی کا منظر جب دیکھتے تو سکتہ کی حالت میں ہو جاتے تھے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر تک ذرا بھی اِدھر سے اُدھر حرکت نہیں فرمائی۔ اور اسی حالت میں سورج غروب ہوگیا۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ جب وحی نازل ہوگئی تو فراغت کے بعد آپؐ کے اوپر سے نزولِ وحی کی کیفیت ختم ہوگئی۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے علی! تم نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ فرمایا کہ نہیں پڑھی۔ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی، کہ اے اللہ علی تیرا بندہ ہے، تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں اس نے اپنے آپ کو روک رکھا تھا لہٰذا تو سورج کو واپس لوٹا دے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے معجزہ کے طور پر سورج کو واپس لوٹا دیا۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے

اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سورج غروب ہوجانیکے بعد طلوع ہو گیا، اور عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد پھر غروب ہو گیا۔ دونوں قسم کی حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ ثُمَّ اَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَاجَةٍ فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى نَبِيِّكَ فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرْقَهَا قَالَتْ اَسْمَاءُ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتْ وَذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام "صہبا" میں ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کیلئے بھیجدیا۔ پھر حضرت علیؓ اس حال میں لوٹے کہ ان کے لوٹنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی، پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سرِ مبارک حضرت علی کی گود میں رکھ دیا تو حضرت علیؓ نے اِدھر اُدھر ذرا سی حرکت نہیں فرمائی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تیرے بندے علیؓ نے تیرے نبی کی اطاعت میں اپنے آپ کو روک رکھا تھا لہٰذا تو سورج کو اس پر لوٹا دے، حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ سورج واپس طلوع ہوا یہاں تک کہ پہاڑوں کے اوپر اور زمین کے ٹیلوں کے اوپر دکھائی دینے لگا۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے۔ وضو کرکے

نمازِ عصر پڑھ لی، پھر سورج غروب ہوگیا یہ واقعہ مقام صہبار میں پیش آیا۔	(مشکل الآثار ۲/۷ حدیث ۱۲۰۸ ۴/۲۶۸ حدیث ۳۸۵۱)

دوسری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے جس میں نزولِ وحی کا ذکر ہے۔

۲۔ عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَرَاْسُهٗ فِيْ حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَرَاَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَاَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ۔ (مشکل الآثار ۲/۷، حدیث ۱۲۰۷ ۴/۲۶۸ حدیث ۳۸۵۰)

حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی اس حال میں کہ آپ کا سرِ مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا، پس علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: اے علی تم نے نماز پڑھ لی؟ عرض کیا نہیں پڑھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دُعار فرمائی کہ اے اللہ بیشک یہ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا لہٰذا سورج کو اس پر لوٹا دے۔ حضرت اسمار فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا ہے، پھر میں نے سورج کو غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

یہی حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کے ساتھ طبرانی شریف میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

٢: عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كَادَ يَغْشٰى عَلَيْهِ فَاُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا وَهُوَ فِيْ حِجْرِ عَلِيٍّ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّيْتَ الْعَصْرَ يَا عَلِيُّ؟ فَقَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَدَعَا اللّٰهَ فَرَدَّ عَلَيْهِ الشَّمْسَ حَتّٰى صَلَّى الْعَصْرَ قَالَتْ فَرَاَيْتُ الشَّمْسَ طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَابَتْ حِيْنَ رُدَّتْ حَتّٰى صَلَّى الْعَصْرَ۔

(المعجم الکبیر ٢٤/١٥٢ حدیث ٣٩١، ٢٤/١٥٠ حدیث ٣٩٠، مجمع الزوائد ٨/٢٩٧، فتح الباری ٦/٢٥٦ عمدۃ القاری ١٥/٤٣، خصائص الکبریٰ ٢/١٣٧ زرقانی ٦/٢٨٩)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ پر غشی جیسی حالت پیدا ہوجاتی تھی تو ایک دن آپ پر وحی نازل ہونے لگی اس حال میں کہ آپکا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا: اے علی کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ تو حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سورج کے لوٹ آنے کی دعاء فرمائی، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے غروب ہونے کے بعد سورج کو واپس لوٹا دیا، تا آنکہ عصر کی نماز پڑھ لی گئی حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے سورج کو غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا ہے جس وقت سورج واپس لوٹا اسوقت عصر کی نماز پڑھی گئی۔

ایک شبہ کا ازالہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں ان حدیثوں کو کمزور قرار دینے کیلئے قیاس اور اصول سے کافی زور لگایا ہے۔ اور ساتھ میں راویوں کو کمزور قرار دینے کی بھی کوشش فرمائی ہے۔ حالانکہ ان حدیثوں کی سند میں جو روایت کرنے والے افراد ہیں وہ ایسے کمزور نہیں ہیں جس کی وجہ سے ان روایتوں کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا جاسکے۔

نیز شیخ ابن تیمیہؒ کے شاگرد علامہ ابن قیم جوزی نے اس مضمون کی روایت کو دار قطنی شریف سے موضوعات میں نقل کرکے موضوع قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اور دار قطنی کی روایت کی سند میں احمد بن داؤد ہے ان کی بنا پر اس روایت کو موضوع قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

ناظرین اس سلسلے میں خبردار ہوجائیں کہ ہم نے اُوپر جو تین حدیثیں نقل کی ہیں ان تینوں میں سے کسی کی سند میں احمد بن داؤد نہیں ہیں۔ اور جس روایت میں احمد بن داؤد ہیں۔ اس حدیث کے بارےمیں کچھ کہنا درست ہے اور وہ یہاں ہیں نہیں۔

نیز جمہور محدثین نے ان تینوں حدیثوں کے بارےمیں فرمایا ہے جنکو ہم نے نقل کیا ہے کہ یہ حدیثیں کم از کم حسن کے درجہ میں ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُوپر کی دونوں حدیثوں کو اپنی کتاب مشکل الآثار میں نقل فرماکر ان حدیثوں کی توثیق فرمائی ہے۔ اور ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی سو سال پہلے گذرے ہیں۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی سو سال کے بعد شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب

منہاج السنۃ میں ان احادیثِ شریفہ پر جو اعتراضات کئے ہیں، اس قسم کے تمام اعتراضات کے جوابات شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی سو سال پہلے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں نقل کر دیئے ہیں۔ کہ بعد میں آنے والے جو اعتراضات کر سکتے تھے ان تمام اعتراضات کے جوابات پہلے دیدیئے ہیں۔ اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ سورج کا غروب ہونے کے بعد دوبارہ واپس لوٹ آنا یہ معجزہ اور نبوت کے علامات میں سے ہے جس کا انکار کرنا محرومی کی بات ہے۔ مشکل الآثار ج۲ تا ۱۰ حدیث ۱۲۰۷ تا ۱۲۱۷ کا ملاحظہ فرمائیے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری کی شرح فتح الباری حدیث ۳۱۲۴ کے تحت بحث کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم جوزیؒ کے اعتراضات پر سخت الفاظ کے ساتھ تردید فرمائی ہے اور یہ فرمایا کہ ان احادیثِ شریفہ کو کمزور قرار دے کر معجزہ کے واقعہ کو ناقابلِ اعتبار قرار دینا ان دونوں حضرات کے خیال اور گمان کی بات ہے جو درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ فتح الباری ۲۵۶/۶۔ نیز مشہور مفسر قرآن مفتی بغداد علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح المعانی میں سورۂ صٓ آیت ۳۲ اور ۳۳ کے تحت میں ان احادیثِ شریفہ پر تردید کرنے میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو تنہا قرار دیا ہے۔ اور ہم نے جو تین حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سے پہلی دونوں حدیثوں کو امام طحاویؒ اور قاضی عیاضؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور تیسری حدیث شریف کو امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے سندِ حسن کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن العراقی کی تائید بھی نقل فرمائی ہے۔

(تفسیر روح المعانی مطبوعہ دارالفکر ۱۳/۲۸۵)

اس لئے سورج لوٹ آنے سے متعلق جو تین حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں۔ وہ حسن اور مقبول حدیثیں ہیں۔ ان کو کمزور قرار دینے کے لئے زور لگانا اور بلند درجہ کے معجزہ کے انوارات کا انکار اور تردید کسی طرح زیبا نہیں ہے۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام کیلئے سُورج کا رُکا رہنا

بخاری شریف اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مفصّل حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسّلام ایک شہر کے فتح کے واسطے جنگ کیلئے روانہ ہوگئے۔ اور لشکر میں سے ہر اس شخص کو واپس کردیا جس نے نئی شادی کی ہو اور بیوی سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور ایسے شخص کو بھی واپس کردیا۔ جو مکان تعمیر کر رہا ہو۔ اور ابھی مکان کی چھت نہ پڑی ہو۔ اور ایسے شخص کو بھی واپس کردیا جس نے حاملہ جانور خریدا ہو یا اس کے پاس حاملہ جانور موجود ہو اور ولادت کا وقت قریب ہو۔ ایسے تمام لوگوں کو واپس کردیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام سے جنگ شروع ہوگئی۔ اور شہر فتح کرنیکے قریب ہوگئے اور ادہر سے سورج بھی غروب ہونیکے قریب ہوگیا تو حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے سورج کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تُو بھی حکمِ خدا کا پابند ہے، اور ہم بھی پابند ہیں پھر اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعاء فرمائی کہ اے اللہ سورج کی رفتار کو روکے رکھ۔ چنانچہ سورج اسی طرح اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ

نے شہر فتح فرما دیا۔ اور شہر کی فتح یابی کے بعد اسکے مالِ غنیمت کو اکٹھا کیا۔ اور اس زمانہ میں مالِ غنیمت حلال نہیں تھا بلکہ ایک جگہ اکٹھا کر دیا جاتا تھا پھر آسمانوں سے آگ آکر اُسے جلا کر خاک کر دیتی تھی۔ اگر جل کر خاک ہو جاتا تو قبولیت کی علامت ہوتی تھی۔ اور اگر نہیں جلتا تو مالِ غنیمت میں خیانت کی وجہ سے قبولیت میں رُکاوٹ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ سارا مالِ غنیمت ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ پھر آسمانوں سے آگ آئی مگر مال میں آگ نہیں لگی۔ تو حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام سمجھ گئے کہ اس مالِ غنیمت میں ضرور خیانت ہوئی ہے۔ چنانچہ اعلان فرما دیا کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی مجھ سے مصافحہ کرے۔ چنانچہ مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوا تو دریں اثناء مصافحہ کرتے وقت دو یا تین آدمی کا ہاتھ حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ہاتھ کیساتھ چپک گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے قبیلے کے لوگوں نے مالِ غنیمت میں چوری کی خیانت کی لہٰذا اُسے لاکر پیش کردو چنانچہ بیل کے سر کے برابر سونے کا ڈلا لاکر پیش کر دیا گیا۔ اور جب اُسے بھی مالِ غنیمت میں شامل کر دیا گیا تو آگ لگ گئی اور جل کر خاک ہو گیا۔ مسند احمد بن حنبلؒ میں روایت واضح اور صاف ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام کیلئے کئی دن تک سورج اپنی جگہ رُکا رہا۔ اور اسمیں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ جس شہر کو فتح فرمایا ہے یہ وہ شہر ہے جس میں بیت المقدّس واقع ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ۲/۳۲۵ حدیث ۸۲۹۸، فتح الباری ۶/۲۵۸ حدیث ۳۱۲۴)

اس کے بعد سورج غروب ہو گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے پیغمبروں کو معجزہ کے انوار عطاء فرمائے ہیں۔

یاد رکھیئے کہ پچھلی اُمتوں کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا لیکن

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ انعام عطا فرمایا ہے کہ ان کے لئے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا۔ بخاری کی حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا یَتْبَعْنِیْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا یَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُیُوْتًا وَلَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ یَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْیَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِیْبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَاَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَیْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ یَعْنِی النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ایک نبی جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تو اپنی قوم میں یہ اعلان فرمایا کہ ایسا شخص ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہو جو کسی عورت سے شادی کر کے نیا نیا اسکے اعضاء کا مالک ہوا ہو، اور وہ اس عورت کے ساتھ شب باشی کا ارادہ رکھتا ہو حالانکہ ابھی اس نے اسکے ساتھ شب باشی نہیں کی ہے، اور ایسا آدمی بھی ہمارے ساتھ جہاد میں شامل نہ ہو جس نے گھر کی تعمیر کی ہو اور ابھی اس کی چھت نہ پڑی ہو، اور ایسا آدمی بھی ہمارے ساتھ شامل نہ ہو جس نے حاملہ بکری یا حاملہ اونٹنی خریدی ہو اور وہ انکی ولادت کے انتظار میں ہو، یہ تین قسم کے لوگ ہمارے ساتھ شریک نہ ہوں۔ اس اعلان کے بعد جہاد شروع فرمادیا

تُطْعِمُهَا فَقَالَ إِنَّ فِيكُمْ غُلُولاً
فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ
رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ
بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ
فَلْيُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ
فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ
أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ
فِيكُمُ الْغُلُولُ فَجَاؤُوا بِرَأْسٍ
مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ
الذَّهَبِ فَوَضَعُوهَا
فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا
ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ

(بخاری شریف ۱/۴۴۰
حدیث ۳۰۴۴ ، المستدرک
بلفظ یوشع بن نون —
مشکل الآثار ۲/۸ حدیث ۱۲۱)

پھر جہاد کرتے کرتے عصر کی نماز کے وقت شہر
کے قریب پہنچ گئے۔ یا سورج اس سے بھی
غروب کیلئے قریب ہوگیا تو حضرت یوشع بن
نون علیہ السلام نے سورج کو مخاطب کرکے
فرمایا کہ تو بھی حکم خدا کا پابند ہے اور ہم بھی
پابند ہیں۔ پھر اللہ سے دُعا فرمائی کہ اپنے
فضل سے ہمارے لئے سُورج کو روک دیجئے
چنانچہ سُورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ
تعالیٰ نے اس شہر کو فتح فرمادیا۔ پھر ہر طرف
سے مالِ غنیمت کو ایک جگہ جمع کیا۔ پھر آسمان
سے مالِ غنیمت کو جلانے کے لئے ایک آگ
آئی مگر مالِ غنیمت میں نہیں لگی تو پیغمبر نے
فرمایا کہ بیشک تمہارے اندر خیانت ہوئی
ہے۔ لہٰذا ہر قبیلہ کا ایک آدمی میرے ہاتھ پر
بیعت کرے۔ تو ایک آدمی کا ہاتھ پیغمبر کے
ہاتھ کے ساتھ چپک گیا تو فرمایا کہ تمہارے قبیلہ
میں خیانت ہوئی ہے۔ لہٰذا تمہارے قبیلہ کے
لوگ ہمارے ہاتھ پر بیعت کریں، تو اس قبیلہ کے تمام افراد نے بیعت کی تو دو یا تین آدمی کے
ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ کے ساتھ چپک گئے، تو فرمایا کہ انہیں لوگوں میں خیانت ہے۔ پھر ان لوگوں نے
جاکر گائے کے سر کے برابر سونے کا ڈلا لاکر پیش کردیا، پھر جب اسکو مالِ غنیمت میں شامل کردیا
گیا تو آگ آکر مالِ غنیمت کو لگ گئی، اور سبکو آگ نے کھا کر راکھ کردیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو
ہم امتِ محمدیہ کے لئے حلال کردیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو اپنے فضل سے اس طرح معجزہ کے انوارات عطا فرمائے ہیں کہ چلتا سورج اپنی جگہ کتی روز کے لئے رُکا رہ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج رک جانے کا معجزہ پچھلے انبیاء میں سے صرف یوشع بن نون علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا باقی کسی کو یہ معجزہ حاصل نہیں ہوا۔ اس کی صراحت مسند احمد بن حنبل ۳۲۵/۲ مشکل الآثار ۲/۸ میں موجود ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ عَلٰی بَشَرٍ اِلَّا لِیُوْشَعَ لَیَالِیَ سَارَ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ۔

(مسند احمد بن حنبل ۲/ ۳۲۵، مشکل الآثار ۲/ ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک سورج کسی انسان کیلئے رُکا نہیں رہا ہے مگر چند دنوں تک حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے رُکا رہا۔ اس درمیان میں حضرت یوشع علیہ السلام بیت المقدس تک پہنچ گئے۔

لیکن سورج غروب ہوکر واپس لوٹ آنے کے معجزہ کے انوار صرف آقائے نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئے ہیں۔ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جس سے بڑے بڑے سائنس دانوں اور دانشوروں اور ایٹمی اور برقی تجربات کے ماہروں کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آجکل کے زمانہ میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا سمجھنا پہلے کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے۔ اسی طرح انبیاء

علیہم الصّلوٰۃ والسّلام پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس کا سمجھنا بھی بہت آسان ہے، کہ جب ایشیا میں بیٹھ کر موبائل ٹیلی فون سے امریکہ سے بات کی جاتی ہے۔ اور ایشیا اور امریکہ کے درمیان ایسا کنکشن اور تعلق ہوجاتا ہے جیسا کہ آمنے سامنے بات ہورہی ہے۔ تو اللہ اور رسول کے درمیان وحی کا کنکشن اور تعلق اس سے بھی کہیں زیادہ مضبوط ہوگا۔ اور جب امریکہ چاند پر جاسکتا ہے تو خدا کی طاقت کے ذریعہ سے اللہ کے رسول کا معراج کو پہنچ جانا کیا حیرت کی بات ہے۔؟ نیز اس سے بڑھ کر سائنسی تجربہ کرنے والوں کا چاند پر پہنچ جانا آسان ہے، لیکن چاند کیسے دو ٹکڑے ہوسکتا ہے ابھی ان کی عقل اس کے سمجھنے سے حیران ہے۔ اسی طرح چلتے سورج کا کئی روز کے لئے اپنی جگہ رکا رہنا یا غروب شدہ سورج کا واپس لوٹ آنا ان کی عقل کو حیرانی میں ڈال دیتا ہے۔ یہ ایسے معجزات ہیں جو انسانی عقل اور سمجھ سے بلند اور بالاتر ہیں۔ انسانی عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ صرف خدا کی طاقت اور اس کی قدرت کا مظہر ہے۔ اور اللہ کے رسولوں اور انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی سچائی اور برحق ہونے پر حجت ہیں۔ لانّہٗ من اجلّ علامات النّبوّۃ الخ مشکل الآثار ۲/۸)

ضروری گذارش

نور الانوار میں بادشاہ عالمگیر کے استاذ ملّا جیون علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے کہ سلیمان علیہ السّلام کے لئے بھی سورج لوٹ آیا تھا، اور بعض مفسرین نے بھی سورۃ صٓ آیت ۳۳ رُدُّوْھَا عَلَیَّ میں رُدُّوْھَا کے مامور بہ سورج پر مقرر کردہ ملائکہ قرار دیکر ھا ضمیر کا مرجع سورج کو قرار دیکر یہ ثابت فرمایا ہے کہ

سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی سورج لوٹ آنے کی بات ہے. لیکن جمہور مفسرین اور محدثین نے ھا ضمیر کا مرجع سلیمان علیہ السّلام کے عمدہ گھوڑوں کو قرار دیا ہے۔ اور ردّوھا کے مامور بہ گھوڑوں کے خدمت کار عملہ کو قرار دیا ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔ ایسی صورت میں آیت کریمہ سے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے واسطے سورج کے لوٹ آنے کی بات ثابت نہیں ہوتی ہے۔ نیز فقیہ بغداد ملا آلوسی علیہ الرحمتہ نے اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح المعانی میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بخاری شریف حدیث ۳۱۲۴ کے تحت حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے سورج لوٹ آنے کی بات کی تردید فرمائی ہے۔ کہ آیت کریمہ سے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے سورج کا لوٹ آنا ثابت نہیں ہوتا۔ نیز ایسی کوئی معتبر حدیث شریف بھی ثابت نہیں ہے جس میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے سورج کے لوٹ آنے کی بات ثابت ہو۔ اس لئے ہم نے جو یہ بات کہی ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ لوٹ آنے کا معجزہ صرف ہمارے آقا حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حاصل ہے۔ اس پر کسی بھائی کو اشکال اور شبہ نہ ہونا چاہیئے۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ❊ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ٥

۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت سیّد الکونینؐ کے تبرّکات کیسے حاصل کرتے تھے؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؎ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمْ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ٥

(سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جبکہ انہیں کی جنس سے ایک عظیم الشان پیغمبر بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور ظاہری و باطنی گندگیوں سے انکی صفائی کرتے ہیں اور ان کو کتابِ الٰہی اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔ اور بالیقین یہ لوگ آپ کی بعثت سے قبل صریح گمراہی یعنی کفر و شرک میں مبتلا تھے۔

اس آیتِ کریمہ کے ذریعہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امّتِ مسلمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر عظیم ترین احسان فرمایا ہے۔ آپ کی بعثت سے پہلے یہ قوم سخت ترین گمراہی میں مبتلا تھی۔ آپ کے ذریعہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے امّت میں حیرت انگیز بیداری پیدا فرمادی۔ آپ کے انوار و برکات اور آپ کے احوال و اخلاق، آپ کی سوانح زندگی، امانت و دیانت، خدا ترسی اور پاکبازی

سے پوری قوم بخوبی واقف تھی ــــ

آپؐ کے مستعمل پانی سے تبرّک حاصل کرنیکا منظر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سیّد الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اس شان کے ساتھ پیدا فرمایا تھا کہ آپ کے کردار، آپ کے اخلاق، آپ کے احوال، آپ کے احسان پورے عالم میں ہمہ گیر حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح آپ کی ذات سے تمام انسانوں کو روحانی اور ایمانی فیوض حاصل ہورہے تھے اسی طرح عالمِ انسانیت کو آپ کے تبرّکات کا فیض بھی حاصل ہوا ہے۔ اور جس طرح تزکیۂ نفوس یعنی نفسانی آلائشوں اور تمام مراتبِ شرک ومعصیت کے امراض سے شفایاب ہوکر ایمان واسلام کے روحانی انوارات کا فیض انسانوں کو حاصل ہوا ہے اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے تبرکات کے ذریعہ جسمانی امراض سے شفایابی کا فیض بھی حاصل ہوا ہے۔ جن نفوسِ قدسیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبرِ اسلام کے فیضِ صحبت سے بہرہ وَر ہونے کا سُنہرا موقع عطا فرمایا تھا ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا ہی آپ پر جاں نثار اور آپ کیلئے گرویدہ بھی بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام وضو فرماتے تو آپ کے وضو کے مستعمل پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر نہیں سکتا تھا۔ ہر قطرہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا تھا۔ بسا اوقات آپ کا مستعمل پانی حاصل کرنے کیلئے جاں نثار صحابہ آپس میں لڑ پڑتے تھے۔ اس سلسلہ میں صحیح ترین چند حدیثیں ہم یہاں نقل کردیتے ہیں ــــ

ہوسکتا ہے کسی بندۂ خدا کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱۵ تبرک کے ساتھ بشارت

بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث شریف مروی ہے جس میں حیرت انگیز واقعہ منقول ہے۔ اس واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ حنین اور طائف سے فارغ ہو کر مقام "جعرانہ" میں قیام فرمایا تھا اور اسی اثناء میں مالِ غنیمت بھی تقسیم فرمایا۔ اس موقع پر ایک دیہاتی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر کہا کہ آپ وعدہ پورا کیجئے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بشارت حاصل کرو، تو اس شخص نے ایسی حرکت کی کہ کہنے لگا کہ آپ بہت سی بشارتیں دیتے رہتے ہیں آپ تو ہم کو مال دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی، تو آپ نے غصہ کی حالت میں اس سے ناراض ہو کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور بلال حبشیؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس نے بشارت کو رد کر دیا ہے تم لوگ قبول کر لو۔ پھر آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اس میں دونوں ہاتھ اور چہرۂ مبارک کو دھویا۔ اور اس میں کلی کر کے کلی کا پانی بھی ڈالا، پھر آپ علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا آپ لوگ اس میں سے پیو اور اپنے چہرے اور سینہ پر بہا دو، اور اس کی بشارت حاصل کرو۔ یہ منظر ام سلمہؓ نے پردہ کے اندر سے دیکھا تو حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کو آواز دے کر فرمایا کہ میرے لئے کچھ بچا لو، چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کے لئے بھی کچھ بچا لیا۔ امت کے صفِ اول کے لوگوں نے اپنی خوش قسمتی سے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات سے اور آپؐ کے مستعمل پانی سے اس طریقہ سے تبرک حاصل فرمایا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔ ———————

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَۃِ بَیْنَ مَکَّۃَ وَ الْمَدِیْنَۃِ وَمَعَہٗ بِلَالٌ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ اَلَا تُنْجِزُ لِیْ وَعْدَتِیْ فَقَالَ لَہٗ اَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ اَکْثَرْتَ عَلَیَّ مِنْ اَبْشِرْ فَاَقْبَلَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی وَبِلَالٍ کَھَیْئَۃِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ رَدَّ الْبُشْرٰی فَاقْبَلَا اَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِیْہِ مَاءٌ فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْہَہٗ فِیْہِ وَمَجَّ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ اِشْرَبَا مِنْہُ وَاَفْرِغَا عَلٰی وُجُوْھِکُمَا وَنُحُوْرِکُمَا وَاَبْشِرَا فَاَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ مِنْ وَّرَآءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّکُمَا فَاَفْضَلَا لَھَا مِنْہُ طَائِفَۃً۔

(بخاری شریف ۲/ ۶۲۰، حدیث ۴۱۵۶)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس موجود تھا، جب حضورؐ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام جعرانہ میں قیام فرمایا تھا، اور ساتھ میں حضرت بلالؓ بھی موجود تھے، اچانک ایک دیہاتی نے آکر کہا کیا آپ وہ وعدہ پورا نہیں کرتے جو مجھ سے کیا ہے؟ تو آپ نے اس سے کہا بشارت حاصل کرو تو اس نے کہا، آپ کی بشارت ہمیں بہت ہوگئی۔ آپ تو اَبْشِرْ کہتے رہتے ہیں، تو آپ نے حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی طرف غم وغصہ کی حالت میں متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس نے بشارت کو رد کر دیا ہے آپ دونوں قبول کر لو۔ ان دونوں نے کہا ہم ضرور قبول کریں گے۔ پھر ایک بڑے پیالہ میں پانی منگایا گیا اس میں آپ نے دونوں ہاتھ اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اسمیں اپنی کلّی کا پانی ڈالا، پھر فرمایا تم اسمیں سے پی لو اور اپنے چہرہ اور سینے پر بہاتے جاؤ اور بشارت حاصل کرتے جاؤ تو ان دونوں نے پیالہ لیکر ایسا ہی کیا، تو حضرت ام سلمہؓ نے پردہ کے پیچھے سے آواز دیکر فرمایا کہ تم اپنی ماں کے لئے کچھ بچادو، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کے لئے اسمیں سے کچھ بچالیا گیا۔

۲ وضو کے پانی کو بدن پر ملنے کا منظر

بخاری شریف میں ایک حدیث شریف وارد ہوئی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کر کے صحابۂ کرام اپنے پورے بدن پر ملتے تھے، اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ تاکہ صحابۂ کرام آپ کے تبرکات سے برکت اور بشارت حاصل کریں۔ جیساکہ ماقبل میں لمبی حدیث شریف ناظرین کے سامنے آچکی ہے۔ یہاں ایک مختصر حدیث شریف پیش کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْھَاجِرَۃِ فَصَلّٰی بِالْبَطْحَاءِ الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ رَکْعَتَیْنِ وَنَصَبَ بَیْنَ یَدَیْہِ عَنَزَۃً وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسَ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْءِہٖ۔

(بخاری شریف ۱/۲۷ حدیث ۴۹۵)

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے سامنے تشریف لائے اور مکہ مکرمہ کے سنگلاخ میدان میں ظہر اور عصر کی نماز دُو دُو رکعتیں پڑھائیں (اسلئے کہ آپ اسوقت مسافر تھے) اور آپنے اپنے سامنے ایک چھوٹا سا نیزہ سترہ کے طور پر گڑوا دیا اور آپنے وضوء فرمایا تو آپکے وضو کے مستعمل پانی کو حضراتِ صحابۂ کرامؓ (تبرک کے طور پر) اپنے بدن پر ملنے لگے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی زیادہ وضاحت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے آپ کے وضو کے مستعمل پانی کو ایک برتن میں جمع کر لیا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ بلالؓ کے پاس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا مستعمل پانی ہے تو ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر صحابہ نے حضرت بلالؓ

کو آکر گھیر لیا، پانی بہت تھوڑا سا تھا، اسلئے کسی کو ملا کسی کو نہیں ملا۔ اور جن لوگوں کو ملا ان لوگوں نے جلدی جلدی اپنے اعضاء پر مَل لیا، اور جن لوگوں کو نہیں مل پایا تھا انہوں نے اپنے اعضاء کو دوسروں کے تر اعضاء سے مَلکر تبرک حاصل کیا ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِکَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ شَیْئًا اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ۔

(بخاری شریف ۱/۵۴ حدیث ۳۷۶)

حضرت ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کے سُرخ خیمہ میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ وہ حضورؐ کے مستعمل پانی کو (ایک برتن میں) لئے ہوئے تھے اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس پانی کو حاصل کرنے کیلئے بلالؓ کے پاس دوڑ دوڑ کر جارہے ہیں، اور جس شخص کو اس پانی کا کچھ حصّہ ملا وہ اسکو بدن میں مَل لیتا ہے۔ اور جسکو اس پانی میں سے کچھ نہیں ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری میں سے حاصل کر لیا۔

ایک حدیث حضرت امام ابو بکر بیہقیؒ نے اس سے بھی زیادہ تفصیل سے نقل فرمائی ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے تو حضرات صحابہ ہر طرف سے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے، اور ہر ایک نے پانی لیکر اپنے اعضاءِ بدن پر ملنا شروع کر دیا، اور جن کو پانی نہ مل سکا وہ دوسرے بھائیوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملنے لگے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی سے تبرک حاصل کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابہ کا یہ منظر دیکھا تو صحابہ سے فرمایا کہ تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے ابھارا۔ تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھے یا اللہ اور اسکا رسول اس سے محبت کرے تو اس کو تین کام کرنے لازم ہیں (۱) جب بھی بولے سچ بولا کرے، جھوٹ نہ بولے۔ (۲) جب تم میں سے کسی کے پاس کسی کا حق یا امانت ہو تو اس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرے (۳) اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی کرے۔

جس شخص کے اندر یہ تین صفتیں موجود ہوں صحیح معنی میں وہی اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اس حدیث شریف میں بھی آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کئے ہوئے پانی کے استعمال کا عجیب منظر پیش کیا گیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی هٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ یُحِبَّهُ اللّٰهُ وَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے مروی ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو سارے صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو اپنے اعضاء اور بدن پر ملنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے کہا تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا ہے تو صحابہؓ نے جواباً عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی محبت نے تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول

رَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ۔

(شعب الایمان للبیہقی ۲/۲۰۱، حدیث ۱۵۳۲)

صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے یا اللہ اور اسکے رسولؐ اس سے محبت کریں تو چاہیئے کہ جب بات کرے تو سچ بولے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو بلا تاخیر ادا کردے اور اپنے ان پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا معاملہ کرے جو اس کے آس پاس رہتے ہیں۔

آپ کی ناک کی رینٹ سے برکت

جب صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے عروہ ابن مسعود آیا اس نے آپ سے کہا اے محمدؐ آپ اپنے ساتھیوں کے چکر میں مت پڑیئے یہ کبھی آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تو اس پر حضرت صدیقِ اکبرؓ نے جلال میں آکر عروہ ابن مسعود کو بہت سخت سُست کہا کہ تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ ہم حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ پھر عروہ ابن مسعود کیا منظر دیکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے ہیں تو آپ کا تھوک زمین پر نہیں گر پاتا بلکہ کسی نہ کسی جان نثار صحابیؓ کے ہاتھ میں گرتا ہے۔ اور دیکھا کہ جب آپ ناک جھاڑتے ہیں تو آپ کے ناک کی رینٹ زمین پر نہیں گر سکتی بلکہ کسی نہ کسی صحابیؓ کے ہاتھ میں گرتی ہے۔ جب اس نے صحابہؓ کی اسقدر جاں نثاری کا منظر دیکھا تو اس نے مشرکین سے آکر کہا کہ میں تمہارے لئے باپ کے درجہ میں ہوں، اور تم میری اولاد کے درجہ میں ہو، میں تمہیں کبھی غلط

مشورہ نہیں دے سکتا۔ اور تم کو یہ بات بھی معلوم ہے کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں حاضری دے چکا ہوں، اور دُنیا کے بڑے بڑے شُپر پاور قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی حاضر ہو چکا ہوں۔ میں نے بڑے سے بڑے کسی بادشاہ کے درباریوں کو ایسا جاں نثار نہیں دیکھا ہے جو جان نثاری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے میں نے دیکھی ہے۔ اور محمد کے ساتھیوں سے محمد کو جو عزت حاصل ہے وہ دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ کو اپنے درباریوں سے حاصل نہیں ہے۔ درباریوں سے یہ تو دیکھنے میں آیا ہے کہ بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں، سر جھکاتے ہیں، لیکن یہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا کہ بادشاہ کے تھوک اور رینٹ اپنے ہاتھ میں لیکر صاف کرتے ہوں لیکن یہاں تو کچھ اور دیکھنے میں آیا کہ محمد کے جاں نثار ساتھی محمد کے تھوک اور رینٹ کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، اور اس کو ہاتھوں ہاتھ لیکر اپنے بدن پر ملتے ہیں۔ محمد کے ایک ایک ساتھی ان کے لئے سو بار جان دینے کیلئے تیار ہیں۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ تم محمد کے ساتھ صلح کا معاملہ کر لو۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ــــــ

عَنِ الْمِسْوَرِ وَالْمَرْوَانَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَتَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ ۔ (بخاری شریف ۱/۳۸ کتاب الوضوء، باب ۷۱)

حضرت مسور بن مخرمہؓ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حُدیبیہ کے زمانہ میں جب روانہ ہو گئے اور حُدیبیہ میں قیام فرمایا تو آپؐ ناک نہیں جھاڑتے تھے مگر ناک کی رینٹ صحابہ میں سے کسی نہ کسی کی ہتھیلی میں گرتی تھی پھر اسکو اپنے چہرہ اور بدن پر ملتے تھے۔

ایک حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے۔ بخاری شریف کتاب الشروط میں صلح حدیبیہ سے متعلق ساڑھے تین صفحہ پر مشتمل ایک مفصل حدیث شریف مروی ہے اور اسمیں صاف لفظوں میں حدیث شریف کے الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ آپؐ جب ناک جھاڑتے تھے تو ناک کی رینٹ زمین پر نہیں گر سکتی تھی، بلکہ صحابۂ کرامؓ میں سے کسی نہ کسی کی ہتھیلی میں گرتی تھی۔ اور اسکو اپنے چہرے اور بدن پر ملتے تھے۔ اور جب آپ کسی کام کے لئے حکم فرماتے تو آپ کے حکم کی تعمیل میں سب لوگ دوڑ پڑتے تھے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے پانی کو حاصل کرنے کیلئے آپس میں لڑ پڑتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز پست کر لیتے اور اُسے دھیان سے سُنتے۔ عروہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو ایسا مقام ملتا ہوا نہیں دیکھا ہے جو مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور ایسا اعزاز اور ایسی جاں بنثاری کسی سے نہیں دیکھی ہے، جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے دیکھی ہے۔ لمبی حدیث شریف کا مختصر ٹکڑا ملاحظہ فرمائیے۔

ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَ	پھر عروہ بن مسعود حضور کے ساتھیوں صحابہ کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھنے لگا، کہتے ہیں اللہ کی قسم حضورؐ نے کبھی ناک نہیں جھاڑی مگر آپ کی ناک کی رینٹ ان صحابہ میں سے کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر گری، پھر اس کو اپنے چہرہ اور اپنے بدن

جِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهُمْ وَاِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْءِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُّ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا۔ الحديث

(بخاری شریف کتاب الشروط ۱/۳۷۹ حدیث ۲۶۵۱)

پر مَلا، اور جب آپ حکم فرماتے تو تعمیلِ حکم میں سب دوڑ پڑتے تھے۔ اور جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے وضو کے مستعمل پانی حاصل کرنے میں لڑ پڑتے تھے، اور جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے سب کی آواز پست ہوجاتی تھی، اور آپ کی طرف تعظیم کیوجہ سے نگاہ اٹھاکر نہیں دیکھتے تھے۔ پھر عروہ ابن مسعود اپنے مشرک ساتھیوں کے پاس جاکر کہنے لگا اے قوم اللہ کی قسم یقیناً میں دنیا کے بادشاہوں کے پاس حاضری دے چکا ہوں۔ اور قیصر و کسریٰ نجاشی کے دربار میں بھی حاضر ہوچکا ہوں میں نے کبھی کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا ہے کہ اسکے ساتھی اور درباری اسکی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد کے ساتھی محمد کے ساتھ کرتے ہیں۔

مستعمل پانی حاصل کرنے میں لڑائی کا منظر

حضرت محمود ابن الربیع رضی اللہ عنہ اصاغر صحابہ میں سے ہیں حضرت سید الکونین علیہ السلام نے کلی کا پانی انکے چہرے پر بہایا تھا۔ اسلئے دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں انکا بڑا

اعزاز رہا ہے۔ اور حضرت مسور ابن مخرمہؓ بھی صحابی رسول ہیں۔ یہ دونوں حضرات ایک ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرماتے تو آپ کے وضو کا مستعمل پانی زمین پر نہیں گر سکتا تھا۔ حضرات صحابہ کرامؓ ہاتھوں ہاتھ لیکر اپنے بدن میں ملا کرتے تھے اور آپؐ کے وضو کے وقت صحابہؓ کے درمیان ایک عجیب کھلبلی مچ جاتی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے تبرک حاصل کرنے میں آپس میں لڑ پڑتے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اِبْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهٖ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ وَاِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْءِهٖ۔

(بخاری شریف ۱/۳۱ حدیث ۱۸۹)

حضرت امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو محمود ابن الربیع نے بتلایا اور وہ وہی صحابی رسول ہیں جن کے چہرے پر ان کے خاندان کے کنویں سے پانی لیکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلی کا پانی ڈالا تھا، اور اس وقت وہ نابالغ لڑکے تھے۔ عروہ ابن زبیرؓ، مسور ابن مخرمہؓ سے نقل فرماتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت محمود ابن الربیع اور حضرت مسور بن مخرمہ ذیل کی حدیث بیان کرنے میں ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے تھے۔ حدیث یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے۔ تو صحابہ آپؐ کے وضو کے مستعمل پانی کے حاصل کرنے میں آپس میں لڑ پڑتے تھے۔

وضو کے مستعمل پانی سے شفا یابی

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں سخت مرض میں مبتلا تھا اور مرض کی شدّت اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی تھی تو آقائے نامدار علیہ السّلام عیادت کیلئے تشریف لائے، ساتھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضورؐ کی تشریف آوری کا مجھے کوئی علم نہیں تھا حضورؐ نے وضو فرمایا اور وضو کا استعمال کیا ہوا پانی ایک برتن میں جمع کر لیا گیا اور اس پانی کو میرے اُوپر بہا دیا گیا، اس سے اللہ نے مجھے مکمل شفا عطا فرمائی۔ حضرت جابرؓ کے اس واقعہ سے متعلق حدیث شریف صحاح کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ ہم یہاں بخاری کی حدیث ذکر کرتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍؓ يَقُوْلُ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا مَرِيْضٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْءِهٖ فَعَقَلْتُ۔

(بخاری شریف ۱/۳۲ حدیث ۱۹۴)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں سخت مرض میں مبتلا تھا جس سے مجھے غشی طاری ہونیکی وجہ سے ہوش وحواس باقی نہیں تھا، رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کیلئے تشریف لائے تو آپؐ نے وضو فرما کر وضوء کا مستعمل پانی میرے اُوپر بہا دیا اس سے میرے ہوش وحواس درست ہو گئے۔

ایک اور حدیث شریف اس سے بھی واضح الفاظ کے ساتھ مروی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ عَادَنِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ پیدل چل کر میرے

فِي بَنِي سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ۔

(بخاری شریف ۲/۶۵۸ حدیث ۴۳۹۱، ۲/۸۴۴ حدیث ۵۴۲۲، ترمذی شریف ۲/۲۹)

عیادت کیلئے تشریف لائے ۔ اور میں بنوسلمہ میں موجود تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس حالت میں پایا کہ شدّتِ مرض کی وجہ سے میں ہوش میں نہیں تھا، تو ایک برتن میں پانی منگایا گیا تو آپؐ نے اس پانی سے وضو فرمایا پھر وضو کا مستعمل میرے اُوپر بہادیا گیا تو اس سے مجھ کو افاقہ ہوگیا۔

ایک دوسری حدیث شریف حضرت سائب ابنِ یزیدؓ سے کچھ اور انداز سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے سَر میں بہت سخت درد تھا تو میری خالہ نے مجھے آقائے نامدار علیہ السّلام کی خدمتِ بارگاہ میں پیش کردیا اور خالہ نے فرمایا کہ میرے بھانجہ کے سَر میں سخت درد ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سَر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دُعا فرمائی۔ پھر آپؐ نے وضو فرمایا اور وضو کے مستعمل پانی کو میں نے پی لیا۔ اس کے بعد میرے سَر میں کبھی دَرد نہیں ہوا۔ اور چوں کہ میں نابالغ بچّہ تھا اس لئے آزاد تھا، کسی بات کی پابندی میرے اُوپر نہیں تھی۔ اس لئے جب سَر کا دَرد ختم ہوا تو میں اِدھر اُدھر آپ کے چاروں طرف گھومنے لگا پھر آپ کے پیچھے کی طرف جاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مُبارک میں دونوں مونڈھوں کے درمیان خاتم نبوّتؐ کو دیکھا۔ اس حدیث شریف میں بھی آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وضو کے مستعمل پانی سے شفایابی کی بات ثابت ہوتی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔

(بخاری شریف ۲/۸۴۷ حدیث نمبر ۵۴۵۲، ۱/۳۱ حدیث نمبر ۱۹۰)

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ نے مجھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بارگاہ میں پیش کرکے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ میرے بھانجے کے سر میں درد ہے تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر وضو فرمایا۔ پھر میں نے آپؐ کے وضو کا پانی پی لیا (افاقہ پاکر) آپؐ کے پیچھے جاکر کھڑا ہو گیا تو میں نے آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان خاتم نبوت کو دیکھا۔ اور خاتم نبوۃ ایسا نظر آرہا تھا جیسے چھپر کھٹ کی گھنڈی۔

حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی پھوٹی ہوئی آنکھ صحیح ہو گئی

ایک عجیب و غریب واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ اجلہ صحابہ میں سے ہیں۔ غزوۂ احد سے کچھ پہلے ان کی شادی ہوئی تھی۔ نئی نئی شادی کا زمانہ تھا اور بیوی سے بہت گہری محبت تھی نئی شادی کے زمانہ میں نوجوانوں کا یہی حال ہوا بھی کرتا ہے۔ لیکن ان کو جو اپنی بیوی سے محبت تھی وہ کچھ جداگانہ تھی۔ اسی اثنا میں غزوۂ احد میں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شرکت فرمائی۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت قتادہ ابن نعمانؓ بھی انہیں پچاس تیر اندازوں میں شامل تھے جن کو آپؐ نے

جبل رُماۃ پر تعینات کر دیا تھا جب خالد ابن ولید کے جتھے نے پیچھے کی جانب سے آکر حملہ کر دیا تھا اس سے صحابۂ کرامؓ میں زبردست افراتفری پیدا ہو گئی تھی اسی گھتم گھتا میں حضرت قتادہ ابن نعمان کی ایک آنکھ میں ایسا ضرب لگا کہ ان کی آنکھ اپنی جگہ سے نکل کر چہرے پر لٹک گئی انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ یا رسُول اللہ اگر میری یہ آنکھ چلی گئی تو میری بیوی کو نفرت پیدا ہو سکتی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میری بیوی میں نفرت پیدا ہو جائے۔ اور میں اس سے بہت محبّت کرتا ہوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مُبارک سے ان کی آنکھ کو اپنی جگہ رکھکر درست کر دیا۔ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آنکھ کو پہلے سے زیادہ خوبصورت بنا دیا اور پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیا۔ اور دوسری کے مقابلہ میں اس آنکھ میں روشنی بھی زیادہ پیدا فرما دی۔ اور پھر کبھی زندگی بھر اس آنکھ میں کسی قسم کی بیماری لاحق نہیں ہوئی۔ یہ آقائے نامدار علیہ السّلام کی برکات کا فیض ہے۔ یہ حدیث شریف حدیث کی مختلف کتابوں میں مختصر اور مفصّل دونوں طرح موجود ہے۔ ہم یہاں پر مستدرک حاکم کی مفصّل روایت کا ایک ٹکڑا نقل کر دیتے ہیں ۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

وَشَهِدَ قَتَادَةُ بْنُ نُعْمَانَ الْعُقْبَةَ مَعَ السَّبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ وَكَانَ مِنَ الرُّمَاةِ الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِدَ بَدْرًا وَاُحُدًا وَرُمِيَتْ عَيْنَهُ

حضرت قتادہ بن نعمانؓ انصار کے ان ستّر پاکباز نفوس قدسیہ میں شامل تھے جنہوں نے بیعت عقبہ میں شرکت فرمائی تھی اور آپ کے اصحاب میں غزوۂ اُحد کے موقع پر جو ستّر تیر اندازوں کو تعینات کیا گیا تھا۔ انہیں میں یہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے

يَوْمَ اُحُدٍ فَسَالَتْ حَدَقَتُهٗ عَلٰى وَجْنَتِهٖ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عِنْدِيْ اِمْرَأَةً اُحِبُّهَا وَاِنْ هِيَ رَأَتْ عَيْنِيْ خَشِيْتُ تَقْذِرُهَا فَرَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بِيَدِهٖ فَاسْتَوَتْ وَرَجَعَتْ وَكَانَتْ اَقْوٰى عَيْنَيْهِ وَاَصَحَّهُمَا بَعْدَ اَنْ كَبُرَ۔

(المستدرک للحاکم ۵/۱۹۶۲ حدیث ۵۲۸۱، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/۳۴۵)

غزوۂ بدر میں بھی شرکت فرمائی اور غزوۂ احد میں بھی شرکت فرمائی اور جنگِ اُحد کے دن اُن کی آنکھ پر ایسا تیر لگا کہ آنکھ کی پتلی نکل کر ان کے رُخسار پر لٹک گئی اس سے خون اور پانی بہنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بارگاہ میں آکر فرمایا یا رسُول اللہ ﷺ میرے پاس ایک ایسی بیوی ہے جس سے میں بہت محبّت کرتا ہوں اگر اس نے میری آنکھ کو اس حالت میں دیکھ لیا تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ نفرت کریگی تو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مُبارک سے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا کر درست کردیا۔ اور آنکھ اپنی جگہ صحیح ہو کر لوٹ آئی اسکے بعد انکے بوڑھاپے تک انکی دونوں آنکھوں میں سے یہی آنکھ زیادہ مضبوط اور زیادہ صحیح رہی ہے۔

ایک حدیث شریف کچھ مختصر ہے اس میں اس طرح کی وضاحت ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ اپنی جگہ سے نکل کر رُخسار پر گر گئی حضورؐ نے اس کو لیکر اپنی جگہ پر رکھدیا تو وہ آنکھ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوگئی۔

حدیث شریف مُلاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ اُصِيْبَتْ عَيْنُ قَتَادَةَ يَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلٰى وَجْنَتِهٖ فَرَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عاصم ابن عمر ابن قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن قتادہ ابن نعمانؓ کی آنکھ پر سخت ضرب لگا حتی کہ آنکھ اپنی جگہ سے نکل کر رُخسار پر گر گئی تو حضور اکرم صلی اللہ

وَسَلَّمَ فَكَانَتْ اَحْسَنُ عَيْنَيْهِ۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ۴/۹۰، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/۲۴۶ بالفاظِ دیگر الاصابہ ۵/۳۱۸)

علیہ وسلم نے اس کو اپنی جگہ لوٹا دی تو وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں زیادہ خوبصورت ہوگئی۔

آقا کے لُعابِ دہن سے شفاء

جنگِ خیبر میں جو اہم ترین قلعہ تھا وہ کسی طرح فتح نہیں ہو پا رہا تھا ایک دن شام کو آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ اعلان فرمایا کل ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دیا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ پر فتح یابی عطا فرمائیگا وہ اللہ اور اللہ کے رسُول سے محبّت رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کے رسُول بھی اس سے محبّت رکھتے ہیں۔ جب شام کو آپؐ نے اعلان فرمایا تو تمام صحابہؓ نے اس فکر میں رات گذاری کہ وہ شخص کون ہوگا جس کے بارمیں اللہ اور اللہ کے رسُول کے محبوب ہونیکا اعلان کیا جا رہا ہے۔ اور اس محبوب کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں گے تو صبح صبح بڑے بڑے اکابر صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور سب کو یہ امید تھی کہ شاید جھنڈا ہمارے ہاتھ میں آئیگا لیکن حاضر ہونے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا کہ علی ابن ابی طالبؓ کہاں ہیں تو لوگوں نے کہا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بیمار ہیں اُن کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہے۔ ان کی آنکھیں کھولی نہیں جارہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی حالت میں بُلوایا اور اپنا لعابِ دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

آنکھ میں ڈالا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کے واسطے دُعا بھی فرمائی تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ ایسی صحیح ہوگئی کہ تا حیات اس آنکھ میں کبھی درد تک نہیں ہوا۔ یہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مُبارک ہاتھوں کی برکت کی ایسی شفا ہے جو دائمی ہے۔ پھر اس میں کبھی زندگی بھر علاج کی ضرورت نہیں ہوئی۔

بہرحال پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا گیا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح یابی سے ہمکنار فرمایا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے۔ اس لئے حدیث شریف کا صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس کا تعلق آنکھوں کی شفا سے ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ فَاُتِیَ بِہٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَدَعَا لَہٗ فَبَرَأَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ۔ (بخاری شریف ۲/۶۰۵، حدیث ۴۰۵۷)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں تو لوگوں نے کہا یارسول اللہ! انکی دونوں آنکھوں میں سخت تکلیف ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اُن کو بُلا کے لاؤ پھر ان کو لایا گیا تو حضورؐ نے انکی دونوں آنکھوں میں اپنا لُعابِ دہن لگا دیا اور ان کیلئے کامیابی کی دُعا فرمائی تو اس سے ایسے صحت یاب ہوگئے گویا کہ ان کو کوئی درد ہی نہیں تھا۔

زخم پر دستِ مُبارک پھیرنے سے شِفاء یابی

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی صحابی کو سخت زخم لگا ہوا ہے یا ہڈی ٹوٹ گئی ہے تو حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ہاتھ پھیر دینے کی وجہ سے ایسی شفایابی ہوگئی کہ جس سے ایسا لگتا تھا کہ نہ کبھی اس جگہ پر زخم ہوا ہے اور نہ کبھی ہڈی میں کوئی ضرب لگا ہے بلکہ دوسرے اعضاء سے بھی زیادہ مضبوط اور طاقتور عضو بن چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کو جب ابو رافع یہودی کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا گیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عتیک اسکے قلعہ کے اندر داخل ہوگئے اور اس کی قیامگاہ کئی منزل اُونچائی پر تھی۔ جب اسکا کام تمام کرکے زینہ سے نیچے اُترنے لگے تو زینہ سے نیچے گِر کر ان کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی، اسی حالت میں کسی طریقہ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگئے اور آپؐ کی خدمت میں پیر کی ہڈی ٹوٹنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پیر کو میری طرف پھیلا دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے پیر پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا تو فرماتے ہیں کہ وہ پیر ایسا صحیح ہوگیا کہ کبھی اس پیر میں کسی قِسم کی چوٹ ہی نہ لگی ہو۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے اسلئے صرف وہ حِصّہ نقل کرتے ہیں جسمیں پنڈلی ٹوٹنے کا واقعہ ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرَجَةٍ لَهٗ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَاَنَا اُرٰى

حضرت عبداللہ بن عتیک فرماتے ہیں کہ پھر میں محل کا ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا نیچے کو اُترنے لگا یہاں تک کہ اسکی آخری منزل تک پہنچ گیا پھر میں نے اپنے پیر کو

إِنِّي قَدْ إِنْتَهَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ
فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ
فَانْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا
بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ
حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ
فَقُلْتُ لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ
حَتَّى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ فَلَمَّا
صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاعِي
عَلَى السُّورِ فَقَالَ أَنْعَى أَبَا
رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ
فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي
فَقُلْتُ النَّجَا فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ
أَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ اُبْسُطْ
رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي
فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا
قَطُّ ــــ

(بخاری شریف ۲ / ۵۷۷،
حدیث ۳۸۹۳)

یہ سمجھ کر رکھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں.
چاندنی رات تھی جب میں نے اس ارادہ
سے اپنا پیر رکھا تو گر پڑا. تو اس سے میری
پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تو میں نے اپنے
عمامہ سے اس پر پٹی باندھ لی پھر میں کسی
طرح چل کر دروازہ پر جا کر بیٹھ گیا پھر میں
نے کہا کہ میں آج رات اسوقت تک نہیں
نکلونگا جبتک کہ اس بات کا یقین نہ ہو جائے
کہ میں نے اسکو قتل کر دیا ہے پھر جب صبح مرغ
نے اذان دی تو قلعہ کے فصیل پر موت کا اعلان
کرنیوالا ان الفاظ میں اعلان کر رہا تھا کہ
اہلِ حجاز کا تاجر ابو رافع ہلاک ہو گیا یہ سنکر
میں اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑا پھر میں
نے کہا بچو بچو بیشک اللہ تعالیٰ نے ابو رافع
کو قتل کر دیا ہے پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ
بیان کر دیا تو آپؐ نے فرمایا تم اپنا پیر پھیلاؤ
تو میں نے اپنا پیر پھیلا دیا تو آپ نے اس
کے اوپر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا تو
ایسا لگا کہ گویا کہ اس پیر میں کبھی تکلیف
ہی نہیں ہوئی ہے ۔

لُعابِ دہن سے زخم کی شفاء

حضرت سلمہ ابن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں ان کی پنڈلی میں سخت زخم لگا اور زخم اتنا بڑا تھا کہ اس کا نشان تاحیات باقی رہا وہ فرماتے ہیں کہ جب اتنا بڑا تلوار کا زخم جس کی تاب لانا مشکل تھا اور لوگوں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ سلمہ ابن اکوع اسی زخم سے وفات پا جائیگا آقائے نامدار علیہ السلام نے اس زخم پر تین مرتبہ تھوکا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن اس زخم پر لگا تو ایسا معلوم ہوا کہ زخم ہوا ہی نہیں تھا۔ اور اس وقت سے پھر عُمر بھر اس جگہ پر کسی قِسم کی تکلیف یا درد یا شکایت محسوس نہیں ہوئی۔

یہ حضرت پیغمبرِ اسلام جنابِ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات کا حیرت انگیز فیض ہے۔ جس کی مثال دنیا نے کہیں نہیں دیکھی ہوگی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَثَرَ ضَرْبَةٍ فِىْ سَاقِ سَلَمَةَ فَقَالَ يَا اَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ هٰذِهٖ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيْبَ سَلَمَةُ فَاَتَيْتُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ ابن الاکوع کی پنڈلی میں تلوار کے زخم کا اثر دیکھ کر پوچھا کہ اے ابو مسلم (سلمہ ابن الاکوع کی کنیت) یہ کیسا زخم ہے تو فرمایا کہ یہ وہ زخم ہے جو میری پنڈلی میں غزوۂ خیبر کے موقع پر لگا تھا تو لوگوں میں شور ہوا کہ سلمہ اس زخم کی مصیبت سے فوت ہونیوالے ہیں۔

فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔
(بخاری شریف ۲/۶۰۵ حدیث ۴۰۵۳)

پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے اسمیں تین بار تھوکا اس وقت سے آج تک اسمیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

آپکی برکت سے ایک صاع آٹا کی روٹی سے ایک ہزار افراد کی آسودگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایک صاع آٹا کی روٹی سے ایک ایک ہزار آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا پھر بھی کھانا جوں کا توں باقی رہا۔ چنانچہ غزوۂ خندق کے موقع پر جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی نہایت عسرت و تنگی کا زمانہ تھا لوگ کئی کئی روز سے فاقہ کر رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوک اور فاقہ کی وجہ سے ایسے کمزور ہو گئے کہ آپؐ کی آواز بھی کمزور پڑ گئی اور پیٹ کا حال ایسا تھا کہ انتڑیاں خشک ہو گئیں۔ پیٹ خالی ہو گیا۔ مسلسل تین دن تک کسی نے کوئی کھانے کی چیز نہیں چکھی اور پیٹ پر پتھر باندھ لئے تاکہ پتھر کے ذریعہ سے کچھ سہارا مل جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک بکری کا بچہ تھا اور ایک صاع جَو کا آٹا تھا میں نے اپنی بیوی سے جا کر کہا تم آٹا گوندھ لو اتنے میں میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کر کے ہانڈی چڑھا دی۔ پھر بارگاہِ نبوّت میں جا کر گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک صاع آٹا ہے اور بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے یہ معمولی سا مختصر کھانا ہے آپؐ خود تشریف لے آیئے اور اپنے ساتھ دو ایک افراد کو لے لیجئے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا بہت ہے۔ اور زور سے آواز دیکر تمام اہلِ خندق میں اعلان فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے یہاں

بڑا اچھا کھانا تیار ہوا ہے۔ سب لوگ چلو۔ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا تو حضرت جابرؓ کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ اور ادہر سے بیوی نے جاتے وقت کہا تھا کہ اس بات کا خیال رکھئے کہ کہیں زیادہ لوگ نہ آجائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہمیں ذلّت اُٹھانی پڑجائے۔ یہاں معاملہ برعکس ہوگیا کہ ایک ہزار آدمیوں میں اعلان ہوگیا۔ اور سب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ آپؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ تم ہانڈی کو چولہے پر سے مت اُتارنا۔ اور آٹا گوندھ کر رکھ لینا۔ پکانے کا سلسلہ شروع نہ کرنا۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لُعابِ دہن ڈالکر برکت کی دُعاء فرمائی۔ اور ہانڈی میں لُعابِ دہن ڈالکر برکت کی دُعاء فرمائی۔ اس کے بعد ایک روٹی پکانے والی کو بُلایا گیا۔ پھر اس کے بعد روٹی پکنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ لوگوں کے لئے دستر خوان بچھادیا گیا۔ ہانڈی میں سے سالن نکالتے چلے گئے اور روٹی پکتی چلی گئیں۔ ایک ہزار ایسے بھوکے لوگوں نے کھاکر آسُودگی حاصِل کی، جنہوں نے تین دن تک کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔ اب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تین دن کے بھوکے لوگ کتنا کتنا کھاتے ہوں گے۔ ایک ہزار آدمیوں میں سے ہر ایک نے کھانا کھالیا۔ ہانڈی میں سالن جوں کا توں باقی۔ اور گوندھے ہوئے آٹے کی جو مقدار تھی وہ بھی جوں کی توں باقی کوئی کمی نہیں آئی۔

یہ پیغمبرِ اسلام جنابِ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے مثال برکت کا فیض ہے۔ جس کو دُنیا نے کہیں نہیں سُنا ہوگا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے۔ اسمیں سے ایک مختصر حصّہ نقل کرتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ فَقُلْتُ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَبَحْنَا بُھَیْمَۃً
لَنَا وَطَحِنْتُ صَاعًا مِّنْ
شَعِیْرٍ کَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ
اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ یَا اَھْلَ الْخَنْدَقِ
اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا
فَحَیَّ ھَلًا بِکُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَکُمْ وَلَا
تَخْبِزُنَّ عَجِیْنَکُمْ حَتّٰی اَجِیْءَ
فَجِئْتُ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْدُمُ
النَّاسَ حَتّٰی جِئْتُ اِمْرَاَتِیْ
فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ
قَدْ فَعَلْتُ الَّذِیْ قُلْتِ
فَاَخْرَجْتُ لَہٗ عَجِیْنًا فَبَسَقَ
فِیْہِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰی
بُرْمَتِنَا فَبَسَقَ فِیْہِ وَبَارَكَ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر
گذارش کی کہ ہم نے اپنا ایک بکری کا چھوٹا
بچہ ذبح کر دیا ہے اور ایک صاع جَو کا آٹا
گوندھ لیا ہے، یہی ہمارے پاس تھا لہٰذا
چند افراد کو اپنے ساتھ لیکر تشریف لائیے یہ
سُنکر حضورؐ نے زور سے آواز دی۔ فرمایا
اے اہلِ خندق بیشک جابرؓ کے یہاں بڑا
اچھا کھانا تیار ہوا ہے لہٰذا سب لوگ جلدی
چلو پھر حضورؐ نے فرمایا کہ تم اپنی ھانڈی کو
نیچے نہ اُتارو اور آٹے کی روٹی بھی نہ بنانا
یہاں تک کہ میں خود آجاؤں حضرت جابرؓ
فرماتے ہیں کہ میں پہنچ گیا اور حضورؐ بھی لوگوں
کے آگے آگے تشریف لے آئے حتیٰ کہ جب
میں اپنی بیوی کے پاس پہنچ گیا تو اُسنے مجھے
سخت سُست الفاظ میں کہا کہ تمہارا یہ ہو وہ ہو
(اتنے لوگوں کا کیا ہوگا) تو میں نے کہا، میں
نے وہی کہا ہے جو تم نے کہا تھا۔ پھر حضورؐ
کی خدمت میں آٹا نکالکر پیش کیا اسمیں
آپؐ نے لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دُعا،

ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِيْ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

(بخاری شریف ۲/۵۸۹ حدیث ۳۹۵۵ع)

فرمائی پھر ھانڈی کیطرف متوجہ ہوئے۔ اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعاء فرمائی۔ پھر فرمایا ایک روٹی پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے پاس بیٹھ کر روٹی پکائے اور ہانڈی میں سے بڑا چمچہ یا کٹورے سے سالن نکالتے جاؤ ہانڈی کو نیچے نہ اتارو۔ اور کھانے والے افراد کی تعداد ایک ہزار تھی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً سب لوگوں نے پیٹ بھر بھر کر کھا کے چھوڑ دیا اور کھانا کھا کر ایک طرف ہو گئے اور بیشک اس حال میں ہماری ہانڈی اپنی جگہ بھری ہوئی اسی طرح ابل رہی تھی جیسے پہلے تھی اور بیشک ہمارا گوندھا ہوا آٹا اسی مقدار میں اسی طرح باقی تھا جس مقدار سے روٹی پکانا شروع کیا تھا۔

غلّہ کے ڈھیر پر چکّر لگا کر بیٹھنے کی برکت

ایسے حیرت انگیز واقعات بکثرت پیش آئے ہیں کہ معمولی سا غلّہ کا ڈھیر ہے، اس سے منوں ٹنوں تول تول کر دیا گیا مگر غلّہ کا ڈھیر حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی برکت سے جوں کا توں باقی رہ گیا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ایک لمبی روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور ان کے اوپر یہودیوں کا کافی قرض تھا۔ اور چھ بیٹیاں

کنواری تھیں جنکی شادیوں کا انتظام سر پر تھا اور اس قرض کا بھار سر سے اُتارنے اور بہنوں کے اخراجات پورا کرنے کا سارا مدار باغ کی فصل تیار ہونے پر تھا۔ جب فصل تیار ہوگئی تو پیداوار بہت کم تھی اور ادھر سے قرض خواہوں کو جب معلوم ہوا کہ پیداوار بہت کم ہے اس سے قرضہ ادا نہیں ہوسکتا تو مجھے آکر پریشان کرنا شروع کر دیا۔ مجھے اس ذمّہ داری کی وجہ سے ہر طرف سے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آرہا تھا، آخر میں پریشان ہوکر اس مقصد سے حاضر ہوا کہ میرے یہاں حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔ تو قرض خواہوں کی طرف سے مطالبہ کی شدّت میں کمی آئے گی۔ اس لئے بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوکر گذارش کی تو آپؐ بنفسِ نفیس باغ میں تشریف لے آئے جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو ان کی طرف سے مطالبہ کی شدّت کم ہونے کے بجائے اور زیادہ ہوگئی اور میں یہ چاہتا تھا کہ کسی طریقہ سے قرض خواہوں کو مطمئن کر دیا جائے اور مجھے اور میری بہنوں کے کھانے اور اخراجات کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہے۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں کی شدّت اپنی آنکھ سے دیکھ لی تو آپؐ نے مجھ سے کہا کہ تم ہر قسم کی کھجور کا الگ الگ ڈھیر لگادو۔ چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مُطابق ایک کنارے پر الگ الگ ڈھیر لگادیا۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر پھل کے ایک ڈھیر کے چاروں طرف تین چکّر لگاکر اس کے اُوپر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ تم قرض خواہوں میں اعلان کردو آکر اپنا قرضہ وصول کرلیں، چنانچہ سب لوگوں نے آکر بھیڑ لگالی اور ہر ایک کو ناپ تول کر پورا پورا حق ادا کر دیا گیا۔

تمام قرض خواہوں نے اسی ڈھیر سے اپنا قرض وصول کرلیا، مگر اس ڈھیر میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئی۔ میں تو صرف اتنا چاہتا تھا کہ محض قرضہ ادا ہو جائے اور ہمارے گھر کے لئے بہنوں کے اخراجات کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان جایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام قرضہ ادا فرما دیا اور غلہ کا ڈھیر جوں کا توں باقی رہا۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں کافی لمبی ہے۔ اسلئے عربی عبارت نقل نہیں کی ہے۔ اور بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ۱۱ مقامات میں موجود ہے جسکو دیکھنا ہو بخاری شریف ۱/ ۲۸۵ حدیث نمبر ۲۰۸۰ دیکھ لے وہیں سے سارے مقامات کا پتہ چل جائیگا اور ۲/ ۵۸۰ حدیث نمبر ۳۹۰۷ کا ملاحظہ فرمائیں۔

آپؐ کے پسینہ اور موئے مبارک سے برکت اور خوشبو

حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسدِ اطہر سے جو پسینہ نکلتا تھا وہ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا تھا۔ جب صحابۂ کرام آپؐ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ہر شخص کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ مجلس عطر سے معطر ہے۔ خاص طور پر وہ زمانہ جسمیں پسینہ نکلا کرتا ہے اسمیں اسکا منظر زیادہ پیش آتا تھا۔ اس لئے حضراتِ صحابۂ کرام کوشش کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینۂ مبارک کا ایک قطرہ کسی طرح سے حاصل ہو جائے۔ اسی طرح آپؐ کے موئے مبارک (آپؐ کے سر یا بدن کا بال) حاصل کرنیکی

فکر میں رہتے تھے۔ اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی موئے مبارک (بال) کسی کو حاصل ہو جاتا تو اس کو شیشی میں محفوظ کر کے رکھ لیا جاتا۔ اور اسمیں پانی ڈالکر اس پانی کو عطر کی جگہ پر استعمال کیا جاتا۔ اس موضوع پر احادیث شریفہ کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ہم صرف مختصر انداز سے تین حدیثیں نقل کرتے ہیں۔

۱۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں آپؐ کبھی ان کے یہاں تشریف لیجا کر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دوپہر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک چمڑے کا بستر بچھا دیا۔ آپؐ نے اس پر آرام فرمایا۔ گرمی کی وجہ سے آپؐ کا پسینہ بہہ کر اس بچھے ہوئے چمڑے پر جمع ہو گیا۔ اور آپؐ کے موئے مبارک بھی اس چمڑے پر گرے ہوئے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ سے فارغ ہو کر اُٹھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپؐ کے پسینہ اور آپؐ کے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کر لیا۔ پھر اُسے عطر کی شیشی میں منتقل کر لیا۔ پھر اس کو عطر کی جگہ استعمال کرنے لگیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو عطر کی شیشی میں محفوظ کر لیا تھا۔ پھر اپنی وفات کے وقت میں اس بات کی وصیت کی کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پسینہ میری موت کے بعد خوشبو اور کافور کی جگہ میرے کفن میں لگا دیا جائے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اُن کے کفن میں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینہ کی خوشبو لگائی

گئی۔ صحابہ کرام ؓ اس سے برکت بھی حاصل کرتے تھے۔ اور خوشبو بھی حاصل کرتے تھے۔ اور اس کی برکت سے شیطان کے مکر و فریب سے حفاظت بھی ہوتی تھی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ کَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِطْعًا فَیَقِیْلُ عِنْدَهَا عَلٰی ذٰلِكَ النِّطْعِ فَاِذَا قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهٖ وَشَعْرِهٖ فَجَمَعَتْهُ فِیْ قَارُوْرَةٍ ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِیْ سُكٍّ قَالَ: فَلَمَّا حَضَرَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْوَفَاةُ اَوْصٰی اِلَیَّ اَنْ یُّجْعَلَ فِیْ حَنُوْطِهٖ مِنْ ذٰلِكَ السُّكِّ فَجُعِلَ فِیْ حَنُوْطِهٖ۔

(بخاری شریف ۲/۹۲۹ حدیث ۶۰۴۰)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیا کرتی تھیں تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس چمڑے کے بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپؐ قیلولہ سے فارغ ہوکر اٹھ جاتے تو حضرت ام سلیم آپؐ کے پسینہ اور آپکے بالوں کو لیکر ایک گلاس میں جمع کرلیتیں پھر اسکو عطر کی شیشی میں محفوظ کرلیتی تھیں۔ حضرت انسؓ کے شاگرد ثمامہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت آیا تو مجھے اس بات کی وصیت کی کہ اسی عطر کی شیشی سے لیکر اُن کے کفن میں عطر کی جگہ لگا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی وفات کے بعد آپؐ کے پسینہ کو انکے کفن میں عطر کی جگہ لگا دیا گیا۔

ع۲۔ ایک حدیث شریف اس سے بھی واضح الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو جذب کرکے اکٹھا کرکے گلاس میں بھرنے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا

کہ تم یہ کیا کر رہی ہو؟ تو حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں آپ کے اس پسینہ مبارک کو عطر کے کام میں استعمال کروں گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیمؓ کی بات سُن کر خوب ہنسے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہنسی کو بھی مبارک فرمائے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِضْطَجَعَ عَلٰى نِطَعٍ فَعَرِقَ فَقَامَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى عَرَقِهٖ فَنَشَّفَتْهُ فَجَعَلَتْهُ فِىْ قَارُوْرَةٍ فَرَاٰهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا هٰذَا الَّذِىْ تَصْنَعِيْنَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ اَجْعَلُ عَرَقَكَ فِىْ طِيْبِىْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ۵/۵۰۶ حدیث ۹۸۰۶)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چمڑے کے اوپر لیٹ کر آرام فرمانے لگے تو آپؐ کے جسدِ اطہر سے پسینہ بہنے لگا تو اسکو دیکھکر حضرت ام سلیم آپکا پسینہ آپکےؐ بدن اور چمڑے سے صاف کر کے اکٹھا کرنے لگیں۔ پھر اس کو ایک گلاس میں بھرنے لگیں۔ تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ اے ام سلیمؓ تم یہ کیا کر رہی ہو تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو خوشبو کی جگہ میں استعمال کروں گی۔ یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

۳۷ ایک اور حدیث شریف کچھ مختصر انداز سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَتَبْسُطُ لَهٗ نِطَعًا فَيَقِيْلُ عَلَيْهِ فَتَاْخُذُ مِنْ عَرَقِهٖ فَتَجْعَلُهٗ فِىْ طِيْبِهَا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیمؓ کے یہاں تشریف لیجایا کرتے تھے وہ آپؐ کے لئے ایک چمڑا بچھا دیا کرتی تھیں۔ اسی پر آپؐ قیلولہ فرماتے تھے پھر حضرت ام سلیم آپؐ کا

وَتَبْسُطُ لَهُ الْخُمْرَةَ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهَا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ۲/۱۰۲ حدیث نمبر ۱۲۰۲۳)

پسینہ حاصل کرکے اس کو اپنی عطر کی شیشی میں محفوظ کرلیا کرتی تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک چٹائی بچھادیتی تھیں، آپؐ اس پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک پیالہ دُودھ سے تمام اصحابِ صفّہ کی آسودگی

اہلِ صفہ کی تعداد ستر اور اسّی کے درمیان میں تھی۔ ان کے پاس کوئی کاروبار کوئی مکان نہیں تھا۔ سب مسجدِ نبویؐ سے متصل صفہ کے چبوترے پر پڑے رہتے تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سُنا کرتے تھے۔ گویا کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ کے طلباء تھے اور ساتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کے مہمان تھے۔ اگر حضورؐ کے یہاں کہیں سے کوئی تحفہ تحائف یا کھانے کی چیز آجاتی تو وہاں سے جو کچھ آتا تھا اصحابِ صفہ وہی کھاتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوگ اپنے گھروں سے کچھ پکا کر اصحابِ صفہ کیلئے بھیجدیا کرتے تھے۔ اسطرح جو آتا تھا کھالیا کرتے تھے۔ نہیں آتا تھا تو بھوکے رہتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کہیں سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں آئی اسی میں کئی وقت گذر گئے۔ اور بھوک کے مارے اصحابِ صفہ کی کمر جھک گئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بھوک کیوجہ سے اپنے پیٹ کو زمین پر ٹیک لگا کر سہارا لیا۔ اور بھوک کی شدّت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ کر لوگوں کے گذرنے کے راستہ پر بیٹھ گیا اور دِل میں یہ بات تھی کہ گذرنے والوں میں سے کوئی مجھے اپنے ساتھ گھر لیجا کر کھانا کِھلادے۔

تو میرے سامنے سے حضرت ابو بکرؓ گذرنے لگے تو میں نے اس ارادہ سے ایک آیت کریمہ پُوچھ لی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے جائیں گے لیکن وہ آیت بتلا کر چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ کا گذر ہوا۔ ان سے بھی آیت پوچھی وہ بھی آیت بتلا کر چلے گئے پھر اس کے بعد آقائے نامدار علیہ السّلام وہاں سے گذرنے لگے تو مجھے دیکھکر مُسکرانے لگے۔ اور مجھ سے کہا ابوہریرہؓ! تو میں نے کہا لبیک یارسُول اللہؐ! حضورؐ مجھ کو اپنے ساتھ لیکر گھر میں داخل ہوگئے۔ گھر میں ایک پیالہ دُودھ کا آیا ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ دُودھ کہاں سے آیا ہے؟ تو گھر والوں نے بتایا کہ فلاں نے ھدیہ بھیجا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا اے ابوہریرہؓ جاؤ تمام اہلِ صفّہ کو بلا کر لے آؤ۔ میں سمجھ گیا کہ حضورؐ سب کو پلانے کیلئے بٹھائیں گے۔ اور مجھے ہی پلانے کا حکم فرمائیں گے۔ اور میرا نمبر بعد میں آئیگا۔ مجھے پہلے ہی سے فکر سوار ہوگئی۔ چنانچہ تمام اہلِ صفّہ کو لائن سے بٹھادیا گیا۔ اور مجھ سے کہا کہ ایک طرف سے پلاتے جاؤ میرے اُوپر بہت گراں گذر رہا تھا کہ میرا نمبر بعد میں آئیگا۔ پتہ نہیں کچھ بچے گا بھی یا نہیں لیکن واقعہ ایسا پیش آیا کہ تمام اہلِ صفّہ نے پیٹ بھر کر سیرابی حاصل کرلی۔ اس کے بعد میں نے پیالہ لیجا کر حضورؐ کے ہاتھ میں رکھدیا۔ حضور میری صورت کی طرف دیکھنے لگے۔ اور پیالہ کو اسطرح لیا کہ گویا کہ خود پینے والے ہیں لیکن حضورؐ نے نہیں پیا اور میرے ہاتھ میں دیا۔ اور فرمایا کہ پیتے جاؤ۔ چنانچہ میں اسمیں سے پیتے پیتے ایسا سیراب ہوگیا کہ میرے پیٹ میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اور پیو۔ میں نے کہا یارسُول اللہؐ اَب کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ ہاتھ میں لیکر کے اللہ کی حمد وثنا کی۔

اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر خود تناول فرمایا۔ یہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیرت انگیز برکت ہے کہ ستر اسی افراد نے ایک پیالہ دودھ سے پیٹ بھر کر سیرابی حاصل کرلی یہ آقا کی برکت بھی ہے اور آقا کا معجزہ بھی ہے۔
حدیث شریف کافی لمبی ہے اسلئے عربی عبارت نقل نہیں کی جارہی ہے جسکو دیکھنا ہو بخاری شریف ۲/۹۵۵ حدیث ۶۲۰۲ ترمذی شریف ۲/۷۴ سے دیکھ سکتے ہیں۔

ایک پیالہ حریرہ سے تین سو افراد کی آسودگی

ترمذی شریف میں ایک لمبی روایت ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت انس ابن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بارگاہ میں ایک پیالہ حیس یعنی حریرہ میرے ہاتھ روانہ فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اُسے رکھو اور فلاں فلاں کو بُلاؤ اور راستہ میں جو ملے اُسے بھی بُلاؤ۔ چنانچہ ہوتے ہوتے تین سو افراد ہوگئے تو اس معمولی سے حریرہ میں سے تین سو افراد نے پیٹ بھر کر آسودگی حاصل کی۔ اور اس کی مقدار اپنی جگہ باقی رہ گئی۔ یہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات کے انوارات کا فیض ہے جو اس امت کو حاصل ہوا ہے۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے اسلئے عربی عبارت چھوڑ دی ہے جسے دیکھنا ہو ترمذی شریف ۲/۱۵۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ﴿﴾ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

⑨ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امت کو بارہ باتوں کی نصیحت

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؛ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (سورۃ صف آیت ۱۰)

اے ایمان والو: کیا میں تم کو ایک ایسی تجارت بتلادوں؟ جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے۔

انسان دنیا میں حصولِ منافع کیلئے سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور آئندہ منفعت حاصل ہونے کی غرض سے اپنا کُل سرمایہ تجارت میں لگادیتے ہیں اور اُن کو یہ امّید ہوتی ہے کہ اس کے منافع کے ذریعہ سے بذاتِ خود اور اہل وعیال تنگدستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاص طور پر مؤمنین کو ایک دوسرے موڑ کی طرف توجہ دلائی کہ مؤمنین اپنے جان ومال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں جس کے ذریعہ سے صرف چند روز کے افلاس سے نہیں بلکہ آخرت کے دردناک اور تباہ کُن خسارہ سے محفوظ اور مامون ہوجائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دُنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جسکا نفع کامل مغفرت اور جنّت کی دائمی نعمتوں کی صورت میں ملیگا۔

سیّدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بطور شفقت بارہ باتونکی نصیحت فرمائی۔ ان میں سے تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ ان سے بچنے کی نصیحت ـــــ اور تین چیزیں ہلاکت سے نجات دینے والی

اور تین چیزیں گناہوں کیلئے کفارہ ــــ اور تین چیزیں درجات بلند ہونیکا ذریعہ ہیں، ان بارہ چیزوں کو پہلے اجمالاً پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد مکمل حدیث شریف مع ترجمہ کے نقل کریں گے پھر اس کے بعد ہر ایک نصیحت کو الگ الگ سُرخیوں سے واضح کریں گے۔ انشاء اللہ اُمید ہے کہ ان سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا۔

(۱) ثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ ، تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو ہلاکت میں ڈالدیتی ہیں۔

(۲) ثَلَاثٌ مُّنْجِيَاتٌ ، تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو ہلاکت سے نکال کر نجات کے زینوں پر چڑھادیتی ہیں۔

(۳) ثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ ، تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے گناہوں کیلئے کفّارہ بنتی ہیں۔

(۴) ثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

مکمل حدیث شریف مُلاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ وَثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ وَثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ ، فَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ہلاکت کی ہیں۔ اور تین چیزیں ہلاکت سے نجات دینے والی ہیں۔ اور تین چیزیں گناہوں کیلئے کفّارہ ہیں۔ اور تین چیزوں سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ بہر حال وہ تین چیزیں جو ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں (۱) ایسی خود غرضی جس کی پیروی کی جائے۔

وَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَالْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَخَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَاَمَّا الْكَفَّارَاتُ فَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِي السَّبَرَاتِ وَنَقْلُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَاَمَّا الدَّرَجَاتُ فَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔

(المعجم الاوسط ۶/ ۳۵۱ حدیث ۵۷۵۰ واطرافہ فی شعب الایمان ۵/ ۴۵۲ حدیث ۷۲۵۲ شعب الایمان ۱/ ۴۷۱ حدیث ۷۴۵)

(۲) ایسی خواہش نفس جس کا اتباع کیا جائے،
(۳) آدمی کی خود پسندی وخودستائی۔
بہرحال تین نجات کی چیزیں یہ ہیں ۱ غصہ اور خوشی دونوں حالتوں میں عدل وانصاف کی بات کرنا ۲ تنگ دستی اور خوشحالی میں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔ ۳ خلوت اور جلوت میں اللہ سے ڈرنا۔ اور بہرحال گناہوں سے کفارہ کی تین چیزیں یہ ہیں، ۱ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ۲ سخت سردیوں میں کامل وضو کرنا۔ ۳ دور سے چل کر مسجد کی جماعت میں شرکت کرنا۔ اور درجات بلند ہونے کی تین چیزیں یہ ہیں ۱ مہمانوں اور غریبوں کو کھانا کھلانا۔ ۲ سلام کو عام کرنا ۳ رات میں اسوقت نوافل میں لگ جانا جب سب لوگ سوگئے ہوں۔

مذکورہ حدیث شریف میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ۱۲ چیزوں کو بطور وصیت بیان فرمایا، ان میں سے تین چیزیں ہلاکت کی، اور تین چیزیں نجات کی، اور تین چیزیں گناہوں سے کفارہ کی، اور تین چیزیں رفع درجات کی ہیں۔ ان سب کو علی الترتیب الگ الگ سرخیوں سے واضح کیا جارہا ہے تاکہ ناظرین کو فائدہ اٹھانے میں آسانی ہو۔

ہلاکت کی تین چیزیں

ثَلاثٌ مُّھْلِکَاتٌ: رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے ان چیزوں سے دُور رہنا ہر انسان پر لازم ہے۔

۱۔ خود غرضی

جن تین چیزوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت میں ڈالنے والی بتلائی ہیں اُن میں سے سب سے بڑی خطرناک چیز شحٌّ مُّطَاعٌ ہے۔ ایسی حرص اور ایسی خود غرضی جس کی خاطر انسان ہر گناہ میں مبتلا ہونے کیلئے تیار ہوجاتا ہے، چنانچہ آقار نامدار علیہ السّلام نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو تین چیزوں سے ہمیشہ دُور رکھنے کی کوشش کرو ـــــ (۱) تم اپنے آپ کو ظلم سے دُور رکھو، اس لئے کہ قیامت کے دن ایک ظلم کی وجہ سے بہت ساری ظلمتوں اور تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ ـــــ (۲) تم اپنے آپ کو بدگوئی سے دُور رکھا کرو، اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بالقصد یا بتکلّف بدگوئی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ـــــ (۳) تم اپنے آپ کو حرص اور خود غرضی سے دُور رکھا کرو۔ اسلئے کہ خود غرضی اتنی خطرناک چیز ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کسی بھی قسم کی بُرائی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بنی اِسرائیل (یہود و نصاریٰ) خود غرضی کی بناء پر تین قِسم کی بُرائیوں میں مبتلا رہتے تھے ـــــ

(۱) اپنے رشتہ داروں اور عزیز داروں سے رشتہ ناتا توڑلیا کرتے تھے۔ اگر اُن کی غرض پوری ہوتی ہے تو تعلق باقی رہتا تھا اور اگر غرض پوری نہیں ہوپاتی تو سالہا سال کے خاندانی تعلق کو ختم کردیتے تھے ـــــ (۲) خود غرضی کی بناء پر کمزوروں اور مظلوموں پر ظلم کیا کرتے تھے اگر انکی غرض پوری ہوگئی تو

چھوڑ دیا۔ اور اگر غرض پوری نہیں ہوتی تو ہر طرح کے ظلم پر آمادہ ہو جاتے۔
(۳) خود غرضی کی بنا پر جھوٹ بولنا اور گالی بکنا آسان ہو جاتا تھا۔ اگر غرض پوری ہو گئی تو خیر ورنہ غرض پوری ہونے کیلئے جھوٹ بولنے کی ضرورت پیش آجائے تو جھوٹا الزام لگاتے اور اگر جھوٹی گواہی دینے کی ضرورت ہو جائے تو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔ جس طریقہ سے بھی اپنی غرض پوری ہو جاتے اسکو اختیار کرنے کیلئے تیار ہو جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اہتمام کے ساتھ نصیحت فرمائی کہ خود غرضی ہر برائی کی جڑ ہے اس سے پناہ مانگو۔ اور جہاں تک ہو سکے اس سے اپنے آپ کو دور رکھو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّهٗ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَمَرَهُمْ بِالظُّلْمِ فَظَلَمُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالْقَطِيْعَةِ فَقَطَعُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالْفُجُوْرِ فَفَجَرُوْا وَاِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ۔ (مسند احمد بن حنبل ۱۹۱/۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے آپ کو حرص اور خود غرضی سے دور رکھا کرو اس لئے کہ پچھلی امت خود غرضی کے مرض کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہے، اگر خود غرضی نے انہیں ظلم پر آمادہ کیا تو ظلم کر بیٹھتے اور اگر ان کو رشتہ ناتا توڑنے پر آمادہ کیا تو رشتہ ناتا توڑ دیتے۔ اور اگر ان کو جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا تو جھوٹ بول لیتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ظلم سے دور رکھو اسلئے کہ قیامت کے دن ایک ظلم کیوجہ سے بہت سی ظلمتوں اور تاریکیوں کا سامنا

بالفاظِ دیگر ۲/۱۹۵-۲/۱۵۹ بنسخہ مرقم ۵۱۴/۱ حدیث ۶۷۹۲ - حدیث ۶۸۳۷ - حدیث ۶۳۸۷ بالفاظِ دیگر شعب الایمان بیہقی ۴۶/۶ حدیث ۷۴۵۸)

کرنا پڑیگا، اور تم اپنے آپ کو بدگوئی اور بے حیائی سے دُور رکھو اسلئے کہ اللہ تعالےٰ بدکلامی کرنے والوں اور بے حیاء لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

خودغرضی سے رِشتہ ناتا ختم

خودغرضی اور حرص ایسا زہریلا مرض ہے کہ اسکی وجہ سے عزیزوں اور دوستوں اور خاندانی لوگوں سے تعلّقات توڑ دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسی خودغرضی کی بناء پر میاں بیوی کے تعلقات بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی کو قرآنِ کریم میں فرمایا کہ لوگوں کے درمیان جوڑ اور تعلقات پیدا کرنیکی چیز صلح اور صفائی ہے اور صلح کرنے میں خیر ہی خیر ہوتی ہے۔ مگر جب خودغرضی غالب آجائے تو صلح کی بناء پر جو خیر و خوبی سامنے آتی ہے وہ سب ختم ہوجاتی ہے ـــــ اللہ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ۔ الآیۃ۔ (سورۂ نساء آیت ۱۲۸)

اور صلح کرنے میں خیر ہی خیر ہے اور لوگوں کے دلوں پر خودغرضی غالب آجاتی ہے۔

حرص اور خودغرضی دنیا کی ہر بُرائی کی جڑ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مرض سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

خودغرضی کا علاج

خودغرضی ایک خطرناک قسم کا مرض ہے۔ اسکی وجہ سے انسان ہر قسم کے نفسانی فتنے اور نفسانی امراض کا شکار ہوجاتا ہے۔ اور اپنی غرض پوری کرنے کے لئے ہر بُرائی اور ہر غلط کام میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ دوسروں کے جانی، مالی نقصان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے خودغرضی کے مرض کا بھی علاج

بتلایا ہے، اور فرمایا کہ تین چیزیں خودغرضی کا علاج ہیں، جب انسان کی زندگی میں وہ تین چیزیں داخل ہو جائیں تو پھر انسان خودغرضی کے امراض کا شکار نہیں ہوگا۔

۱ مَنْ اَدَّی الزَّکٰوۃَ: جو شخص زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا ہے بلکہ فراخدلی اختیار کرتا ہے تو اسکے اندر خودغرضی کا مرض باقی نہیں رہ سکتا۔

۲ وَقَرَی الضَّیْفَ: جو شخص فراخدلی سے مہمان نوازی کریگا اس میں خودغرضی کا مرض داخل نہیں ہو سکتا۔

۳ وَاَعْطٰی فِی النَّائِبَۃِ: جو شخص راہِ حق میں مصیبت میں مبتلا ہونے والے لوگوں پر خرچ کرتا ہے وہ بھی خودغرضی کے مرض کا شکار نہیں ہو سکتا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ جَارِیَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وُقِیَ شُحَّ نَفْسِہٖ مَنْ اَدَّی الزَّکٰوۃَ وَقَرَی الضَّیْفَ وَاَعْطٰی فِی النَّائِبَۃِ۔

(المعجم الکبیر ۴/ ۱۸۸ احدیث ۴۰۹۷)

حضرت خالد بن زید بن جاریہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں موجود ہوں گی اس کو اپنے نفس کی خودغرضی سے بچا لیا جاتا ہے ۱ جو شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہے ۲ مہماں نوازی کرتا ہے ۳ مصیبت زدہ لوگوں پر خرچ کرتا ہے۔

۲ ہلاکت کی دوسری چیز خواہش پرستی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزیں انسان کو ہلاکت اور بربادی میں ڈالتی ہیں اُن میں سے دوسری چیز ھَوًی مُّتَّبَعٌ ہے۔ یعنی ایسی خواہشِ نفس جسکا اتباع کیا جائے جسکو ہمارے محاورہ میں خواہش پرستی کہا جاتا ہے۔ نفس جو چاہے بلا تردد وہی کیا جائے۔

اور انسان کا نفس کبھی انسان کو اچھّے کام کی دعوت نہیں دیتا ہمیشہ معصیت اور طغیانی اور سرکشی میں مبتلا کرتا ہے اور جو شخص خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اُسے کبھی خدا کی اطاعت کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سے ہر طرف ظلمت ہی ظلمت اور تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ اُسی میں گھرا رہتا ہے۔ اُسے کبھی نور کی روشنی نظر نہیں آتی، اسلئے ظلمت اور معصیت کا کام اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے۔ سینما دیکھنا، ٹیلی ویژن، اور فحش فلمیں دیکھنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، غیر محرم عورتوں سے گھُلے ملے رہنا، اس کیلئے آسان اور لُطف کی چیز ہے۔ لیکن نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، سچ بولنا، اللہ کا ذکر کرنا، تلاوت کرنا اُس کیلئے نہایت دشوار اور مشکل کام ہے۔ اسلئے کہ اُسکا نفس اُسے اللہ کی فرمانبرداری اور اللہ کی عبادت کا موقع نہیں دیتا، اس کا نفس اُس پر غالب ہے۔

عقلمند کون ہے؟

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپؐ سے دو چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ۱؎ دنیا میں سب سے زیادہ سمجھدار اور عقلمند آدمی کون ہے۔ ۲؎ دنیا میں سب سے زیادہ کمزور اور ناتواں آدمی کون ہے ـــــ تو آپؐ نے دونوں سوالوں کا جواب بڑی عبرتناک انداز سے دیا ہے۔ پہلے سوال کا جواب دیا کہ دنیا کے اندر سب سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار آدمی وہ شخص ہے۔ جو اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے کہ صبح سے شام تک کتنی نیکیاں ہوئی ہیں اور کتنی بُرائیاں ہوئیں، اگر نیکیاں ہوئی ہیں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے نیکی کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور اگر بُرائیاں ہوئی ہیں تو اُسے رات بھر نیند نہیں آتی ہے۔ آخر یہ بُرائی اور یہ گناہ مجھ سے کیسے صادر ہوا؟ جیساکہ وہ تاجر جو صبح سے لیکر شام تک خرید و فروخت کرنے کے بعد شام کو حساب لگا کر دیکھتا ہے اگر اُسکو نفع ہوا ہے تو

خوش ہو کر سکون کی نیند سوتا ہے۔ اور اگر نقصان ہوا ہے تو اُسے رات بھر نیند نہیں آتی ہے کہ آخر یہ نقصان کیسے ہوا؟ کہیں حساب میں تو غلطی نہیں ہوئی یا کسی نے لین دین میں دھوکہ تو نہیں دیا؟ یا چوری تو نہیں ہوئی؟ اسی بے چینی سے رات گزارتا ہے، ایسا ہی اس شخص کا حال ہے کہ اگر نیکیاں ہوئی ہیں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور سکون سے سوتا ہے۔ اور اگر گناہ ہوا ہے تو اس افسوس میں رات بھر نیند نہیں آتی ہے کہ آخر یہ گناہ مجھ سے کیسے ہوا؟ اور رات بھر اللہ کے دربار میں نادم ہو کر گریہ وزاری کرتا ہے اور بے چینی سے رات گذارتا ہے۔ اور آئندہ کیلئے توبہ کرتا ہے کہ کبھی ایسا گناہ نہیں کرونگا۔ اور آخرت کی تیاری اور نیکیوں میں اپنے آپ کو مشغول کردیتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا کے اندر سمجھدار آدمی ایسا ہی ہوتا ہے۔

کمزور و بے عقل کون ہے؟

دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ دُنیا کے اندر سب سے زیادہ کمزور اور ناتواں اور غافِل آدمی وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانی کے تابع کردیا اور پھر اُوپر سے اللہ سے امیدیں بھی باندھتا رہتا ہے۔ تو آقائے مدنی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُنیا کے اندر سب سے ناتواں اور کمزور اور بدترین انسان وہی ہے جس نے اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانی کے تابع کردیا ہے ــــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ

حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو قیامت کے حساب و کتاب سے پہلے اپنا محاسبہ خود کرتا ہے۔

اَلْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔ (ترمذی شریف ۲/۷۲)	اور مابعد الموت کیلئے تیاری اور عمل کرتا ہے اور سب سے زیادہ بے عقل کمزور وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کے تابع کردیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تمنا رکھتا ہے۔

فتنہ کے زمانہ میں خواہشِ نفس سے دُور رہو

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابومالک اشعریؓ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آسمانوں سے فتنہ اُتارا جاتا ہے تو فتنہ کے ساتھ ساتھ انسان کی آزمائش کے لئے دُو چیزیں بھیجی جاتی ہیں۔

۱۔ اتباعِ نفس: فتنہ کے زمانہ میں جو اپنی خواہشات اور نفس کا اتباع کریگا اور پھر فتنہ میں دہشت گردوں اور بلوائیوں کے ہاتھوں مارا جائے تو اسکی نعش اللہ کے نزدیک سیاہ نعش ہوتی ہے جو مستحقِ جہنم ہوتی ہے۔

۲۔ صبر: فتنہ کے ساتھ ساتھ صبر بھی اُترتا ہے۔ لہٰذا جو شخص فتنہ کے زمانہ میں صبر اور تحمّل سے کام لیتا ہے اور اعتدال سے ہٹتا نہیں پھر بلوائیوں اور دہشت گردوں کے ہاتھ مارا جاتا ہے تو اُس کی لاش اللہ کے نزدیک سفید لاش ہوگی یعنی وہ شہیدوں میں شمار ہوگا ___ معلوم ہوا کہ خواہشِ نفس کا اتباع کرنا ایک مصیبت ہے۔ کہ دُنیا کی آرام وراحت بھی ہاتھ سے گئی اور آخرت میں بھی ہلاکت اور بربادی کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے ___ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ	حضرت ابومالک اشعریؓ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْفِتْنَۃَ تُرْسَلُ وَ یُرْسَلُ مَعَہَا الْھَوٰی وَالصَّبْرُ فَمَنِ اتَّبَعَ الْھَوٰی کَانَتْ قَتْلَتُہٗ سَوْدَاءَ وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّبْرَ کَانَتْ قَتْلَتُہٗ بَیْضَاءَ۔
(المعجم الکبیر ۳/۲۹۲ حدیث ۳۴۴۶)

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک فتنہ اس حالت میں بھیجا جاتا ہے کہ اُسکے ساتھ خواہشِ نفس اور صبر بھی بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص خواہش نفس کا اتباع کریگا تو اسکی مقتول لاش سیاہ ہوگی اور جو شخص صبر اور بُردباری کا اتباع کریگا تو اسکی مقتول لاش سفید ہوگی۔

۳ ہلاکت میں ڈالنے والی تیسری چیز خود پسندی

اعجابُ المرءِ بنفسہ: آدمی کی خود پسندی اور خود ستائی جو انسان کو اِتراہٹ اور غرور میں ڈال دیتی ہے۔ یہ انسان کیلئے ہلاکت اور بربادی کا سبب ہے۔ اسلئے سیدالکونین صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو آگاہ فرمایا کہ یہ چیز ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اپنے آپ کو اِس سے بچاؤ۔

خود پسندی نیکیوں کو جَلا کر رکھ دیتی ہے

یحیٰی بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ خود پسندی کا مرض خود آدمی کیلئے ہلاکت کا باعث ہے۔ اور انسان کی نیکیوں کو اس طریقہ سے جلاکر خاک میں ملا دیتی ہے جیسا کہ آگ ایندھن کی لکڑیوں کو جلا کر رکھ دیتی ہے ــــــ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ یَحْیَی بْنِ مُعَاذٍ یَقُوْلُ اِیَّاکُمْ وَالْعُجْبَ فَاِنَّ الْعُجْبَ مُھْلِکَۃٌ لِاَھْلِہٖ وَ

یحیٰی بن معاذ کہتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو خود پسندی اور اتراہٹ سے دُور رکھا کرو اسلئے کہ خود پسندی خود اُس کیلئے باعثِ ہلاکت ہے۔

اَلْعُجْبُ لَيَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

(شعب الایمان ۵/۴۵۲ روایت ۸۲۴۸)

اوریقیناً خودپسندی نیکیوں کو اسطرح جلاکر ختم کردیتی ہے جیسا کہ آگ ایندھن کی لکڑیوں کو جلاکر خاک کردیتی ہے۔

گناہ سے نادم رحمت کا امیدوار اور خودپسند غضبِ الٰہی کا منتظر

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جوشخص اپنے گناہوں اور کمزوریوں سے نادم ہوتا ہے وہ اللہ کی رحمت کی اُمّید اور توقع رکھتا ہے۔ اور جوشخص خودپسندی اور خودستائی اور اِتراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے غیظ وغضب کا انتظار کرتا ہے ـــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّادِمُ یَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ وَالْعُجُبُ یَنْتَظِرُ الْمَقْتَ ـــ

(شعب الایمان ۵/۴۵۳ حدیث نمبر ۷۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جوشخص اپنے گناہوں سے نادم ہوتا ہے وہ اللہ کی رحمت کی توقع رکھتا ہے اور جوشخص عجب اور خودپسندی میں مبتلا ہے وہ اللہ کے غصہ اور بغض کا انتظار کرتا ہے۔

جب خودپسندی عام ہوجائے تو تم لوگوں سے الگ ہوجاؤ

ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف میں حضرت ابوثعلبہ خُشنی رضؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ سیّد الکونین ؐ نے امّت کو حکم فرمایا کہ تم اَمْر بالمعروف، نہی عن المنکر یعنی لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے رہو اور بُرائیوں پر نکیر کرتے رہو اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رکھو ـ یہانتک کہ ایسا زمانہ آجائے کہ جس زمانہ میں تم چار قسم کی بُرائیوں کو دیکھ لو تو تم اپنے آپ کو لوگوں کے ماحول سے الگ کرلو، اور تنہائی

میں جاکر اللہ کی عبادت کرو، اور یہ زمانہ ایسا زمانہ ہوگا کہ اس میں دین پر عمل کرنے والوں اور اللہ کی عبادت کرنے والوں کو ہر طرف سے ستایا جائیگا تاکہ اللہ کی عبادت اور اطاعت کو ترک کرکے انہیں کیطرح گمراہی میں مبتلا ہو جائیں اس زمانہ میں اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا معیوب سمجھا جائیگا، انکو حقیر اور بیوقوف سمجھا جائیگا: اور سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر کرنا ایسا تکلیف دہ اور مشکل ہوگا جیسا کہ گرم انگارہ کو ہاتھ سے پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے کٹھن زمانہ میں جو لوگ دین پر عمل کریں گے ان کو، ایک عمل کے بدلہ میں صحابہؓ کے زمانہ کے پچاس عمل کے برابر اجر دیا جائیگا، اور وہ چار بُرائیاں جو سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شُحٌّ مُّطَاعٌ: ایسی خودغرضی جس کی پیروی کی جائے گی۔ اور بخیلوں اور خودغرضوں کی حکومت ہوگی۔

۲۔ وھویً مُتَّبَعٌ: خواہشاتِ نفس کی پیروی کی جائے گی اور خواہش پرستی عام ہوجائے گی اور حکومت اور اقتدار خواہش پرستوں کے ہاتھوں میں آجائیگا

۳۔ ودُنیا مؤثرۃٌ: ہر طرف سے یہی نظر آئیگا کہ لوگ دین کے کاموں پر دنیا کی مال و دولت اور عزت وجاہ کو ترجیح دیں گے۔

۴۔ وَاِعجَابُ کل ذی رأیٍ برأیہٖ: ہر صاحب رائے اپنی اپنی رائے اور سمجھ پر ناز اور تکبر کریں گے اور خودستائی اور خودپسندی کا دَور دَورہ ہوگا۔ اور حکومت اور اقتدار ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اور وہ اپنی اِتراہٹ اور غرور میں ناز کریں گے۔

جب یہ چار قِسم کی بُرائیاں امّت میں عام ہوجائیں گی تو اَمر بالمعروف

نہی عن المنکر کام آنے والا نہیں ہے۔ اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کرنے کیلئے کوئی موقع نہ ہوگا بلکہ ایسے لوگ جو اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کریں گے انکو بیوقوف اور احمق سمجھا جائیگا۔ جب ایسا دَور آجائے پھر تم کو عام لوگوں کے ماحول میں زندگی گذارنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے آپ کو اُن سے الگ کر لو۔ اور تنہائی میں رہ کر اللہ کی عبادت کرو۔ اور اُس زمانہ میں تمہاری ایک عبادت صحابہ اور خیر القرون کے زمانہ کی پچاس عبادتوں کے برابر ہوگی۔

دیکھو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود پسندی اور اِتراہٹ کو کتنی بڑی عظیم ترین بُرائی قرار دی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی خود پسندی اور اِتراہٹ سے حفاظت فرمائے ــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِی اُمَیَّۃَ الشَّعْبَانِی قَالَ اَتَیْتُ اَبَا ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِی فَقُلْتُ لَہٗ کَیْفَ تَصْنَعُ فِی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ قَالَ اٰیَۃُ اٰیَۃٍ قُلْتُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ قَالَ اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْھَا خَبِیْرًا سَاَلْتُ عَنْھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ

حضرت ابوامیہ شعبانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ثعلبہ خشنی رضؓ سے پوچھا کہ آپ لوگ اس آیتِ کریمہ کے بارہ میں کیا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول اے ایمان والو: تم اپنے نفس کی حفاظت کرو۔ ان لوگوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا جو گمراہی میں مبتلا ہیں، جب تم ہدایت پر قائم رہو گے تو حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضؓ نے فرمایا کہ میں نے اس آیت کے متعلق بہت خبر رکھنے والی ذات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ تم بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی پر نکیر کرتے رہو یہاں تک کہ جب

حَتّٰی اِذَا رَأَیْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَھَوًی مُّتَّبَعًا وَدُنْیَا مُّؤْثَرَۃً وَاِعْجَابَ کُلِّ ذِیْ رَأْیٍ بِرَأْیِہٖ فَعَلَیْکَ بِخَاصَّۃِ نَفْسِکَ وَدَعِ الْعَوَامَ فَاِنَّ مِنْ وَّرَائِکُمْ اَیَّامًا الصَّبْرُ فِیْھِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَی الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِیْھِنَّ مِثْلُ اَجْرِ خَمْسِیْنَ رَجُلًا یَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِکُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۳۶ ، ابوداؤد شریف ۲/۵۹۷)

زمانہ آجائے جس میں تم خودغرضی کی حکومت اور پیروی دیکھ لو اور خواہش نفس کی پیروی دیکھ لو۔ اور دین پر دُنیا کو ترجیح دینے کو دیکھ لو اور ہر صاحب رائے کو اپنی رائے پر اتراتے ہوئے دیکھ لو۔ تو تم اپنے آپ کو تنہائی کیلئے خاص کرلو اور عام لوگوں کے ماحول کو چھوڑدو۔ اس لئے کہ تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں مصائب کو جھیل کر صبر کرنا ایسا مشکل کام ہوگا جیسا کہ مٹھی میں چنگاری رکھی گئی ہو۔ اس زمانہ میں نیک عمل کرنے والے کو پچاس عمل کے برابر اجر و ثواب دیا جائیگا۔

سب سے بڑا جاہل کون؟ اور سب سے اچھا عالم کون؟

اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جاہل کون ہے: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جاہل وہ شخص ہے جو اپنی خودپسندی کی وجہ سے اتراتا ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے اچھا عالم وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ ایسا ہی امام مسروق کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے عمدہ اور اچھا عالم ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور آدمی کی جہالت کیلئے اتنا کافی ہے کہ خودپسندی اور خودستائی کا مریض ہو۔ روایت ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ کَفٰی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کے

بِخَشْيَةِ اللّٰهِ عِلْمًا، وَكَفٰى بِالْاِغْتِرَارِ بِاللّٰهِ جَهْلًا۔
(شعب الایمان ۱/ ۴۷۱)

اچھا عالم ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ خُدا کی خشیت میں رہے۔ اور آدمی کے اللہ کے یہاں جاہل ثابت ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ خود پسندی اور اِتراہٹ میں مبتلا ہو جائے۔

روایت ۷۴۶

قَالَ مَسْرُوْقٌ: كَفٰى بِالْمَرْءِ عِلْمًا اَنْ يَّخْشَى اللّٰهَ، وَكَفٰى بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَنْ يُّعْجَبَ بِنَفْسِهٖ۔
(شعب الایمان ۱/ ۴۷۲)

اور امام مسروق فرماتے ہیں کہ آدمی کے اچھا عالم ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈرے اور آدمی کے جاہل ثابت ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ خود پسندی اور اِتراہٹ میں مبتلا رہے۔

روایت ۷۴۸

اللہ کے بندوں میں کچھ نڈر بھی ہیں اور کچھ اللہ سے ڈرنے والے بھی، اور اللہ سے ڈرنے والے وہی ہوتے ہیں جو اللہ کی عظمت اور جلال اور آخرت کے بقار و دَوام اور دُنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پَروردگار کے احکام اور ہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر کرتے ہیں اور جس کے اندر یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا۔ اُسی درجہ میں وہ اللہ سے ڈریگا اور جسمیں خوفِ خدا نہیں وہ چاہے کتنی کتابیں پڑھ ڈالے عالم کہلانے کے لائق نہیں۔ اسلئے کہ عالم کی صفت یہی ہے کہ وہ خدا ترس ہو اور ہر وقت خوفِ خدا اسکے دِل میں ہو۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝
(سورۂ فاطر آیت ۲۸)

بیشک اللہ کے بندوں میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علماء ہیں بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست ہے اور بخشنے والا ہے۔

نجات کی تین چیزیں

ثَلاَثٌ مُنْجِیَاتٌ: رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہلاکت سے نجات دلانے والی ہیں۔ اسلئے ان چیزوں کو اپنی زندگی کا جزء بنا لینا چاہیئے۔

۱۔ نجات کی پہلی چیز غصہ اور خوشی میں انصاف وحق کی بات

اَلْعَدْلُ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ: غصہ اور خوشی اور راضی اور ناراضگی، دوستوں اور دشمنوں اور اپنوں اور غیروں کے درمیان، ہر حال میں انصاف اور حق کی بات کرنا، نجات کا ذریعہ ہے۔ شعب الایمان کی ایک روایت میں اَلْعَدْلُ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ کے بجائے کلمةُ الحَقِّ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ کے الفاظ ہیں، غصہ کی حالت میں اور خوشی کی حالت میں اپنوں اور غیروں کے درمیان حق کی بات کرنا نجات کا ذریعہ ہے۔ (شعب الایمان ۱/۴۷۱ حدیث ۷۴۵)

اور شعب الایمان کی ایک روایت میں اَلْعَدْل کی جگہ پر القول بالحقّ فِی الرِّضَاءِ وَالسَّخط کے الفاظ آئے ہیں کہ خوشی کے ماحول اور ناراضگی کے ماحول میں دوستوں اور دشمنوں کے درمیان حق کی بات کرنا نجات کا ذریعہ ہے۔

(شعب الایمان ۵/۴۵۳ حدیث ۷۲۵۲)

انسان کو جب غصّہ آتا ہے تو وہ حالتِ اعتدال پر باقی نہیں رہتا ہے۔ اور غصّہ کی حالت میں انسان حد سے تجاوز کر کے کوئی بھی غلط کام کر بیٹھتا ہے۔ تو اب ایسی حالت میں انصاف اور حق کی بات کرنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں یہ وہی کر سکتا ہے جو اپنی تمام خواہشات اور اپنے اغراض اور جذبۂ انتقام

سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ یہ انسان کیلئے بہت بڑی قربانی اور مجاہدہ ہے۔ اسلئے اللہ نے اس کو نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔

غصّہ کا نقصان

غصّہ شیطان کیطرف سے ایک چنگاری اور حرارت ہوتی ہے جو بعض دفعہ انسان کی آنکھوں اور گردن کی شہ رگ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک کے اندر پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غصّہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان تو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے لہٰذا جس شخص کو غصّہ آئے وہ فوراً وضو کرے اور اگر ہو سکے تو غسل کر لے۔ اور آگ کی صفت چونکہ اُوپر کو جانا ہوتا ہے اس لئے غصّہ کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ آدمی اگر کھڑے ہونے کی حالت میں ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھنے کی حالت میں ہو تو لیٹ جائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَمْ تَرَوْا اِلٰى اِنْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ حَسَّ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَاِنْ كَانَ قَائِمًا فَلْيَقْعُدْ وَاِنْ كَانَ قَاعِدًا فَلْيَضْطَجِعْ۔

(شعب الایمان ۶/۳۱۰ حدیث نمبر ۸۲۹۰)

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصّہ انسان کے قلب میں ایک چنگاری ہوتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو غصّہ والے آدمی کے شہ رگ کے پھول جانے کو؟ اور اسکی آنکھوں کی سُرخی کو، یہ اُسی چنگاری کا اثر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص اس طرح غصّہ کا کچھ اثر محسوس کرے تو اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عطیہ سعدی سے اسطرح کے الفاظ مروی ہیں

عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عطیہ سعدی فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے

يَقُوْلُ: اَلْغَضَبُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالشَّيْطَانُ خلق مِنَ النَّارِ وَ النَّارُ تطفأُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ۔
(شعب الایمان ۶/۳۱۱ حدیث ۸۲۹۱)

فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ غصّہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ لہٰذا تم میں سے جب کسی کو غصّہ آئے تو چاہئے کہ وضو کرلیا کرے۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب تم کو غصّہ آجائے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ لیا کرو ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ اَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَ تَنْتَفِخُ اَوْدَاجُهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِيْ يَجِدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
(مسلم ۲/۳۲۶ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔
(ابوداؤد ۲/۶۵۹) بخاری ۲/۹۰۳)

حضرت سلیمان بن صُرَد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں نے غصّہ کی حالت میں ایک دوسرے کو سخت سُست کہا تو ان میں سے ایک کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور اس کی گردن کی شہ رگ پھول گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسکے علاج کی ایک بات جانتا ہوں اگر وہ کلمہ کہے گا تو اس سے وہ غصّہ دُور ہو جائیگا جو اپنے اندر پا رہا ہے وہ ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ میں شیطان مَردُود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں شیطان مَردُود سے تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔

غصّہ کا علاج

مذکورہ روایات سے غصّہ ختم کرنے کیلئے تین قسم کا علاج حدیث سے ثابت ہوا۔

۱ جب غصّہ آجائے اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے اس سے غصّہ میں کمی آجاتی ہے۔

۲ غسل یا وضوء کرلے۔

۳ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۰ پڑھ لے انشاء اللہ تعالیٰ اِن امور کے اختیار کرنے سے غصّہ جاتا رہیگا۔

غصّہ ایمان کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصّہ انسان کے ایمان کو اسطرح بگاڑ کر رکھ دیتا ہے جیسا کہ شہد میں ایلوا مِل جانیکی وجہ سے شہد کا مزہ بگڑ جاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ بَھْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔

(شعب الایمان ۶/۳۱۲ حدیث ۸۲۹۴)

حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا غصّہ انسان کے ایمان کو اسطرح بگاڑ کر رکھدیتا ہے جیسا کہ شہد میں ایلوا مِل جانیکی وجہ سے شہد کا مزہ بگڑ جاتا ہے۔

سات چیزیں شیطان کی طرف سے

حضرت علیؓ سے ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیطان کیطرف سے انسان کے اُوپر سات چیزوں کا غلبہ ہوتا ہے اگر ان چیزوں میں انسان کو شیطان پر کامیابی حاصل ہوجائے تو انسان کی خوش نصیبی ہے۔

۱۔ شِدَّۃُ الْغَضَبِ۔ ایسا سخت غصّہ آجانا جسمیں آدمی کا ہوش و حواس باقی نہ رہے اور راعتدال سے ہٹ جائے۔

۲۔ شِدَّۃُ الْعُطَاسِ۔ بار بار زور زور سے چھینک آنا شیطان کیطرف سے ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کبھی کبھار چھینک آنا شیطان کیطرف سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۳۔ شِدَّۃُ التَّثَاؤُبِ۔ بار بار زور سے جمائی آنا۔

۴۔ اَلْقَیْءُ۔ قئے اور متلی آنا اسمیں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے۔

۵۔ الرُّعَافُ۔ ناک سے نکسیر پھوٹنا اور تسلسل کے ساتھ ناک سے خون جاری ہونا اس میں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے۔

۶۔ النَّجْوٰی۔ یعنی دوسروں کے سامنے دو آدمیوں کا آپس میں سرگوشی کرنا اسمیں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کہیں تین آدمی ہوں انمیں سے دو آدمی سرگوشی اور کانا پھوسی کرنے لگیں تو تیسرے آدمی کو شبہ اور تردّد پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے چھپا کر کیوں بات کر رہے ہیں۔

۷۔ اَلنَّوْمُ عِنْدَ الذِّکْرِ۔ اللہ کے ذکر کے وقت نیند آنا اسمیں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے کہ آدابِ ذکر میں سے یہ بھی ہے کہ بوقتِ ذکر اللہ کیطرف دھیان رہے اور جب نیند آنے لگے گی تو دھیان باقی نہیں رہیگا اور

شیطان یہی چاہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ اے اللہ ہم سب کی شیطان مردود سے حفاظت فرمائیے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عَلِیٌّ سَبْعٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ شِدَّۃُ الْغَضَبِ وَ شِدَّۃُ الْعُطَاسِ وَ شِدَّۃُ التَّثَاؤُبِ وَالْقَیْءُ وَالرُّعَافُ وَالنَّجْوٰی وَالنَّوْمُ عِنْدَ الذِّکْرِ۔

(شعب الایمان ۶/۳۱۱ حدیث ۸۲۹۳)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شیطان کیطرف سے سات چیزیں ہوتی ہیں۔

۱۔ سخت ترین غصہ۔
۲۔ سخت ترین چھینک آنا۔
۳۔ سخت ترین جمائی آنا۔
۴۔ قئی آنا۔
۵۔ ناک سے خون آنا۔
۶۔ دوسروں کے سامنے سرگوشی کرنا۔
۷۔ ذکر کے وقت نیند آنا۔

غصہ پی جانے کی فضیلت

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے غصہ کو پی جاتا ہے اور وہ اپنے غصہ کے مطابق عمل کرنے پر قادر ہے۔ پھر بھی اللہ کے خوف سے اُس نے اپنا غصہ نافذ نہیں کیا ہے تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے اُس کو اس بات کا اختیار دیگا کہ جنت کی حوروں میں سے جو چاہے اختیار کرلے ـــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ سَہْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت سہل بن معاذ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم

قَالَ مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنْفِذَہٗ دَعَاہُ اللّٰہُ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ فِیْ اَیِّ الْحُوْرِ شَاءَ۔
(ابوداؤد ۲/۶۵۹، شعب الایمان ۳۱۲)

نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے غصہ کو اس حالت میں پی جاتا ہے کہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے اُس کو اختیار دیگا کہ جنّت کی حوروں میں سے جو چاہے اختیار کرلے۔

حدیث ۸۳۰۲)

غصہ پر ضبط کرنیوالا اللہ کا سب سے بڑا محبوب

حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک چار آدمی بہت زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ کو ایسے لوگ زیادہ پسند ہیں۔

۱۔ وہ شخص جو غصّہ کا گھونٹ پیتا ہے اور اس پر کنٹرول کرلیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

۲۔ اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پی لیتا ہے اور اپنے آپ کو بے صبری سے کنٹرول کرلیتا ہے۔

۳۔ وہ شخص اللہ کا محبوب ہے جو اللہ کے خوف اور خشیت سے آنکھوں سے آنسوں گراتا ہے۔

۴۔ وہ شخص جو اللہ کی رضا کیلئے اللہ کے راستہ میں شہید ہوجاتا ہے وہ بھی اللہ کا محبوب ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَاجَرَعَ عَبْدٌ جُرْعَۃً اَعْظَمَ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندہ نے ایسا کوئی گھونٹ نہیں پیا ہے جس کا اجر

أَجْرًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (شعب الایمان ۶/۳۱۴ حدیث ۸۳۰۷)

اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ اُس غصہ کے گھونٹ سے جسکو آدمی اللہ کی رضا جوئی کے لئے پی لیتا ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا جُرْعَةٌ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا رَجُلٌ أَوْ جُرْعَةِ صَبْرٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ وَمَا قَطْرَةٌ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَةِ دَمْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ قَطْرَةِ دَمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

(شعب الایمان ۶/۳۱۴ حدیث ۸۳۰۸)

اور حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے زیادہ محبوب ترین کوئی گھونٹ نہیں ہے جسکو آدمی نے پی لیا ہے یا اُس صبر کے گھونٹ سے زیادہ کوئی گھونٹ محبوب نہیں ہے جو مصیبت کے وقت پیا ہے۔ اور اللہ کے نزدیک اس قطرہ سے زیادہ محبوب ترین کوئی قطرہ نہیں ہے جو اللہ کی خشیت کیوجہ سے آنسوں کی شکل میں بہتا ہے یا اُس قطرہ سے زیادہ محبوب قطرہ کوئی نہیں ہے جو اللہ کے راستہ میں شہادت کے خون کی شکل میں بہتا ہے

سب سے بڑا پہلوان کون؟

مسلم شریف میں ایک روایت متعدد صحابہؓ سے متعدد الفاظ کیساتھ مروی ہے کہ آقائے نامدار علیہ السّلام نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم پہلوان کسے سمجھتے ہو تو صحابہؓ نے کہا کہ ہم پہلوان اُسی کو سمجھتے ہیں جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں تو آپ نے فرمایا حقیقت میں وہ پہلوان نہیں ہے بلکہ پہلوان وہی شخص ہے جو غصّہ کی حالت میں اپنے نفس پر کنٹرول کرلیتا ہے ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَاتَعُدُّوْنَ الصُّرَعَةَ فِيْكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِيْ لَايَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَيْسَ بِذٰلِكَ وَلٰكِنَّهُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔
(مسلم شریف ۲/۳۲۶)

تم اپنے میں پہلوان کس کو شمار کرتے ہو، تو ہم نے کہا وہ شخص جسکو لوگ پچھاڑ نہ سکیں، تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ نہیں ہے، لیکن پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں کرلیتا ہے۔

اور یہ حدیث شریف حضرت ابو ہریرہؓ سے دوسرے الفاظ کیساتھ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔
(مسلم شریف ۲/۳۲۶، بخاری ۲/۹۰۳ حدیث ۵۸۷۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلوان پچھاڑنے والا نہیں ہوتا ہے۔ بیشک پہلوان وہ شخص ہے جو غصّہ کے وقت میں اپنے نفس کو قابو میں کرلیتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ غصّہ کی حالت میں انسان اعتدال پر نہیں رہتا ہے بلکہ حد سے تجاوز کرکے جنون کی حالت میں زبان پر جو آیا کہدیا اور ہاتھ اور پیر کو جدھر چاہا چھوڑدیا، ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اب اگر کوئی ایسے حالات میں اپنے اُوپر کنٹرول کرلیتا ہے۔ اور عدل وانصاف کی بات کرتا ہے اور موافق اور مخالف کے ساتھ یکسانیت کا معاملہ کرتا ہے اور صحیح اور حق بات کرتا ہے تو ایک عظیم ترین مجاہدہ ہے اور اپنی نفسانیت کو قربان کرنا ہے۔ اسلئے آقا نامدار علیہ السّلام نے اس عمل کو ہلاکت سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور راضی اور خوشی کی حالت میں انصاف کی بات کرنا اپنوں اور غیروں کے درمیان حق کی بات کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے مگر

غصہ کی حالت میں بڑا مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اعتدال اور حق پر قائم رکھے اور ایسے عمل کی توفیق نصیب فرمائے جو نجات کا ذریعہ بنے۔

۲۔ نجات کی دوسری چیز خوشحالی اور تنگی میں میانہ روی

اَلْقَصْدُ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہلاکت سے نجات پانے کی دوسری چیز یہ ہے کہ آدمی خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے، نہ عیش وعشرت اور خوشحالی کے زمانہ میں خدا کو بھولے، اور نہ ہی تنگی اور تکلیف کے وقت اللہ کو فراموش کرے۔ اور جس طریقہ سے خوشی کے زمانہ میں اللہ کی راہ میں اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرتا ہے اسی طریقہ سے تنگدستی اور تکلیف کے زمانہ میں بھی جتنی گنجائش ہو خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ اور ایسے لوگوں کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی کے دل میں اس کی نوعیت و کیفیت کے بارے میں گذرا ہوگا اور نہ کسی کان سے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی آنکھ سے دیکھا ہوگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کیساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۳)	تم اپنے رب کی مغفرت حاصل کرنے کی طرف دوڑو، اور ایسی جنت کی طرف دوڑو، جسکا عرض اور چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ یہ ایسے متقی اور پرہیزگار لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو خرچ کرتے ہیں عیش و خوشی میں اور تنگی اور تکلیف میں۔

اُمّت کی تین قسمیں

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؑ کے بعد اپنی کتاب کیلئے امّتِ محمدیہ کو وارث بنایا ہے اور یہ امّت تمام اُمّتوں سے بہتر اور برتر ہے۔ البتہ امّت کے سب افراد یکساں نہیں، ان میں وہ بھی ہیں جو باوجود صحیح ایمان کے گناہوں میں مبتلا رہو جاتے ہیں اُن کے بارے میں اللہ نے فرمایا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔

کہ امّت میں سے کچھ لوگ اپنے اُوپر زیادتی کے شکار ہوئے، اور امّت میں کچھ لوگ وہ ہیں جو میانہ روی سے رہتے ہیں، نہ گناہوں میں منہمک اور نہ ہی بہت بڑے بزرگ اور ولیِ کامل ان کو اللہ تعالیٰ نے وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ اور امّت میں کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ کے کامل بندے ہیں اُس کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے اور تحصیلِ کمال میں مقتصدین سے بہت آگے پہونچ چکے ہیں، وہ مستحب چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی اور بعض مُباحات سے بھی پرہیز کرتے ہیں، اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلات اُن کو حاصل ہے، ایسے لوگوں کو اللہ نے "وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ" سے ارشاد فرمایا ہے۔ تو حاصل یہ نکلا کہ امّتِ محمدیہ تین قسموں پر ہے۔

۱۔ وہ لوگ جو صحیح ایمان کے باوجود گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جو میانہ روی اور اعتدال میں رہتے ہیں۔

۳۔ وہ لوگ جو نیکیاں حاصل کرنے میں آگے بڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ جنکو ولایت اور بزرگی کا درجہ حاصل ہے۔ اور ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا اور نیکیوں میں سبقت کرنا یہ دونوں چیزیں ہلاکت سے نجات دلانے والی ہیں۔ اسکو اللہ نے

اسطرح کے الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ‎(سورۃ فاطر آیت ۳۲)

پھر ہم نے کتاب کا وارث ایسے لوگوں کو بنایا ہے جنکو ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن چُن کر اس امّت کیلئے انتخاب کیا ہے، پھران میں سے کوئی بُرا کام کرکے اپنے اُوپر ظلم کرتا ہے۔ اوران میں سے کوئی میانہ روی اختیار کرتا ہے اوران میں سے کوئی اللہ کے حکم سے نیکیاں حاصل کرنے میں آگے بڑھ گیا ہے۔ یہی اللہ کا بڑا فضل ہے۔

میانہ روی نبوّت کا ایک جُزء ہے

امام ابوداؤدؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ تین چیزیں انبیاء کی صفات میں سے ہیں۔

۱۔ الهَدْيُ الصَّالِحُ: ایسی سیرت اور ایسا طریقہ جو دنیا کے انسانوں میں سب سے اچھا اور بہتر سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے کہ حضراتِ انبیاء کی سیرت اور اُن کا طرزِ زندگی تمام انسانوں سے بہتر اور بلند و بالا ہوتا ہے۔

۲۔ السَّمْتُ الصَّالِحُ: ایسی عادت جو نہایت اچھی اور تمام انسانوں کی نگاہوں میں قابلِ تعریف ہے۔ اسلئے کہ حضراتِ انبیاء کی عادت تمام انسانوں کی عادتوں سے بہتر اور بلند و بالا ہوتی ہے۔

۳۔ الاِقْتِصَاد: ہر معاملہ اور ہر چیز میں افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر اعتدال اور میانہ روی سے کام لینا۔ اللہ کو میانہ روی بہت پسند ہے، خرچہ اخراجات میں میانہ روی، اور گفتگو میں اعتدال، لین دین میں درمیانی راستہ اختیار کرنا۔ دوستوں اور دشمنوں کے ماحول میں اعتدال میں رہنا اور خوشی اور غصّہ

میں اعتدال میں رہنا غرض کہ میانہ روی اور اعتدال انسان کو ہر ہلاکت سے نجات دلانے کا ذریعہ ہے۔ اسلئے آقائے نامدار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تنگی اور خوشی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا نجات کا ذریعہ ہے ۔۔۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْھَدْیَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَ الْاِقْتِصَادَ الصَّالِحَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ۔

(ابوداؤد شریف ۲/ ۶۵۹، مسند احمد ۱/ ۲۹۶ نسخہ مرقم ۲۶۹۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہیئت اور نیک سیرت اختیار کرنا اور اچھی عادت اور اچھی سیرت بنالینا اور میانہ روی اختیار کرنا نبوّت کے پچیس ۲۵ اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف الفاظ اور مضمون کے کچھ فرق کے ساتھ مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں نبوّت کے چوبیس ۲۴ اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۱۔ السَّمْتُ الحسنُ: اچھی عادت اور بلند اخلاق انبیاء کی صفات میں سے ہیں۔

۲۔ اَلتُّؤَدَۃُ: وقار اور سکون سے کام کرنا کسی بھی کام میں عجلت نہ کرنا۔ یہ بھی انبیاء کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ جو اللہ کو بہت پسند ہے۔

۳۔ الاقْتِصَادُ: ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا، یہ بھی حضرات انبیاء کی صفات میں سے ایک اہم ترین صفت ہے۔ اللہ کو میانہ روی ہر جگہ پسند ہے ۔۔۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَرْجَسَ الْمُزَنِیِّ

حضرت عبداللہ بن سرجس مزنی رضؓ سے

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔

(ترمذی ۲/۲۱)

مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اچھی عادت، اور سکون وقار اور اعتدال و میانہ روی، نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کے نزدیک اعتدال اور میانہ روی نہایت پسندیدہ چیز ہے۔ اور جو آدمی میانہ رو اور معتدل ہوتا ہے اس سے نہ کسی پر ظلم ہوتا ہے، اور نہ ہی کسی معاملہ میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ انصاف کے دائرہ میں رہ کر ہر کام کرتا ہے اس لئے اس کو نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر ملنے والا انسان اسکو عظمت اور وقار کی نگاہ سے دیکھے گا، اور عظمت اور وقار حضراتِ انبیاء کی صفت ہے۔ اسلئے ان صفات کو صفاتِ نبوت کا جزء قرار دیا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے اخلاقِ فاضلہ کو نبوت کے اجزاء کہا گیا ہے اور اس بارے میں بے شمار روایات ہیں جنمیں انبیاء علیہم السلام کے عمدہ ترین صفات کی تعداد بیان کی گئی ہے، بعض روایات میں ۲۴، بعض میں ۲۵، بعض میں ۲۶، اور بعض میں ۲۷، بعض میں ۴۰، بعض میں ۴۴، بعض میں ۴۵، اور بعض میں ۴۶، بعض میں ۴۷، بعض میں ۴۹، بعض میں ۵۰، اور بعض میں ۷۰۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضراتِ انبیاء کے بلند و بالا اخلاقِ فاضلہ کی تعداد بیان کرتے ہیں حدیث شریف کے الفاظ اس قدر مختلف کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں بعض مخصوص پہلو کے اخلاق کو پیشِ نظر رکھ کر ۲۴، کہدیا۔

اور دوسری روایت میں کچھ اور پہلو کے اخلاق کو مدِ نظر رکھ کر ۲۵ کہدیا۔ اور تیسری روایت میں کسی اور پہلو کے اخلاق کو پیشِ نظر رکھ کر ۲۶ یا ۴۸ یا ۷۰ وغیرہ کہدیا گیا۔ اسلئے اس تعداد کے اختلاف کو موضوعِ بحث بنانے کی ضرورت نہیں

(فتح الباری ۱۲/ ۳۶۲ تا ۳۶۸ مکتبۃ الریاض)

۳۔ نجات کی تیسری چیز خوفِ خدا

وَخَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ: سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہلاکت سے نجات دلانے والی تیسری چیز خلوت اور جلوت تنہائی اور مجمع میں اللہ سے ڈرنا۔ شعب الایمان میں بجائے خشیۃ اللہ کے اَلتَّقْوٰى فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ کے الفاظ آئے ہیں یعنی خلوت اور جلوت میں تقویٰ اختیار کرنا کہ اللہ نے جن چیزوں کو انسان پر حرام کردیا ہے یا جو چیزیں مشتبہ ہیں اُن سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف نفس متوجّہ ہونے لگے تو خوفِ خدا سے اُسے ترک کردینا۔ (شعب الایمان ۵/ ۴۵۲ حدیث ۷۲۵۲)

کیا خدا کی یاد میں گڑگڑانے کا وقت نہیں آیا

پچھلی امّت کا حال یہ تھا کہ جب اُن کے پاس اللہ کے رسُول اور نبی تشریف لاتے اور کتاب وشریعت بھی ساتھ میں لاتے تو وہ لوگ نبی کی زندگی میں آسمانی کتاب اور شریعت پر عمل کرتے تھے۔ اور نبی کے بعد جب کچھ عرصہ گذر جاتا تو دینِ حق کے بارمیں اُن کے دِل سخت ہوجایا کرتے تھے۔ اور پھر کتاب وشریعت کو پسِ پشت ڈال کر گمراہی میں مبتلا ہوجایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب خاتم الانبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم

کو رسُول بنا کر دُنیا میں بھیجا، اب امّتِ محمدّیہ کی باری آئی ہے کہ وہ اپنے پیغمبرؐ کی صحبت میں رہ کر نرم دلی کے ساتھ اللہ اور رسُول کے تابعدار بن جائیں اور اللہ کے ذکر سے خشوع و خضوع اور اُس کی خشیت کی صفات سے متصف ہوں، اور اُس بلند مقام پر پہونچے جہاں کوئی امّت نہ پہونچی تھی پھر اللہ تبارک و تعالیٰ امّت کو مخاطب کرکے فرمارہا ہے۔ تم پچھلی امّت کیطرح ہرگز مت ہونا بلکہ ایمان اور تابعداری میں قائم رہنا، تمہاری ایسی صفت ہونی چاہیئے جو تم سے کبھی جُدا نہ ہونے پائے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر فرمایا کیا ایمان والوں کیلئے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا ہے؟ کہ اُن کے دِل قرآن اور اللہ کی یاد اور اُس کے سچّے دین کے سامنے جُھک جائیں اور یادِ خدا کی وجہ سے اُن کے دِلوں میں لرزہ پیدا ہوجائے۔ اور نرم دِل ہوکر کے گڑگڑانے لگے۔ کیا مُسلمان ابھی تک خوابِ غفلت میں مبتلا ہیں؟ اگر ایسا ہوگا تو یاد رکھو کہ پچھلی امّت کا کیا حال ہوا دیکھ لو، اسلئے خلوت اور جلوت ہر حال میں خوفِ خدا کی وجہ سے تمہارے اُوپر گریہ طاری ہونا چاہیئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

اَلَمۡ يَاۡنِ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَـقِّ ۙ وَلَا يَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَيۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ۝ (سورۂ حدید آیت ۱۶)	کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ جبیں اللہ کی یاد سے اور اس برحق قرآن سے جو اُترا ہے ان کے دِل گڑگڑائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو اس سے پہلے کتابیں ملی تھیں۔ پھر اُن پر لمبا عرصہ گذرا تو اُن کے دِل کتاب و شریعت کے خلاف سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے لوگ فاسق اور نافرمان ہوگئے۔

خوفِ خدا کی وجہ سے جلا کر راکھ کرنیکی وصیت اور نجات

بخاری اور مسلم میں حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضوان اللہ تعالےٰ علیہم سے ایک لمبی حدیث شریف مَروی ہے۔ حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی امت میں ایک شخص ایسا تھا جس کو اللہ نے دولت بھی اور اولاد بھی دے رکھی تھی، اس کو اپنی آخری عمر میں یہ احساس پیدا ہوا کہ میں نے تو بہت بڑے بڑے گناہ کر رکھے ہیں، اگر اللہ نے میرے اُوپر قدرت پالی تو پھر میری خیر نہیں، پتہ نہیں کیا کیا اور کس کس طریقہ سے مجھے عذاب دیگا؟ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کر کے کہا کہ بتاؤ میں تمہارا کیسا باپ ہوں؟ تو سب نے کہا، بہت اچھے باپ ہیں۔ تو باپ نے اپنی اولاد کو اس بات کی وصیت کی کہ میری موت کے بعد تمہیں یہ کام کرنا ہے کہ لکڑیاں اِکھٹا کر کے میری نعش کو جلا کر راکھ کر دینا، پھر اسمیں سے کچھ حصّہ بحر سمندر میں بکھیر دینا اور کچھ حصّہ کو جب تیز ہوا چلے تو ہوا میں اُڑا دینا تاکہ نہ میری لاش اور نہ میرا جسم باقی رہیگا اور نہ ہی میرے اُوپر خدا کا عذاب ہو سکے گا۔ تو اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نے وصیت کے مُطابق اُسی طرح عمل کیا۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے تمام اجزار کو جمع کر کے اُس کو زندہ کریگا پھر اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھے گا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو وہ کہے گا کہ اے اللہ تجھے زیادہ معلوم ہے کہ میں تیرے عذاب سے کس قدر ڈرتا ہوں، میں نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ مجھے تیرے عذاب کا بہت زیادہ ڈر ہے۔ اور تیرا عذاب میری اس حرکت سے زیادہ سخت اور خطرناک ہوگا۔ اسلئے میں نے تیرے عذاب کے خوف سے بچنے کیلئے ایسی حرکت کی ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کہے گا کہ اگر میرے خوف

وخشیت کی وجہ سے تم نے ایسا کیا ہے تو میں تمہاری مغفرت کر دیتا ہوں اور یہی خشیت تمہارے لیے مغفرت کا ذریعہ ہے ——— یہ حدیث شریف بخاری شریف میں آٹھ مقامات میں اور مسلم شریف میں دو مقام پر موجود ہے اسمیں سے ایک مختصر ٹکڑا یہاں نقل کر دیتے ہیں ——— ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ اِذَا مَاتَ فَاَحْرِقُوْهُ وَاذْرُوْا نِصْفَهٗ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَهٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللهِ لَئِنْ قَدَرَ اللهُ عَلَیْهِ لَیُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا لَا یُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِنَ الْعٰلَمِیْنَ فَاَمَرَ اللهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِیْهِ وَاَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِیْهِ ثُمَّ قَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ مِنْ خَشْیَتِكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهٗ۔

(بخاری شریف ۲/ ۱۱۱۷ حدیث ۷۲۰۵ ۱/ ۴۹۵ حدیث ۲۳۵۹ ۔ ۱/ ۴۹۵ حدیث ۲۳۶۰ ۔ ۱/ ۴۹۵ حدیث ۲۳۶۲ ۔ ۲/ ۹۵۹ حدیث ۶۲۳۱ ۔ ۲/ ۱۰۵۶

حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ پچھلی امت میں ایک شخص نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا، جب وہ شخص مرا تو اُس کی وصیت کے مطابق لوگوں نے اُس کو جلا کر راکھ کر دیا اور نصف راکھ خشکی میں اُڑا دی اور نصف حصہ سمندر میں بہا دیا تو اللہ کی قسم اگر اللہ اُس پر قادر ہو جائے تو اُسے ایسا عذاب دیگا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دیگا تو اللہ سمندر کو حکم کریگا تو وہ اپنے اندر کے تمام ذرّات کو جمع کر دیگا اور خشکی کو حکم کریگا تو وہ بھی اپنے اندر کے تمام اجزاء کو جمع کر دیگی۔ پھر اللہ تعالےٰ اس سے پوچھے گا تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ کہے گا کہ اے اللہ صرف تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اور تو زیادہ جانتا ہے تو اللہ تبارک وتعالےٰ اُسکی مغفرت کر دیگا۔

حدیث ۶۸۴۰ ۔ ۲/ ۱۱۱۸ حدیث ۷۲۰۶ ۔ مسلم شریف ۲/ ۳۵۶ ، ۲/ ۳۵۷)

تین چیزیں گناہوں کے لئے کفّارہ

ثَلَاثٌ کَفَّارَاتٌ، سید الکونین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں انسان کے گناہوں کیلئے کفّارہ اور معافی کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو عملی زندگی میں داخل کرنیکی ترغیب دی ہے اور ان میں سے ایک ایک کی بے شمار فضیلتیں مختلف مواقع میں بیان فرمائی ہیں۔

۱ گناہوں سے کفّارہ کی پہلی چیز

اِنْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کو گناہوں کیلئے کفارہ اور معافی کا ذریعہ تبلایا ہے۔ ان میں سے پہلی چیز ایک نماز کے بعد دوسری نماز کیلئے انتظار کرنا ہے۔

نماز کے انتظار سے نماز کا ثواب

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ جو شخص مسجد میں باوضو بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا ہے تو اُس کا یہ پورا وقت نماز میں شمار ہوگا۔ اور نماز کا پورا پورا ثواب اُس کو حاصل ہوگا ______ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا کَانَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ مَا لَمْ یُحْدِثْ۔

(بخاری شریف ۱/۳۰ حدیث ۱۷۶)

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بندۂ مؤمن کو اس وقت تک نماز میں شمار کیا جائیگا جب تک مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا ہے بشرطیکہ اس کا وضو باقی رہے حدث لاحق نہ ہو۔

نماز کا انتظار کرنیوالے کیلئے ملائکہ رحمت کی مغفرت کی دُعا

بخاری شریف میں ایک حدیث شریف متعدد مقامات میں مذکور ہے ۔ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ رحمت بندۂ مؤمن کے لئے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلّے پر باوضو بیٹھا رہے ۔ اور اس طرح دُعا کرتے ہیں : اے اللہ اس بندہ کی مغفرت فرما ، اے اللہ اس بندہ پر رحمت نازل فرما ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْمَلَآئِکَةَ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَالَمْ یُحْدِثْ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ۔ (بخاری شریف ۱/۶۳ حدیث ۴۴۰ ، ۱/۹۰ حدیث ۶۵۰)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسُولِ اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ بیشک ملائکہ رحمت تم میں سے کسی کیلئے اُس وقت تک رحمت کی دُعائیں کرتے ہیں جب تک کہ وہ اس مصلی پر موجود رہے جسمیں اُس نے نماز ادا کی ہے اور رحمت کی دُعا کا سلسلہ اسوقت تک باقی رہیگا کہ جب تک اس کو حدث لاحق نہ ہو جائے ۔ اور اِن الفاظ سے دُعا کرتے ہیں ۔ اے اللہ اسکی مغفرت فرما ۔ اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما ۔

نماز کے انتظار کرنے والے کیلئے عرش کے سایہ کی بشارت

نیز بخاری شریف ۱/۹۱ حدیث ۶۵۱ میں ایک لمبی حدیث شریف ہے ۔ جس میں سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ حاصل ہونے کی بشارت دی گئی ہے ۔ اس حدیث شریف کا مکمل خلاصہ حضرت عقبہ بن عامرؓ

کو سات باتوں کی وصیت کے عنوان کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ اس میں ایک شخص وہ بھی ہے جو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے۔ اور وہ کاروبار میں مشغول رہتا ہے اور اس کا دل نماز کے انتظار میں مسجد میں اٹکا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کی ہولناکی کی حالت میں عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔

۲۔ گناہوں سے کفّارہ کی دوسری چیز ٹھنڈے پانی سے وضو

۲۔ اِسبَاغُ الْوضوءِ فِي السَّبَرَاتِ: سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ سخت ترین سردی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی سے کامل وضو کرنا گناہوں سے کفّارہ کا ذریعہ ہے۔

تین چیزوں سے گناہ معاف اور درجات بلند

مسلم شریف اور ترمذی شریف میں ایک روایت مَروی ہے، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے اعمال سے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور ان کے درجات بلند کرتا ہے، اور جنّت کے اعلیٰ مقامات ان کو عطا فرماتا ہے۔

۱۔ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ: سخت ناگواری اور مشقت کی حالت میں کامل وضو کرنا، جیسا کہ سخت سردی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بڑی محنت اور مشقت کا کام ہوتا ہے۔ اسلئے اللہ نے اس کا اجر بھی بہت بڑا مقرر فرمایا ہے۔

۲ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ : مسجد میں دُور سے چل کر آنا یعنی دُور سے چل کر آنا ہوگا اتنا ہی ثواب میں اضافہ ہوگا۔ ایک ایک قدم پر ایک ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اور ایک ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

۳ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ : ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ جب آدمی ایک نماز پڑھ کر اپنے کاروبار میں مشغول ہوجائے اور اس کا دل دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں اٹکا رہتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے درجات بلند کرتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَا یَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ۔

{ مسلم شریف ۱/۱۲۷
ترمذی شریف ۱/۱۸ }

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دیگا اور درجات کو بلند کردے گا۔ تو صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ تو حضورؐ نے فرمایا سخت سردی کی ناگواری میں کامل وضو کرنا اور مسجد میں دُور سے چل کر آنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اس کی فضیلت کا وہ مقام ہے جو سرحدِ اسلام کی حفاظت کا ہوتا ہے۔

۳ گناہوں سے کفّارہ کی تیسری چیز پیدل چلکر جماعت میں شرکت

وَنَقْلُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَةِ: سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے کفّارہ کی تیسری چیز یہ ہے کہ پیدل چلکر مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔ بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے ایک لمبی روایت منقول ہے کہ قبیلۂ بنوسلمہ مسجدِ نبوی سے کافی دُور رہتا تھا، ان کا قبیلہ اسی جگہ آباد تھا جہاں پر اس وقت مسجدِ قبلتین قائم ہے۔ حجاجِ کرام جب مدینۃ المنورہ پہونچتے ہیں وہ مسجدِ قبلتین بھی جاتے ہیں۔ جہاں پر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جارہی تھی اور اثناءِ صلوٰۃ قبلہ بدلنے کا حکم نازل ہوا تو نماز ہی کے اندر کعبۃ اللہ کی طرف رُخ پھیرلیا گیا۔ اس قبیلہ نے رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ یا رسُول اللہ ہم لوگ مسجدِ نبوی سے کافی دُور رہتے ہیں۔ ہر نماز وہاں سے آکر آپؐ کے پیچھے آسانی سے نہیں پڑھ سکتے۔ لہٰذا آپ ہم کو اجازت دیجئے تاکہ مسجدِ نبوی سے قریب آکر ہم لوگ آباد ہوجائیں۔ اور پانچوں نمازیں آپ کے پیچھے پابندی کے ساتھ پڑھ سکیں۔ تو اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا اے بنوسلمہ کے لوگو! تم اپنے علاقہ میں آباد رہو، اور وہاں سے چل کر آنے کا ثواب تم کو الگ سے ملا کریگا۔ اور تم کو ایک ایک قدم کا ثواب اللہ تعالیٰ الگ سے عطا فرمائیگا۔ (بخاری ۱/۹۰)

یہ حدیث شریف بخاری شریف میں کئی مقامات میں موجود ہے۔ یہاں صرف اُردو ترجمہ اور مفہوم لکھ دیا ہے۔

جماعت کی فضیلت اور گناہوں کا کفّارہ

ایک حدیث شریف بخاری شریف میں

متعدد مقامات میں ہے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی ایک نماز کا ثواب اپنے گھر اور رہائش گاہ کی نماز سے ۲۵ درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے تنہائی کی ۲۵ نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور بخاری کی ایک اور روایت میں ۲۷ نمازوں کے برابر ثواب اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب آدمی اچھی طرح وضوء کرکے جماعت کے ساتھ نماز کے ارادہ سے مسجد کے لئے روانہ ہو جائے تو ایک ایک قدم پر ایک ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک ایک گناہ معاف کر دیا جائیگا۔ پھر جب وہ نماز سے فراغت حاصل کر لیتا ہے تو ملائکہ رحمت اس کے لئے اس وقت تک رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلّے پر بیٹھا رہیگا۔ یا نماز کا انتظار کرتا رہے گا۔ اور اس طرح سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اپنے اس بندہ پر رحمت نازل فرما، اے اللہ اپنے اس بندہ کی مغفرت فرما۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تضعفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِی بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسَةً وَّ عِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی جماعت کی ایک نماز اُس کے گھر اور اُس کے بازار کی رہائش گاہ کی نماز پر ۲۵ درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور یہ اس طور پر ہے کہ جب اچھی طرح وضوء کرے پھر مسجد کیطرف صرف نماز کے لئے نکلے تو وہ کوئی قدم نہیں اُٹھائے گا

اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَۃٌ وَحُطَّ عَنْہُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ۔

(بخاری شریف ۱/۸۹ حدیث ۶۳۸، ۱/۶۹ حدیث ۴۷۲، ۱/۸۹ حدیث ۶۳۸، ۱/۲۸۴ حدیث ۲۰۷۲، ۱/۴۵۸ حدیث ۳۱۲۵)

مگر اس کے ذریعہ سے ایک درجہ بلند کیا جائے گا اور ایک گناہ مٹا دیا جائیگا۔ پھر جب نماز پڑھ لیتا ہے تو ملائکہ رحمت اس کے لئے اس وقت تک مغفرت کی دُعا کرتے ہیں جبتک وہ اپنے مصلّے پر باقی رہے کہ اے اللہ اس پر کامل رحمت نازل فرما۔ اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما۔ اور تم میں سے ہر ایک اس وقت تک نماز میں شمار ہوگا جب تک نماز کا انتظار کرتا رہے گا۔

تین قسم کے اعمال سے درجات بلند ہوتے ہیں

ثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ: سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے اعمال ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک غریبوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانا اور دوسرا سلام کو عام کرنا اور تیسرا رات میں نوافل پڑھنا۔ ہر ایک کی تفصیل ترتیب وار ملاحظہ فرمائیے۔

۱ درجات بلند ہونیکی پہلی چیز

فَاِطْعَامُ الطَّعَامِ !

سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ غریبوں، مسکینوں

اور مہمانوں کو کھانا کھلانے سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور کھانا کھلانے والے کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میرا کوئی احسان ان لوگوں پر نہیں ہے جن کو کھانا کھلایا جارہا ہے بلکہ اللہ کا فضل ہے، اور انہیں لوگوں کا احسان میرے اُوپر ہے کہ ان کا رزق تو اللہ نے پہلے ہی پیدا کر رکھا ہے۔ اور اللہ نے مجھے ان کو کھلانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ اس کا فضل ہے اور ان لوگوں کا احسان میرے اُوپر یہ ہے کہ اللہ نے جو رزق ان کے لئے مقرر فرمایا تھا اس کو انہوں نے میرے یہاں سے حاصل کرنے کے لئے قدم رنجہ فرمایا۔ ان کا میرے یہاں آنا میرے اُوپر احسان ہے۔ ورنہ یہ اپنا رزق کسی اور جگہ سے حاصل کر لیتے اور میں محروم ہوجاتا۔ جو لوگ اس طریقہ سے لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا ہے۔ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بشارت دی ہے۔

مہمان نوازی کرنے والے کیلئے جنّت کے بے نظیر پھلوں کی بشارت

مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد میں ابوسعید خدریؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگ بڑے خوش نصیب ہیں، اور اللہ کے یہاں ان کو بے مثال نعمتوں سے نوازا جائیگا۔

۱ جو بھی مؤمن کسی پیاسے مؤمن کو پانی پلاکر سیراب کریگا اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن ایسے عمدہ ترین مشروبات سے اس کا اعزاز کریگا جو کبھی کسی انسان کے دل پر گذرا ہوگا نہ کسی کان نے سُنا ہوگا، نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا۔ اور وہ مشروبات اتنے خالص ہوں گے کہ ان کا ہر گلاس سربمہر ہوگا۔

۲۔ وہ مؤمن جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلاتا ہے اس کو اللہ تبارک و تعالےٰ جنّت کے بے نظیر اور بے مثال پھل کھلائیگا۔

۳۔ جو بھی مؤمن کسی ایسے مسلمان کو کپڑا پہنا تا ہے جو لباس کا محتاج ہے اللہ تعالیٰ جنّت کے سبز لباس سے اس کا اعزاز کرے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰی مُؤْمِنًا شَرْبَۃً عَلٰی ظَمَاءٍ سَقَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ وَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ وَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ کَسَا مُؤْمِنًا ثَوْبًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّۃِ۔

(مسند احمد بن حنبل ۳/ ۱۳، نسخہ مرقم ۱۱۱۱۷) ابوداؤد میں لفظ مؤمن کی جگہ مسلم کا لفظ ہے ۱/ ۲۳۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو بھی مؤمن کسی مؤمن کو پیاس کی حالت میں پینے کی چیز پلا دیتا ہے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کو ایسے خالص اور عمدہ ترین مشروب پلائیگا جس کے ہر گلاس سربمہر ہوں گے۔ اور جو بھی مؤمن کسی مؤمن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے بے مثال پھل کھلائیگا۔ اور جو بھی مؤمن کسی ننگے اور ضرورتمند مؤمن کو کپڑا پہناتا ہے اللہ تعالےٰ اس کا جنت کے سبز لباس سے اعزاز کرے گا۔

چار قسم کے لوگوں کیلئے جنّت کے اعلیٰ ترین بالاخانہ کی بشارت

ترمذی شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایک تفصیلی حدیث شریف ہے کہ ایک دفعہ سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے صحابہ سے فرمایا کہ جنت میں ایک بالاخانہ ہے۔ وہ عجیب و غریب عجائبات کا حامل ہے۔ اس کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آئیں گی، اور اس کے باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آئیں گی۔ ایسا شاندار اور دلفریب ہوگا کہ ہر دیکھنے والا اس کو دیکھنے کے بعد ہر چیز بھول جائیگا۔ جب آپؐ نے ایسے بالاخانہ کا تذکرہ فرمایا تو ایک دیہاتی نے کھڑے ہوکر رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا عمدہ ترین بالاخانہ کس کے لئے ہوگا۔ وہ کونسے خوش نصیب لوگ ہیں جو اس کے مالک ہونے والے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگوں کو اس طرح کے بالاخانے نصیب ہوں گے۔

۱ مَن اطابَ الکلام: جو شخص عمدہ بات کرتا ہے اور اس کی گفتگو سے ہر ایک کو خوشی ہوتی ہے، اور ہر ایک کو فائدہ ہوتا ہے، کبھی دلخراشی کی بات نہیں کرتا۔

۲ مَنْ اَطْعَمَ الطَّعَامَ: جو شخص لوگوں کی مہمان داری کرتا ہے اور غریبوں اور پڑوسیوں کا خیال کرتا ہے، کسی مہمان کے آنے پر کبیدہ خاطر نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوجاتا ہے۔

۳ وَ اَدَامَ الصِّیَامَ: اکثر و بیشتر نفل روزہ رکھنے کا عادی، مہینہ میں ایامِ بیض کے تین روزے۔ تیرہویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کو ایام بیض کہا جاتا ہے۔ اور پیر اور جمعرات کا روزہ۔ ان ایام کے روزوں کی حدیث پاک میں

بے شمار فضیلت آئی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تسلسل کے ساتھ روزہ رکھا جائے۔ بلکہ اس کی ممانعت آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن ایام میں روزہ رکھنا حدیث سے ثابت ہے، پابندی کے ساتھ ہمیشہ ہر مہینہ کے ان ایّام میں روزہ رکھتا رہے، جیسا کہ اوپر ان ایّام کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

۴۔ وَصَلّیٰ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ: جو شخص رات میں ایسے وقت اُٹھ کر تہجد اور نوافل میں لگ جاتا ہے جس وقت سونے میں سب لوگ مشغول ہو جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس طرح تنہائی کی عبادت بہت زیادہ پسند ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا تُرٰی ظُھُوْرُھَا مِنْ بُطُوْنِھَا وَبُطُوْنُھَا مِنْ ظُھُوْرِھَا فَقَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ لِمَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَدَامَ الصِّیَامَ وَصَلّیٰ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۱۹/۲)

حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا دلفریب بالاخانہ ہے کہ اس کے اندر سے باہر کی چیزیں دکھائی دیں گی، اور باہر سے اندر کی چیزیں دکھائی دیں گی، تو ایک دیہاتی کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول یہ کس قسم کے لوگوں کے لئے ہے، تو آپؐ نے فرمایا اُن لوگوں کیلئے ہے جو اچھی باتیں کرتے ہیں، اور لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور اکثر روزہ رکھتے ہیں، اور رات میں اس حالت میں نماز پڑھتے ہیں جبکہ سب لوگ سو گئے ہوں۔

مہمان، میزبان کی کھوج کُرید نہ کرے

حدیث میں آیا ہے جب کوئی شخص کسی مسلمان بھائی کے یہاں بطور مہمان قیام کرے تو مہمان کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ میزبان کی روزگار سے متعلق کھوج کُرید کرے۔ جب مہمان کو یہ معلوم ہے کہ یہ مسلمان ہے اور اس کی کمائی کے بارے میں اندرونی کیا معاملات ہیں، تو ایسی صورت میں مہمان کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ مہمان، میزبان کے بارے میں کھوج کُرید کرے۔ بلکہ جو بھی کھانے کی چیز سامنے پیش کرے اس کو حلال سمجھ کر خوشی سے کھالے۔ اور یہ کھوج نہ لگائیں کہ یہ کس کمائی کا کھانا ہے۔ کس قسم کی آمدنی سے حاصل ہوا ہے۔ اس طرح کی باتوں میں نہ پڑے۔ چُپ چاپ کھالے۔ اور جب کچھ مشروبات پینے کے لئے پیش کئے جائیں تو اس کے بارے میں یہ نہ پوچھا جائے کہ کس قسم کے پیسہ سے لایا اور کس قسم کی کمائی سے حاصل کیا ہے۔ اس طرح کی کھوج میں پڑنا مہمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ بلکہ مہمان کے آداب میں سے یہ ہے کہ میزبان کی عزت رکھے، جس طرح میزبان، مہمان کی عزت کا خیال رکھتا ہے۔ جو مشروبات سامنے آجائیں اُن کو بلا تردُّد پی لے۔ ہاں البتہ اگر مخصوص کھانا یا مخصوص مشروبات کا پرہیز ہے تو نہ کھانے اور نہ پینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ عَلٰی اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ فَاَطْعَمَهٗ

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے یہاں بطور مہمان پہونچ جائے پھر وہ مسلمان

طَعَامًا فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَامِهٖ وَلَا يَسْأَلُهُ عَنْهُ فَإِنْ سَقَاهُ شَرَابًا مِنْ شَرَابِهٖ فَلْيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهٖ وَلَا يَسْأَلُهُ عَنْهُ۔

(مسند احمد بن حنبل ۲/۳۹۹، حدیث ۹۱۷۳)

کھانا پیش کرے تو اس کے کھانے میں سے چاہیئے کہ ضرور کھالے، اور میزبان سے اس کھانے کے متعلق یہ نہ پوچھے کہ کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اور اگر کچھ پینے کے مشروبات پیش کردے تو اس میں سے ضرور پی لے اور یہ نہ پوچھے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔

تین دِن کی مہمان داری اور یومُ الجائزہ

حدیث پاک میں آیا ہے کہ مہمان داری کا سلسلہ تین دن تک رہنا چاہیئے۔ یہ میزبان کا فریضہ ہے کہ تین دِن تک ایک مہمان کی مہمان داری کرے۔ ہاں البتہ مہمان خود ہی رہنا نہ چاہے، ایک دن یا دو دن کے بعد چلا جاتا ہے تو یہ مہمان کو اختیار ہے۔ اور کسی کو اصرار کرکے اور دباؤ ڈال کر بطور مہمان روکے رکھنا بھی مناسب نہیں ہے۔ کیا خبر ہے کہ اس کے پیچھے اس کی کیا کیا ضروریات ہیں ۔ اس لئے کوئی جلدی جانا چاہے اس کو اختیار دیدینا چاہیئے۔ اور خوش اخلاقی سے اس کو رخصت کردینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی مہمان تین دن تک رہتا ہے تو اس کی مہمان داری کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے دن کھلانے پلانے میں کچھ پُرتکلف انداز اختیار کیا جائے کہ میزبان کے یہاں روزانہ کے معمول کے مطابق جو کھانا بنتا ہے اس سے عمدہ کھانا مہمان کو پہلے دن کھلایا جائے۔ اسلئے مہمان داری کے پہلے دن کو یوم الجائزہ کہا جاتا ہے (انعام اور نذرانہ کا دن) پُرتکلف کھانا کھلانا بھی انعام اور نذرانہ ہے۔ اور اگر میزبان مزید

کچھ کرسکتا ہے تو وہ اس کے اختیار میں ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے اور تیسرے دن معمول کا کھانا کھلایا جائے جو روزانہ میزبان کے یہاں بنتا ہے۔ اس کے بعد جب مہمان رخصت ہونے لگے تو اثنائے سفر کھانے کے لئے ایک دن کا توشہ باندھکر اس کو دیدیا جائے۔ تاکہ راستہ میں کھانے پینے میں تنگی نہ ہو۔ اور اگر کوئی مہمان تین دن سے زائد رہتا ہے اور میزبان اس کو بخوشی کھلاتا پلاتا ہے تو وہ صدقہ کے درجہ میں ہے۔ مگر مہمان کو بھی یہ نہیں چاہئے کہ کسی کے یہاں پڑجائے اور پھر جانے کا سوال نہ ہو، اور میزبان اور اسکے گھر والے مہمان کی وجہ سے تنگی میں مبتلا ہوجائیں ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی شریح العدوی انّهٗ قال ابصرت عینایَ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم وسمعتہ اُذنایَ حِیْنَ تکلّمَ بِہٖ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضیفَہٗ جَائزۃ قَالُوْا وَمَا جَائِزَۃ قَالَ یَوْمٌ وَلَیْلَۃٌ قَالَ وَالضِّیَافَۃُ ثَلَاثَۃ اَیَّامٍ وَمَا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ ۔

(ترمذی ۲/۱۸، بخاری ۲/۹۰۶ حدیث ۵۸۹۶، ۲/۹۵۹ حدیث ۶۲۲۷)

حضرت ابو شریح عدویؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اس حالت میں سنی ہے کہ اس وقت میری آنکھوں نے آپ کو دیکھا ہے اور جس وقت آپ نے کہا تو میرے کانوں نے آپ کی بات سنی آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اعزاز کرے یوم الجائزہ کے ذریعہ سے، تو صحابہؓ نے پوچھا جائزہ کیا چیز ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات ممتاز مہمان داری، اور ضیافت تین دن کی ہوتی ہے۔ اور تین دن کے بعد جو کچھ کھلائے گا وہ صدقہ ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مہمان، میزبان کے یہاں پڑا نہ رہے جس سے میزبان کے گھروالے تنگی محسوس کرنے لگیں۔ روایت ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی شُرَیْحِ الْکَعْبِی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الضِّیَافَۃُ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ وَجَائِزَتُہٗ یَوْمٌ وَلَیْلَۃٌ وَمَا اَنْفَقَ عَلَیْہِ بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ وَلَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَثْوِیَ عِنْدَہٗ حَتّٰی یُحْرِجَہٗ۔

(ترمذی ۲ / ۱۸)

حضرت ابو شریح فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ضیافت تین دن ہے اور جائزہ یعنی پُرتکلف ممتاز مہمان داری ایک دن ایک رات ہے۔ اور تین دن کے بعد جو کچھ خرچ کریگا وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے یہاں پڑجائے یہاں تک کہ میزبان کو تکلیف پہونچنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی مہمانداری

هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاهِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ۔ (سورۂ ذٰریٰت آیت ۲۴)

(کیا آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے باعزّت مہمانوں کی بات پہنچی ہے۔) — حضرات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام میں حضرت ابراہیم ؑ کی مہمانداری بہت زیادہ مشہور ہے۔ اور تفسیر کی کتابوں کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی مہمانداری سے متعلق لمبے لمبے واقعات مذکور ہیں۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سب سے پہلے وہ انسان ہیں جنہوں نے مہمانداری کی سنت کو رائج فرمایا ہے۔ اسلئے مہمانداری حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اہم اور مشہور ترین سُنتوں میں سے ہے۔ بغیر مہمان کے حضرت ابراہیم ؑ

کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ اور سورۂ ذاریات کی جس آیت کریمہ کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اس میں ملائکہ کی ایک جماعت کی مہمانداری کا ایک عبرتناک واقعہ مذکور ہے، جو سورۂ ذاریات کی متعدد آیتوں کو شامل ہے۔ (تفسیر قرطبی ۹/۴۳)

نیز حدیث پاک کے اندر جگہ جگہ مہمانداری اور مہمانوں کے اعزاز کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اعزاز کرے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔ (بخاری شریف ۲/۹۰۸ حدیث نمبر ۵۹۰۰)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو مہمان کا اعزاز کرنا چاہیئے۔

مہمانداری کا عبرت انگیز واقعہ

بخاری شریف میں ایک حدیث متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ بھوک اور پیاس کی شدت نے پکڑ رکھا ہے، تو آپؐ نے اپنی ازواجِ مطہرات کے پاس بھیجا کہ ان میں سے کسی کے یہاں کھانے کی کوئی چیز ہو تو اس غریب کو کھلا دے، مگر نوؐ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اس مہمان کو کھلائی جاسکے، نہ کوئی پھل ملا، نہ کوئی کھجور ملی، نہ روٹی کا ٹکڑا اور نہ ہی کوئی ستو کا گلاس، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے نو مکانات میں سے ایک میں

بھی کوئی چیز کھانے کی موجود نہ تھی۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان اعلان فرما دیا کہ آپ میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو صرف آج کی رات اس ایک شخص کی مہمان داری کرسکے۔ اور جو شخص مہمان نوازی کریگا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی بارش نازل کریگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے ایک انصاری کھڑے ہوکر کہنے لگے یا رسُول اللہ اس کی مہمانداری میں کرونگا۔ چنانچہ اس کو اپنے گھر لیجاکر بیوی سے فرمایا کہ یہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان کا اعزاز کیجیے، اور ان سے بچاکر کوئی چیز جمع نہ کیجیے۔ تو بیوی نے کہا اللہ کی قسم صرف بچوں کے کھانے کے لئے تھوڑی سی چیز ہے، اسکے علاوہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ تو بیوی سے کہا کہ جب بچے شام کو کھانا مانگنے لگیں تو ان کو بہلا پھسلا کر سُلا دو، اور جو کچھ ہے اس کو مہمان کے سامنے رکھ دو، اور چراغ ٹھیک کرنے کے بہانہ سے چراغ بجھا دینا اور مہمان اندھیرے میں کھاتا جائے، اور ہم لوگ پیٹ میں کچھ کپڑا وغیرہ باندھ کر رات گزاریں گے۔ چنانچہ اسی طریقہ سے جو گھر میں تھا مہمان کو کھلا دیا، بچوں کو بھوکا سُلا دیا، اور میاں بیوی دونوں نے اپنے پیٹ پر کچھ کپڑا وغیرہ باندھ کر رات گزاری۔ جب یہ انصاری صحابی صبح کو رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں مرد اور عورت سے اللہ بہت خوش ہے۔ اور انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ حشر کی یہ آیت نازل فرمائی، یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ اپنی جان اور نفس پر دوسروں کے لئے ایثار کرتے ہیں، اگرچہ خود وہ لوگ بھوک و پیاس سے ضرورت مند ہوں۔ یہ انصاری صحابی حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت امّ سُلیم تھیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتٰی
رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ
اللّٰهِ اَصَابَنِی الْجُهْدُ فَاَرْسَلَ
اِلٰی نِسَائِهٖ فَلَمْ یَجِدْ عِنْدَهُنَّ
شَیْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا رَجُلٌ
یُضِیْفُ هٰذَا اللَّیْلَةَ یَرْحَمُهُ
اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ
فَقَالَ اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ
فَذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَقَالَ
لِامْرَأَتِهٖ ضَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَدَّخِرِیْهِ شَیْئًا قَالَتْ
وَاللّٰهِ مَا عِنْدِیْ اِلَّا قُوْتُ
الصِّبْیَةِ قَالَ فَاِذَا اَرَادَ
الصِّبْیَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِیْهِمْ
وَتَعَالَیْ فَاَطْفِئِی السِّرَاجَ
وَنَطْوِیْ بُطُوْنَنَا اللَّیْلَةَ
فَفَعَلَتْ ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلٰی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا
کہ بھوک پیاس کی مشقت مجھے لاحق ہے۔ آپؐ
نے ازواجِ مطہرات کے پاس بھیجا تو ان کے
پاس کوئی چیز نہ ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، ہے کوئی شخص جو آج کی رات اس
آدمی کی مہمانداری کرے۔ اللہ تعالیٰ اُس پر
رحم کریگا۔ تو ایک انصاری صحابیؓ کھڑے
ہو کر کہنے لگے میں تیار ہوں۔ تو انہوں
نے اپنی بیوی کے پاس لیجا کر بیوی سے کہا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں
ان کا اعزاز کیجئے ان سے کوئی چیز
بچا کر نہ رکھئے۔ بیوی نے کہا کہ میرے
پاس بچّوں کے کھانے کیلئے تھوڑی سی چیز ہے
اُس کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو شوہر نے کہا جب
بچّے شام کو کھانا کھانا چاہیں تو اُن کو
بہلا کر سُلا دو۔ اور کھانا لاکر مہمان کے سامنے
رکھو پھر چراغ بُجھا دو تاکہ مہمان بلا تردّد
کھالے اور ہم لوگ آج کی رات پیٹ میں کپڑا
باندھ کر گزاریں گے چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰہُ اَوْ ضَحِکَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَۃٍ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ۔

(بخاری شریف ۲/۷۲۵، حدیث نمبر ۴۷۰۱
بخاری شریف ۱/۵۳۵ حدیث نمبر ۳۶۶۱)

پھر صبح کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فلاں مرد اور فلاں عورت سے بہت خوش ہے۔ اور ان سے ہنس رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ حشر کی یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ لوگ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُن کیساتھ ضرورت اور بھوک لاحق ہو۔

مہمان کی خاطر نفل روزہ توڑنے کی اجازت

اللہ کے یہاں مہمان کا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس کی خاطر نفل روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے کہ اگر مہمان کو تنہا کھانا کھانے میں تکلّف کا اندیشہ ہے، اور میزبان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہوگی وہ خوشی کے ساتھ کھانا کھائیگا تو ایسی صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ میزبان اپنا نفل روزہ توڑ کر مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائے اور بعد میں ایک روزہ قضا کرلے۔ اس مضمون کی ایک لمبی حدیث شریف بخاری شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے یہاں مہمانداری سے متعلق ہے۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے نفل روزہ توڑ کر حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ کھانے میں شرکت فرمائی۔ (بخاری شریف ۲/۹۰۶ حدیث نمبر ۵۹۰۱)

اور ہم یہاں اختصار کے لئے دارقطنی شریف کی ایک روایت نقل کردیتے ہیں۔ جو نصب الرایہ میں بھی موجود ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ صَنَعَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَہٗ فَلَمَّا اُتِیَ بِالطَّعَامِ تَنَحّٰی رَجُلٌ مِنْھُمْ فَقَالَ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا لَکَ؟ قَالَ اِنِّیْ صَائِمٌ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَکَلَّفَ اَخُوْکَ وَصَنَعَ طَعَامًا ثُمَّ تَقُوْلُ اِنِّیْ صَائِمٌ! کُلْ وَصُمْ یَوْمًا مَکَانَہٗ۔

(نصب الرایہ ۲/ ۴۶۵، دارقطنی کتاب الصوم ۲/۱۷۷ حدیث ۲۲۱۶، ۲۲۱۸، ۲۲۲۰)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک نے کچھ کھانا تیار فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو کھانے کی دعوت دی۔ جب کھانا سامنے لایا گیا تو انمیں سے ایک شخص الگ ہو کر ایک طرف ہونے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے کہا کیا بات ہے؟ تمہیں کیا عذر ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے پر تکلف کھانا تیار کیا ہے پھر تم کہتے ہو کہ میں روزہ دار ہوں بس روزہ توڑ کر کھالو۔ اس کی جگہ بعد میں ایک روزہ رکھ لینا۔

نیز مہمان کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ جس کے یہاں مہمان بنا ہوا ہے اس کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے، اور اگر روزہ رکھ لیتا ہے تو اس کی دلجوئی کے لئے روزہ توڑ دے اور بعد میں ایک روزہ کی قضا کرلے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَزَلَ عَلٰی قَوْمٍ فَلَا یَصُوْمَنَّ تَطَوُّعًا اِلَّا بِاِذْنِھِمْ۔ (ترمذی ۱/۱۶۳ ابن ماجہ ۱۲۶)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص کسی قوم کے یہاں مہمان بن جائے تو وہ ہرگز نفل روزہ نہ رکھے، ہاں البتہ میزبان کی بخوشی اجازت سے رکھا جا سکتا ہے۔

یہ ساری تفصیلات اور تشریحات سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس مختصر جملہ کی وضاحت ہے جس میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تین چیزوں سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں ان میں سے ایک چیز اِطْعَامُ الطَّعَامِ ہے۔ مہمانوں اور غریبوں کو کھانا کھلانا انسان کے درجات بلند ہونے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اللہ نے جس کو جتنی گنجائش عطا فرمائی ہے وہ اتنی گنجائش کے دائرہ میں رہ کر حتی الامکان مہمانوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

۲ درجات بلند ہونے کی دوسری چیز سَلام کو عَام کرنا

اِفْشَاءُ السَّلَام : اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلام کو لوگوں کے درمیان عام کرنے سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اب ہم اس کے ذیل میں سلام سے متعلق چند ضروری چیزیں ذکر کرتے ہیں۔ شاید اس سے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہونچے۔

سَلام کو عام کرو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے درمیان آپس میں سلام کو خوب رائج کرو، اس سے تمہارے دلوں میں جوڑ پیدا ہوگا۔ اور آپؐ نے آپس میں محبت اور تعلق کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ اور سلام کے ذریعہ سے آپس میں محبت بڑھتی ہے، اس لئے تم مسلمانوں کے درمیان سلام کو خوب پھیلاتے رہو۔ اس سے تمہارے درجات بلند ہوتے رہیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَلَا اَدُلُّکُمْ اَمْرًا اِذَا اَنْتُمْ فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/۹۸،
مسند احمد بن حنبل ۲/۳۹۱،
مسلم شریف ۱/۵۴)

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ بن جاؤگے اور تم اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت کا ماحول پیدا نہ کروگے میں تمہیں ایک ایسا عمل ضرور بتلاؤنگا کہ جب تم اس عمل کو کر گذروگے تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہوگی وہ عمل یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کی خوب اشاعت کرتے رہو۔

سلام سے دِلوں کی صفائی اور آپس میں محبّت

حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امّت کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر پچھلی امّت کی بُرائیوں میں سے دو قسم کی زہریلی بُرائیاں اس طرح داخل ہوجائیں گی کہ ہر آدمی میں وہ دونوں بُرائیاں نظر آنے لگیں گی۔ آپس میں لین دین، میل جول، رہن سہن ہر قدم پر وہ دونوں بُرائیاں تمہارے درمیان میں بھی داخل ہوجائیں گی۔
۱ الحسد: دوسرے کی نعمت پر حسد کرنا کہ مجھے ملے یا نہ ملے جو نعمت اس کو

حاصل ہوئی ہے اُس سے زائل ہو جائے، اس کی آرزو کو حسد کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

۲۔ اَلْبَغْضَاءُ وَهِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ: آپس کا بغض وعناد یہ اتنا خطرناک مرض ہے جو مونڈ کر رکھ دیتا ہے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ بالوں کو مونڈ کر رکھ دیتا ہے، بلکہ دین کو مونڈ کر صفا کر دیتا ہے۔ آپس میں بغض وعناد رکھنے والے کو دین سے کوئی محبت اور تعلق نہیں ہوتا۔ اور اس بغض کی وجہ سے بدترین قسم کی بے دینی آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے ۔۔۔۔ پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا کہ دخولِ جنّت کیلئے ایمان شرط ہے۔ بغیر ایمان کے جنّت میں نہیں جا سکتا۔ اور اسی طرح مؤمن کامل ہونے کیلئے آپس کی محبت شرط ہے۔ اگر تمہارے اندر ایک دوسرے سے محبّت نہیں ہے تو تم کبھی مؤمن کامل نہیں بن سکتے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنی اور بغض وعناد اور حسد کے مرض کو دور کرنے کیلئے بہترین علاج یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے درمیان سلام کو خوب رائج کرو۔ اور سلام دشمنی کے مرض کو ختم کرنے اور محبّت کا ماحول پیدا کرنیکا نہایت خوبصورت علاج ہے۔ اللہ پاک ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ زُبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر پچھلی امّت کا مرض داخل ہو جائیگا اور وہ حسد اور بغض کا مرض ہے۔ اور بغض مونڈ کر رکھنے والی چیز ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ کر صاف کر دیتا

الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَفَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذٰلِكَ لَكُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

(ترمذی شریف ۲ / ۷۷)

ہے بلکہ دین کو مونڈ کر ختم کر کے بے دین بنا دیتا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اسوقت تک جنّت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مؤمن نہ بن جاؤ۔ اور اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبّت کا ماحول پیدا نہ کروگے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلا دوں جو تمہارے لئے محبّت کا ماحول قائم کر دے۔ وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔

امّت کو سات چیزوں کا حکم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو سات چیزوں کی وصیّت فرمائی۔

۱۔ عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ: اگر کسی مسلمان بھائی کی طبیعت خراب ہو اور بیمار پڑ جائے تو اسکی عیادت کیلئے جانا اور اسکی دلجوئی کرنا ہر مسلمان پر اسلامی فریضہ ہے۔

۲۔ وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ: اگر کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اسکی تجہیز و تکفین میں شرکت کرنا اور اسکے پسماندگان کو تسلّی دینا یہ بھی اسلامی فریضہ ہے۔

۳۔ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ: اگر کسی کو چھینک آجائے تو چھینکنے والے کیلئے مسنون ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور سُننے والے پر لازم ہے کہ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے پھر چھینکنے والا کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

۴۔ اِبْرَارُ الْقَسَمِ: اگر کسی مُسلمان نے کسی معاملہ میں قسم کھالی ہے تو اسکو قسم سے بری کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جس سے مسلمان کی قسم ٹوٹ جائے۔

۵ ونصر المظلوم : مظلوم کی مدد. اگر کسی پر ظلم ہو رہا ہے تو مظلوم کی مدد کرنا لازم ہے۔
۶ وافشاء السلام : سلام کو پھیلانا، اور بعض روایات میں سلام کا جواب دینا لازم اور واجب کہا گیا ہے. اور سلام کا آپس میں رواج ڈالنا مسلمانوں کے درمیان اتفاق واتحاد کا ذریعہ ہے. اسلئے اسکو خوب پھیلانا چاہیئے۔
۷ اجابۃ الداعی : اگر کوئی مسلمان دعوت کرے تو اس کی دلجوئی کیلئے دعوت قبول کر لینی چاہیئے۔ بخاری شریف میں اس مضمون کی روایت مختلف انداز اور مختلف پیرایہ سے متعدد مقامات میں موجود ہے. ان میں سے ایک مختصر روایت اختصار کیساتھ یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ ——— حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ بِعِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ وَاِتِّبَاعِ الْجَنَازَۃِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَاِجَابَۃِ الدَّاعِی۔
(بخاری ۲/۷۷۷، حدیث ۵۹۸۱)

براء بن عازبؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم فرمایا ۱ مریض کی عیادت کرنا، ۲ جنازہ کی تجہیز وتکفین میں شرکت کرنا، ۳ چھینکنے والے کا یرحمک اللہ کے ذریعہ جواب دینا ۴ قسم کھانے والے مسلمان کو قسم سے بری کرنا، ۵ مظلوم کی مدد کرنا، ۶ سلام کو پھیلانا ۷ دعوت قبول کرنا۔

سلام کا طریقہ

سلام کے مسنون طریقہ سے متعلق سات باتیں یاد رکھنی چاہیئے۔

۱ سلام کرنیکا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ کیساتھ سلام کیا جائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور جواب دینے والے بھی اسطرح کے الفاظ کیساتھ

جواب دیں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سلام کے الفاظ کو خوب ظاہر کر کے زور سے سلام کرنا چاہیئے۔

۲۔ ان الفاظ کے ساتھ سلام کرنے سے تیسؔ نیکیوں کا اعلان ہے۔ اور ان الفاظ کیساتھ جواب دینے میں بھی کم از کم تیسؔ نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔

۳۔ سلام کرنا مسنون ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

۴۔ سلام کرنے والا اللہ کے نزدیک جواب دینے والے سے زیادہ افضل اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

ترمذی شریف میں ایک روایت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا السَّلام علیکم۔ حضورؐ نے کہا دسؔ نیکیوں کا وعدہ ہے۔ دوسرا شخص آیا کہا السَّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضورؐ نے کہا اس کو بیسؔ نیکیاں حاصل ہوئیں۔ تیسرا شخص آیا اُس نے کہا السَّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضورؐ نے کہا اس کو تیسؔ نیکیاں حاصل ہوئیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔ (ترمذی شریف ۲/۹۸)

۵۔ اگر کسی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلم ملے جُلے ہیں تو پورے مجمع کو مخاطب کر کے السَّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہدیا جائے اور دل میں مسلمانوں کو سلام کرنے کی نیت ہو۔ (ترمذی ۲/۹۹)

۶۔ سواری پر چلنے والے پیدل چلنے والے کو سلام کرنے میں ابتدا کریں۔ اور پیدل چلنے والے بیٹھے لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔ اور قلیل جماعت بڑی جماعت کو پہل کرے اور چھوٹا بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرے (ترمذی ۲/۹۹)

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچّوں کو بھی سلام کرتے تھے تاکہ اُس سے اُن کی تربیت ہو، اور وہ آداب سیکھیں۔ لہٰذا ہمیں بھی حضورؐ کی سنّت پر عمل کرنا چاہیئے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

قَالَ اَنَسٌ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ عَلَی الصِّبْیَانِ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ۔ (ترمذی ۹۹/۲)

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپؐ بچوں کے ایک مجمع میں سے گزرے تو آپؐ نے اُن کو سلام کیا۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کیلئے سلام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سُورۂ نور آیت ۲۷، ۶۱ میں دُو جگہ پر حکم فرمایا ہے کہ گھروں میں داخِل ہوتے وقت سلام کیا کرو۔ جب غیروں کے گھروں میں داخِل ہونیکی ضرورت ہو تو یکے بعد دیگرے تین مرتبہ سلام کرے اور اسکا طریقہ یہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ میں فلاں نام کا فلاں آدمی ہوں مجھے آنے کی اجازت ہے۔ اسکے بعد اگر اجازت مِل جائے تو دروازہ پر داخِل ہوتے وقت دوبارہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے۔ اوراس کے بعد صاحبِ مکان اوران کے گھر والوں سے ملاقات کے وقت تیسری بار اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے۔

اور اگر پہلی بار سَلام کرنے کے بعد گھر والوں کیطرف سے کوئی جواب نہ آئے تو دوبارہ سلام کرے اس کے بعد بھی اگر کوئی جواب نہ آئے تو تیسری بار سلام کرے اور اگر تیسری بار بھی سلام کرنیکے بعد جواب نہ ملے تو پھر گھر والوں کو پریشان نہ کرے بلکہ خاموشی کے ساتھ واپس چلا جائے۔ اس مضمون کی روایت حدیث کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ ترمذی کی ایک روایت کا حوالہ دیتے ہیں۔ عربی عبارت لمبی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی گئی۔ (ترمذی ۹۸/۲)

خالی گھر میں داخل ہوتے وقت سَلام

اگر ایسے گھر میں داخِل ہو جائیں جس میں کوئی

آدمی نہیں ہے. یا گھر کے لوگ سب کھانا کھانے میں مشغول ہیں، جنکو سلام کرنا منع ہے. تو اسمیں داخل ہوتے وقت سلام کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ کیساتھ سلام کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، تفسیر ابن کثیر میں اسکو امام قتادہؒ سے مرسلاً نقل کیا گیا ہے۔

نیز جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو جائے تو اسوقت بھی اپنے گھر والوں کو سلام کرنا مسنون ہے. تفسیر ابن کثیر کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَاِذَا دَخَلْتَ بَيْتًا لَيْسَ فِيْهِ اَحَدٌ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ يُؤْمَرُ بِذٰلِكَ

(تفسیر ابن کثیر ۳/۶۶۰ تحت سورۂ نور آیت ۶۱)

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو ان کو سلام کرو. اور جب کسی ایسے گھر میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو اس طرح کہو، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو کیونکہ تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سورۂ نور آیت ۶۱ میں اسطرح کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ؀

(سورۂ نور آیت ۶۱)

پھر جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو. یہ اللہ کے یہاں نہایت پاک صاف برکت والی نیک دعاؤں میں شمار ہے، ایسا ہی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی باتوں کو کھول دیتا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تقریر میں سلام کی ترغیب

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عقل سلیم اور ہوش مندی اور شرافت کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا، اور انہوں نے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے بعد اسلام لانے میں کسی قسم کا تردّد اور تاخیر نہیں فرمائی۔ یہ ان کی ایسی خوش نصیبی ہے جو کسی دوسرے کو مشکل سے حاصل ہوسکتی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہجرت کر کے مدینۃ المنوّرہ تشریف لے آئے تو مدینہ اور اطرافِ مدینہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تشریف آوری کی شہرت ہوگئی۔ اور آپ کو دیکھنے کے لئے ہر طرف سے آنے والے انسانوں کا سیلاب نظر آرہا تھا، اور ہر شخص کی زبان سے یہ الفاظ سُنائی دے رہے تھے کہ اللہ کے رسول مدینہ تشریف لے آئے ہیں۔ یہ سُنکر میں بھی لوگوں کے ہجوم میں رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے واسطے پہونچ گیا۔ میرے دل میں یہ تشویش بھی تھی کہ جن کی تشریف آوری کی شہرت ہورہی ہے وہ اللہ کے رسول ہیں بھی یا نہیں۔ جب میں نے وہاں پہنچکر آپؐ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو میرے اُوپر ایک زبردست اثر پڑا۔ اور یقین ہوگیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے اور کذّاب کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اللہ کے سچے رسول ہی کا چہرہ ہوسکتا ہے ـــ ترمذی شریف ۲/ ۲۰۲ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ جس دن مدینۃ المنورہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذات

بابرکات کی تشریف آوری ہوئی تو مدینۃ المنورہ کی در ودیوار اور ہر شئی میں نور ہی نور چمکتا ہوا نظر آرہا تھا۔ اور جس دن آپ کی وفات ہوگئی تو مدینہ کی در و دیوار اور ہر شئی سے تاریکی ہی تاریکی دکھائی دے رہی تھی۔

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات سراپا نور اور برکت سے لبریز تھی۔ جہاں تشریف لے گئے وہاں برکت ہوگئی اور وہاں ہدایت کا نور چمکنے لگا۔ بہر حال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم آپ کی خدمت میں پہونچے تو آپؐ نے سب سے پہلی جو تقریر فرمائی ہے اس میں تین باتوں کے اہتمام کا حکم فرمایا۔

۱۔ اَفْشُوا السَّلَامَ : سلام کو عام کرو۔ جو بھی سامنے آجائے اس کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہا کرو۔ چاہے پہلے سے جان پہچان کا آدمی ہو یا انجانا، ہر ایک کو سلام کیا کرو۔ اس سے آپس میں تعلق اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ : لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ آنے جانے والے مہمانوں اور غریبوں اور ضرورت مندوں کو اور اپنوں اور غیروں کو کھانا کھلایا کرو۔ مہمان داری ایسی خوش نصیبی ہے کہ جس کے یہاں مہمانداری کا سلسلہ جاری ہے اس کے یہاں کبھی فقر وفاقہ کی مصیبت نہیں آتی ہے۔ اور دنیا اسے یاد کرتی رہتی ہے۔

۳۔ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ : تم اس حالت میں نماز پڑھا کرو جب لوگ غفلت کی نیند میں سو رہے ہوں۔ یہ تنہائی کی عبادت ہے، جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ پھر آخر میں آپؐ نے فرمایا کہ یہ تینوں کام ایسی خوش نصیبی کے کام ہیں کہ ان کے سبب سے سلامتی اور عزت کے ساتھ جنت میں داخل ہونا نصیب ہوگا۔ جیسا تم نے دنیا کے اندر انسانوں کے

ساتھ اعزاز کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی تم کو اعزاز کے ساتھ جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائیگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِی الْمَدِیْنَۃَ اِنْجَفَلَ النَّاسُ اِلَیْہِ وَقِیْلَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فِی النَّاسِ لِاَنْظُرَ اِلَیْہِ فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْہَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْہَہٗ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ وَکَانَ اَوَّلُ شَیْءٍ تَکَلَّمَ بِہٖ اَنْ قَالَ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ۔

(ترمذی شریف ۲/۷۵)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ تشریف لے آئے تو لوگ سیلاب کی طرح تیزی سے آپ کے پاس جمع ہونے لگے، اور ہر طرف سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، تو میں بھی لوگوں کی بھیڑ میں وہاں پہنچ گیا تاکہ آپؐ کو دیکھ لوں۔ جب آپ کا چہرہ میرے سامنے ظاہر ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے اور کذاب کا چہرہ نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے جو بات آپ نے ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ۔ اور عام وخاص ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ اور اس حالت میں نماز پڑھا کرو جب لوگ خواب غفلت میں سو رہے ہوں، تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

سلام کے ساتھ مصافحہ

حدیث پاک میں وارد ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو سلام کرے۔ اور ساتھ میں مصافحہ بھی کرے۔ اسلئے کہ مصافحہ کے ذریعہ سے سلام مکمّل ہوتا ہے ــــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ تَمَامِ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ اَنْ یَضَعَ اَحَدُکُمْ یَدَہٗ عَلٰی جَبْھَتِہٖ اَوْ قَالَ عَلٰی یَدِہٖ فَیَسْاَلُہٗ کَیْفَ ھُوَ وَتَمَامُ تَحِیَّتِکُمْ بَیْنَکُمُ الْمُصَافَحَۃُ۔ (ترمذی ۲/۱۰۲)

حضرت ابوامامہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مریض کی عیادت کی تکمیل اس سے ہوتی ہے کہ تم میں سے کوئی مریض کے پاس جائے تو اپنا ہاتھ مریض کی پیشانی پر رکھے یا اسکے ہاتھ پر رکھے پھر مریض سے پوچھے کیا حال ہے۔ اور آپس کے سلام کی تکمیل مصافحہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

ایک دُوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ سلام کی تکمیل ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر مصافحہ کے سلام کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے ۲/۱۰۲ ــــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ تَمَامِ التَّحِیَّۃِ الْاَخْذُ بِالْیَدِ۔ (ترمذی ۲/۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کے ذریعہ سے سلام مکمّل ہوتا ہے۔

رخصتی مصافحہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرے تو سب سے پہلے سلام کرے پھر اُس کے بعد بیٹھ کر گفتگو کی ضرورت ہو تو بیٹھ کر بات چیت کرے۔ اور جب

ضرورت پوری ہوجائے اور واپس ہونے لگے تو دوبارہ سلام کرے اور پہلے سلام کی فضیلت دوسرے سلام کے مقابلہ میں زیادہ نہیں ہے بلکہ دونوں کی برابر ہے۔ اور ساتھ میں حدیث کو ملا لیجئے کہ بغیر مصافحہ کے سلام کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا جسطرح پہلی ملاقات میں سلام کے ساتھ مصافحہ ہوا ہے۔ اسی طرح واپسی میں بھی سلام کے ساتھ مصافحہ ہونا چاہیئے ـــــ حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَهٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی مَجْلِسٍ فَلْیُسَلِّمْ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ یَّجْلِسَ فَلْیَجْلِسْ ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ۔

(ترمذی ۲/۱۰۰)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہونچے تو چاہیئے کہ سلام کرے پھر اگر اس کو بیٹھنا مناسب نظر آئے تو مجلس میں بیٹھ جائے پھر جب واپسی کیلئے کھڑا ہو تو دوبارہ سلام کرے اس لئے کہ پہلا سلام دوسرے سلام کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔

(۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ تَمَامِ التَّحِیَّةِ الْاَخْذُ بِالْیَدِ۔

(ترمذی ۲/۱۰۲)

اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بغیر مصافحہ کے سلام مکمل نہیں ہوتا ہے ـــ

(لہٰذا دونوں سلام میں مصافحہ کرنا چاہیئے)

رخصتی مصافحہ کی ایک صریح حدیث شریف حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب آپؐ کسی کو رخصت فرماتے تو اس سے رخصتی کا مصافحہ فرماتے اور آپؐ کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں اُسوقت تک رہتا جب تک وہ خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ نہ لیتا تھا اور اُس کے بعد الوداعیہ دُعاء فرما کر رخصت فرماتے ـــ

حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَدَّعَ رَجُلًا اَخَذَهُ بِيَدِهٖ فَلَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ۔

(ترمذی ۲/۱۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب کسی آدمی کو رخصت فرماتے تو مصافحہ میں اس کا ہاتھ پکڑتے تو پھر اسکو اسوقت تک نہیں چھوڑتے جب تک وہ آدمی حضورؐ کا ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا، اور ان الفاظ سے دعا دیتے تھے ہیں تمہارے دین اور تمہاری امانت اور تمہارے عمل کا انجام اللہ کے یہاں ودیعت رکھتا ہوں۔

یہ حدیث شریف رخصتی مصافحہ کے ثبوت میں صریح روایت ہے۔

مصافحہ سے گناہ جھڑجاتے ہیں

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت مصافحہ کرے تو دونوں کے ہاتھوں سے گناہ جھڑجاتے ہیں. لہٰذا اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں گے تو ایک ہاتھ سے گناہ جھڑیں گے اور اگر دونوں ہاتھ سے کریں گے تو دونوں ہاتھوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اور ہر ملاقات میں مصافحہ کرنا ہر مرتبہ گناہوں کیلئے کفارہ بنے گا. لہٰذا جب کبھی ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو ضرور مصافحہ کرلیا کرے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دونوں کے مصافحہ کے بعد جدا ہونے سے پہلے پہلے دونوں کی مغفرت ہوجاتی ہے ــــ حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

مَامِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَا۔ (ترمذی ۲/۱۰۲)

دو مسلمان آپس میں ملاقات کر کے مصافحہ نہیں کریں گے مگر دونوں کے جُدا ہونے سے پہلے پہلے دونوں کی مغفرت ہوجاتی ہے ۔

اور ایک دوسری حدیث شریف شعب الایمان میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ دونوں کے ہاتھوں سے اس طریقہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں جسطرح خشک درخت کو حرکت دینے سے پتے جھڑ جاتے ہیں ـــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الْتَقَی الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنَ فَقَبَضَ اَحَدُهُمَا عَلٰی یَدِ صَاحِبِهٖ تَنَاثَرَتِ الْخَطَایَا مِنْهُمَا كَمَا تَنَاثَرُ اَوْرَاقُ الشَّجَرِ۔ (شعب الایمان ۶/۴۷۴)

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن دوسرے مؤمن سے ملاقات کرے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کریں تو دونوں سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسا کہ خزاں کے موسم میں درختوں کو ہلانے سے پتے جھڑ جاتے ہیں

سَلام کے سَاتھ مُعانقہ

اگر کوئی شخص اپنے دوستوں اور عزیزوں میں سے دُور دَراز سے آیا ہے اور یہ ملاقات بھی لمبا زمانہ کے بعد دیرینہ ملاقات ہے، اور ایک دوسرے سے ملاقات کے پہلے ہی سے بہت زیادہ مشتاق رہے ہیں۔ اس شوق ملاقات کے زمانہ میں اچانک دونوں کی ملاقات کا اتفاق پڑجائے تو ایک دوسرے سے سلام کے ساتھ ساتھ معانقہ کرنا بھی مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہؓ ایک زمانہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم ہوگئے تھے۔ اور حضرت زید بن حارثہؓ حضورؐ کے خادم خاص تھے اور آپؐ کو ان کی حبشہ سے مدینہ آمد کا بڑا انتظار تھا

تو ایک دن اچانک ایسے وقت میں گھر کا دروازہ کھٹ کھٹایا گیا جسمیں عام طور سے آپؐ کی کسی سے ملاقات نہیں ہوتی، مگر آپ کھٹ کھٹاہٹ کی آواز سُنکر نہایت عجلت کیساتھ اُن کی طرف بڑھے اور بنیان بھی پہن نہیں پایا تھا بلکہ ننگے بدن کپڑے کو کھینچتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور آگے بڑھ کر حضرت زید ابن حارثہؓ سے معانقہ فرمایا اور اُن کو بوسہ دیا ــــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ۔

(ترمذی ۲/۱۰۲) نوٹ:۔ ننگی حالت سے مُراد لنگی یا شلوار پہنے ہوئے تھے، کُرتہ یا بنیان بدن پر نہیں رہا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہؓ مدینہ اس حال میں تشریف لائے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں موجود تھے چنانچہ حضرت زیدؓ نے آکر دروازہ کھٹ کھٹایا تو حضورؐ اُن کی طرف ننگے بدن کی حالت میں اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ کی قسم میں نے آپؐ کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ننگی حالت میں دیکھا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مُعانقہ فرمایا اور اُن کو بوسہ دیا۔

بوقتِ ملاقات ایک دوسرے کا بوسہ لینا

حضرت زید بن حارثہؓ کے واقعہ سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ بوقتِ ملاقات فرطِ محبت میں ایک دوسرے کا بوسہ لینا مسنون ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے ایک لمبی حدیث مَروی ہے اسمیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

حضرت فاطمہؓ عادات، خصائل، اور حسن خلق اور وقار اور طور طریق میں اور اُٹھنے بیٹھنے اور روشِ زندگی کے ہر اعتبار سے رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں۔ جب حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ چھوڑ کر اُن کی طرف آگے بڑھ کر انکا بوسہ لیتے اور اپنے پاس بیٹھاتے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اُن کے پاس تشریف لیجاتے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگے بڑھ جاتیں اور آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بیٹھاتی تھیں۔ اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ باپ بیٹے اور باپ بیٹی کے تعلق اور محبّت کے اسباب میں یہ داخل ہے کہ ایکدوسرے کی پیشانی اور ماتھے پر ملاقات کے وقت بوسہ دے ـــــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ مَارَاَیْتُ اَحَدًا اَشْبَہَ سَمْتًا وَدَلًّا وَھَدْیًا بِرَسُوْلِ اللہِ فِیْ قِیَامِھَا وَقُعُوْدِھَا مِنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَکَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ اِلَیْھَا فَقَبَّلَھَا وَاَجْلَسَھَا فِیْ مَجْلِسِہٖ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلَیْھَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِھَا فَقَبَّلَتْہُ وَاَجْلَسَتْہُ فِیْ مَجْلِسِھَا۔ الحدیث (ترمذی ۲/۲۲۶ ابوداؤد ۲/۷۰۸)

حضرت امّ المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو عادت وخصائل اور حُسنِ اخلاق اور اُٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے گھر میں داخل ہوتیں تو آپؐ اپنی جگہ چھوڑ کر اُن کی طرف بڑھ جاتے اور پھر انکا بوسہ لیتے۔ اور اُن کو اپنی جگہ بیٹھاتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اُنکے گھر میں داخل ہوتے تو وہ اپنی مجلس سے کھڑی ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور آپؐ کو اپنی جگہ بیٹھا لیتی تھیں۔

۳۔ رفعِ درجات کی تیسری چیز

وَالصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ! سیّدالکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ کے الفاظ کیساتھ یہ جو فرمایا ہے کہ تین چیزیں درجات کے بلند ہونے کا ذریعہ ہیں، اُن میں سے تیسری چیز رات میں ایسے وقت تہجّد اور نوافل میں مشغول ہوجانا کہ جب سب لوگ سونے کی حالت میں ہوں۔

تین قسم کے لوگوں سے اللہ کی محبّت

امام طبرانی علیہ الرحمہ نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ اُسکا حاصل یہ ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین قِسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بہت محبّت کرتا ہے۔

۱۔ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتْلُوْا کِتَابَ اللّٰہِ: وہ آدمی جو راتوں کو اُٹھ کر تہجّد اور نوافِل میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے بہت خوش ہوتا ہے۔

۲۔ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ یُخْفِیْھَا مِنْ شِمَالِہٖ: دوسرا وہ آدمی جو اسطرح خفیہ طور پر صَدقہ کرتا ہے کہ دَائیں ہاتھ نے کیا دیا بائیں ہاتھ کو معلوم نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اسطرح خفیہ طور پر صَدقہ کرتا ہے کہ اپنے ساتھ ملنے والے دَائیں بائیں کے لوگ، گھر کے بیوی بچّے، دوست احباب کسی کو خبر نہیں۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ بہت محبّت کرتا ہے۔

۳۔ وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ سَرِیَّۃٍ فَانْھَزَمَ اَصْحَابُہٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ! تیسرا وہ شخص ہے جو کسی جنگ میں دُشمن کے مقابلہ پر ہے اور دشمنوں سے شکست خوردہ ہو کر اُس کے تمام ساتھی پیچھے کو بھاگ پڑتے مگر یہ شخص سینہ سپر ہو کر دشمنوں کے

مقابلہ پر چل پڑا۔ ایسا شخص بھی اللہ کے نزدیک بہت محبوب اور پسندیدہ ہے۔ اور جس شخص کو محبوبیت کا درجہ حاصل ہو جائے اللہ تعالیٰ اسکے درجات بھی بلند کرتا ہے۔ اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے سونے کی حالت میں رات کو اُٹھ کر نفل اور تہجد میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے درجات بلند کر دیتا ہے ـــــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : ثَلٰثَۃٌ یُحِبُّھُمُ اللّٰہُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتْلُوْا کِتَابَ اللّٰہِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ یُخْفِیْھَا مِنْ شِمَالِہٖ وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ سَرِیَّۃٍ فَانْھَزَمَ اَصْحَابُہٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ۔

(المعجم الکبیر ۱۰/۲۰۸،
حدیث ۱۰۴۸۶
مجمع الزوائد ۲/ ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت محبت کرتا ہے۔
۱؎ وہ آدمی جو راتوں کو اُٹھ کر نوافل میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ ۲؎ وہ شخص جو اس طرح خفیہ صدقہ کرتا ہے کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں۔ ۳؎ وہ شخص جو کسی غزوہ میں دشمن کے مقابلہ پر ہو پھر اُس کے سارے ساتھی شکست خوردہ ہو کر بھاگ جائیں لیکن وہ سینہ سپر ہو کر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے جائے۔

خوشی وسلامتی سے دخولِ جنت کی چار چیزیں

چار چیزیں ایسی ہیں جس کو وہ چیزیں حاصل ہو جائیں اس کو اللہ کے یہاں بڑا اونچا مقام اور اعزاز نصیب ہو گا، اور جنت میں داخل ہونے تک اسے

کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ نہایت سلامتی اور بے فکری کے ساتھ اس کو جنت میں داخل ہونے کا موقع ملے گا۔ ہر قسم کے خوف وخطر سے محفوظ ہو کر جنت میں داخلہ کا اعزاز حاصل ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک بہت بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، اسلام سے پہلے یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینۃ المنورہ تشریف لے آئے تو مدینہ کے گلی کوچوں اور ہر طرف آپ کی آمد کا چرچا اور شہرت ہوگئی اور ہر طرف سے جوق در جوق لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے سیلاب کی طرح آنے لگے۔ میں بھی آپ کو دیکھنے کے لئے پہنچ گیا، اور آپ کو دیکھتے ہی میرے پر اثر پڑا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ ایسا چہرہ اللہ کے سچے رسول ہی کا چہرہ ہوسکتا ہے۔ آپ نے سب سے پہلے جو تقریر فرمائی ہے اس میں چار چیزیں خاص طور سے ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) اَفْشُوا السَّلَامَ: سلام کو عام کرو۔ جو بھی سامنے آجائے اسکو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہا کرو۔ چاہے پہلے سے جان پہچان کا آدمی ہو یا انجانا۔ ہر ایک کو سلام کیا کرو۔ اس سے آپس میں تعلق اور محبت بڑھتی ہے۔

(۲) وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ: لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ آنے جانے والے مہمانوں غریبوں، ضرورتمندوں اور اپنوں اور غیروں کو کھانا کھلایا کرو ــــ مہمان داری سے گھر میں برکت ہوتی ہے۔

(۳) صِلُوا الْاَرْحَامَ: اپنے عزیز واقارب اور خاندانی لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔ اس سے اعزّار اور رشتہ داروں کے درمیان رشتہ ناتا مضبوط ہو کر محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

(۴) صَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ : تم اس حالت میں نماز پڑھا کرو کہ جب لوگ غفلت کی نیند میں سو رہے ہوں۔ اللہ کو تہجد کی نماز اور تنہائی کی عبادت بہت پسند ہے۔ اس سے آدمی کے اندر زیادہ سے زیادہ اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ اور تعلق مع اللہ اور عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہ چاروں چیزیں اگر تمہاری زندگی میں داخل ہوجائیں تو سلامتی کیساتھ جنت میں داخل ہونے کا اعزاز ملے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ انْجَفَلَ قِبَلَهُ فَكُنْتُ فِيْمَنْ انْجَفَلَ فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ أَيُّهَا النَّاسُ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(مسند احمد بن حنبل ۵/۴۵۱ حدیث ۲۴۱۹۳، سنن ابن ماجہ ۲۳۴/۴، المعجم الاوسط قدیم ۱۹۵/۶ حدیث ۵۴۰۶ نسخہ جدید ۱۱۸/۴ حدیث ۵۴۱۰)

حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ تشریف لائے تو سیلاب کی طرح ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگے، اور ہر طرف یہ آواز سنائی دے رہی تھی کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو میں بھی لوگوں کی بھیڑ میں وہاں پہنچ گیا تاکہ آپ کو دیکھ لوں پھر جب آپ کا چہرۂ مبارک آپ کے سامنے ظاہر ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ آپکا چہرہ کسی جھوٹے اور کذاب کا چہرہ نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے جو بات آپنے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ اے لوگو! سلام کو پھیلایا کرو۔ اور عام و خاص ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ اور عزیز و اقارب رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کیا کرو، اور اس حالت میں نماز پڑھا کرو کہ جب لوگ خوابِ غفلت میں سو رہے ہوں، تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

ٹیلیفون پر سلام

ٹیلیفون اُٹھاتے وقت، ہیلو، کے بجائے السّلام علیکم کہنا مسنون ہوگا۔ اسی طرح جانبین میں سے جو پہلے سلام کریگا اسکو سلام میں ابتداء کرنیکا ثواب بھی الگ سے ملیگا۔ اور یہ بات بھی واضح ہو کہ سلام کی ابتداء کون کریگا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ سلام کی ابتداء اسی کو کرنا چاہیئے جس کی طرف سے گفتگو کی ابتداء ہو۔ اور آجکل کے زمانہ میں ٹیلیفون انسانی زندگی کا جز بنتا جارہا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ دیہات کے کسان بھی کھیت میں موبائل لیکر جانے لگیں گے۔ اور ٹیلیفون انسان کی ملاقات کا ایک اہم ترین ذریعہ بن گیا ہے۔ اور آمنے سامنے ملاقات کا بدل بن گیا ہے۔

لہٰذا دو آدمی کے درمیان آمنے سامنے ملاقات کے وقت جسطرح سلام کا حکم ہے اسی طرح فون پر ملاقات میں بھی سلام کا وہی حکم ہوگا۔ اور جس تیزی کے ساتھ ٹیلیفون پر گفتگو عام ہوتی جارہی ہے اسی تیز رفتاری سے ٹیلیفون پر سلام کو بھی عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آپس میں ملاقات کے وقت گفتگو سے پہلے شریعت نے سلام کا مسنون طریقہ اختیار کرنیکی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ گفتگو سے پہلے سلام کیا کرو۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ۔

(ترمذی شریف ۲/۹۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بات چیت سے پہلے سلام ہے۔

ایک حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی شخص زیادہ محبوب اور اللہ سے قریب ہے جو سلام میں ابتدار کرے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی مَنْ بَدَاَھُمْ بِالسَّلَامِ۔
(ابوداؤد شریف ۲/۷۰۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سے وہی شخص اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے جو سلام میں ابتداء کرتا ہے۔

دوسری حدیث شریف اس سے بھی واضح ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الرَّجُلَانِ یَلْتَقِیَانِ اَیُّھُمَا یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ فَقَالَ اَوْلَاھُمَا بِاللّٰہِ۔
(ترمذی شریف ۲/۹۹)

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ جب دو آدمی آپس میں ملاقات کریں تو سلام میں ابتدار کون کریگا؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابتدار وہی کرے گا جو اللہ سے زیادہ قریب ہوگا۔

انجانے میں غیر مسلم کو فون پر سلام

کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر ٹیلیفون میں ایک دوسرے سے جانکاری حاصل کرنے سے پہلے سلام سے ابتدا کیجائے تو کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ جسکا ٹیلیفون آیا ہے وہ غیر مسلم ہو۔ تو غیر مسلم کو انجانے میں سلام کرنا لازم آجائیگا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ انجانے اور بے خبری میں غیر مسلم کو مسلمان سمجھ کر سلام کرنے میں کوئی گناہ اور کوئی قباحت نہیں ہے۔ اسلئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے بہترین مسلمان وہ ہے جو ہر شخص کو

سلام کرتا ہو، جسکو جانتا ہے اسکو بھی سلام کرتا ہو، اور جسے نہیں جانتا اُسے بھی سلام کرتا ہو۔ لہٰذا غیر مسلم کو بے خبری میں مسلمان سمجھ کر سلام کیا جائے تو نہ احتیاط کے خلاف ہے اور نہ ہی کوئی گناہ ہے بلکہ سلام کرنیوالے کو اپنے سلام کا ثواب بھی مِلجائیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔

(بخاری شریف ۱/۶)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بہترین خوبی یہ ہے کہ تم لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ اور جسکو جانتے ہو اُسے بھی سلام کرو۔ جسکو نہیں جانتے ہو اُسے بھی سلام کرو۔

ہاں البتہ اگر پہلے سے معلوم ہے کہ جسکا ٹیلیفون آنیوالا ہے وہ غیر مسلم ہے یا آپ خود غیر مسلم کو ٹیلیفون کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں سلام سے ابتداء نہ کیجائے۔

بے خبری میں عورت کو سلام کرنا

کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر ٹیلیفون میں سلام کا اہتمام کیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ جسکو سلام کیا جارہا ہے وہ نامحرم عورت ہو۔ تو اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ غیر محرم عورت کو اسوقت سلام کرنا ممنوع ہے جب ہیجان اور فتنہ کا خطرہ ہو اور اگر ہیجان اور فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو سلام کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور سلام کرنیوالے کو سلام کا ثواب بھی مِلجائیگا۔ اسی طرح بے خبری اور لاعلمی میں نامحرم عورت کو سلام کیا جائے تو کوئی قباحت اور گناہ نہیں ہے بلکہ سلام کرنیوالے کو سلام کا ثواب بہرحال مِلجائیگا۔ جیسا کہ ماقبل میں بخاری کی

روایت سے واضح ہوتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نامحرم عورتوں کو سلام فرمایا ہے۔ اسلئے کہ وہاں خوفِ فتنہ نہیں تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا۔ (ابو داؤد شریف ۲/۷۰۶)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں کی ایک جماعت میں موجود تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم لوگوں کے پاس سے گذر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو سلام کیا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی دَروازہ پر دستک دینے کے درجہ میں

اگر ٹیلیفون کی گھنٹی کو دروازہ پر دستک دینے کے درجہ میں مانا جائے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ دستک دینے والے پر سلام کے ساتھ دستک دینے کا حکم ہے مسلسل تین مرتبہ سلام کیساتھ اجازت مانگنے کا حکم ہے۔ اور تیسری مرتبہ کے بعد واپس ہوجانیکا حکم ہے۔ ترمذی اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی لمبی حدیث شریف ہے۔ اسکا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسطرح اجازت مانگی " السّلام علیکم ھٰذا عبداللہ بن قیس " آپ لوگوں پر سلام ہو یہ عبداللہ بن قیس اجازت چاہتا ہے " (مسلم شریف ۲/۲۱۱) دوسری روایت میں ہے " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ " آپ لوگوں پر سلامتی ہو۔ اندر آسکتا ہوں؟ (ترمذی شریف ۲/۹۸)

ایک حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کیساتھ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام فتح مکہ کے موقع پر مکہ کے عوالی میں تھا۔ حضرت صفوان بن اُمیہؓ نے کچھ دُودھ اور کھیس اور چھوٹے چھوٹے کھیرے بطور تحفہ کلدۃ بن حنبل کے ہاتھ حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ اور کلدۃ بن حنبل بغیر اجازت اور بغیر سلام خدمتِ بارگاہ میں پہنچ گئے تو آپنے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ پھر یہ کہہ کرکے اندر آؤ۔ " السّلام علیکم

أأدخل " آپ لوگوں پر سلامتی ہو کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ (ترمذی شریف ۲/۱۰۰)
حاصل یہ نکلا کہ اگر ٹیلیفون کی گھنٹی کو دستک کے درجہ میں بھی تسلیم کرلیا جائے تو وہاں بھی گفتگو سے سلام کا حکم ہے۔ تو ٹیلیفون میں جانبین میں سے جو کلام میں پہل کریگا۔ وہی سلام میں بھی پہل کریگا۔ اس وقت علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ جس تیزی کے ساتھ ٹیلیفون انسانوں میں عام ہوتا جارہا ہے۔ اسی تیزی کے ساتھ عملاً اور قولاً ٹیلیفون میں سلام کو بھی عام کیا جائے۔

حضرت جابرؓ کے واقعہ سے اشکال

غزوۂ احد کے موقع پر حضرت جابرؓ کے والد بہت سارا قرضہ چھوڑ کر شہید ہوگئے۔ حضرت جابرؓ اس قرض کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ اور اس وقت تک گھر میں آنے جانے کے موقع پر سلام کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت جابرؓ قرض سے متعلق گفتگو کرنے کیلئے حضورؐ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور بغیر سلام کے دستک دی۔ اندر سے آواز آئی کون صاحب ہیں؟ جابرؓ نے جواب میں کہا میں ہوں؟ تو اس پر حضورؐ نے نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں میں" مطلب یہ تھا کہ اپنے نام کیساتھ تعارف کرانا چاہیئے۔ میں کہنے سے پتہ نہیں چلتا۔ اسمیں کوئی سمجھ سکتا ہے کہ سلام وجواب سے پہلے تعارف کرانا چاہیئے۔ تو اس شبہ کا ازالہ یوں ہے کہ یہ واقعہ سورۂ نور کے نزول سے پہلے کا ہے۔ اور سلام کا حکم سورۂ نور میں نازل ہوا ہے اور سورۂ نور کا نزول قصہ افک کے موقع پر ہوا ہے۔ جو غزوۂ احد کے کافی بعد میں ہوا ہے۔ لہٰذا جابرؓ کا واقعہ سلام کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ اسی طرح اس قسم کی جتنی روایتیں ہیں یہ سب سورۂ نور کے نزول سے پہلے کی ہیں۔ اسلئے اس قسم کے واقعات کی وجہ سے سلام کے مسنون طریقہ پر شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔ تفصیل فتح الباری ۱۱/۳۵ تحت حدیث ۶۲۵۰ عمدۃ القاری ۲۲/۲۴۵ تحت حدیث ۶۰۰۹۔ نئے دور کیلئے فون پر گفتگو کا یہ مسنون طریقہ لکھدیا ہے ممکن ہے کہ مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ اور اس سیاہ کار کیلئے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؛ عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ۔

اہلِ قبور کو سلام کیسے کریں؟

جس طرح زندہ مسلمان کی ملاقات اور زیارت کے موقع پر ایک دوسرے کو سلام کرنا مسنون ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے درمیان محبت اور موانست کا ذریعہ ہے، اسی طرح مسلمانوں کے قبرستان پر حاضر ہونے یا قبر کی زیارت کرنے یا قبرستان کے پاس سے گذرنے کے وقت اہلِ قبور کو بھی سلام کرنا مسنون ہے۔ اور یہ سلام بھی مُردوں اور زندوں کے درمیان محبت و موانست کا ذریعہ ہے۔ اور ماقبل میں زندوں کو سلام کرنے کا طریقہ بتایا گیا تھا اور اس کے الفاظ یہ بتائے گئے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہلِ قبور یعنی جو ہمارے بھائی دنیا سے گذر چکے ہیں اور قبروں میں مدفون ہیں ان کو کس طریقہ سے اور کن الفاظ سے سلام کیا جائے۔ تو اس سلسلہ میں احادیث شریفہ کے ذخیروں میں مختلف انداز اور مختلف الفاظ کے ساتھ کثیر تعداد میں مُردوں کو سلام کرنے کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ہم ان میں سے چودہ ۱۴ قسم کے الفاظ یہاں پر نقل کر دیتے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی الفاظ کے ساتھ اہلِ قبور کو سلام کرنے سے سلام کی سنت حاصل ہو جائیگی بعض سلام میں الفاظ کچھ زیادہ ہیں اور بعض میں کچھ کم ہیں۔ اور بعض سلام میں سلام کے ساتھ ساتھ سلام کرنے والے کے لئے اور اہلِ قبور کے لئے دُعاء کے الفاظ بھی ہیں۔ یہاں پر سہولت کے لئے چودہ قسم کے الفاظ ہم نقل کر دیتے ہیں۔ تاکہ جس بھائی کو جو الفاظ آسان معلوم ہوں ان الفاظ کے ساتھ اہلِ قبور کی خدمت میں سلام پیش کر سکے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) مسلم شریف میں اہلِ قبور کی خدمت میں سلام کیلئے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، اَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔

(مسلم شریف ۱/۳۱۴ بیروتی حدیث ۹۷۵ ابن ماجۃ ۱/۱۱۱)

تم پر سلامتی ہو اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو (اے قبروں میں بسنے والے مسلمانوں اور مومنوں) اور بیشک اگر اللہ نے چاہا تو ہم یقیناً تم سے آملنے والے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(۲) مسلم شریف، نسائی شریف اور مصنف عبد الرزاق میں کچھ اور اضافہ کے ساتھ سلام کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ (مسلم شریف ۱/۳۱۴، نسائی شریف ۱/۲۲۲ مصنف عبد الرزاق ۳/۵۷۲ حدیث ۶۷۱۲)

سلامتی ہو مومنوں اور مسلمانوں کے گھروں کے رہنے والوں (قبروں میں بسنے والے مومنوں اور مسلمانوں) پر اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے جانے والوں پر اور بعد میں جانیوالوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اور انشاء اللہ یقیناً ہم تم سے آملنے والے ہیں۔

(۳) اور مسلم شریف، صحیح ابن حبان اور مشکوٰۃ شریف میں الفاظ بدلکر تھوڑے مختصر انداز سے یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ (مسلم شریف ۱/۳۱۳ بیروتی حدیث ۹۷۴ صحیح ابن حبان ۵/۶۹ حدیث ۳۱۶۲ مشکوٰۃ شریف /۱۵۴)

تم پر سلام ہو اے مومنوں کے گھر والو (اے قبرستان کے ایمان والو) آچکی ہے تمہارے پاس وہ چیز جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جو کہ کل ایک مدت کے بعد تم پاؤ گے اور بیشک انشاء اللہ یقیناً ہم تم سے آملنے والے ہیں۔

(۴) ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف میں مختصر انداز سے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ (ترمذی شریف ۱/۲۰۳، مشکوٰۃ شریف /۱۵۴)

اے قبر والو تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے تم ہم سے پہلے پہنچ گئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔

(۵) نسائی شریف اور صحیح ابن حبان میں دوسرے انداز کے ساتھ یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ لَنَا وَلَكُمْ۔

(نسائی شریف ۱/۲۲۲، صحیح ابن حبان ۵/۶۹، السنن الکبریٰ للنسائی ۱/۶۵۷ حدیث ۲۱۶۷)

سلام ہو تم پر اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو (اے قبروں میں رہنے والے مسلمانوں) اور بیشک انشاء اللہ ہم تم سے آملنے والے ہیں۔ تم ہم سے پہلے جانے والے ہو ہم تمہارے پیچھے پیچھے آنے والے ہیں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

(۶) سنن ابن ماجہ شریف میں کچھ الفاظ بدل کر یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَاِنَّا بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ۔

(ابن ماجہ شریف ۱/۱۱۱)

تم پر سلام ہو اے ایمان والوں کے گھر والو (اے قبر والو) تم ہم سے آگے جانیوالے ہو اور بیشک ہم تم سے آملنے والے ہیں اے اللہ آپ ہمکو انکے اجر و ثواب سے محروم نہ فرمایئے۔ اور انکے بعد ہمکو آزمائش میں مبتلا نہ فرمایئے۔

(۷) مسند امام احمد بن حنبل میں کچھ معمولی تبدیلی کیساتھ یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۶/۱۱۱ حدیث ۲۵۳۱۲)

سلام ہو تم پر اے ایماندار قوم کے گھر والو (اے قبرستان کے بسنے والے مومنوں) اور بیشک ہم تم سے آملنے والے ہیں۔ اے اللہ آپ ہمکو انکے اجر و ثواب سے محروم نہ فرمائیے۔ اور انکے بعد ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ فرمائیے۔

(۸) مسند امام احمد بن حنبل میں ایک اور جگہ مزید تبدیلی کے ساتھ یہ الفاظ وارد ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَاِنَّا بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۶/۷۱، حدیث ۲۴۹۲۹)

سلام ہو تم پر اے مومنوں کے گھر والو (اے قبرستان میں بسنے والے مومنوں) تم ہم سے آگے جانے والے ہو اور بیشک ہم تم سے آملنے والے ہیں۔ اے اللہ آپ ہم کو ان کے اجر و ثواب سے محروم نہ فرمائیے اور ان کے بعد ہمکو آزمائش میں مبتلا نہ فرمائیے۔

(۹) مسند امام احمد بن حنبل میں کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۶/۷۶ حدیث ۲۴۹۷۹)

سلام ہو تم پر اے ایماندار قوم کے گھر والو۔ (اے قبرستان کے بسنے والے مومنوں) ہم تم سے آملنے والے ہیں۔ اے اللہ آپ ہمکو انکے اجر و ثواب سے محروم نہ فرمائیے اور ان کے بعد ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ فرمائیے۔

(۱۰) ابو داؤد شریف اور صحیح ابن حبان میں مختصر طور پر یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔

(ابوداؤد شریف ۲/۴۶۲، مسند امام احمد بن حنبل ۲/۳۷۵ حدیث ۸۸۶۵)

تم پر سلام ہو اے مومن قوم کے گھر والو (اے قبرستان میں بسنے والے مومنوں) اور بیشک انشاء اللہ ہم تم سے یقیناً آملنے والے ہیں۔

(۱۱) المعجم الکبیر میں بہت مختصر الفاظ کے ساتھ حدیث شریف وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (المعجم الکبیر ۲/۴۶ حدیث ۱۲۳۶)

مؤمنین کے گھر والوں پر سلام ہو یعنی قبرستان کے بسنے والے مؤمنین پر سلام ہو۔

(۱۲) المعجم الکبیر میں ایک اور انداز کے ساتھ یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ عَافَانَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ۔

قبر والوں پر سلام ہو تم میں سے جو مومنوں اور مسلمانوں میں ہیں۔ تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو عافیت نصیب فرمائے۔

(المعجم الکبیر ۱۹/۴۴۶ حدیث ۱۰۸۳)

(۱۳) اور المعجم الکبیر میں کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ (المعجم الکبیر ۱۲/۸۴ حدیث ۱۲۶۱۳)

تم پر سلام ہو اے اہل قبور "اے مومنوں اور مسلمانو" میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اپنے لئے اور تمہارے لئے اور تم ہم سے پہلے جانیوالے ہو ہم تمہارے پیچھے پیچھے آنیوالے ہیں۔

(۱۴۱) نسائی شریف میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ اور الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا وَاِيَّاكُمْ مُتَوَاعِدُوْنَ غَدًا وَمُتَوَكِّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ (نسائی شریف ۱/۲۲۲)

سلام ہو تم پر اے قبروں میں مکین مومنوں اور بیشک ہم اور تم آئندہ کل کے وعدہ پر پہنچنے والے ہیں اور ہم ایکدوسرے پر شفاعت کے سلسلہ میں بھروسہ کرنیوالے ہیں اور بیشک انشاء اللہ ہم تم سے آملنے والے ہیں۔

کیا قبر والے سلام کا جواب دیتے ہیں؟

جب اہلِ قبور اور مُردوں کو زندہ لوگ سلام کریں، تو جمہور امت کے نزدیک قبر والے اس کو سنتے ہیں۔ بخاری شریف میں غزوہ بدر کے تحت اس مسئلہ کو کافی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

پھر دوسرا سوال یہ کھڑا ہوتا ہے کہ اگر مُردے زندوں کا سلام سنتے ہیں، تو کیا سلام کا جواب بھی دیتے ہیں یا نہیں۔؟ تو اس کے بارے میں حدیث کی کتابوں کے ذخیروں کی چھان بین کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہوئی کہ سلام کے سننے میں جمہور امت کے درمیان اختلاف نہیں ہے، مگر مُردے سلام کا جواب دیتے ہیں یا نہیں، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ مُردے زندوں کا سلام سنتے ہیں مگر جواب دینے پر قادر نہیں۔ اور بعض دوسرے علماء نے یہ فرمایا کہ مُردے سلام سنتے بھی ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ مگر زندوں کو اس کا احساس نہیں ہو پاتا۔ اس کی کچھ تفصیل ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ کتاب الجنائز کے آخر میں نقل فرمائی ہے۔ (مرقاۃ قدیم ۲/۴۰۶، جدید ۴/۱۱۶)

ہمیں اپنی کمزوری کی وجہ سے اس سلسلہ میں صحیح اور معتبر ترین حدیث دستیاب نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ دو حدیثیں ایسی مل گئیں جو اونچے درجہ کی نہیں ہیں، بلکہ نیچے درجہ کی کمزور حدیثیں ہیں۔

(۱) امام ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آدمی کسی قبر کے پاس سے گذرے پھر صاحب قبر کو سلام کرے تو صاحب قبر اس کو سلام کا جواب دیتا ہے۔

یہ حدیث شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ یَعْرِفُهٗ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهٗ وَاِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا یَعْرِفُهٗ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔
(شعب الایمان للبیہقی ۷/۱۷، حدیث ۹۲۹۶)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب آدمی ایسی قبر کے پاس سے گذرے جسکو وہ جانتا ہو پھر اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور اسکو پہچان بھی لیتا ہے۔ اور جب ایسی قبر کے پاس سے گذرے جسکو وہ نہیں پہچانتا ہے پھر اسکو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر صرف سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۲) دوسری حدیث شریف امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے المعجم الکبیر میں نقل فرمائی، اور وہیں سے امام ابوبکر ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بھی نقل فرمائی ہے۔ مگر وہ حدیث شریف نہایت کمزور ہے۔ نیز یہ حدیث عام مسلمانوں کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ شہداء احد کے بارے میں ہے۔ اور قرآن و

حدیث میں شہداء کے بارے ایسا فرمایا کہ وہ زندہ ہیں، مگر زندہ انسانوں کو انکی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت اُحد سے واپس لوٹنے لگے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ان کے ساتھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو، پھر حضورؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو شخص ان شہداء کو سلام کریگا یہ شہداء ان کو قیامت تک سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مُصْعَبِ ابْنِ عُمَيْرٍ حِيْنَ رَجَعَ مِنْ اُحُدٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ فَزُوْرُوْهُمْ وَصَلُّوْا عَلَيْهِمْ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/۳۶۴ حدیث نمبر ۸۵۰، مجمع الزوائد ۳/۶۰)

حضرت عبداللہ بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اُحد سے لوٹنے لگے تو حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے پاس سے گذرے تو آپ انکے اور انکے ساتھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو پھر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ان شہداء کو انکی شہادت کی جگہوں پر لوٹا کر لاؤ اور انکی نماز جنازہ پڑھو، پھر فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے ان کو کوئی سلام نہیں کریگا مگر یہ سلام کرنے والے کو قیامت تک جواب دیتے رہیں گے۔

ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی اثرِ صحابی ہے اور عام ہے۔ ہر مسلمان اس میں شامل ہے۔ مگر ابوہریرۃؓ پر موقوف ہے اور رسول اکرم علیہ السلام کے فرمانے کی صراحت نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث شریف شہیدوں کے بارے میں ہے اور بہت زیادہ کمزور بھی ہے۔ بہرحال اگر اہلِ قبور سلام کا جواب دیتے ہیں تو کن الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں، اس کی کوئی صراحت حدیث میں نہیں ہے۔ نیز اس مسئلہ کا تعلق عقیدہ کے ساتھ ہے، ہمارے اعمال کے ساتھ نہیں، اور نہ ہی ہم کو اس کا مکلف بنایا گیا ہے، اس لئے اس کو موضوعِ بحث بنانا مناسب نہیں۔

(۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت عقبہ بن عامرؓ کو سات باتوں کی نصیحت

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو نہایت پیار و محبت اور خیر خواہی کے ساتھ سات باتوں کی وصیت فرمائی کہ اپنی زندگی میں ان باتوں میں سے کوئی بات تمہارے ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ ان میں سے بعض چیزوں کے بارے میں امام طبرانی کی المعجم الاوسط میں بہت بڑی فضیلت نقل کی گئی ہے۔ کہ ان پر عمل کرنے سے قیامت کے دن اللہ کے یہاں حساب کتاب بہت آسان ہو جائے گا۔ ہم سب سے پہلے پوری حدیث شریف نقل کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہر ایک کی تفصیل ترتیب وار پیش کریں گے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عقبۃ بن عامرؓ قَالَ لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَابْتَدَأْتُہٗ فَاَخَذْتُ بِیَدِہٖ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا نَجَاۃُ الْمُؤْمِنِ قَالَ یَا عُقْبَۃُ اُحْرُسْ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ، وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے گفتگو کی ابتداء کی، پھر میں نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یا رسول اللہ مؤمن کی نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے عقبہؓ اپنی زبان کی حفاظت کرو، اور چاہئے کہ تمہارا گھر تمہارے لئے گنجائش رکھتا ہو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔

قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَابْتَدَأَنِیْ فَاَخَذَ بِیَدِیْ
فَقَالَ یَا عقبۃ بن عامر
اَلَا اُعَلِّمُکَ خیر ثلاث
سُوَرٍ اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرَاۃِ
والانجیلِ وَالزَّبُوْرِ وَ
الفُرْقَانِ العظیم قَالَ
قلتُ بَلٰی جَعَلَنِیَ اللّٰہُ
فداکَ قَالَ فاقرأنی
قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ، وَقُلْ
اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ
ثُمَّ قَالَ یَا عقبۃ
لا تنسأھنّ ولا تبیتُ لَیْلَۃً
حَتّٰی تقرأھنّ قَالَ فما
نسیتھن منذ قَالَ
لا تنساھنّ وَمَا بتُّ لَیْلَۃً
قط حَتّٰی اقرأھنّ قَالَ
عقبۃ لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات
کی میرا ہاتھ پکڑ کر گفتگو کی ابتداء
فرمائی۔ فرمایا اے عقبہ بن عامرؓ میں تمہیں
تین ایسی سورتوں کی خوبی ضرور بتلاؤنگا
جو توراۃ میں، انجیل میں، زبور میں،
اور قرآنِ عظیم میں نازل ہوئی ہیں۔
میں نے کہا کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ مجھے
آپ پر قربان فرمائے تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھے سورۃ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اور
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ
النَّاسِ، پڑھائی، اور پھر فرمایا اے
عقبہ ان سورتوں کو کبھی نہ بھولنا۔ اور
کوئی رات تمہاری ایسی نہ گذرے
جس میں تم یہ سورتیں نہ پڑھو۔ حضرت
عقبہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے میں نے یہ سنا کبھی میں
ان سورتوں کو نہیں بھولا، اور کبھی کوئی
رات ایسی نہ گذرنے دی، حتیٰ کہ میں
نے ان سورتوں کو پڑھ لیا، حضرت
عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔

فَابْتَدَأْتُهٗ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِفَوَاضِلِ الْاَعْمَالِ فَقَالَ يَاعُقْبَة صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۴/۱۴۸، نسخہ مرقم ۱۷۴۶۷)

اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر گفتگو کی ابتداء کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے افضل ترین عمل بتلا دیجئے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو جو تمہارے ساتھ قطع تعلق کریں۔ ۶ اور ان لوگوں کو خوب دو جو تمہیں محروم کردیں۔ ۷ اور ان لوگوں سے بدلہ لینے سے گریز کرو۔ اور معاف کرو جو تم پر ظلم کریں۔

اس حدیث پاک کے اندر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو مخاطب کرکے سات چیزوں کی نصیحت فرمائی۔ اور یہ نصائح پوری امت کے لئے درسِ عبرت ہیں۔ اب ہم ہر ایک نصیحت کو الگ الگ سرخیوں سے مرتب کرکے بیان کرتے ہیں۔ شاید اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہونچے گا۔

۱ پہلی نصیحت زبان کی حفاظت

سات نصیحتوں میں سے سب سے پہلی نصیحت آپؐ نے زبان کی حفاظت کو پیش فرمایا۔ اسلئے کہ انسان زبان کے ذریعہ سے بہت سی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اور زبان کی حفاظت کے ذریعہ سے بہت سے فتنوں سے بھی محفوظ ہوجاتا ہے۔

تمام اعضاء زبان سے پناہ مانگتے ہیں

ترمذی شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضؓ کی

ایک روایت ہے کہ روزانہ بدن کے تمام اعضاء زبان کی طرف متوجّہ ہو کر کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اسلئے کہ ہم تمام اعضاء کی حفاظت کا مدار تم پر ہے۔ اگر تم درست رہوگی تو ہم سب درست رہیں گے۔ اگر تم ٹیڑھی ہوجاؤگی تو ہم سب ٹیڑھے ہوجائیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی سعید الخدریؓ رفعہٗ قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلّھا تکفر اللسان فتقول اتّق اللہ فینا فانّما نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا۔
(ترمذی شریف ۲/۶۶)

حضرت ابو سعید خدریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مرفوعاً نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کی طرف جھک کر اس سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارےمیں اللہ سے ڈر اس لئے کہ ہم سب کی نجات کا مدار تجھ پر ہے کیونکہ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے، اور اگر تو ٹیڑھی رہے گی تو ہم سب ٹیڑھے ہوجائیں گے۔

زبان وشرمگاہ کی حفاظت سے جنّت کی ذمّہ داری

ایک دوسری روایت میں آقاء نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ذمّہ داری لیتا ہے میں اس کے لئے جنت کی ذمّہ داری لیتا ہوں ——

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَتَوَكَّلْ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَتَوَكَّلْ لَهٗ بِالْجَنَّةِ۔

(ترمذی شریف ۲/۶۶، شعب الایمان بیہقی ۴/۳۶۰ حدیث ۵۴۰۷)

حضرت سہل بن سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص میرے لئے دونوں جبڑوں کے درمیان کے حصّہ اور دونوں رانوں کے درمیان کے حصّہ کی ذمّہ داری لے میں اسکے لئے جنت کی ذمّہ داری لیتا ہوں۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں اور وضاحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے زبان کے شر اور شرمگاہ کے فتنے سے حفاظت فرمائی، ایسا شخص بڑی آسانی سے جنت میں داخل ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن أبي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(ترمذی شریف ۲/۶۶، بالفاظ دیگر شعب الایمان ۴/۳۶۰، حدیث ۵۴۰۶)

حضرت ابوہریرہؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے دونوں جبڑے کے درمیان کے شر سے اور دونوں رانوں کے درمیان کے فتنہ سے حفاظت فرمالی ہے وہ بڑی آسانی سے جنّت میں داخل ہوگا۔

Scanned by CamScanner

تین چیزوں کی حفاظت، ہر فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ

حضرت انسؓ کی ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تین چیزوں کے شر سے محفوظ ہوتا ہے وہ دُنیا کے تمام شرور اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

۱۔ لَقْلَقَہ: یعنی زبان کی فضول گفت گو کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔

۲۔ قبقبہ: یعنی اپنے منہ کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔ اس کے منہ میں کبھی حرام اور ناجائز غذا نہیں پہونچ سکتی۔ اور اپنے آپ کو تمام حرام غذاؤں سے دُور رکھتا ہے۔

۳۔ ذبذبہ: یعنی اپنی شرمگاہ کے فتنوں سے اپنے آپ کو دُور رکھتا ہے۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان تین چیزوں کے شرور وفتن سے اپنے آپ کو دُور رکھتا ہے وہ دُنیا وآخرت کے تمام فتنوں سے محفوظ ہو جائیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وقِیَ شَرَّ لقلقہ وقبقبہ وذبذبہ فقد وقی الشر کلّہ قَالَ امّا لقلقہ فاللّسان وقبقبہ فالفم وذبذبہ فالفرج۔ (شعب الایمان ۳۶۱/۴ حدیث ۵۴۰۹)

حضرت انسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کی زبان کے شر سے، منہ کے شر سے، اور شرمگاہ کے فتنہ سے حفاظت کرتا ہے تو یقیناً وہ تمام شر سے محفوظ ہو جائیگا۔ فرمایا کہ لقلقہ سے مُراد زبان ہے اور قبقبہ سے مُراد منہ ہے، اور ذبذبہ سے مُراد شرمگاہ ہے۔

زبان جنت کے خزانہ کا ذریعہ

انسان کی زبان انسان کے لئے دنیا و آخرت کی ترقیات کا زینہ ہے۔ اسی زبان سے دو کلمے استعمال کئے جائیں جنت میں خزانہ تیار ہوجاتا ہے۔ اسی زبان سے مختصر ذکر کیا جائے تو جنت میں باغ تیار ہوجاتا ہے۔ اور اسی زبان پر دو کلمے جاری ہوجائیں تو تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور اسی زبان سے بڑی آسانی کے ساتھ ایسے دو کلمے پڑھے جاسکتے ہیں جو میزانِ عدل میں تمام گناہوں پر بھاری رہیں گے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام چودہ سو یا پندرہ سو نفوسِ قدسیہ کو لیکر جنگ خیبر سے مدینۃ المنورہ کے لئے واپس ہونے لگے تو راستہ میں لوگ زور زور سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کررہے تھے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے ہو، اور نہ کسی ایسے کو پکارتے ہو جو غائب ہو۔ بلکہ جس کو پکارتے ہو وہ خوب سنتا ہے۔ تم سے قریب ہے، اور تم کو خوب دیکھتا ہے، اس لئے میانہ روی اختیار کرو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں میں "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھ رہا تھا اس اثنا میں آپ مجھ سے قریب ہوگئے تو آپ نے فرمایا اے عبد اللہ بن قیس "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کا کلمہ جنت کے خزانوں میں سے ایک عظیم ترین خزانہ ہے۔ اور اس کلمہ کا معنی یہ ہے: معصیت سے حفاظت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتی، اور طاعت و عبادت پر قوت وقدرت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ یہ کلمہ اتنا آسان نسخۂ کیمیا ہے کہ ایک دفعہ اسے پڑھ لو تو جنت میں خزانہ تیار ہوجائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَکُنَّا اِذَا عَلَوْنَا کَبَّرْنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَلٰکِنْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ثُمَّ اَتٰی عَلَیَّ وَاَنَا اَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ قَیْسٍ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاِنَّھَا کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ۔ الحدیث

(بخاری شریف ۲/۹۴۴ حدیث ۶۱۳۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ چلتے سفر میں جب کسی اونچائی پر چڑھتے تو زور زور سے تکبیر پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اوپر میانہ روی اختیار کرو، اسلئے کہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ جس کو تم پکارتے ہو وہ بہت زیادہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس حالت میں مجھ سے قریب ہوئے کہ میں آہستہ آہستہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھ رہا تھا، تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس تم یہ کلمہ ضرور پڑھا کرو، اس لئے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک بھاری خزانہ ہے۔

زبان جنّت کے باغ تیار ہونے کا ذریعہ

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت کافی وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے امّتِ محمدیہ کے لئے دو تحفے

پیش فرمایئے۔ انمیں سے ایک تحفہ یہ تھا کہ آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پیش فرمادیں۔ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہتے ہیں۔ دوسرا تحفہ یہ پیش فرمایا کہ آپ اپنی امت کو بتلادیں کہ جنت ایک پاک سرزمین ہے، اور وہاں کا پانی بہت میٹھا ہے، اور اسمیں کوئی چیز اُگی ہوئی نہیں ہے، بلکہ خالی میدان پڑا ہوا ہے۔ اور اس میں جسے باغ لگانا ہو وہ تیسرا کلمہ پڑھا کرے، "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" اس کلمہ کے پڑھنے سے جنت میں باغ تیار ہوتا رہے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابن مسعودٍ قَالَ قَالَ رسُولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقیتُ ابرَاهِیمَ لیلۃَ اُسْرِیَ بِی فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِقْرَأْ اُمَّتَکَ مِنِّی السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الجنّۃَ طیبۃَ التُّربۃِ، عذبۃَ المَاءِ وانّھا قیعَانٌ وَانّ غراسھا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(ترمذی شریف ۱۸۴/۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے معراج شریف کی رات میں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی تو فرمایا کہ اے محمد آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پیش کردیں اور ان کو اس بات کی خبر دیں کہ جنت ایک پاک سرزمین ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے۔ اور خالی میدان پڑا ہوا ہے کوئی چیز اُگی ہوئی نہیں ہے، اور اسمیں باغ لگانے کا یہ کلمہ ہے، سُبحانَ اللّٰہِ وَالحمدُ للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔

زبان گناہوں کے کفّارہ کا ذریعہ

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ الْعَظِیْمِ پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے، اگرچہ اسکے گناہ بحرِ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں پھر بھی معاف ہوجائیں گے۔

اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے جھاگ کی مثال اس لئے پیش کی ہے کہ سمندر کا حصہ خشکی کے حصّہ سے بڑا ہے۔ جب سمندر میں طغیانی آتی ہے تو دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ پورے سمندر میں روئی بچھادی گئی ہے، اور اس کی کثرت کا پتہ دیکھنے کے بعد ہی لگ سکتا ہے۔ تو اگر اس سے بھی زیادہ گناہ ہیں تو سو مرتبہ پڑھنے کی برکت سے یہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ الحدیث

(ترمذی ص ۱۸۴/۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سو بار سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم پڑھیگا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اگرچہ اسکے گناہ کی کثرت سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہو۔

زبان کے دو کلمے تمام برائیوں پر بھاری

بخاری شریف کی آخری روایت جس پر بخاری شریف ختم ہورہی ہے اس میں حضرت ابوہریرہؓ سے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مروی ہے کہ دو کلمے اللہ کے نزدیک بہت زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ اور زبان پر جاری کرنے میں نہایت ہلکے اور آسان ہیں۔ مگر جب اللہ کی عدالت میں انصاف کے ترازو پر وہ دونوں کلمے رکھے جائیں گے تو برائیوں کے ننانوے دفاتر پر یہ دونوں کلمے بھاری اور وزن دار ہوجائیں گے۔ اور اسی سے نجات حاصل ہوکر جنت نصیب ہوجائے گی۔ وہ دونوں کلمے یہ ہیں: "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" ان کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد وثنا کرتا ہوں، اور اللہ کی ذات ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے۔ اور بڑی عظمت والی ہے۔

پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

الحدیث

(بخاری شریف ۱۱۲۹/۲ حدیث ۷۲۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو اللہ کے نزدیک نہایت پیارے اور زبان پر جاری کرنے میں بہت ہلکے اور آسان اور میزانِ عدل میں سب چیزوں پر بھاری ہوں گے وہ کلمے یہ ہیں "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔"

الحاصل یہی وہ زبان ہے جس کی وجہ سے انسان مستحق جہنم بن جاتا ہے۔ اور یہی وہ زبان ہے جس کی وجہ سے انسان دنیا کے ہر فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہی وہ زبان ہے جس کے ایک جملہ سے جنت میں خزانہ تیار ہو رہا ہے۔ اور اسی زبان سے ایک کلمہ پڑھا جائے تو جنت میں باغ تیار ہو رہا ہے۔ اور اسی زبان سے ایک مختصر تسبیح پڑھی جائے تو پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اگرچہ اسکے گناہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ اور اسی زبان سے دو کلمے پڑھ لو تو برائیوں کے ننانوے دفاتر پر نیکیوں کے پلڑے بھاری ہو جاتے ہیں، اس لئے ہمارے آقا نے اس زبان کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔

۲ دوسری نصیحت گھر کی وسعت

وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ: اور چاہئے کہ تمہارا گھر تمہارے لئے گنجائش رکھے۔ گھر کی گنجائش کے بارے میں حدیث شریف کے اس ٹکڑے کے محدثین نے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

۱ ملا علی قاریؒ وغیرہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تم اپنا گھر چھوڑ کر باہر زیادہ مت رہا کرو، بلکہ زیادہ اوقات گھر میں رہ کر گذارا کرو۔ دن میں حصولِ معاش کے لئے گھر سے باہر رہ کر رات ضرور گھر میں آکر گذارا کرو۔ ایسا نہ کیا جائے کہ مسلسل کئی کئی روز کے لئے گھر چھوڑ کر باہر رہنے لگو۔ اور تمہارے بیوی بچے تمہارے بغیر گھر میں رہیں۔ نیز اگر کہیں دُور دراز ملکوں میں سفر کے لئے جانا ہو تو بیوی بچوں کو ساتھ میں لیجایا کرو۔ تاکہ تمہارے بغیر تمہارے بیوی بچے طویل مدت تک کے لئے اکیلے نہ رہیں۔ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے اس مطلب کے پیچھے بہت ساری حکمتیں اور راز پوشیدہ ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ میرا واسطہ ہر قوم اور ہر برادری سے پڑتا ہے۔ ہر طرح کے لوگوں کے حالات ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ کوئی آکر بیان کرتا ہے کہ مفتی صاحب فلاں آدمی چار پانچ سال سے سعودی عرب میں رہتا ہے۔ اس کی بیوی یہاں ہندوستان میں ہے، اور درمیان میں شوہر کبھی ہندوستان نہیں آیا، مگر اسکے باوجود اس کی بیوی سے بچے پیدا ہو رہے ہیں، آپ حکم شرعی بتائیے کہ ان بچوں کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح کوئی آکر کہتا ہے مفتی صاحب فلاں آدمی انگلینڈ یا امریکہ رہتا ہے اور وہاں نیشنلٹی حاصل کرنے کے لئے مسلسل پانچ سال رہنا پڑتا ہے۔ اور فلاں آدمی پانچ چھ سال سے امریکہ میں رہتا ہے، گرین کارڈ ملنے کی امید پر ہندوستان نہیں آتا۔ اور اس درمیان میں ہندوستان میں اس کی بیوی سے اولاد پیدا ہو رہی ہے، اب آپ بتائیے یہ عورت اس کی بیوی رہی یا نہیں۔ غرضیکہ اس قسم کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شوہر بیوی سے طویل مدت کے لئے الگ دور رہ رہا ہے۔ اسلئے آپ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تم گھر چھوڑ کر زیادہ وقت باہر مت گذارا کرو۔ اگر دن میں حصولِ معاش کے لئے باہر جانا ہو تو رات ضرور گھر آکر بیوی کے ساتھ گذارا کرو۔ بیوی شوہر کے لئے عزت کا سامان ہے۔ اسی طرح شوہر بھی بیوی کے لئے عزت اور پاک دامنی کا سامان ہے۔ لہٰذا جب تمہیں طویل مدت کے لئے دور دراز سفر میں جانا ہو تو اپنی عزت کو ساتھ لیکر جایا کرو۔ اور اگر ساتھ لیجانے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی طویل مدت کا سفر نہ کیا کرو۔ یہی سید الکونین علیہ السلام کی ہدایت ہے۔

شریعت میں بیوی کی اجازت کے بغیر چار مہینے سے زیادہ مدت تک کیلئے دور دراز سفر میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر بیوی کی اجازت مل جائے تو

جانے کی گنجائش تو ہے لیکن اس فتنہ کے دور میں بیوی کی اجازت کے باوجود لمبے سفر کے لئے جانا نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ بیوی نے وقتی طور پر دورانِ گفتگو اجازت دے دی ہے۔ اور اجازت کے وقت بیوی کا دل بھی صاف رہتا ہے، جب شوہر باہر چلا جاتا ہے اور کچھ وقت گذرنے لگتا ہے تو شیطان بیوی کی کمر سے چپٹ جاتا ہے، اور آنے جانے والے لوگوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور گفتگو میں لطف آنے کا سلسلہ بھی شروع ہوجاتا ہے، پھر دونوں جانب سے کشش کا سلسلہ بھی شروع ہوجاتا ہے، تو چند دنوں کے بعد بیوی غیر مرد کے ساتھ پھنس جاتی ہے، اور شوہر کو اس کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔

اسی طرح شوہر کا بھی حال ہے کہ وہ دُور دَراز جاکر جہاں رہتا ہے بیوی کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے غیر محرم عورتوں پر آنکھیں مارنا شروع کردیتا ہے، آخر کار میاں بیوی دونوں کے لئے یہ دوری فتنہ اور معصیت کا سامان بن جاتی ہے۔ اس لئے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی کہ اپنے گھر اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ مت رہا کرو۔ بلکہ تمہارا گھر تمہارے لئے گنجائش اور راحت کا سامان ہو۔ اور گھر سے رابطہ کے ساتھ حصولِ معاش میں بھی لگے رہو۔

اسی طرح اگر دُور دَراز ملازمت مِل گئی ہے تو بیوی کو بھی وہاں لے جاکر ساتھ رکھا کرو، اس سے تم ہر فتنہ سے محفوظ ہوجاؤ گے۔

۲ دوسرا مطلب یہ کہ تمہارا گھر تمہاری ضرورت کے مطابق کشادہ ہو۔ گھر اتنا تنگ نہیں ہونا چاہیئے جس میں رہ کر گھر کی عورتیں، بال بچّے اور اہل وعیال تنگی محسوس کریں۔ گھر زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے، اس ضرورت کو پورا کرنا بُری چیز نہیں ہے۔ بلکہ عند اللہ ایک مستحسن اور قابلِ تعریف چیز ہے۔ اس لئے کہ اگر صرف ایک کمرہ کا مکان ہے جس میں میاں بیوی اور بچے اور آنے والے مہمان سب کو اکٹھا رہنا پڑ جائے تو شریعت کے نزدیک ایسا تنگ مکان نہایت غلط اور قابلِ مذمّت ہے، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب لڑکا لڑکی دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے بستروں کو الگ کردو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍؓ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ۔

الحدیث

(ابو داؤد ۱/۷۱)

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنی سات سال کی اولاد کو نماز کا حکم کرو، اور نماز نہ پڑھنے پر دس سال کے بچّوں کو مارا کرو۔ اور ان کے بستروں کو الگ کردو۔

پھر ہوشیار اولاد کی موجودگی میں اسی گھر کے اندر اپنی ازدواجی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ بہت ممکن ہے کہ ہوشیار بچوں کو اس کی خبر ہو جائے اور ماں باپ کو ذلّت اُٹھانی پڑے۔ اور خود بچّے اپنے لئے ذلّت محسوس کریں گے۔ نیز شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر شہوت کی حالت میں باپ کا ہاتھ بالغ بیٹی پر بے خبری میں بھی لگ جائے تو باپ پر ماں حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر بالغ لڑکے کا ہاتھ شہوت کی حالت میں ماں کے بدن میں لگ جائے تب بھی ماں، باپ پر حرام ہو جاتی ہے۔ لہٰذا رہائشی مکان اتنا بڑا ہونا چاہیے جس میں اسلامی طریقہ پر زندگی کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اسی وجہ سے سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے امّت کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ اپنا گھر اتنا وسیع رکھو جس میں زندگی کی ضروریات آسانی سے پوری ہو سکیں۔

انسان کی خوش نصیبی اور محرومی کے اسباب

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کی سعادت مندی اور خوش نصیبی میں سے چار چیزیں ہیں۔

۱۔ المرأة الصّالحة: جس کو نیک بیوی مل گئی وہ بڑا خوش نصیب آدمی ہے۔

۲۔ المسکن الواسع: جس کو ایسا رہائشی گھر نصیب ہو جو اس کی زندگی کی ضروریات کے لئے گنجائش رکھتا ہو وہ بڑا خوش نصیب انسان ہے۔

۳۔ الجار الصّالح: جس کو نیک پڑوسی نصیب ہو جائے وہ بھی بڑا خوش نصیب ہے۔ اس لئے کہ نیک پڑوسی کی وجہ سے زندگی میں سکون ملتا ہے۔ اور بدترین پڑوسی کی وجہ سے زندگی اجیرا بن جاتی ہے۔

۴۔ المرکب الھنی: ایسی عمدہ اور تابعدار سواری نصیب ہو جائے

جس پر سفر کرنا اس کے لئے آسان ہو۔

اور چار چیزیں انسان کی بدبختی اور محرومی میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہاں پر بدبختی اور محرومی سے مُراد صرف دُنیا کے آرام وراحت سے محروم ہونا ہے۔ لہٰذا اگر دُنیا میں ان تکلیفوں کو برداشت کریگا تو انشاءاللہ آخرت میں اس برداشت اور صبر کا بہترین صلہ حاصل ہوگا۔

۱۔ الجار السوء : بدترین پڑوسی جو ہر وقت ایذاء پہنچانے پر تلا ہوا ہو۔

۲۔ المرأۃ السوء: موذی اور بداخلاق بیوی جو ہر وقت گھر کے اندر بدامنی پیدا کرتی رہتی ہے۔

۳۔ المرکبُ السّوء: غلط اور بُری سواری جس پر سوار ہوکر سفر کرنا آسان نہ ہو، پریشانی کا باعث ہو۔

۴۔ المسکن الضیق : ایسا گھر جس میں رہائش اختیار کرنے میں تنگی ہو۔ گھر کے سب لوگ آسانی سے رہ نہ سکتے ہوں۔ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

عن سعد بن ابی وَقّاصؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اربعٌ مِنَ السَّعادۃِ المرأۃُ الصَّالِحۃُ والمسکنُ الوَاسِعُ، والجارُ الصَّالحُ، والمرکبُ الھَنِیْءُ، وأربعٌ مِنَ الشّقاءِ، الجارُ السُّوءِ، والمرأۃُ السُّوءِ، والمرکبُ السُّوءِ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں سعادت اور خوش نصیبی میں سے ہیں (۱) نیک بیوی (۲) ایسا وسیع مکان جس سے ضرورت پوری ہو (۳) نیک صالح پڑوسی (۴) تابعدار عمدہ سواری۔ اور چار چیزیں انسان کی بدبختی اور تباہی میں سے ہیں (۱) بدترین پڑوسی (۲) بدترین اور بدتمیز عورت

والمسکن الضیق ۔

(صحیح ابن حبان ۶/۱۳۵ حدیث ۴۰۲۱،
الترغیب ۳/۳۸ حدیث ۹
بالفاظ دیگر مسند امام احمد ۱/۱۶۸،
نسخہ مرقم ۱۴۴۵)

(۳) غلط سواری (۴) ایسا تنگ مکان جس سے ضرورت پوری نہ ہو ۔

یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل میں تھوڑے سے اختصار کے ساتھ موجود ہے ۔ اس میں چار چیزوں کے بجائے تین چیزوں کا ذکر ہے ۔ اور یہی روایت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مستدرک حاکم میں کافی وضاحت کے ساتھ موجود ہے ۔ لیکن اس میں چار چیزوں کے بجائے تین چیزوں کا ذکر ہے ۔ اس میں اچھے پڑوسی یا بُرے پڑوسی کا ذکر موجود نہیں ہے ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے الفاظ بھی یہاں نقل کر دیں، شاید کسی کو فائدہ پہونچ جاتے ۔

عن سَعْدِ بن ابی وَقّاصٍؓ انّ النَّبِیَّ صَلّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ ثَلاثٌ مِنَ السَّعادۃِ وثلاثٌ من الشَّقَاوۃِ، فمِنَ السَّعادۃ، المرأۃ تراھا تعجبك وتغیبُ فتأ منھا علیٰ نفسِھا ومَالك والدّابۃ تکون وطیۃ فتلحقك باصحابك والدّار تکون وسعۃ کثیرۃ المرافق،

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں انسان کی سعادت مندی اور خوش نصیبی میں سے ہیں ۔ اور تین چیزیں بدبختی اور محرومی میں سے ہیں ۔ اور سعادت مندی کی چیزوں میں سے
۱۔ ایسی بیوی جب تم اس کی طرف دیکھو تو تمہیں خوش کردے اور جب تم غائب ہوجاؤ تو اس کے بارے میں اُس کی عفتِ نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کے حق میں اطمینان رہے
۲۔ ایسی سواری جس پر سوار ہوجاؤ تو تمہیں

ومن الشقاوة المرأة تراها تسوءك وتحمل لسانها عليك ان غبت عنها لم تأمنها على نفسها ومالك ، والدابة تكون قطوفاً فإن ضربتها اتعبتك وان تركبها لم تلحقك باصحابك ، والدار تكون ضيقة قليلة المرافق۔

(هٰذا حدیث صحیح الاسناد، المستدرک ۲/۱۰۱ حدیث ۲۶۸۴، الترغیب والترہیب ۳/۲۸ حدیث ۳، بالفاظ دیگر مسند امام احمد بن حنبل ۱/۱۶۸، نسخہ مرقم ۱۴۴۵)

اپنے اصحاب اور منزل تک بآسانی پہونچا دے ۔ ۳۔ ایسا گھر جو وسعت رکھتا ہو، جس میں ضروریاتِ زندگی کی اکثر چیزیں موجود ہوں۔ اور بدبختی اور محرومی میں سے۔ ۱۔ ایسی بیوی کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو تمہیں ناراض کردے اور اپنی زبان کی بُری باتیں تمہارے اُوپر تھوپنے لگے اور جب تم گھر سے غائب ہو جاؤ تو تمہیں اُس کی عفتِ نفس اور اپنے مال پر اطمینان نہ رہے ۔ ۲۔ ایسی سواری جو نہایت سست اور خراب ہو اگر تم اس کی مرمت کرنے لگو تو تمہیں تھکاوٹ میں ڈالدے اور اگر تم اُس پر سواری کرنے لگو تو تمہیں اپنے اصحاب اور منزل تک نہ پہنچا سکے ۔ ۳۔ ایسا گھر جس میں رہائش اختیار کرنے میں تنگی ہو اور ضروریاتِ زندگی کی چیزیں بہت کم ہوں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے ۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید ناظرین کو وہاں سے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہوگی جہاں سے یہ مضمون شروع ہوا، کہ اس حدیث شریف میں گھر کی وسعت کی تعریف کی گئی ۔ اور گھر کی تنگی کی نہایت مذمت کی گئی ۔ حالانکہ بعض احادیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ مکان ایسے شان وشوکت کا اور مضبوط نہیں ہونا چاہئے جو آخرت

کو بھلا دے، بلکہ کسی طرح زندگی گذارنے کے لئے جھونپڑا کافی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد و ابن ماجہ میں ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مدینۃ المنورہ میں کہیں تشریف لے جارہے تھے تو دیکھا کہ ایک عمارت بڑی شان و شوکت کے ساتھ بنائی گئی ہے اور اس پر قبہ بھی بنا ہوا ہے۔ جب آپ نے اس کا منظر دیکھا تو صحابہ سے معلوم کیا کہ یہ مکان کس کا ہے، تو بتلایا گیا کہ فلاں کا ہے۔ اس کے بعد جب ان صحابی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو حضور نے ان کے سلام کا جواب دینے سے اعراض فرمایا، اور کئی مرتبہ سلام کیا، حضورؐ نے ہر مرتبہ اعراض فرمایا تو ان صحابی نے دوسرے صحابی سے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ حضورؐ ہم سے ناراض ہیں۔ تو ان کو جواب ملا کہ حضورؐ نے آپ کے گھر کا قبہ دیکھا ہے۔ جب یہ سُنا تو سیدھے اپنے گھر آکر پوری عمارت کو منہدم کر کے ہموار کر دیا۔ اسکے بعد حضورؐ سے آکر یہ بتلایا بھی نہیں کہ میں نے وہ عمارت توڑ دی ہے۔ بس دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہی عمارت محبوب کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور محبوب کی مرضی کے سامنے اس طرح عمارت اور آرزو سب قربان ہیں۔ اسکے بعد پھر حضورؐ کا وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ عمارت بالکل ختم ہے۔ تو حضورؐ نے صحابہ سے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ کی ناراضگی کا ان پر اثر پڑا۔ انہوں نے اس وجہ سے آکر پوری عمارت ختم کر دی۔ اس کے بعد حضورؐ ان سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ دنیا کے اندر ہر عمارت مالک پر وبال ہے ہاں البتہ ضروریاتِ زندگی کے بقدر گھر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابو داؤد شریف ۲/۷۱۱، ابن ماجہ شریف ۷/۳۰۷)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروریات کے مطابق وسیع مکان بنانے سے

منع نہیں فرمایا بلکہ ایسا مضبوط اور عالیشان مکان بنانے سے منع فرمایا ہے۔ جس کو دیکھ کر انسان آخرت کو بھول جائے۔ اور مکان کی زینت کے لئے ضرورت سے زیادہ پیسہ لگائے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف و ابن ماجہ شریف کی مذکورہ روایت میں ایسی عالیشان عمارت کی مذمت ہے جس کے اوپر قبہ اور گنبد بھی بنایا گیا تھا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ قبہ اور گنبد گھر یا رہائش کے لئے ضروریات زندگی میں داخل نہیں ہے۔ نیز زینت اور خوبصورتی کے لئے رنگ برنگ کے نقش و نگار اور قیمتی پتھروں سے گھر کو سجانا بھی منع ہے۔ لہٰذا سہولت کیساتھ رہائش کے لئے گھر کا وسیع ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ مٹی یا چھپر کا بنایا ہوا کیوں نہ ہو مگر وسیع ہو۔ نیز شہروں میں زمین بہت زیادہ گراں اور قیمتی ہے۔ ہر شخص خریدنے پر قادر نہیں ہے۔ لہٰذا جیسی زمین میسر ہو اس پر ضرورت کے مطابق تین تین چار چار منزلیں بنائی جائیں۔ یہ بھی گھر کو وسیع بنانے کا ایک طریقہ ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ مگر زینت کے لئے خواہ مخواہ ضرورت سے زائد پیسہ لگانا بُرا ہے۔

کیا وہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہے جس کی بیوی ظالم، پڑوسی ظالم۔ گھر تنگ ہو؟

احقر نے ایک جگہ بیان کے دوران یہ حدیث شریف سُنا دی کہ نبی کریم ﷺ نے انسان کی محرومی کے چار اسباب بیان فرمائے۔

۱۔ المرأۃ السُّوء: بداخلاق، بدزبان عورت، جس کو مل گئی ہے وہ محرومُ القسمت ہے۔

۲۔ الجار السُّوء : جس کو بدترین پڑوسی مِلا وہ بھی محروم القسمت ہے، اسلئے کہ پڑوسی کی ایذار کبھی ایسی نا قابلِ برداشت ہوجاتی ہے کہ بالآخر آدمی کو وہاں سے ترکِ وطن کرنے پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے۔

۳۔ المرکبُ السُّوء : بدترین سواری کہ اس پر سوار ہوکر کبھی سکون اور اطمینان کے ساتھ پروگرام کے مطابق منزل تک رسائی نہیں ہوپاتی۔

۴۔ الدّار الضّیق : جس کا مکان ایسا تنگ ہے جس میں گھر کے سب لوگ آرام و سکون سے نہیں رہ سکتے۔ بڑے بچّوں کو الگ الگ بستر پر سُلانے کے لیے جگہ نہیں۔ میاں بیوی کو الگ کمرہ میں حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے لئے موقع نہیں۔ اگر کوئی مہمان آئے اُسے ٹھہرانے کے لئے کوئی جگہ نہیں، رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آدمی دُنیا کے اعتبار سے محروم القسمت ہے۔

جب میں نے یہ حدیث شریف سنائی تو بعد میں ایک شخص نے آکر عجیب انداز سے کہا کہ کیا میں بڑا محروم القسمت ہوں اور کیا اللہ مجھ سے سخت ناراض ہے کہ میرا مکان نہایت تنگ ہے، جس میں گذارا بہت دشوار کن ہے۔ اور میری بیوی بھی نہایت بدتمیز ہے۔ مجھے کبھی اس سے سکون نہیں ملا۔ اور میرا پڑوسی بھی بڑا ظالم ہے۔ ہر وقت ستاتا ہے، مجھے اور میرے بچّوں کو سکون سے رہنے نہیں دیتا۔ اب رہی سواری کی بات، تو اچھی سواری کی بات تو بہت دُور کی ہے، میرے پاس تو بدترین اور خراب سواری بھی نہیں ہے۔ تو کیا اللہ مجھ سے ناراض ہے۔؟

وضاحت

جواب : اس کی وضاحت یہ ہے کہ دو چیزیں بالکل الگ الگ ہیں ۔۔۔۔۔۔

۱ مقصدِ زندگی : اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دُنیا میں آکر زندگی گذارنے کا مقصد آخرت کی تیاری اور وہاں کی کامیابی ہے۔

۲ دوسری چیز ضرورتِ زندگی : اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت کی چیزیں فراہم ہوں۔ اور یہ انفرادی بھی ہوتی ہے کہ آدمی کی اپنی زندگی کی ضروریات جس میں بیوی بھی، گھر بھی، ٹی وی بھی، سواری بھی اور کھانے پینے کی اشیاء بھی سب داخل ہیں جن کے بغیر ایک انسان کی زندگی صحیح طریقہ سے گذر نہیں سکتی۔ اور اسی طرح یہ ضرورت اجتماعی بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی خوف وخطر سے محفوظ ہوکر گذرنے کے لئے فوجی طاقت، ایٹمی طاقت اور برقی طاقت، سیاسی طاقت، یہ سب لازم ہیں۔ ان چیزوں کے بغیر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی دشمنوں سے محفوظ ہوکر گذر نہیں سکتی۔ اسلئے وہ حکومت بھی محروم القسمت ہے جس میں دفاعی قوت نہو۔ اور سیّد الکونین ﷺ نے مقصدِ زندگی کے لئے یعنی آخرت کی کامیابی کے اسباب فراہم کرنے کیلئے جس طریقہ سے امّت کو ہدایت فرمائی ہے اسی طریقہ سے ضرورتِ زندگی یعنی زندگی بسر کرنے کی ضروریات کے اسباب فراہم کرنے کے لئے بھی ہدایت فرمائی ہے۔ اور جو حدیث شریف ابھی ہم نے بیان کی ہے اسکا تعلق مقصدِ زندگی اور آخرت کی تیاری سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ضرورتِ زندگی اور سکون سے زندگی گذارنے کے اسباب سے متعلق ہے۔ اور جو شخص دنیا میں سکون کی زندگی حاصل کرنے کے اسباب سے محروم ہے اس سے اللہ کا ناراض ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ ضرورتِ زندگی کے اسباب کی کمی کی وجہ سے جو محرومی اور مصیبت اور تنگی انسان پر آتی ہے اس پر صبر اور برداشت کرنے کی وجہ سے اللہ کے یہاں بہترین بدلہ اور اجر وثواب حاصل ہوگا۔ ایسا نہیں ہے کہ دنیا سے محروم ہونیکی وجہ سے آخرت سے بھی محروم ہوجائیگا۔ بلکہ انشاء اللہ آخرت میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہوگی۔ اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۳۔ تیسری نصیحت، اپنی خطاؤں پر رویا کرو

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو تیسری نصیحت ان الفاظ کے ساتھ فرمائی۔

وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ ـــــ کہ تم اپنی خطاؤں اور گناہوں پر اللہ کی بارگاہ میں رویا کرو۔ یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ انسان اپنی خطاؤں اور غلطیوں پر نادم ہو کر اپنے خالق کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو وہ بندہ زیادہ پسندیدہ ہے جو اپنی خطاؤں کی بنیاد پر غفور ورحیم ورؤف کے دربار میں ندامت کا اظہار کرے۔ وہ ہر گناہ معاف کرنے پر قادر ہے۔ وہ نہایت مہربان ہے۔ اور بہت زیادہ شفقت کرنے والا ہے۔

تین قسم کی آنکھوں پر جہنم حرام

ایک حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین آدمی بہت زیادہ محبوب ہیں۔ جہنم کی آگ ان کے اوپر حرام ہے۔

۱۔ وہ شخص جس کی آنکھ اللہ کے راستہ میں شہید کر دی گئی۔

۲۔ وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں نکل کر اس کے دین کی حفاظت میں اپنی آنکھوں میں نیند کا سرمہ نہیں لگایا ہے۔

۳۔ وہ شخص جو خوف خدا کی وجہ سے روتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ

ثَلَاثَةُ أَعْيُنٍ لَا تَمَسُّهَا النَّارُ عَيْنٌ فُقِئَتْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ حَرَسَتْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

(شعب الایمان ۱/ ۴۸۸، حدیث ۷۹۵)

تین قسم کی آنکھوں کو جہنم چھو بھی نہیں سکتی۔ ۱ وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں پھوڑ دی گئی ہے ۲ وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ کی حفاظت میں بیدار رہی ہے۔ ۳ وہ آنکھ جو اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسوں بہاتی رہی۔

دو آدمیوں پر جہنم حرام، ایک آدمی پر فردوس حرام

ایک دوسری حدیث شریف میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ اللہ نے دو آدمیوں پر جہنم کو حرام فرما دیا اور ایک آدمی پر جنت الفردوس کو حرام کر دیا۔

۱ اس شخص پر جہنم کو حرام کر دیا ہے جو اپنے گناہوں پر نادم ہو کر خوفِ خدا کی وجہ سے روتا رہے۔

۲ اس شخص پر بھی اللہ نے جہنم کو حرام کر دیا ہے جو اللہ کی اطاعت میں دین کی حفاظت میں اپنی آنکھوں کو نیند سے محروم رکھتا ہے۔

اور ایک آدمی پر جنت الفردوس کو حرام کر دیا ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو حُبِّ دُنیا پر روتا ہے۔ اور دُنیا کی دولت کی محبت میں روتا ہے، اور آخرت کو بھلا دیتا ہے، ایسے شخص کو جنت الفردوس نصیب نہیں ہوگی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے

أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: حَرَّمَ اللّٰهُ عَيْنًا بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ عَلَى النَّارِ، وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَيْنًا سَهِرَتْ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ عَلَى النَّارِ، وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَيْنًا بَكَتْ فِي الدُّنْيَا عَلَى الْفِرْدَوْسِ۔

(شعب الایمان ۱/ ۸۹ حدیث ۷۹۶)

ابوالقاسم یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے اس آنکھ پر جہنم کو حرام کردیا ہے جو اپنے گناہوں سے نادم ہوکر خوفِ خدا کی بنار پر آنسوں بہاتی ہے اور اس آنکھ پر بھی جہنم کو حرام کردیا ہے جس نے اللہ کی اطاعت میں دین کی حفاظت کی بنار پر نیند کا سُرمہ نہیں لگایا ہے اور اس آنکھ پر جنت الفردوس کو حرام کر دیا ہے جو حُبِّ دنیا کی بنار پر روتی ہے۔

دُودھ تھن میں واپس جا سکتا ہے مگر رونے والا جہنّم میں نہیں جا سکتا۔

ترمذی شریف کی ایک روایت میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص کبھی جہنم میں نہیں جا سکتا جو اللہ کے خوف کی وجہ سے رویا ہو۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مادہ جانور کے تھن سے دودھ نکالنے کے بعد دوبارہ تھن میں دودھ کا واپس کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ تھن میں دودھ کا واپس چلا جانا تو ممکن ہوسکتا ہے لیکن اس شخص کا جہنم میں جانا ممکن نہیں ہے جو اللہ کے خوف سے اپنی خطاؤں پر نادم ہوکر روتا ہے۔ نیز اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں بھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتا ــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ۔

(ترمذی شریف ۱/۲۹۲ - ۲/۵۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ایسا آدمی جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا جو اللہ کے خوف سے روتا ہے حتیٰ کہ نکلا ہوا دودھ تھن میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

سات قسم کے لوگ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں

بخاری شریف میں ایک مفصّل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میدان محشر میں قیامت کے دن ہر انسان سورج کی دھوپ اور گرمی کی وجہ سے زبردست تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ہے کہ لوگ اپنے اپنے پسینہ میں ہوں گے (تفصیل مسند احمد رقم ۱۷۵۶) اس قدر گرمی اور ہولناکی کی حالت میں کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔ صرف بارگاہِ رحمت کا ایسا سایہ ہوگا جو دنیا کے اے سی، اور ایئر کنڈیشن سے بھی اس کی راحت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو ایسی ہولناکی کے عالم میں اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔

① عادل بادشاہ: جو محض خدا کے خوف کی وجہ سے رعایا کے درمیان عدل وانصاف کا معاملہ کرتا رہا۔

② ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی کے زمانہ میں اللہ کی عبادت میں اپنے

آپ کو مشغول رکھا ہو۔

③ وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا ہو۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کو تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ پڑھنے کے لئے اس کا دھیان ہر وقت مسجد کے ساتھ لگا رہا۔

④ ایسے دو آدمی جنہوں نے صرف رضاءِ الٰہی کے لئے آپس میں محبّت کا تعلق قائم کر رکھا ہو۔ دین کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہے اور دین ہی کی خاطر ایک دوسرے سے جُدائی اختیار کرتے رہے۔

⑤ وہ شخص جس کو تنہائی کی حالت میں نہایت حسین وجمیل منصب والی عورت نے جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے دعوت دی ہو، اور وہاں خواہش کے پوری کرنے میں خوفِ خدا کے علاوہ کوئی رُکاوٹ نہیں تھی، اور ایسے حالات میں اُس شخص نے ایسی حسین وجمیل عورت سے کہدیا کہ مجھے خدا کا خوف ہے۔ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے اسلئے میں ایسا کام ہرگز نہیں کر سکتا۔

⑥ ایسا شخص جو ایسے خفیہ طور پر صدقہ کرتا ہے کہ اسکے اڑوس پڑوس کے لوگوں اور ہر وقت اس کے ساتھ رہنے والوں کو بھی کسی طرح خبر نہیں ہوتی۔

⑦ ایسا شخص جو تنہائی کی حالت میں اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے زار وقطار آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اللہ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ بندے اس کی بارگاہ میں آنسو بہایا کریں۔

بخاری شریف میں یہ حدیث شریف چار مقامات میں موجود ہے۔ اور سب سے پہلا مقام بخاری شریف ۱/۹۱ حدیث ۶۵۱ ہے۔ اور وہیں پر دوسرے مقامات کے بھی حوالے موجود ہیں۔

ـــــــــــــــــــ

۴ چوتھی نصیحت، سوتے وقت سورۂ اخلاص، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھکر سویا کرو

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کا ہاتھ پکڑ کر چوتھی نصیحت یہ فرمائی ہے کہ جب تم سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو سورۂ اخلاص اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قل اعوذ برب النّاس ضرور پڑھ لیا کرو۔ اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ یہ تینوں سورتیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن عظیم چاروں آسمانی کتابوں میں نازل ہوئی ہیں۔ اور ان سورتوں کو پڑھ کر سونے کے بڑے فوائد اور خوبیاں ہیں۔ اس لئے سوتے وقت ان سورتوں کو کبھی نہ بھولا کرو۔

سوتے وقت آپؐ کا معمول

بخاری شریف اور ترمذی شریف میں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ آپ کا معمول ہمیشہ یہی رہا ہے کہ جب بھی آپؐ اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سُوْرَۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر، چہرہ اور پورے بدن میں جہاں جہاں ہاتھ پہونچ سکتا ہے وہاں تک پھیر لیا کرتے تھے۔ اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے تھے، اس کے بعد سو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو مخاطب کر کے پوری امت کو اس عمل کی وصیت فرمائی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَۃٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ ثُمَّ نَفَثَ فِیْہِمَا فَقَرَاَ فِیْہِمَا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ یَمْسَحُ بِہِمَا مَا اسْتَطَاعَ فِیْ جَسَدِہٖ یَبْدَأُ بِہِمَا عَلٰی رَاْسِہٖ وَوَجْہِہٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ یَفْعَلُ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔

(بخاری شریف ۲/ ۷۵۰، حدیث ۴۸۲۶، ۲/ ۸۵۵ حدیث ۵۵۲۴، ۲/ ۹۳۵، حدیث ۶۰۷۴، ترمذی شریف ۲/ ۱۷۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ اپنے بستر پر تشریف لیجاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرکے پھر اس میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ شریف اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ و قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تینوں سورتیں پڑھ کر پھونک مارتے پھر دونوں ہاتھوں کے ذریعہ سے جہاں تک ہاتھ پہونچ جاتے پھیر لیتے۔ پہلے سر پر پھر چہرے پر پھر پورے بدن پر پھیر لیا کرتے تھے۔ ایسا تین مرتبہ کرلیا کرتے تھے۔

مُعَوَّذَات سے مرض کا علاج

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے لئے عام طور پر "المعوذتین" کے الفاظ آتے ہیں، اور جب سورۂ اخلاص کو بھی شامل کرنا مقصود ہو تو المعوذات کے الفاظ بولتے ہیں یہاں پر معوذات سے سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تینوں مراد ہیں۔ (حاشیہ بخاری شریف ۲/ ۶۳۹۔)

ان تینوں سورتوں کے پڑھنے سے انسان کے بدن پر نہایت اچھا اثر پڑتا ہے۔ کبھی جسمانی اور معنوی دونوں طرح کے امراض کیلئے مفید ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ کو کوئی مرض لاحق ہوتا تو آپ ان سورتوں کو پڑھ کر اپنے جسد اطہر پر پھونک مارا کرتے تھے۔ اور ساتھ میں اپنے ہاتھوں کو جسد اطہر پر پھیر لیا کرتے تھے۔ اس سے امت کو ایک نسخہ شفا مل گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ مرض الوفات میں مبتلا ہو گئے تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر پھونک مارتی تھی۔ اور آپ ہی کے ہاتھ کو بدن پر پھیرتی تھی اسلئے کہ آپ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا پھونک مارنے کیساتھ ساتھ بجائے میں اپنے ہاتھ پھیرنے کے آپ کے ہاتھ پھیرتی رہی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِىْ تُوُفِّىَ فِيْهِ طَفِقْتُ اَنْفِثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِىْ كَانَ يَنْفُثُ وَامْسَحُ بِيَدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ۔ (بخاری شریف ۲ / ۶۳۹،۶ حدیث نمبر ۴۲۶۰) وفی روایۃ عنہ وامسح بید نفسہ لبرکتہا۔ (بخاری شریف ۲/ ۸۵۶ حدیث نمبر ۵۵۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہو جاتے تو معوذات پڑھ کر اپنے جسم اطہر پر پھونک مارا کرتے تھے۔ اور ساتھ میں اپنے ہاتھ کو جسد اطہر پر پھیر لیتے تھے پھر جب آپ اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس میں وفات ہوئی ہے میں آپ کے جسد اطہر پر معوذات پڑھ کر دم کرتی رہی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم فرمایا کرتے تھے۔ اور میں آپ کے ہاتھ آپ کے بدن پر پھیرتی رہی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے آپ کے ہاتھ پھیرتی رہی۔

مُعوَّذتین سے جادُو کا عِلاج

معوّذتین میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اثر رکھا ہے کہ ان آیتوں کے پڑھنے سے جادو کی گرہ تک کھُل جاتی ہے۔ بخاری شریف میں ایک روایت متعدد مقامات میں ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے لبید ابن اعصم زرقی کو پیسہ دیکر تیار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جادُو کردے کہ اس سے پھر کبھی نجات نہ پا سکیں۔ تو اس نے کھجور کی شاخ میں بالوں کے ذریعہ سے گیارہ گرہ لگاکر ایسے کنویں میں ڈالا کہ اسمیں سانپ بچھو کے علاوہ انسان کی آمدورفت نہیں تھی۔ اس جادو کا اثر آپؐ کے پیغمبر ہونیکے باوجود اس قدر تھا کہ آپؐ کو اپنا کیا ہوا کام بھی یاد نہیں رہتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے نجات دِلائی اور لبید ابن اعصم پکڑا گیا اور آپؐ نے بنفسِ نفیس اس خطرناک کنویں میں سے کھجور کی شاخ کو نِکلوایا۔ (بخاری شریف ۱/ ۴۵۰ حدیث ۳۰۷۲، ۱/ ۴۶۲ حدیث ۳۱۶۳، ۲/ ۸۵۷ حدیث ۵۵۳۸، ۲/ ۸۵۸ حدیث ۵۵۴۰ وحدیث ۵۵۴۱، ۲/ ۸۹۵ حدیث ۵۸۲۸، ۲/ ۹۴۵ حدیث ۶۱۴۴۔)

حضرت جبرئیل امین علیہ السّلام معوّذتین یعنی سُورہ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ لیکر تشریف لائے اور ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ اطمینان سے ہر ایک آیت پڑھتے جائیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ہر ایک آیت کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی چلی گئی۔ اللہ کے فضل وکرم سے آپؐ کو اس خطرناک جادُو سے نجات مِل گئی۔ (فتح الباری مطبع دارالریان ۱۰/ ۲۴۱، طبقات ابن سعد الباز ۲/ ۱۵۳)

یہ مُعوّذات کی فضیلتیں ہیں جن کو حاصِل کرنیکے لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو ترغیب دی ہے۔ لہٰذا جو آدمی مذکورہ تینوں سُورتوں کو پڑھ کر رات کو

سویا کریگا وہ ہر قسم کے آسیبی اثرات اور جنات اور شیاطین کے نقصانات سے محفوظ رہے گا۔

۵ پانچویں نصیحت، جو تم سے قطع تعلق کرے تم اُس سے صلہ رحمی کرو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو مخاطب کرکے پوری امت کے لئے یہ نصیحت فرمائی ہے صِلْ مَنْ قَطَعَكَ کہ تم اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی اور جوڑ اور محبت کا معاملہ کرو جو تمہارے ساتھ قطع تعلق اور توڑ کا معاملہ کرتا ہو، یہ انسان کی عظمت اور بڑائی کی بات ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرے جو اسکے ساتھ قطع تعلق اختیار کرتا ہو۔ امام طبرانیؒ کی المعجم الاوسط میں ایک حدیث شریف مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں تو قیامت کے دن اسکے ساتھ حساب وکتاب کا معاملہ نہایت سہل وآسان ہوگا۔ بلکہ بغیر حساب وکتاب کے اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت کے ذریعے سے اس کو جنت میں داخل فرمائیگا۔ جب آپؐ نے یہ فضیلت بیان فرمائی تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ وہ تین چیزیں کیا ہیں، تو آپؐ نے تینوں چیزیں علی الترتیب بیان فرمائیں۔

۱ پہلی چیز یہ ہے کہ تم اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کا معاملہ کرو جو تمہارے ساتھ قطع تعلق اور بے رحمی کا معاملہ کرچکا ہو۔

۲ دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس شخص کو خوب دیا کرو جو ہمیشہ تمہیں محروم کرتا رہا ہے۔

۳ تیسری چیز یہ ہے کہ تم اس شخص کو درگذر کردو اور معاف کردو جس نے تمہارے اُوپر ظلم کر رکھا ہے۔

یہ تین چیزیں اللہ کے نزدیک ایسی محبوب ترین ہیں کہ جس شخص کے اندر ان چیزوں کی خوبیاں ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت مقبولِ بارگاہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل فرمائیگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَابًا يَسِيْرًا وَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ مَاهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ۔

(المعجم الاوسط ۱/۹۷،۴ حدیث ۹۱۳)
وفی روایۃ وادخلہ الجنۃ برحمتہ
المعجم الاوسط ۶/۲۹ حدیث ۵۰۶۰)

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں جس شخص کے اندر موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ اسکے حساب وکتاب کا معاملہ نہایت آسان کریگا اور اس کو جنت میں داخل کردیگا۔ میں نے کہا یارسول اللہ وہ کونسی چیزیں ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کیساتھ صلہ رحمی کرو۔ جو تمہارے ساتھ قطع تعلق اور بے رحمی کا معاملہ کرے اور اس شخص کو عطا کرتے رہو جو تم کو محروم کرتا رہے اور اس شخص کو معاف کرتے رہو جو تم پر ظلم کرتا رہے۔

کامل ہمدردی اسکے ساتھ ہوتی ہے جس نے کبھی تمہارے ساتھ ہمدردی نہ کی ہو

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمدردی کے بدلہ میں ہمدردی کا معاملہ کرنا اور صلہ رحمی کے بدلہ میں صلہ رحمی کا معاملہ کرنا اور احسان کے بدلہ میں احسان کا

معاملہ کرنا کوئی اہم اور قابلِ تعریف بات نہیں ہے بلکہ کامل طور پر صلہ رحمی کا معاملہ اور کامل طور پر ہمدردی کا معاملہ جو قابل تعریف ہے وہ یہی ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی اور احسان کا معاملہ کرو جس نے کبھی تمہارے ساتھ ہمدردی نہ کی ہو۔ اور کبھی تمہارے ساتھ احسان نہ کیا ہو۔ یہ کام انسان کیلئے بڑی قربانی اور نفس کشی کا ہے۔ جو اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے وہ مؤمن کامل بنتا ہے۔ اور ہمارے آقا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم یہی چاہتے تھے کہ ہم سب مؤمن کامل بن جائیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عبد الله بن عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا انْقَطَعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(ترمذی شریف ۲/ ۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہمدردی اور صلہ رحمی کے بدلہ میں ہمدردی اور صلہ رحمی کرنیوالا درحقیقت کامل ہمدردی اور صلہ رحمی کرنیوالا نہیں ہے۔ لیکن قابلِ تعریف اور کامل طور پر ہمدردی اور صلہ رحمی کرنیوالا وہ شخص ہے جو ایسے شخص کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرتا ہو جو شخص اس کے ساتھ قطع رحمی اور بے رحمی کا معاملہ کرچکا ہو۔

۶ چھٹی نصیحت، اس شخص کو عطا کرتے رہو جو تم کو محروم کرتا رہے

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو مخاطب کرکے پوری امت کے واسطے چھٹی نصیحت یہ فرمائی اَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ کہ تم ہرگز ایسے لوگوں کو محروم نہ کرو۔

جو تمہیں محروم کرنیکے پیچھے پڑے ہوں. بلکہ جنہوں نے ہمیشہ تم کو محروم کرنے اور تمہیں مٹانے میں طاقت صرف کر رکھی ہو تو تم ایسوں کو خوب عطاء کیا کرو. یہ اسلام کے مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔

ہم ایسے عبرتناک چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جن سے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کتنا بلند تھا دنیا اس سے حیرت زدہ ہے۔

۱ ابوسفیان رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو محروم کرنے اور مٹانے والوں کا سرغنہ تھا، مگر جب حنین کے مالِ غنیمت کے تقسیم کے موقع پر دینے کا نمبر آیا تو آپؐ نے سب سے زیادہ ابوسفیان اور اس کی اولاد کو دیا ہے. چنانچہ صرف ابوسفیان اور اس کے دو بیٹوں کو تین سو اونٹ ایک سو بیس اوقیہ دیئے. صفوان ابن امیہ کو سو اونٹ حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ عطاء کئے. یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصّہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے اور محروم کرنے پر گذار دیا تھا. لیکن آپؐ نے ایسے مکارمِ اخلاق پیش فرمائے کہ ان سب کی جھولیاں بھر دیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۲/۱۱۶)

۲ عُیینہ ابن حصن فزاری، اقرع ابن حابس، زید بن مہلہل الطائی، علقمہ ابن علاثہ العامری یہ چاروں بڑے بڑے قبائل کے سردارا ن ہیں. اور ہر ایک قبیلہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونخوار دشمن تھا. اور یہ چاروں افراد قبائلی دشمنوں کے سرغنہ تھے. یہ چاروں نبی کریم ؐ کی بارگاہ میں موجود تھے، اسی اثناء میں حضرت علیؓ نے یمن سے بھاری قیمتی سونے کا ڈلا بارگاہِ رسالت میں بھیجا آپؐ نے وہ تمام سونا انہیں چاروں سرغنوں کے درمیان تقسیم کردیا. باقی اور کسی مسلمان کو نہیں دیا.

(بخاری شریف ۲/۶۲۴، حدیث ۴۱۰۸)

اسکا اتنا بڑا اچھا اثر پڑا کہ دشمنوں کے ان سرغناؤں نے اسلام قبول کرلیا۔ ایسے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات رسولِ عربی کی سیرتوں میں ملیں گے۔ اور یہ آپؐ کے ایسے مکارمِ اخلاق میں سے ہیں جن سے متاثر ہوکر منٹوں میں بڑے سے بڑے دشمنوں کی کایہ پلٹ جاتی تھی اس لئے آپؐ نے پوری امت کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ کہ تم ایسے کو خوب دیا کرو جو تمہیں ہمیشہ محروم کرنے اور مٹانے کی فکر میں رہے۔ اور مکارمِ اخلاق کو اپنے ہاتھ سے مت جانے دو۔

۷ ایسوں کو معاف کرو جو تم پر ظلم کریں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو پوری امت کے لئے ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ ظالموں کو معاف کردیا کرو موقع ملنے تو ان سے ہرگز بدلہ نہ لیا کرو اور ہمیشہ بدلہ لینے سے گریز کیا کرو چاہے تمہارے اُوپر کتنے مظالم ڈھا رکھے ہوں چنانچہ فرمایا وَاَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ اس شخص سے بدلہ لینے سے گریز کیا کرو جس نے تم پر مظالم ڈھا رکھا ہے۔ اور فرمایا اُعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ اس شخص کو معاف کردیا کرو جس نے تم پر ظلم کر رکھا ہے۔

ایک دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کے بارےمیں امت کو قسم دیکر کے فرمایا کہ تم ان کو یاد کرلو تو تم ان باتوں میں کبھی دھوکہ نہ کھاؤگے اور یہ باتیں ہمیشہ سچ نکلیں گی۔

۱ صدقہ کرنے سے بندہ کے مال میں کبھی کمی نہیں آئے گی اس لئے صدقہ کرنے میں مت گھبرایا کرو۔

۲ جب تم پر ظلم وزیادتی ہوجائے اور تم ظالم سے بدلہ نہ لو بلکہ بدلہ کے بجائے صبر کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری عزت بڑھائے گا۔

۳ جو شخص انسانوں سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے فقر و فاقہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی کبشۃ الانماری رضی اللہ عنہ انہٗ سمع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول ثلاث اقسم علیھنّ ما نقص مال عبد من صدقۃ ولا ظلم عبد مظلمۃ صبر علیھا الّا زادہ اللہ عزًّا ولا فتح عبد باب مسئلۃ الّا فتح اللہ علیہ باب فقر۔

(ترمذی شریف ۲/۵۸، مسند امام احمد بن حنبل ۴/۲۳۱ نسخہ مرقم ۱۸۱۹۴)

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا ہے کہ آپ نے تین چیزوں پر قسم کھا کر کے فرمایا (۱) صدقہ کرنے سے مؤمن بندہ کا مال کم نہیں ہوتا (۲) کسی بندۂ مؤمن پر ایسا ظلم نہیں کیا جائیگا جس پر وہ صبر کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کریگا (۳) اور کوئی بندہ انسان سے مانگنے کا دروازہ نہیں کھولیگا مگر اللہ تعالیٰ اس کیلئے فقر و فاقہ کا دروازہ کھول دیگا۔

تین چیزوں سے انسان کی عزت و بلندی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی ترقی اور بلندی کے لئے زینہ ہیں۔

۱ صدقہ کرنے سے انسان کے مال میں کمی نہیں آتی ہے بلکہ حصول مال کی ترقی کا یہ ایک زینہ ہے اور جتنا صدقہ کیا جائیگا۔ اتنی مال میں برکت ہوتی ہے اور منجانب اللہ مال کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔

۲ ظالموں اور ستم گروں کو معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ انسان کی عزت میں ترقی عطاء فرماتا ہے اور ہر طرف سے اسکے معاونین ثابت ہو جاتے ہیں۔

۳۱ جو شخص تواضع اور عاجزی و انکساری اختیار کریگا اللہ تعالیٰ اسکو بلندی کے بام عروج پر پہونچادیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ رَجُلًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

(ترمذی شریف ۲/۲۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور درگذر کر دینے سے اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں ضرور بالضرور اضافہ فرمائیگا۔ اور جو شخص اللہ کے لئے تواضع اور انکساری اختیار کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بلندی عطاء فرمائیگا۔

مظلوموں کی بددُعاء اور صبر سے ڈرو

جو لوگ دوسروں پر ظلم کرتے رہتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے فلاں کو نیچے گرا دیا ہے اور فلاں کی طاقت کو پسپا کردیا ہے فلاں کی کمر سیدھی ہونے نہیں دی، اور فلاں کو پیروں پر کھڑا نہیں ہونے دیا۔ بڑے فخر سے اتراتے ہیں یہ ان کی بھول ہے۔ خیال ہونا چاہیئے کہ اللہ کی طاقت سب سے بڑی طاقت ہے اس کی طاقت کا مقابلہ کائنات میں کسی کی طاقت نہیں کرسکتی۔ اور ہر طاقت کمزور پڑجاتی ہے، اس کی طاقت باقی رہتی ہے۔ اور ہر طاقت ملیامیٹ ہوجاتی ہے اسکی طاقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ وہ ظلم کرنیوالوں کو ڈھیل دیتا ہے مگر جب وہ سزا دینے پر آجاتا ہے تو اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور خدا کی طاقت مظلوموں کی بددُعاء کے ساتھ ہوتی ہے اور کمزوروں اور ناتوانوں کے صبر کے ساتھ ہوتی ہے۔

تین قسم کے لوگوں کی دُعاء مُسترد نہیں ہوتی

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین قِسم کے لوگوں کی دُعائیں بہت جلد قبول ہو جاتی ہیں۔

(۱) والد کی بد دُعاء اولاد پر، اگر والد کو اولاد کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے اور والد اولاد کیلئے بد دُعاء کرے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔

(۲) مظلوم کی بد دُعاء ظالم کے حق میں، کہ ظالم جب مظلوم پر ظلم کرنے لگے اور اس مظلوم کے پاس اللہ کی مَدد کے سِوا اور کچھ نہ ہو وہ اللہ سے مَدد مانگے تو کبھی نہ کبھی اللہ کی مَدد ضرور آئے گی۔ اور ظالم کو دُنیا کے اندر عبرتناک سَزا مِل جاتی ہے۔ اور اگر دُنیا میں سزا نہیں مِلتی ہے تو آخرت میں ضرور ملیگی۔

(۳) مُسافر کی دُعاء حالتِ سفر میں، جو مُسافر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی دعاء ضرور قبول فرماتا ہے۔ حدیث شریف مُلاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَةٌ، دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهٖ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ،

(شعب الایمان بیہقی ۶/۴۸، حدیث ۷۴۶۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قِسم کی دُعائیں مقبول ہوتی ہیں (۱) والد کی بد دُعاء اولاد پر (۲) مظلوم کی بد دُعاء ظالم کے بارے میں (۳) حالتِ سفر میں مُسافر کی دُعاء۔

ایک دوسری حدیث شریف میں روزہ دار کی دُعاء کا بھی ذکر ہے کہ روزہ کی حالت میں جب روزہ دار دُعاء کرتا ہے تو وہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ اللہ اسکو قبول کرتا ہے ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٍ دَعْوَۃُ الصَّائِمِ وَدَعْوَۃُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ۔

(شعب الایمان ۶/۴۸ حدیث ۷۴۶۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ تین قسم کی دُعائیں مستجاب اور مقبول ہوتی ہیں (۱) روزہ دار کی دُعا (۲) مسافر کی دُعا (۳) مظلوم کی بددعا۔

مظلوم کی بَددُعا سے بچو

ایک اور حدیث شریف میں رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس بات کی وصیت کی ہے کہ تم ہمیشہ مظلوم کی بددُعا سے دُور رہا کرو، اپنے آپ کی حفاظت کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ مظلوم کی بددُعا تم پر لگ جائے اور تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جائے اس لئے مظلوم اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالےٰ کسی کو اسکے حق سے روکتا نہیں ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے ۔

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکَ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْأَلُ اللہَ حَقَّہٗ وَاِنَّ اللہَ لَا یَمْنَعُ ذَاتَ حَقٍّ حَقَّہٗ۔ (شعب الایمان بیہقی ۶/۴۹ حدیث ۷۴۶۴)

حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو مظلوم کی بددُعا سے بچاؤ، اس لئے کہ مظلوم اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے حق سے نہیں روکتا ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ اور مظلوم کی بددُعا کے درمیان کوئی حجاب اور آڑ نہیں اسلئے ہمیشہ اپنے آپ کو مظلوم کی بددُعا سے بچاؤ ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے ۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ: قَالَ

حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ رسُولِ اکرم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَہَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ۔ الحدیث

(مسلم شریف ۱/۳۶، بخاری ۲/۶۲۳)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مظلوم کی بددعاء سے ڈرتے رہا کرو اسلئے کہ مظلوم کی بددعاء اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

ایک اور روایت میں مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ مظلوم جب اپنے جلے ہوئے دل سے بد دعاء کرتا ہے تو اس کی دعاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہونچ جانے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی حتیٰ کہ اللہ کے سامنے ہوجاتی ہے۔ پھر وہاں سے ظالم پر عبرتناک سزا نازل ہوتی ہے۔ روایت ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ دِیْنَارٍ یَقُوْلُ قَرَأْتُ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ مَا مِنْ مَظْلُوْمٍ دَعَا بِقَلْبٍ مُحْتَرِقٍ اِلَّا لَمْ یَنْتَہِ دَعْوَتُہٗ حَتّٰی تَصْعَدَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَنْزِلُ الْعُقُوْبَۃُ عَلٰی مَنْ ظَلَمَہٗ۔

(شعب الایمان ۶/۴۹ حدیث ۷۴۶۵)

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ کوئی مظلوم اپنے جلے ہوئے دل سے دعاء نہیں کرتا مگر وہ دعاء اللہ کے سامنے پہونچ جاتی ہے۔ پھر وہاں سے اس پر سزا نازل ہوتی ہے جس نے مظلوم پر ظلم کر رکھا ہے۔

اللہ کی طرف سے ظالم کو مہلت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص ظلم پر اتر جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے کچھ وقت کیلئے مہلت دیتا ہے لیکن جب ظالم ظلم سے باز نہیں آتا ہے تو اس پر کبھی ایسا وقت آتا ہے جسمیں اسے عبرت کی سزا بھگتنی پڑجاتی ہے۔ اور اللہ جب کسی کو سزا دینے پر آجاتا ہے تو اس کا ایسا حشر ہوتا ہے کہ اسکو

کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اسلئے قرآن وحدیث کے اندر ظالموں کو وعیدوں کے ذریعہ سے ظلم سے باز آنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَیُمْلِیْ لِلظَّالِمِ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ ثُمَّ قَرَأَ: وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ، اِنَّ اَخْذَہٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ۔ (ھود آیت ۱۰۲، شعب الایمان ۶/۴۹ حدیث ۷۴۶۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتی کہ جب اللہ تعالیٰ ظالم کو گرفت میں لے لیتا ہے تو اُس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ پھر حضورؐ نے سُورہ ہُود کی آیت پڑھکر سُنائی اور ایسے ہی تیرے رَبّ کی پکڑ ہے کہ جب کسی بستی والوں کو پکڑ میں لے لیتا ہے جو ظلم کرتے ہیں تو وہ چھُوٹ نہیں سکتے، بیشک اُس کی پکڑ دردناک عذاب ہے۔

ایک دُوسری حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کے اندر لوگوں کو شدید تکلیف میں مبتلا کر رکھا تھا ـــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا لِلنَّاسِ فِی الدُّنْیَا اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں شدید ترین عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جنہوں نے دنیا کے اندر لوگوں کو

شدید ترین تکلیفیں پہونچائی ہیں۔

(شعب الایمان ۶/۵۰ حدیث ۷۴۶۹
مسند احمد بن حنبل ۲/۳۰۳، ۴/۹۰
نسخہ مرقم ۱۵۴۰۸ — ۱۶۹۴۳)

مظلوموں سے دُنیا میں معافی مانگ لو

حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم سے کسی پر ظلم ہو چکا ہے اور تم سے کسی کو تکلیف پہونچ گئی ہے تو یہ تمہارے لئے نہایت خطرناک مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کا حل صرف دنیا میں ہو سکتا ہے آخرت میں ایسے مسائل کا کوئی حل نہیں ہے وہاں تو بدلہ دلانے کا ہی فیصلہ ہوگا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر تمہاری طرف سے کسی پر ظلم ہوا ہے، تم نے کسی کی آبرو ریزی کی ہے یا تم نے کسی کا مال کھایا ہے تو دُنیا ہی کے اندر مظلوم سے صلح کر لو، جس طریقہ سے ہو سکے اُسکا حق اُسے دیکر اُس سے معافی مانگ لو۔ تاکہ آخرت میں بدلہ دِلانے کا خطرناک مسئلہ پیش نہ آجائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ مِنْ اَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيَتَحَلَّلْهَا مِنْ صَاحِبِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُ حِيْنَ لَا يَكُوْنُ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ فَاِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس کی طرف سے اپنے مسلمان بھائی پر کوئی ظلم ہوا ہے اُس کی آبرو ریزی میں یا انکے مال میں اسوقت کے آنے سے پہلے اپنے صاحب سے اس ظلم کا مسئلہ حل کرالے جس وقت میں بدلہ کیلئے نہ کوئی دینار ہوگا اور نہ کوئی درہم لہٰذا اگر اسکا کوئی عمل صالح ہوگا تو اسکے ظلم کے بقدر عمل صالح لیکر مظلوم کو

(شعب الایمان ۶/ ۵۱ حدیث ۷۴۷۰
بخاری شریف ۱/ ۳۳۱ حدیث ۳۳۸۵،
۲/ ۹۶۷ حدیث ۶۲۸۵،
مسند احمد ۲/ ۵۰۶ رقم ۱۰۵۸۰)

ولا دیا جائیگا۔ اور اگر عمل صالح نہیں ہے تو مظلوم کے گناہوں کو لیکر ظالم کے سر پر ڈالدیا جائیگا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے آپ کو جہاں تک ہوسکے مظالم سے بچاؤ تاکہ قیامت کے دن تمہاری نیکیاں، تمہارے ظلم کے بدلے میں مظلوموں کو نہ مل جائیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا الْمَظَالِمَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّ الْعَبْدَ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ مَا يَرٰى أَنَّهٗ تُنْجِيْهِ فَلَا يَزَالُ عَبْدٌ يَقُوْمُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ إِنَّ فُلَانًا ظَلَمَنِيْ مَظْلَمَةً فَيُقَالُ امْحُوْا مِنْ حَسَنَاتِهٖ حَتّٰى لَا يَبْقٰى لَهٗ حَسَنَةٌ۔

(شعب الایمان ۶/ ۵۱ حدیث ۷۴۷۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حتی المقدور ظلم سے بچو۔ اسلئے کہ بندہ قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ اسکی اتنی نیکیاں ہوں گی کہ جن کو دیکھکر اس کو امید ہوگی کہ وہ نیکیاں اُسے نجات دِلا سکتی ہیں مگر پھر کوئی بندہ اللہ کے دربار میں کھڑے ہوکر کہے گا کہ اے میرے رَبّ اس نے میرے اُوپر یہ ظلم کیا ہے تو کہا جائیگا کہ اُس کے حسنات اور اس کی نیکیوں میں سے ظلم کا بدلہ لے لو یہاں تک کہ اس کے لئے کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی۔

اللہ کے یہاں ظلم کے تین دفاتر

اللہ کے دربار میں ظلم کے حساب وکتاب کے تین دفاتر ہوں گے.

ہر ایک اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائیگا۔

۱ اللہ کے ساتھ شرک کرنیکے دفتر. جس نے اللہ کی عبادت میں اور اللہ کی طاقت میں اور اللہ کی خالقیت میں کسی کو ہمسر یا شریک ٹھہرایا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے بڑا ظالم کوئی اور نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ اسلئے اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور مشرک کی کبھی بخشش نہیں کریگا۔

۲ ظلم کا دوسرا دفتر ایسا پیش کیا جائیگا جسکا تعلق حقوق العباد سے ہوگا کہ کسی بندے نے دُوسرے پر ظلم کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی بھی بخشش نہیں کرے گا. بلکہ مظلوم کے حق کا بدلہ ظالم سے ضرور دِلوائیگا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وہاں روپیہ پیسہ نہیں ہوگا اسلئے ظالم کی نیکیوں کو لیکر مظلوم کو دِلوا دیگا. اگر نیکیوں سے بدلہ مکمل نہیں ہوتا ہے تو مظلوم کی بُرائیوں کو لیکر ظالم کے سر پر ڈالا جائے گا. بالآخر ظالم کی نیکیوں کو لیکر مظلوم جنت میں جائیگا۔ اور مظلوم کی بُرائیوں کو لیکر ظالم کو جہنم میں جانا پڑیگا۔

۳ ظلم کا تیسرا دفتر ایسا ہوگا. جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا جو بندہ نے اللہ کے حق کی اَدائیگی میں کوتاہی کی ہے یعنی اللہ نے بندے کے اُوپر جو عبادتیں فرض یا واجب کر رکھی ہیں اُن کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے اللہ اُسے عذاب دے اور چاہے تو اُسے معاف فرمادے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّوَاوِيْنُ

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ظلم کے دفاتر

ثَلَاثَۃٌ ،

دِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُہُ اللّٰہُ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ۔ وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُہُ اللّٰہُ ظُلْمَ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَہُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُہُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰہُ بِہٖ ظُلْمَ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ اللّٰہِ فَذَاکَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَہٗ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْہُ ۔

(شعب الایمان ۶/ ۵۲ حدیث ۷۴۷۳

المستدرک للحاکم ۸/ حدیث نمبر ۸۷۱۷

مسند امام احمد ۶/ ۲۴۰)

تین ہوں گے ۔

(۱) ایسا دفتر جس میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریگا وہ اللہ کے ساتھ شرک کا ظلم ہے بیشک اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت نہیں کریگا (۲) دُوسرا دفتر وہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ چھوڑیگا نہیں اور وہ بندوں کا آپس میں ایک دُوسرے کے ساتھ ظلم ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ بعض کو بعض سے بدلہ دلاکر چھوڑیگا (۳) ظلم کا ایسا دفتر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اہم نہیں ہے ۔ اور وہ بندوں کا ایسا ظلم ہے جسکا تعلق بندوں اور اللہ کے درمیان میں ہے تو وہ اللہ پر محول ہے ۔ اگر اللہ چاہے عذاب دے اور اگر چاہے اُسے معاف کر دے ۔

سیّد الکونینؐ کا اپنے ظالموں کیساتھ کیا معاملہ تھا؟

اب آخر میں عبرت کیلئے حدیث شریف کی اصل عبارت " وَاَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَکَ " اور " وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ " جس نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے تم اس سے بدلہ لینے سے اعراض کرو تم اس کے ساتھ عفو درگذری کا معاملہ کرو ــــــ اس کے پیشِ نظر سیّد الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مُبارک اور آپ کا اُسوہ حسنہ

تمام امت کیلئے درسِ عبرت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ آپؐ نے ہر اس ظالم سے بدلہ لینے میں اعراض فرمایا اور صاف طور پر معاف کر دیا جس نے آپؐ پر خطرناک طریقہ سے ظلم کیا۔

لبید ابن الاعصم زرقی نے جب آپؐ پر ایسا خطرناک جادو کیا تھا جس سے بچنا ممکن نہیں تھا۔ پھر جب وہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے پکڑا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالم سے کوئی بدلہ نہیں لیا، بلکہ اُس کو معاف کر دیا۔

جب خیبر میں زینب بنتِ حارث یہودیہ نے آپؐ کو جان سے مار دینے کے لئے زہر دیا تھا پھر جب پکڑی گئی تو آپؐ نے اپنے لئے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے موقع پر جب غورث ابن حارث نے آپؐ کو تنہائی میں سونے کی حالت میں پایا تو آپؐ کو جان سے ختم کر دینے کیلئے تلوار سونت کر کھڑا ہوا پھر اللہ کی مدد سے اس کے ہاتھ سے تلوار گری اور آپؐ کے قبضہ میں آئی۔ پھر تمام صحابہ کرام نے بھی اس کو گھیر لیا، مگر آپؐ نے پھر بھی اس سے بدلہ نہیں لیا۔

ہمارے آقا پر سو بار قربان ہو جاؤ کہ آپؐ نے امت کو جیسا فرمایا ہے ویسا ہی خود عمل کر کے دکھایا ہے۔ نیز آپ نے جو اپنے مکارمِ اخلاق سے امت کے سامنے ظالموں کو معاف کرنے کا اُسوہ پیش کیا ہے۔ اس سے انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ایسی مثالیں آپؐ کی زندگی اور آپؐ کی سیرت میں بے شمار ملیں گی۔

ظلم کا بدلہ احسان سے دیا کرو

ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ تم ظلم کا بدلہ احسان سے دیا کرو یہ کوئی اہم بات نہیں ہے کہ تم احسان کا بدلہ احسان سے دیا کرو۔ بلکہ عبرت اور کمال کی بات یہی ہے کہ ظلم کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ | حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَکُوْنُوْا اِمَّعَۃً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰکِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَاؤُا فَلَا تَظْلِمُوْا۔ (ترمذی شریف ۲/۲۱)

ارشاد فرمایا کہ تم ہر شخص کی پیروی کرنے والے نہ بنو۔ یوں نہ کہو کہ اگر لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے۔ اگر لوگ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے، بلکہ اپنے اندر تحمل اور بُردباری پیدا کرو۔ اگر لوگ تمہارے ساتھ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو، اور اگر لوگ تمہارے ساتھ ظلم اور بُرائی سے پیش آئیں تو تم ظلم مت کرو۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا

وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝

(۱۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت مُعاذ بن جبلؓ کو آقاؐ کی وصیتیں

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا ﴿ عَلٰی حَبِیۡبِكَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّهِمِ

وَوَصّٰی بِهَآ اِبۡرٰهٖمُ بَنِیۡهِ وَ یَعۡقُوۡبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰی لَكُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ؕ

(سورہ بقرہ آیت ۱۳۲)

اور یہی وصیت کر گئے حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو اور حضرت یعقوبؑ بھی۔ اے بیٹوں! بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لئے اپنے دین کو منتخب کرلیا ہے، لہٰذا تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مُسلمان ہو۔

حضرت مُعاذ بن جبلؓ کو آقاؐ کی نصیحت

حضرت معاذ بن جبل رضؓ عظیم المرتبت صحابیؓ ہیں۔ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں انکا بڑا اُونچا مقام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ ان پر رہتی تھی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کے فرمایا کہ اے معاذؓ میں تم سے محبّت رکھتا ہوں۔ جب آقاؐ کی زبان سے حضرت معاذ بن جبلؓ نے

یہ الفاظ سُننے تو چونک اُٹھے کہ کہاں معاذ بن جبلؓ کی حیثیت اور کہاں سرکار کا مقام ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں۔ بیشک اللہ کی قسم میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ اسکے بعد آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس لئے میں تمہیں چند کلمات کی وصیت کرتا ہوں۔ تم ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ اللہ سے دُعا رکیا کرو۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام جب کسی صحابیؓ کو مخاطب کرکے کسی خاص چیز کی وصیت فرماتے تھے تو یہ وصیت تمام امت کیلئے درسِ عبرت ہوتی تھی۔ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم خود ہی پیشکش کرکے یہ فرما رہے ہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور محبت کے تقاضہ سے یہ دُعا رمیں تمہیں سکھاتا ہوں جس سے تمہیں دنیا اور آخرت میں فائدہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر نماز کے بعد یہ دُعار پڑھ لیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔	اے اللہ تو میری مدد فرما اپنے ذکر پر اور اپنی نعمتوں کے شکر کرنے پر اور اپنی عبادت خوبی کے ساتھ ادا کرنے پر۔

جس اہمیت کے ساتھ ہر نماز کے بعد اس دُعار کے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی اہمیت کے ساتھ ہر مسلمان کو اس دعار کے پڑھنے میں اہتمام بھی کرنا چاہیئے۔ اسلئے حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے شاگرد حضرت صنابحیؒ کو وصیت فرمائی۔ اور صنابحیؒ نے اپنے شاگرد حضرت امام ابو عبد الرحمٰن کو اور ابو عبد الرحمٰن نے اپنے شاگرد عقبہ بن مسلم کو وصیت فرمائی ہے۔

یہ حدیث شریف حدیث کی متعدد کتابوں میں مختلف انداز اور مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ مسند احمد کے الفاظ ہم یہاں درج کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِہٖ یَوْمًا ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذُ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ فَقَالَ لَہٗ مُعَاذُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَاَنَا اُحِبُّکَ قَالَ اُوْصِیْکَ یَامُعَاذُ لَاتَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ وَفِیْ اَبِیْ دَاؤد والمعجم واوصٰی مُعَاذ الصّنابحی واَوْصٰی الصّنابحی اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰن واَوْصٰی ابو عَبْدِالرَّحْمٰن عقبۃ بن مُسْلم۔ (مسند احمد بن حنبل ۵/۲۴۵ حدیث نمبر ۲۲۴۷، ۵/۲۴۷ حدیث نمبر ۲۲۴۷۷ المعجم الکبیر ۲۰/۱۲۵ حدیث نمبر ۲۵ حدیث نمبر ۱۱۰ المستدرک نسخہ قدیم ۱/۲۷۳ نسخہ جدید ۱/۴۹۹ حدیث نمبر ۱۰۱۰، ابو داؤد ۱/۲۱۳، نسائی شریف ۱/۱۴۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن انکا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا۔ اے معاذ بیشک میں تم سے محبت رکھتا ہوں تو اس پر حضرت معاذؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ بیشک میں بھی آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! میں تمہیں چند کلمات کی وصیت کرتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو ہر گز مت چھوڑنا۔ یوں پڑھا کرو۔ اے اللہ! میری مدد فرما تیرے ذکر کرنے پر اور تیرے شکر کرنے پر اور خوبی کیساتھ تیری عبادت کرنے پر۔ اور حضرت معاذؓ نے اپنے شاگرد صنابحی کو وصیت فرمائی۔ امام صنابحی نے اپنے شاگرد ابو عبدالرحمٰن کو اور ابو عبدالرحمٰن نے اپنے شاگرد عقبہ ابن مسلم کو وصیت فرمائی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن رخصت کرتے وقت کی وصیّت

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کے لئے روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت معاذ کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے نکلے اور آپؐ نے حضرت معاذ کو نہایت حسرت بھرے انداز سے وصیت فرمائی۔ اور وہ جس قوم کے پاس تشریف لیجارہے تھے اسکے بارےمیں یہ حکم فرمایا کہ اس قوم کے ساتھ خیر خواہی کی جائے۔ ان کیلئے آسانی اور سہولت کی راہ فراہم کیجائے۔ اور ان کو تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے۔ اور ان کے درمیان محبّت وہمدردی کا ماحول پیدا کیا جائے۔ اور نفرت کا ماحول پیدا نہ کیا جائے۔ اور ان کو ایمان کی دعوت دیجائے۔ پھر نماز و روزہ اور صدقات وخیرات کی دعوت دیجائے۔ اور زکوٰۃ وصدقہ میں لوگوں کا عُمدہ ترین مال نہ لیا جائے۔ درمیانی درجہ کا مال لیا جائے۔ بخاری شریف ۲/۶۲۲ تا ۶۲۳/ —

بڑی عبرت کی بات یہ ہے کہ جب آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے وقت یہ وصیّت فرمارہے تھے، اس وقت حضرت معاذؓ کو سَواری پر سوار کردیا۔ حضرت معاذؓ سَواری پر سوار ہیں۔ اور حضرت سیدالکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سَواری کے نیچے پیدل چل رہے ہیں۔ اور حضرت معاذؓ کو وصیت فرماتے ہوئے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اے معاذ میرے اور تمہارے درمیان آخری ملاقات ہے۔ اب اسکے بعد جب تم مدینہ منوّرہ آؤگے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گذروگے۔ اب آئندہ میرے اور تمہارے درمیان میدانِ محشر میں مُلاقات ہوگی۔

حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے جونہی یہ الفاظ نکلے حضرت معاذؓ آقا کے فراق سے بے اختیار ہچکیاں لے لیکر زار و قطار رونے لگے۔ اس پر آقا نے فرمایا اے معاذؓ! زور زور سے آواز کے ساتھ رونا شیطان کا عمل ہے۔ اسلئے ایسا مت کرو۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوکر آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں میں مجھ سے قریب اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین وہ لوگ ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ سے ڈرتے ہیں۔ وہ چاہے کہیں بھی ہوں۔ چاہے مدینہ میں میرے پاس ہوں یا دُنیا کے کسی بھی گوشہ میں رہ کر تقویٰ اختیار کرتے ہوں، انہیں سے میرا تعلق ہے، وہی میرے دوست ہوتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَقَدْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا أَوْ لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب انکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کیلئے روانہ فرمایا تو ان کیساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس نکلے اور ان کو وصیت فرماتے رہے۔ حال یہ تھا کہ حضرت معاذؓ سواری پر سوار تھے اور رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے نیچے پیدل چل رہے تھے۔ پھر جب جُدا ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا اے معاذؓ! ممکن ہے کہ تم مجھ سے اس سال کے بعد پھر ملاقات نہ کرسکو گے اور شاید تم میری اس مسجد کے پاس سے یا میری قبر کے پاس سے

اَوْ قَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْھِہٖ نَحْوَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِی الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَحَیْثُ کَانُوْا۔

(مسند احمد بن حنبل ۵/ ۲۳۵ حدیث ۲۲۴۰۲)

گذروگے۔ تو حضرت معاذؓ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فراق کی حسرت میں زار وقطار رونے لگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ کیطرف اپنا چہرہ متوجّہ فرما کر ارشاد فرمانے لگے کہ بیشک لوگوں میں میرے دوست و میرے محبوب وہ لوگ ہیں جو تقوٰی اختیار کرتے ہیں چاہے وہ کسی بھی قوم سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی بھی جگہ رہتے ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ اے معاذ! مت روؤ زور سے رونا شیطان کا کام ہے۔

دوسری روایت کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

اِنَّ مُعَاذًا لَمَّا بَعَثَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ خَرَجَ مَعَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْصِیْہِ وَمُعَاذٌ رَاکِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ تَحْتَ رَاحِلَتِہٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ یَا مُعَاذُ اِنَّکَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا وَلَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ وَقَبْرِیْ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کے لئے روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ کے ساتھ کچھ دور کیلئے نکلے اور وصیت فرماتے رہے۔ حال یہ تھا کہ حضرت معاذؓ سواری پر سوار تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی سواری کے نیچے پیدل چل رہے تھے۔ جب وصیت سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے کہا اے معاذؓ! بیشک ممکن ہے کہ میرے اس سال کے بعد پھر تم مجھ سے ملاقات نہ کرسکو گے اور شاید تم میری مسجد اور میری قبر کے

فَبَکٰی مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبْکِ یَا مُعَاذُ لِلْبُکَاءِ اَوْاَنَّ الْبُکَاءَ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ (مسند احمد بن حنبل ۵/۲۳۵ حدیث ۲۲۴۰۴)

پاس سے گذرو گے تو حضرت مُعاذ بن جبلؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی حسرت میں زور زور سے رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذؓ! مت رو۔ بیشک آواز سے رونا شیطان کا عمل ہے۔

حضرت مُعاذ بن جبلؓ کا قبرِ اطہر پر آپؐ کی تین نصیحتوں کی یاد آوری پر رونا

ایک بڑی عبرت کی حدیث شریف ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کیلئے روانہ کیا جارہا تھا اس وقت حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان سے پیشین گوئی کے طور پر یہ فرمایا تھا کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کر سکوگے۔ اور میری وفات کے بعد میری قبر کے پاس سے گذروگے۔ چنانچہ واقعہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی ملاقات حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ زندگی میں پھر نہیں ہوسکی۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد جب حضرت معاذ بن جبلؓ مدینۃ المنوّرہ تشریف لے آئے تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قبرِ اطہر پر تشریف لے گئے اور آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نصیحتیں یاد آگئیں جس سے حضرت معاذؓ کو کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہی۔ بیٹھ گئے۔ چنانچہ قبرِ اطہر پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے۔ اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اُدھر سے گذر ہوا۔ تو دیکھا کہ

عاشقِ رسول حضرت معاذ بن جبلؓ کا بہت بُرا حال ہو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ روتے روتے تمہارا بُرا حال ہو گیا ہے تو حضرت معاذ ابن جبلؓ نے فرمایا کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قبر اطہر پر حاضری کے بعد آپؐ کی تین نصیحتیں یاد آ گئیں جنکی وجہ سے رونے میں بے اختیار ہو چکا ہوں

۱ ریاکاری شرک ہے

۱۔ اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْکٌ بیشک معمولی ریاکاری بھی شرک کے درجہ کو پہنچا دیتی ہے۔ اسلئے کہ ریاکار وہی ہوتا ہے جس میں کبر اور غرور ہوتا ہے۔ اور ریاکاری اور کبر نہایت زہریلی چیز ہے۔ اس سے آدمی اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے اعلیٰ سمجھتا ہے اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں خدائے ذوالجلال اور خالق کائنات کی صفت ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ کو ہرگز یہ پسند نہیں کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی ان صفات کا خواہش مند ہو۔ ایک حدیثِ قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبر میری چادر ہے۔ اور میرے بندوں میں سے جو کبر اور ریا میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ مجھ سے میری چادر کو چھیننا چاہتا ہے جسکو میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِزُّ اِزَارُهٗ وَالْکِبْرِیَاءُ رِدَاءُهٗ فَمَنْ یُنَازِعُنِیْ عَذَّبْتُهٗ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عزّت و بڑائی اللہ کی لنگی ہے اور کبر و ریا اللہ کی چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ سے میری چادر اور میری لنگی کو کھینچنے کی کوشش کریگا اُسے میں شدید

(مسلم شریف ۲/۳۲۹)

ترین عذاب میں مبتلاء کرونگا۔

ریاکار متکبّر کا حشر

حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو شخص تواضع عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے اسکو تین انعامات سے ہمکنار کیا جاتا ہے۔

۱۔ رَفَعَهُ اللّٰهُ : اللہ تعالیٰ اسکو دنیا و آخرت میں تمام مخلوق پر سربلندی عطاء فرماتا ہے۔ ہر انسان اسکے بلند مقام کا اعتزاز کریگا۔

۲۔ وَهُوَ فِي نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ :۔ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے اور جو شخص اپنے کو حقیر سمجھتا ہے وہ بہت سی برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۳۔ وَفِي اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ :۔ اللہ تعالیٰ اسکو لوگوں کی نگاہوں میں باعظمت بنا دیتا ہے۔ اور جو شخص تکبّر اور غرور کے مرض میں مبتلاء ہو جاتا ہے اُسے تین قِسم کی مصیبتوں سے دوچار ہو جانا پڑتا ہے۔

۱۔ وَضَعَهُ اللّٰهُ :۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو نیچے گرا دیتا ہے۔ پھر اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ وَهُوَ فِي اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ :۔ دُنیا کے لوگوں کی نگاہوں میں حقیر سے حقیر تر ہو جاتا ہے پھر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی ہے۔

۳۔ وَهُوَ فِي نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ :

وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ ہر شخص اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ تمام انسانوں کے سامنے اسکی حیثیت کُتّے اور خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔ حدیث شریف مُلاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عُمَرُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ | حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے لوگو!

اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ۔

(شعب الایمان للبیہقی ۶/۲۷۶ حدیث ۸۱۴۰)

تم تواضع اور انکساری اختیار کرو۔ اس لئے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلندی عطا فرماتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنے لگتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں باعظمت ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو نیچے گرا دیتا ہے پھر وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر اور معمولی بن جاتا ہے اور اپنے جی میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے حتیٰ کہ یقیناً وہ شخص لوگوں کے سامنے کُتے اور خنزیر سے بھی معمولی بن جاتا ہے

دوسری حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کیساتھ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ يُّسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِيْ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ خُشُوْعًا رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ خَفَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

(شعب الایمان للبیہقی ۶/ ۲۷۷، حدیث ۸۱۴۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص ریاکاری کیلئے لوگوں کے درمیان لوگوں کو اپنی باتیں سُنا کر چرچا اور شہرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی برائیوں کا چرچا کر کے مخلوق کو سُنائیگا اور جو شخص ریاکاری اور اپنی نمائش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے اس کی برائیوں کی نمائش کریگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع اور خضوع کیساتھ تواضع اور انکساری

اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو سربلندی عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص تکبّر اور غرور میں مبتلا ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے نیچے گرا دیتا ہے۔

ایک تیسری حدیث شریف اور بھی عبرتناک ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اٰدَمِيٍّ اِلَّا فِيْ رَأْسِهٖ سِلْسِلَتَانِ اِحْدَاهُمَا فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْاُخْرٰى فِي الْاَرْضِ السَّابِعَةِ فَاِذَا تَوَاضَعَ رَفَعَهُ اللّٰهُ بِالسِّلْسِلَةِ الَّتِيْ فِي السَّمَاءِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْفَعَ نَفْسَهٗ وَضَعَهُ اللّٰهُ۔

(شعب الایمان للبیہقی ۶/۲۷۷ حدیث ۸۱۴۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے سر میں دو رسی اور رابطہ کا سلسلہ ہے۔ انمیں سے ایک رسی کا تعلق ساتویں آسمان سے ہے۔ اور دوسری رسی کا تعلق ساتویں زمین سے ہے پھر جب تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس رسی اور رابطہ کے ذریعہ سے اسکو بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جب یہ ارادہ کرتا ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے بلند کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے نیچے گرا دیتا ہے۔

حدیث میں ریاکاری کو شرک جیسا خطرناک مرض بتلایا گیا ہے۔ اور آج ہم میں سے کتنے لوگ کبر اور ریاء کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ آقاء کی اس نصیحت کو یاد فرما کر قبر اطہر کے پاس بیٹھ کر زار و قطار رو رہے ہیں۔

۲ اللہ والوں سے عداوت کا حشر

۲ وَاِنَّ مَنْ عَادَ اللّٰهَ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ: آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بیشک

جو شخص اللہ کے کسی ولی اور نیک بندہ کے ساتھ عداوت رکھتا ہو تو یقیناً وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ جنگ کیلئے مقابلہ پر آتا ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث قدسی "مسلمان ایک دوسرے کیلئے خیر خواہ کیسے بنیں" مضمون کے تحت لکھی جا چکی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ اللہ کے ولی اور نیک بندوں کیساتھ عداوت رکھنا سخت محرومی اور غضبِ خداوندی کا سبب ہے۔ اسلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سخت انداز سے فرمایا، جو میرے ولی اور میرے نیک بندہ کیساتھ عداوت اور دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے جنگ لڑنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی بھی مخلوق میں ایسی طاقت نہیں ہے کہ جس سے وہ خدا کے مقابلہ کیلئے آجائے۔ اور جو ایسی جسارت کریگا وہ دیر سویر کبھی نہ کبھی آسمانی عذاب سے دوچار ہوگا۔ سرکار کی اس نصیحت کو یاد کر کے حضرت معاذ بن جبلؓ روضۂ اطہر پر بیٹھ کر زار و قطار رو رہے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کیساتھ عداوت کا حشر

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن کے بارے میں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُنیا کے اندر انکے بلا حساب وکتاب جنت میں جانے کی بشارت دی ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ گذارش فرمائی کہ اللہ کے رسُول آپ میرے لئے یہ دُعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجابُ الدعوات بنا دے۔ اور مستجابُ الدعوات کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی دُعاء مانگی جائے فوراً قبول ہو جائے۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعدؓ کیلئے اللہ تعالیٰ سے یہی دُعاء مانگی۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سعدؓ کو مستجابُ الدعوات بنا دیا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ جو بھی دُعاء مانگتے تھے قبول ہو جاتی تھی ۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت سعدؓ کو کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ مگر کوفہ والوں کی بدبختی اور محرومی کی انتہاء نہیں کہ وہاں کے محروم القِسمت کچھ لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارےمیں حضرت عمرؓ کی خدمتِ بارگاہ میں شکایتیں پہنچائیں اور ان شکایتوں میں ایسے ایسے بے بنیاد بہتان باندھ رکھے تھے کہ انہیں سُنکر سَر نیچے کو ہو جاتا ہے۔ ان شکایتوں میں حسبِ ذیل شکایتیں کھُلم کھلا طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔

(۱) سعدؓ کسی جہاد کے قافلہ میں شرکت کرکے جہاد کیلئے نہیں جاتے ہیں۔

حالانکہ حضرت سعدؓ اسلام کے سَب سے پہلے وہ سپاہی ہیں جنہوں نے اللہ کے راستہ میں دُشمنوں کا خون بہایا۔ اور اسلام میں سب سے پہلے تیر اندازی سے دشمن کا خون کیا تھا۔

(۲) حضرت سعدؓ مالِ غنیمت اور مال بیتُ المال صحیح طور پر برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے ہیں۔ تقسیم میں جانبداری کا معاملہ کرتے ہیں۔

(۳) سعدؓ لوگوں کے درمیان میں عدل و انصاف کیساتھ صحیح فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔

(۴) سعدؓ سنّت طریقہ سے نماز بھی نہیں پڑھاتے ہیں۔ اُلٹی سیدھی نماز پڑھا دیتے ہیں۔

ان تمام شکایتوں کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں مدینہ منوّرہ بلاکر ان سے تحقیق فرمائی۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اے سعدؓ! تمہارے بارےمیں لوگوں نے یہاں تک شکایت پہنچائی ہے کہ تم نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے ہو۔ تو حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین میں تو اسی طرح نماز پڑھاتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مسنونہ ہے۔ عشاء کی پہلی دونوں

رکعتوں کو طویل پڑھاتا ہوں اور آخری دونوں رکعتیں ہلکی پڑھاتا ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے سعدؓ! تم سے واقعی یہی اُمید تھی۔ لیکن کوفہ والوں کی بیجا شکوہ شکایت کیوجہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کا تبادلہ مناسب سمجھا۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو ان کی جگہ گورنر بنا کر روانہ فرمایا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کچھ لوگوں کے ایک وفد کے ساتھ مزید تحقیق کیلئے کوفہ روانہ فرمایا۔ پھر ان لوگوں نے کوفہ میں جاکر کوئی مسجد ایسی نہیں چھوڑی جہاں جاکر کے حضرت سعد کے متعلق نہ پوچھا ہو۔ مگر ہر مسجد کے لوگوں نے حضرت سعدؓ کی بہت اچھی تعریف فرمائی۔ اور ہر جگہ کے لوگوں نے مدح سرائی فرمائی۔ بالآخر جب یہ وفد قبیلہ بنو عبس کی مسجد میں پہنچا تو ایک شخص جسکا نام اُسامہ بن قتادہ تھا اور اس کی کنیت ابو سعدہ تھی اُسکی محرومی اور بدبختی تھی۔ اُس نے کھڑے ہو کر حضرت سعدؓ کی بُرائیاں کرنی شروع کردیں۔ اور ایسی ایسی بے بنیاد بہتان کی بات کہی جس کیوجہ سے حضرت سعدؓ غصّہ کو برداشت نہ کرسکے اور اسی وقت فرمایا۔ اللہ کی قسم میں اس کیلئے تین بددُعاء کرونگا۔ اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو اور محض ریاکاری اور شہرت کیلئے اس نے یہ جھوٹے الزام لگائے ہوں تو (۱) اسکی عمر لمبی فرما (۲) اور اس کے فقر و فاقہ کو طویل کردے (۳) اور اُسے فتنوں میں مبتلاء کردے۔ اس روایت کے راوی عبد الملک کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں نے اس شخص کو اس حال میں دیکھا کہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے اسکی بھوئیں تک اسکی آنکھوں پر لٹک آئی تھیں لیکن وہ راستہ چلتی لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے سے بھی باز نہ آتا تھا۔ اور جب اس سے اسکا حال پوچھا جاتا تو جواب دیتا کہ شَیْخٌ مَفْتُوْنٌ اَصَابَتْنِیْ دَعْوَۃُ سَعْدٍ یعنی فتنہ میں مبتلاء بوڑھا ہوں۔ مجھے حضرت سعدؓ کی بددُعاء لگ گئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

بخاری شریف ۱/۱۰۴، حدیث ۷۴۶

۲۔ اللہ کے نزدیک نیک و متقی ہی محبوب ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِیَاءَ الْاَخْفِیَاءَ :۔ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو محبوبیت کا درجہ عطا فرماتا ہے جو نیک ہوتے ہیں متقی ہوتے ہیں اور اپنی عبادت اور نیکیوں میں ایسے چھپے رہتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی نیکی انکا تقویٰ اور ان کی خفیہ عبادتوں کی نہ کوئی شہرت ہوتی ہے اور نہ کوئی چرچا ہوتا ہے۔

اللہ والوں کا دِل ہدایت کا چراغ

قلوبہم مصابیح الھدیٰ: ان کے دلوں کا حال یہ ہے کہ ھدایت کا چراغ اور ھدایت کے نور ہیں۔ ہر قسم کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے پاک ہیں۔ اور ان علماء کو علم و فضل کا وہ مقام حاصل ہے کہ مشکل سے مشکل تر مسائل کا حل انہیں کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ انہیں سے ایک ایک کے فیضِ صحبت سے ہزاروں انسان انسان بنتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے دلوں کو ھدایت کا چراغ بتلایا گیا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مؤمن کامل کی فراست اور سمجھداری سے ڈرا کرو بے دھڑک ان کی باتوں پر نکتہ چینی مت کیا کرو۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھ کر بات کرتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مؤمن کی فراست اور سمجھ کے بارے میں

(ترمذی شریف ۲/۱۴۵، المعجم الکبیر ۱۰۲/۸ حدیث ۷۴۹۷، المعجم الاوسط قدیم ۲۱۱/۸ حدیث ۷۸۲۹، نسخہ جدید، مجمع الزوائد ۱۰/۲۶۸) | ڈرا کرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں۔

اس لئے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا اور ان کی عداوت اور بد دُعا سے اپنے آپ کو دُور رکھنا خوش قسمتی ہے۔ اور ان کی عداوت میں پڑجانا محرومی اور بد قسمتی ہے۔ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند ❖ صحبتِ طالح تُرا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنادیگی۔ اور بُرے لوگوں کی صحبت تمہیں بُرا بنادیگی۔ یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری نصیحت ہے جسکو یاد کرکے حضرت معاذ ابن جبلؓ زار و قطار رو رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری وجہ سے نیک لوگوں کے دلوں کو دھچکا لگا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہم سب کو اولیاء اللہ اور نیک بندوں کی عداوت و دشمنی سے حفاظت فرمائے۔ اور انکے فیضِ صحبت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ❖ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِىْ صَلَاحًا

اگرچہ میں نیک لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ پر میں نیک لوگوں سے محبّت رکھتا ہوں۔ شاید اسی سبب سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک و صالح بنادے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عَدَاوَةِ اَوْلِيَائِكَ وَارْزُقْنَا مِنْ فُيُوْضِهِمْ۔

اب حضرت معاذ بن جبلؓ کی پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ | حضرت زید بن اسلم اپنے والد حضرت اسلمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تشریف لے گئے تو انہوں نے

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْکِیْ فَقَالَ مَا یُبْکِیْكَ قَالَ یُبْکِیْنِیْ شَیْءٌ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْكٌ وَاِنَّ مَنْ عَادٰى لِلّٰہِ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰہَ بِالْمُحَارَبَۃِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِیَاءَ الْاَخْفِیَاءَ الَّذِیْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَلَمْ یُعْرَفُوْا قُلُوْبُھُمْ مَصَابِیْحُ الْھُدٰى یَخْرُجُوْنَ مِنْ کُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَۃٍ۔

(ابن ماجہ شریف کتاب الفتن باب من ترجی لہ السلامۃ مطبع تھانوی ؁۲۸۷

حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر زار و قطار روتے ہوئے پایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں کونسی چیز رلا رہی ہے تو فرمایا کہ کچھ ایسی باتیں مجھے رلا رہی ہیں جنکو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک معمولی ریا کاری بھی شرک میں شامل ہے۔ اور بیشک جو شخص اللہ کے کسی ولی اور نیک بندہ سے عداوت رکھتا ہے تو یقیناً وہ اللہ کے ساتھ جنگ اور لڑائی کے ذریعہ سے مقابلہ کرتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نیک اور متقی اور خفیہ عبادت کرنے والوں کو محبوب بنالیتا ہے جنکا حال یہ ہے کہ جب کہیں غائب ہو جاتے ہیں تو ان کو گم شدوں کیطرح تلاش نہیں کیا جاتا۔ اور اگر حاضر ہوتے ہیں تو انکو بلایا نہیں جاتا اور نہ ہی انکو پہچانا جاتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ ہر طرح کی ظلمت اور تاریکی کے اندھیروں سے دور ہیں۔

مطبع رشیدیہ ؁۲۹۶ المستدرک نسخہ قدیم ۳/۲۷۰، جدید / حدیث ؁۵۱۸۲ المعجم الکبیر ۲۰/۳۶ حدیث ؁۳۲۱)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؛ عَلٰى حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝

۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسلمان ایک دوسرے کے خیر خواہ کیسے بنیں؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ✽ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(سورۂ توبہ آیت ۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایکدوسرے کے مددگار ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔ اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسُول کے حکم پر چلتے ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم کریگا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ — دین سراپا خیر خواہی

ہمارے آقا حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے پوری امّت کو تاکید سے ہدایت فرمائی ہے کہ دین اسلام سراپا خیر خواہ ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ ہر معاملہ میں خیر خواہ بنجائے۔ اور کبھی ایک دوسرے کے لئے بدخواہ نہ بنے۔ اسلام میں بدخواہی جائز نہیں۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ، اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ، اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ دین سراپا خیر خواہی ہے۔ دین سراپا خیر خواہی ہے۔ دین سراپا خیر خواہی ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہمیت کے ساتھ تین مرتبہ ارشاد فرمایا تو صحابۂ کرام نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ دینی خیر خواہی کس کے لئے ہے؟ تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے علی الترتیب پانچ چیزوں کے لئے خیر خواہی کا حکم فرمایا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ قَالُوْا لِمَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَلِعَامَّتِہِمْ

(نسائی شریف ۲/۱۶۵ بالفاظ دیگر ترمذی شریف ۲/۱۴، مسلم شریف ۱/۵۴ مسند امام احمد بن حنبل ۴/۱۰۳، حدیث ۱۷۰۶۴، المعجم الکبیر ۲/۵۲ حدیث ۱۲۶۰ تا ۱۲۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین مرتبہ تاکید کرکے فرمایا کہ بیشک دین سراپا خیر خواہی ہے۔ دین سراپا خیر خواہی ہے۔ دین سراپا خیر خواہی ہے۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ کس کے لئے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کی کتاب کیلئے اور اللہ کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے پیشواؤں کے لئے، اور عامۃ المسلمین کے لئے۔

۱۔ لِلّٰہِ۔ اللہ کیلئے خیر خواہی

اللہ کیلئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائے، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک اور ہمسر نہ بنایا جائے۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت اسی طریقہ سے کی جائے جس طریقہ کی تعلیم اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی ہے۔ اور جن حرام اور ممنوع اور مشتبہ چیزوں سے دُور رہنے کا حکم کیا ہے اس سے انسان دور رہے۔ یہی اللہ کے ساتھ خیر خواہی ہے۔

نفلی عبادت کے ذریعہ اللہ کے لیئے خیر خواہی

ایک حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں کہ جب بندہ نفلی عبادت کا عادی بن جاتا ہے تو اللہ کے لئے سَراپا خیر خواہ بن جاتا ہے۔ نفلی عبادات کے ذریعہ سے ترقی کرتے کرتے ایسی محبوبیت اور قربِ الٰہی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندہ کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ گفتگو کرتا ہے کہ معرفتِ الٰہی اور حکمِ خدا کے ہی دائرہ میں وہ بات کرتا ہے۔ اور میں اس کا ایسا دل بن جاتا ہوں کہ اس کی سمجھ، اس کی فکر سب کچھ میری مرضی کے دائرہ میں ہوتی ہے۔ جب وہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں ضرور عطا کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، میں اس کی دعا ضرور قبول کرتا ہوں۔ اور جب بندہ مجھ سے مدد طلب کرتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں۔ اور میرا بندہ جو میری عبادت کرتا ہے، اس کی عبادتوں میں میرے نزدیک سب سے پسندیدہ خیر خواہی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاَکُوْنَ اَنَا سَمْعُہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرُہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَلِسَانُہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ وَقَلْبُہُ الَّذِیْ یَعْقِلُ بِہٖ فَاِذَا دَعَا اَجَبْتُہٗ وَاِذَا سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُہٗ وَاِذَا اسْتَنْصَرَنِیْ نَصَرْتُہٗ وَاَحَبُّ مَا تَعَبَّدَلِیْ عَبْدِیْ بِہِ النُّصْحُ لِیْ۔

(المعجم الکبیر ۸/۲۰۶ حدیث ۷۸۳۳ مجمع الزوائد ۲/۲۴۸)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ عزّ وجل فرماتے ہیں کہ میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، پھر میں اس کا کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے، اور میں اس کی آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے۔ اور میں اس کا ایسا دل بنجاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے، پھر جب وہ دُعا کرتا ہے تو میں اس کی دعاء قبول کرتا ہوں، اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطاء کرتا ہوں۔ اور جب مجھ سے مَدد طلب کرتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں، اور میرا بندہ جو بھی میری عبادت کرتا ہے ان میں میرے نزدیک سب سے پسندیدہ میرے لیے خیر خواہی ہے۔

دوسری حدیث شریف اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ ہے اس میں ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اعلان ہے کہ جو شخص اللہ والوں کی اہانت

کرتا ہے اور اللہ کے نیک بندوں سے عداوت رکھتا ہے تو اللہ تبارک
وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ میرے بندہ کے ساتھ عداوت نہیں کرتا ہے بلکہ
وہ میرے ساتھ عداوت ہے، میری طرف سے ایسے لوگوں کے ساتھ اعلانِ جنگ
ہے، جس کا دِل چاہے اللہ والوں سے عداوت کرکے اللہ تعالیٰ سے
جنگ لڑنے کے لئے تیار ہوجائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس بات کا بھی اعلان ہے کہ جو اللہ
تبارک وتعالیٰ سے جنگ لڑنے کے لئے تیار ہے وہ کبھی کامیاب
نہیں ہوسکتا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
اَهَانَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ
بِالْعَدَاوَةِ ابْنَ اٰدَمَ لَنْ تُدْرِكَ
مَا عِنْدِیْ اِلَّا بِاَدَاءِ مَا
افْتَرَضْتُ عَلَیْكَ وَلَا یَزَالُ
عَبْدِیْ یَتَحَبَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ
حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاَكُوْنَ قَلْبَهُ
الَّذِیْ یَعْقِلُ بِهٖ وَ
لِسَانَهُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِهٖ
وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ
فَاِذَا دَعَانِیْ اَجَبْتُهٗ وَاِذَا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
نقل فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص
میرے کسی ولی اور دوست کی اہانت کریگا
تو یقیناً وہ عداوت کے ذریعہ سے میرے
ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اے ابن آدم! تو کبھی
اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جو میرے
نزدیک پسندیدہ ہے۔ ہاں البتہ ان
عبادتوں کے ادا کرنے سے پہنچ سکتے ہو جو
میں نے تم پر فرض کر رکھی ہیں۔ اور میرا بندہ
مسلسل نفلی عبادتوں کے ذریعہ سے مجھ سے
محبت کرکے قریب ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں

سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ وَإِذَا اسْتَنْصَرَنِي نَصَرْتُهُ وَأَحَبُّ عِبَادَةِ عَبْدِي إِلَيَّ النَّصِيحَةُ

(المعجم الكبير ۸/۲۲۲ حدیث ۷۸۸۰)

اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پھر میں اسکا ایسا دل بنجاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی ایسی زبان بنجاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے، اور اسکی ایسی آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ پھر جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں اور وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسکو عطا کرتا ہوں، اور جب مجھ سے مدد طلب کرتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں، اور میرے نزدیک میرے بندہ کی سب سے پسندیدہ اور محبوب ترین عبادت میرے ساتھ خیرخواہی ہے۔

اللہ والوں سے عداوت اللہ کیساتھ اعلانِ جنگ ہے

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث قدسی مروی ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے ولی اور دوست اور محبوب بندوں سے عداوت رکھے اس کو میری طرف سے یہ اعلان ہے کہ وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے اس لئے کہ میرے ولی اور دوست سے عداوت کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے مقابلہ میں آنا چاہتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدٌ بِشَيْءٍ اَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِيْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ۔

(بخاری شریف ۲/۹۶۳، حدیث ۶۲۵۳)

بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی اور دوست سے عداوت رکھتا ہو تو میں اسکے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میرے بندے جن عبادتوں کے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہوتے ہیں انمیں سے میرے نزدیک سب سے محبوب ترین عبادت وہ ہے جسکو میں نے اپنے بندے پر فرض کر رکھا ہے۔ اور میرے بندے نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ میں اسکو اپنی محبوبیت کا درجہ دیدیتا ہوں اور میرے اور اس بندے کے درمیان ایسا شدید تعلق ہو جاتا ہے کہ میں اسکا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی وہ آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اسکا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اسکا ایسا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں، اور اگر وہ کسی چیز سے میری پناہ میں آنا چاہتا ہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔ اور میں جو کام کرنیوالا ہوں انمیں سے کسی کام میں مجھے کبھی ایسا تردد نہیں ہوتا جیسا کسی مؤمن کی جان کے بارے میں تردد ہوتا ہے وہ موت کو ناگوار محسوس کرتا ہے تو میں بھی اسکی ناپسندیدہ چیزوں کو ناگوار محسوس کرتا ہوں۔

اس لئے میں اسکی موت میں عجلت سے کام نہیں لیتا بلکہ جب اس کے اوپر دنیا تنگ ہو جائے، اور وہ دنیا سے نفرت کرنے لگے، اور آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دینے لگے۔ تب میں اس کو موت دیتا ہوں۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اسکے حکم کے مطابق فرائض و واجبات کا پابند ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد کثرت کے ساتھ نفلی عبادت شروع کر دیتا ہے۔ تو ایسے انسان سے فرائض و واجبات کبھی ترک نہیں ہو سکتے۔ پھر وہ نفلی عبادتوں کے ذریعہ سے اللہ کا خیر خواہ بن جاتا ہے۔ پھر اسکو رفتہ رفتہ ایسی محبوبیت کا درجہ مل جاتا ہے کہ اگر کوئی اسکو ستانے لگے اس کو ایذاء پہنچانے لگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایسا لگتا ہے کہ اس کو نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ستایا جا رہا ہے۔ اور اللہ پاک کو ایذاء پہنچائی جا رہی ہے۔ اسلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ساتھ عداوت کو اپنے ساتھ مقابلہ اور اعلانِ جنگ قرار دیا ہے۔ اللہ پاک اپنے نیک بندوں سے عداوت اور دشمنی کے فتنہ سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

۲ وَلِكِتَابِهٖ - اللہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی

کتابُ اللہ کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمان قرآنِ کریم کے مطابق اپنی زندگی بنائیں اور قرآنِ کریم کی تلاوت کو اپنا مشغلہ بنائیں اور علوم دینیہ میں رسوخ رکھنے والے علماء کے اوپر اپنی زندگی کو قرآنِ کریم کے مطابق بنانے کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم کی تفسیر لکھنا اور عام مسلمانوں کے سامنے قرآنِ کریم کی آیتوں کی تفسیر اور تقریر پیش کرنا اور علوم وفنون کے سلسلہ میں دینی اصلاحی کتابیں تصنیف کرکے عام مسلمانوں کیلئے عام کر دینا اللہ کی کتاب کیساتھ خیر خواہی ہے۔

علمِ دین کی خیر خواہی

علومِ دینیہ کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ خود بھی اللہ کی کتاب پڑھے اور یاد کرے۔ اور دوسروں کو بھی اللہ کی کتاب کا درس دے۔ اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے متعلق آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث اور فقہ اور سیرت غرضیکہ تمام علومِ دینیہ شامل ہیں۔ جس عالِم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تبحر علم عطا فرمایا ہو اس کی ذمّہ داری ہے کہ قرآنِ کریم کی آیتوں کو واضح کر کے رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی تشریح کر کے عامّۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کرے اور علومِ دینیہ میں خیانت، مال میں خیانت سے بڑھ کر سخت گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں ذمّہ دار علماء سے اس سلسلے میں باز پرس ہوگی۔ اسی لئے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ علمِ دین کے بارے میں خیر خواہ بن جاؤ۔ اور علمِ دین میں خیانت کی دو صورتیں بہت خطرناک ہیں۔

۱۔ علم ہونیکے باوجود اس کو ضرورتمندوں سے چھپانا۔ لہٰذا خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے علم کو امّت میں عام کیا جائے۔ چاہے تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے عام کیا جائے یا درس و تدریس کے ذریعہ سے یا وعظ وتقریر کے ذریعہ سے اُمّتِ مسلمہ کو اس کے علوم سے فائدہ پہنچ جائے۔

۲۔ علم ہوتے ہوئے اس کے خلاف عمل کرنا۔ یعنی عالم بدعمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا خائن ہے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَنَاصَحُوْا فِی الْعِلْمِ فَاِنَّ خِیَانَۃَ اَحَدِکُمْ فِیْ عِلْمِہٖ اَشَدُّ مِنْ خِیَانَتِہٖ فِیْ مَالِہٖ وَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ سَائِلُکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(المعجم الکبیر ۱۱ / ۲۱۵ حدیث ۱۱۷۰۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین کے بارےمیں آپس میں خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ اس لئے کہ بیشک تم میں سے کسی کا اپنے علم میں خیانت کرنا اپنے مال میں خیانت سے زیادہ بدترین گناہ ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سے اس بارےمیں بازپرس کریگا۔

۳ وَلِرَسُوْلِہٖ۔ اللہ کے رسُول کیلئے خیر خواہی

رسُولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام کیساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کیساتھ ساتھ جو قوانینِ شریعت اللہ کے رسُول ؐ نے بتائے ہیں ان کے مطابق زندگی بنائی جائے۔ اور رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو اپنا شغلہ بنالیا جائے۔ اور آپؐ کی مٹی ہوئی سُنّتوں کو زندہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے ساتھ خیر خواہی اور محبت کی علامت یہ ہے کہ آپؐ کی سُنّتوں کو زندہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے بیٹے تمہاری صبح و شام اس طریقہ سے گذرے کہ تمہارے دِل میں کسی کے بارےمیں کوئی بغض وکینہ نہ ہو اور ایسا کرنا میری سُنّت ہے اور جو شخص میری سُنّت کو زندہ

کریگا تو یقیناً وہی مجھے راحت پہنچائیگا اور جو مجھے راحت پہنچائیگا وہی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ لَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا بُنَیَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ وَمَنْ اَحْیَانِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ

(ترمذی شریف ۲/۹۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے اگر تم اس بات پر قدرت رکھتے ہو کہ اس حال میں تم پر صبح ہو جائے اور اس حال میں تم پر شام گذر جائے کہ تمہارے دل میں کسی کے بارے میں کوئی کینہ اور بغض نہ ہو تو ایسا ضرور کرو۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے پیارے بیٹے یہی میری سُنّت ہے اور جو شخص میری سُنّت کو زندہ کرے گا، یقیناً وہی مجھے راحت پہنچائیگا اور جو مجھے راحت پہنچائیگا وہی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

۴ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ — مُسلمانوں کے پیشواؤں کے ساتھ خیر خواہی

مسلمانوں کے پیشواؤں اور سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ماتحت لوگ مسلم سربراہوں کا ہر طرح سے تعاون کریں۔ اور مسلمانوں کے سربراہ کے اندر مسلمانوں کا بادشاہ، سربراہانِ مملکت اور ہر مکتب فکر کے ذمّہ دار شامل ہیں اگر ذمہ داران اپنی ذمہ داریاں شرعی حدود کے دائرہ میں رہ کر ادا کرتے ہوں تو

ماتحت لوگوں پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے حکم کی تعمیل کریں اور ان کو ہر طرح سے قوت پہنچائیں یہی ان کے ساتھ خیر خواہی ہے۔ لیکن اگر وہ لوگ شرعی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور ماتحت لوگوں کو ناجائز کام پر مجبور کریں تو ان کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ ان کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے اور کسی طریقہ سے اپنے آپ کو بچا لیا جائے۔ اور اگر ناصحانہ طور پر ان کو نصیحت کی جا سکتی ہے اور ناجائز امور سے روکنے کے اسباب پیدا کئے جا سکتے ہیں تو ان کو نصیحت کرنا اور ناجائز امور سے حفاظت کے لئے اسباب فراہم کرنا ان کے ساتھ خیر خواہی ہے جیسا کہ حضرت حسینؓ نے یزید کی بداعمالیوں کی وجہ سے اور اس کی طرف سے ظلم کے اندیشے سے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور اس کے ساتھ خیر خواہی یہی تھی کہ اسکو اقتدار سے ہٹا کر اس کے ظلم سے مسلمانوں کی حفاظت کی جائے۔ اس میں اس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی اور مسلمانوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ والوں کی دعوت پر کوفہ از خود تشریف لے گئے تھے۔

ظالم کے ساتھ خیر خواہی

ایک دفعہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم اپنے مظلوم بھائی کی بھی مدد کرو اور ظالم بھائی کی بھی مدد کرو۔ اور ظالم کی مدد اور اس کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ ظلم سے اس کا ہاتھ روک لو۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ اِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا اَفَرَاَیْتَ اِذَا کَانَ ظَالِمًا کَیْفَ اَنْصُرُہٗ قَالَ تَحْجُزُہٗ اَوْ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُہٗ۔

(بخاری شریف ۲/۱۰۲۸ حدیث نمبر ۶۶۸۴)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی مدد اور خیر خواہی کرو چاہے ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابیؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم اسکی مدد کریں گے جب وہ مظلوم ہو تو آپ بتلا دیں ہم کو کہ جب وہ ظالم ہو تو ہم کیسے اس کی مدد کریں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو ظلم سے روک لو یہی اس کی مدد ہے۔

سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی کیسے کریں؟

ایک حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کے سلسلہ میں ایک مسلمان کا دل بغض وعناد کے فریب اور دھوکہ میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔

۱۔ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ :۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جو بھی عمل کیا جائے

اس میں اخلاص پیدا ہونا اور نیتوں کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اگر نیت اور اخلاص درست نہیں ہے تو اسکا عمل رضائے الٰہی کیلئے نہیں ہوگا اور نہ ہی اللہ کے یہاں ایسا عمل مقبول ہوگا۔

۲۔ مُنَاصَحَۃُ وُلَاۃِ الْمُسْلِمِیْنَ :۔ مسلمانوں کے سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی کا

معاملہ کرنا۔ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ان کا تعاون کرنے میں مُسلمان کا دِل کینہ اور بغض کی بنا پر فریب اور دھوکہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ہر مسلم سربراہ کا تعاون کرنا اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا رعایا پر اس وقت تک لازم رہتا ہے جب تک سربراہ کی طرف سے کسی ناجائز عمل کا حکم نہ ہو۔ اگر ناجائز عمل کا حکم ہو رہا ہے تو جہاں تک ہو سکے اس سے اپنے آپ کی حفاظت کرنا اور اپنے آپ کو دور رکھنا ضروری ہے۔

۳۔ وَلُزُوْمُ جَمَاعَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ :۔ مسلمانوں کی جمعیت اور سَوادِ اعظم کو لازم پکڑنا

اسلامی ملکوں میں حکومت کے زیر تحت رہ کر اہلِ سُنّت والجماعت کے عقیدے کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور ہر غیر مسلم حکومت میں مُسلمانوں کی ایک اتحادی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس جماعت کے سربراہ اور ذمہ داران متبحر علماء اور ذمّہ دار اہلِ علم اور اہلِ فتاویٰ کا ہونا ضروری ہے پھر تمام مسلمانوں کو ہر طرف سے اس جماعت سے متعلق ہونا اور اسکا تعاون کرنا، اس کی خیر خواہی کرنا اور اپنے آپ کو اس جماعت سے منسلک کرنا ضروری اور لازم ہے۔ اور ایسی جماعت سے منسلک ہونے میں بغض وعناد اور کینہ کے غالب ہو جانے کیوجہ سے فریب اور دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ جو جماعت مسلمانوں کے پرسنل لاء کی ذمّہ داری ادا کرنے والی ہو۔ اس جماعت کی سربراہی میں جو علماء اور اہلِ حل وعقد ہوں گے وہ مختلف قبائل کے مختلف قوم کے اور مختلف مزاج کے لوگ ہونے چاہیئں۔

تاکہ ایسا وقت نہ آنے پائے جس میں محض ایک خاندان کے لوگ اقتدار پر آکر اپنے آپ کو ذمہ داری کے اہل سمجھنے لگیں۔ اور دوسروں کو غیر سمجھنے لگیں۔ اور پھر دوسرے مسلمان بھی اپنے آپ کو اس سے جُدا سمجھنے لگیں۔ اس سے اتحادی شیرازہ بکھر کر منتشر ہوجاتا ہے۔ پھر سب مسلمان ایک اتحادی مجلس سے منسلک نہیں ہوپائیں گے۔ الگ الگ جماعتوں کا قیام عمل میں آنا شروع ہوجائیگا۔ اور پھر ہر ایک جماعت یہ دعویٰ کرنے لگے گی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعتِ مسلمین کو لازم پکڑنے کیلئے فرمایا ہے، اس کے مصداق ہم ہیں۔

اسلئے مختلف المزاج اقوام کے علماء اور اہلِ حل وعقد کو ایسی جمعیت اور مجلسِ عمل میں سربراہی کی حیثیت سے اختیارات ملنے چاہئیں تاکہ اتحاد باقی رہے۔ پھر تمام مسلمانوں پر اس جماعت کے ساتھ خیر خواہی لازم ہوجائیگی اسی کی طرف آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

حضرت نعمان ابن بشیر اور حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن پر کینہ اور بغض کی بناء پر مسلمان کا دل کبھی بھی دھوکہ اور فریب میں مبتلاء نہ ہوجائے۔

(۱) اس عمل میں اخلاص پیدا کرنا ــ جو

المعجم الکبیر ۲/ ۴۱ حدیث ۱۲۲۴، بالفاظِ دیگر المعجم الکبیر ۵/ ۱۴۳، حدیث نمبر ۴۸۹، ابن ماجہ شریف ط۲، مسند امام احمد بن حنبل ۵/ ۱۸۳ نسخہ مرقم حدیث ۲۱۹۲۴)

رضائے الٰہی کیلئے ہوتا ہے (۲) مسلمانوں کے سربراہوں کے ساتھ خیرخواہی کرنا۔ (۳) مسلمانوں کی بڑی جماعت اور سوادِ اعظم کو لازم پکڑنا۔

ایک سربراہ میں پانچ صفتیں لازم

مملکت اور حکومت کا سربراہ ہو یا ایسے مکتبِ فکر اور ادارہ کا سربراہ ہو جس کے ماتحت مختلف افراد کام کرتے ہوں بہر صورت ایک سربراہ کا پانچ صفات کا حامل ہونا ضروری ہے۔

۱ امانت داری امانت کی صفت ہونا ایک سربراہ کے اندر ہر اعتبار سے ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ عوام و خواص کو اس امانت داری کے ذریعہ سے سربراہ پر پوری طرح اعتماد ہوجائے اور اللہ کے یہاں حساب وکتاب سے متعلق فکر رہے۔

۲ دیانت داری سربراہ امانت دار ہونے کے ساتھ ساتھ دیانت دار اور دین دار بھی ہو، اسلئے کہ عوام وخواص کا اعتماد دین دار آدمی پر ہی ہوتا ہے۔ یہ دونوں صفات سربراہ کے علاوہ ہر ایک مسلمان کے اندر ہونا بھی لازم ہے۔

۳ انکساری یہ صفت بھی ایک سربراہ کے اندر ہونا لازم ہے۔ اس لئے کہ اگر آمریت اور حاکمیت کا انداز ہو

تو ماتحتی لوگ آہستہ آہستہ کٹ جائیں گے۔ خاص طور پر کسی ادارہ اور مکتبِ فکر کا سربراہ ہے تو اچھے لوگوں سے ادارہ خالی ہو جائیگا۔ جس سے ادارہ میں جس شان سے کام ہونا چاہیئے اس سے ادارہ محروم ہو جائیگا۔

۴۔ وسعتِ ظرفی

ایک سربراہ کے اندر وُسعتِ ظرفی کا ہونا لازم ہے۔ اس سے ماتحتی لوگ سربراہ سے ہمیشہ خوش رہتے ہیں اگر وسعتِ ظرفی کے بجائے تنگ نظری ہو تو ایسے تنگ نظر سربراہ کے ماتحت میں مختلف المزاج لوگوں کا ایک ساتھ رہ کر کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آہستہ آہستہ ماتحتی لوگ چھوڑ کر جانے کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ جس سے ادارہ اور مکتبِ فکر کو بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اسی طرح حکومت اور مملکت کا سربراہ اگر وسعتِ ظرفی کا ثبوت دیگا تو پوری رعایا سربراہ کے لئے جاں نثار بن جائے گی اور تنگ نظری کی صورت میں تمام رعایا اس کے لئے بد دُعا کرے گی۔

۵۔ انصاف پسندی

ایک سربراہ کا انصاف پسند ہونا بھی لازم ہے اس لئے کہ عدل و انصاف ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو عمر ابن الخطابؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ اور نوشیروان عادل کے مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ زمانہ گذر گیا ہزاروں سال کے بعد بھی دُنیا ان عادل مَردانِ خُدا کے نام کو ترستی رہ گئی۔ جو سربراہ ان صفاتِ خمسہ کے لباس سے مُزیّن ہوگا ہر طرف سے رِعایا اور ماتحتی لوگ اپنے سربراہ کے لئے خیر خواہ بن جائیں گے۔

ماتحت لوگوں کیلئے پیشوا اور سربراہ کی خیرخواہی

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کو کسی نہ کسی طریقہ سے سربراہی عطا فرمائی ہے اور ہر سربراہ کے اُوپر لازم اور ضروری ہے کہ اپنے ماتحتی لوگوں کے لئے خیرخواہ اور نگراں بن جائے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہر سربراہ سے اپنے ماتحتی لوگوں کی خیرخواہی سے متعلق قیامت کے دن سُوال کرے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَالْاَمِیْرُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْھُمْ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ بَعْلِھَا وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْہُ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحت کا نگراں اور محافظ ہے۔ اور ہر ایک سے اللہ کے دربار میں اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ لہٰذا حاکم اور سربراہ اپنی رعایا اور ماتحتوں کا نگراں اور محافظ ہے۔ اس سے اپنی رعایا اور ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا، اور آدمی اپنے بیوی بچوں کا نگراں و محافظ ہے۔ اس سے انکے بارے میں سوال ہوگا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور مال کی محافظ ہے۔ اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ اور خادم اور نوکر اپنے مخدوم و مالک کے

(ترمذی شریف ۱/ ۲۹۹ ، بخاری شریف ۱/ ۱۲۲ حدیث ۸۸۳، ۱/ ۳۲۴ حدیث ۲۳۴۶، ۱/ ۳۴۷ حدیث ۲۴۸۴ — ۲۴۸۷)

مال واسباب کے محافظ ہیں، ان سے اسکے بارے میں سوال ہوگا۔ اور آگاہ ہوجاؤ کہ بیشک تم میں سے ہر ایک محافظ اور نگراں ہے، اور ہر ایک سے اپنے ماتحتوں اور زیر نگراں لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں سوال ہوگا۔

۵ وَلِعَامَّتِہِمْ — عَامَّۃُ المُسلِمِین کیساتھ خیر خواہی

عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی بہت سی شکلیں ہیں — ان کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ذریعہ بُرائیوں سے روکنا اور اچھے کاموں کی ترغیب دینا اور ان کی غمی وخوشی اور دُکھ درد میں شریک ہونا۔ غریبوں اور ضرورت مندوں کی مالی تعاون کے ذریعہ سے ہمدردی کرنا۔ یتیموں کی دستگیری کرنا، رانڈ بیواؤں کی مدد کرنا، اجنبی مسافروں کی مہمانداری کرنا۔ کسی کے لئے بُرائی نہیں چاہنا۔ بلکہ ہر ایک مسلمان بھائی کیلئے بھلائی چاہنا — یہی عامۃ المسلمین کیساتھ خیر خواہی ہے۔ اور ان کو جہنّم سے ڈرانا اور جنت کی ترغیب دینا۔

عورتوں کے سَاتھ خیر خواہی

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور وہ بھی اُوپر کی پسلی سے۔ اور اُوپر والی پسلی میں ٹیڑھا پن زیادہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے عورتوں کے مزاج میں بھی ٹیڑھا پن ہوتا ہے اور یہ ان کی فطرت ہے۔

یہ ان کے اپنے اختیار کی چیز نہیں۔ اور اسی حالت میں ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرنا مردوں پر لازم ہے۔ ایک عورت اپنے خاندان ماں، باپ، بھائی بہن سب کو چھوڑ کر شوہر کے گھر کو اپنا گھر بنالیتی ہے اسلئے شوہر اور شوہر کے خاندان والوں پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ ہر طرح کی دلجوئی، خیر خواہی، ہمدردی اس طریقہ سے کریں کہ اس کو نئے گھر میں آنے کے بعد اجنبیت اور تنہائی محسوس نہ ہونے پائے۔

اس لئے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردوں کو حکم کیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرتے رہیں۔ اور ان کی غلطیوں اور لغزشوں کو در گذر کرتے رہیں۔ اور عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کو کمالِ ایمان کی علامت بتلائی گئی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِیْ جَارَهٗ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے اور عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرتا رہے اس لئے کہ عورتوں کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور بیشک پسلیوں میں سب سے اوپر والی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ لہٰذا تو اگر اسکے ٹیڑھا پن کو

ہوا اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔
(بخاری شریف ۲/ ۷۷۹،
حدیث ۴۹۹۱)

سیدھا کرنے لگے تو اسکو توڑ دیگا اور اگر اسکو اسی حالت میں چھوڑ دیگا تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ لہٰذا عورتوں کے ساتھ ضرور خیر خواہی کا معاملہ کرو۔

شوہر کے ساتھ خیر خواہی

عورتوں کے اُوپر اپنے مَردوں کے ساتھ خیر خواہی لازم اور ضروری ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے نیک صالح عورت کی چار صفتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ :۔ اگر شوہر بیوی کو کسی کام کا حکم کرے تو بلا تردد اس کام میں شوہر کی اطاعت اور شوہر کے حکم کی تعمیل کرے۔

۲۔ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ :۔ اگر شوہر اپنی بیوی کیطرف دیکھے تو بیوی مُسکرا کر خندہ پیشانی کے ساتھ شوہر کو خوش کردے اور شوہر کے مزاج کے مطابق زینت اختیار کر کے شوہر کے سامنے آیا کرے۔ اور ہر وہ کام کرے جس سے شوہر کو خوشی ہوتی ہے۔

۳۔ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ :۔ اگر کسی معاملہ میں بیوی کے حق میں شوہر قسم کھالیتا ہے تو بیوی شوہر کی قسم کی ایسی پابندی کرے کہ کبھی شوہر کی قسم ٹوٹنے نہ پائے۔

۴۔ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ :۔ جب شوہر کہیں سفر میں چلا جائے

یا بیوی کو گھر چھوڑ کر اپنے کام میں چلا جائے تو شوہر کے پیچھے اپنے نفس کے معاملہ میں شوہر کی خیر خواہ بنی رہے۔ کبھی کسی دوسرے مرد کے ساتھ ایسی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش نہ آئے جس کی وجہ سے دوسرے مرد کے دل میں میلان پیدا ہونے لگے۔ اسی طرح شوہر کے مال کی ایسی حفاظت کرے کہ کسی طرح کا نقصان نہ ہونے پائے۔

یہ چار صفتیں ایک شوہر کیلئے بیوی کے اندر ہونا لازم اور ضروری ہیں اور جس عورت کے اندر اپنے شوہر کے بارمیں یہ چار صفتیں موجود ہوں گی تو درحقیقت وہی عورت اپنے شوہر کے لئے خیر خواہ ہوتی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰہِ خَیْرًا لَہٗ مِنْ زَوْجَۃٍ صَالِحَۃٍ اِنْ اَمَرَھَا اَطَاعَتْہُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَیْھَا اَبَرَّتْہُ وَاِنْ غَابَ عَنْھَا نَصَحَتْہُ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِہٖ۔

(ابن ماجہ / ۱۳۳، المعجم الکبیر ۸/ ۲۲۲ حدیث ۷۸۸۱)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ کسی مؤمن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک صالح بیوی سے زیادہ کسی چیز سے اپنے لئے خیر کا فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔ اگر اسکو حکم کرتا ہے تو بیوی اسکی اطاعت کرتی ہے۔ اور اگر بیوی کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو خوش کر دیتی ہے۔ اور اگر بیوی پر قسم کھاتا ہے تو شوہر کو قسم سے بری کر دیتی ہے۔ اور اگر بیوی سے شوہر غائب ہوجاتا ہے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرکے شوہر کی خیر خواہی کرتی ہے۔

آپؐ کی خیر خواہی سے میاں بیوی کی دشمنی دوستی سے بدل گئی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے دشمنی دوستی سے بدل جاتی تھی۔ ایک گھرانے کے میاں بیوی دونوں کے درمیان سخت بغض و عناد اور نفرت تھی۔ بیوی شوہر کا منہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی، اور شوہر بیوی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا تھا، دونوں کے لئے گھر جہنم بن گیا، اور ایک ساتھ زندگی گذارنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ دونوں حضرت سید الکونین علیہ السلام کی خدمتِ بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بیوی کہنے لگی یا رسول اللہ یہ میرا شوہر ہے، مگر روئے زمین میں مجھ کو اس سے زیادہ نفرت اور کسی سے نہیں۔ اس کی نفرت و بغض میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا۔ میں اس کے ساتھ کسی صورت میں رہنا نہیں چاہتی۔ اور شوہر نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میری بیوی ہے۔ مجھے اس سے جتنی نفرت اور بغض ہے وہ روئے زمین میں کسی اور کے ساتھ نہیں۔ اس کی صورت دیکھنا میرا جی نہیں چاہتا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو قریب بلا کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد اسی مجلس میں بیوی کہنے لگی یا رسول اللہ روئے زمین میں میرے لئے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شخص کوئی نہیں، پھر شوہر کہنے لگا یا رسول اللہ میرے لئے اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی عورت نہیں۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خیر خواہی اور دعا کی برکت سے دونوں کا گھر بن گیا۔ اور اللہ نے دونوں کے دلوں کو جوڑ دیا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ اِمْرَأَةً كَانَتْ
بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا
خُصُوْمَةٌ فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ هٰذَا
زَوْجِيْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
مَا فِي الْاَرْضِ اَبْغَضُ اِلَيَّ مِنْهُ
وَقَالَ الزَّوْجُ هٰذِهٖ اِمْرَأَتِيْ
وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
مَا فِي الْاَرْضِ شَيْءٌ اَبْغَضُ
اِلَيَّ مِنْهَا فَاَمَرَهُمَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ يَّدْنُوَا اِلَيْهِ ثُمَّ دَعَا لَهُمَا
لَمْ يَفْتَرِقَا مِنْ عِنْدِهٖ حَتّٰى
قَالَتْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيَّ
مِنْهُ وَقَالَ الزَّوْجُ وَالَّذِيْ
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْهَا۔

(المعجم الاوسط ۶/۳۵۶ حدیث ۹۰۵۱
مجمع الزوائد ۴/۲۹۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
ایک عورت اور اسکے شوہر کے درمیان سخت
جھگڑا چل رہا تھا۔ دونوں رسولِ اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
بیوی نے کہا یہ میرا شوہر ہے، اس ذات کی قسم
جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے رُوئے
زمین میں میرے لئے اس شخص سے زیادہ مبغوض
اور متنفر شخص کوئی نہیں ہے۔ اور شوہر نے کہا
یہ میری بیوی ہے اس ذات کی قسم جس نے آپکو
حق کے ساتھ بھیجا ہے روئے زمین میں اس سے
زیادہ مبغوض اور نفرت کی چیز میرے لئے کوئی
نہیں۔ تو حضورؐ نے دونوں کو اپنے سے قریب
ہونیکا حکم فرمایا۔ پھر ان دونوں کیلئے دُعاء
فرمائی ابھی دونوں حضورؐ کے پاس سے جدا نہیں ہونے پائے
تھے حتی کہ بیوی کہنے لگی اس ذات کی قسم جس نے
آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے
میرے لئے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کسی کو
پیدا نہیں کیا ہے۔ اور شوہر نے کہا کہ اس ذات
کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ
اللہ نے میرے نزدیک اس عورت سے زیادہ
پسندیدہ کسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا۔

آپس کی خیر خواہی کے بغیر انسان گھاٹے میں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں زمانہ کی قسم کھاکر فرمایا کہ اگر انسان میں چار خوبیاں نہیں ہیں تو انسان ہمیشہ گھاٹے اور ٹوٹے میں رہیں گے۔ اور زمانہ کی قسم کھا کر اس لیئے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک انسانی تاریخ اور انسانی استوری خود اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ چار خوبیوں کے بغیر انسان ہمیشہ گھاٹے اور ٹوٹے میں رہا ہے۔

۱۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا :- ایمان کی خوبی اگر انسان میں ایمان کا نور اور ایمان کی خوبی نہیں ہے تو یقیناً وہ انسان گھاٹے اور نقصان میں رہے گا۔

۲۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ :- عملِ صالح اور نیکیوں کی خوبی اگر انسان میں نیک اعمال کی خوبی نہیں ہے تو وہ انسان ہمیشہ گھاٹے اور خسارہ میں رہے گا۔ اور جس انسان میں نیک اعمال کی خوبیاں ہوتی ہیں۔ زمانہ کی تاریخ میں وہ انسان کبھی خسارہ اور گھاٹے میں نہیں رہا ہے۔

۳۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ :- آپس میں ایک دوسرے کو حق اور سچّے دین کی وصیّت کرتے رہیں اور حقّانیت اور سچّے دین کی رہنمائی کرکے آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے رہیں۔

اور زمانہ کی تاریخ اور استوری اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ جس انسان میں سچّائی اور حقّانیت کی خیر خواہی رہی ہے۔

اور ایک دوسرے کو سچائی کی تاکید اور وصیّت کرتے رہیں اسوقت تک انسان خسارہ اور گھاٹے سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جب انسانوں سے سچائی اور حقانیت کی دعوت اور اسکی وصیّت کی خیر خواہی کا سلسلہ باقی نہ رہے تو انسان گھاٹے اور خسارہ کا شکار ہوتا رہا اور ان کی زندگی میں اتحاد اور انسانی ہمدردی کا سلسلہ بھی ختم ہوتا رہا۔

۴۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ:۔ آپس میں صبر کی تلقین اور وصیّت کرتے رہو۔ جب کوئی بھائی بلاء اور مصیبت کا شکار ہوجائے تو اُسے صبر کی تلقین اور مشقتوں کے جھیلنے کی وصیّت کرتے رہیں۔ زمانہ کی تاریخ اور اسٹوری اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ انسان جب تک بلاء، اور مصیبت اور مشقت میں صبر اور تحمّل سے کام لیتا رہا۔ دیر سویر وہ انسان کامیاب ہوتا رہا اور آخرت میں اسکا درجہ بہت بلند ہوگا اور زمانہ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ جب انسان بلاء، اور مصیبت کے موقع پر بے صبری سے کام لیتا رہا۔ گھاٹے اور خسارہ میں رہا اسلئے کہ مصیبت اور صدمہ میں بے صبری اختیار کرنے سے مصیبت اور صدمہ ختم نہیں ہوتے۔ اور اپنے ہاتھ سے فوت شدہ چیز واپس نہیں آتی۔ تو دُنیا میں کوئی فائدہ نہیں رہا۔ اور آخرت میں صبر کا جو اجر و ثواب ہے۔ اس سے محرومی ہوتی ہے۔ لہٰذا بے صبری میں خسارے اور گھاٹے کے سوار کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔ اس لئے بلاء، اور مصیبت کے موقع پر سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ صبر و تحمّل کی تلقین اور تاکید کیجائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دُعا رہے کہ ہم آزمائش کے متحمّل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سکون و عافیت نصیب فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اللہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم اسلئے کھائی ہے تاکہ ہر انسان کامیابی اور خسارے سے متعلق گذشتہ زمانہ کی طرف پیچھے لوٹ کر دیکھے کہ کامیاب کون رہا ہے اور خسارے میں کون اور اس سے عبرت حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o

قسم ہے زمانہ کی بیشک یقیناً انسان خسارہ میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور آپس میں سچے دین کی تاکید اور وصیّت کرتے رہے۔ اور آپس میں مصیبت کے موقع پر صبر و تحمّل کی تاکید اور وصیّت کرتے رہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ❊ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا o

۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اتحاد کا ماحول کیسے قائم کریں؟

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ تم آپس میں ایک دُوسرے کے درمیان محبّت کا ماحول پیدا کرو۔ اتحاد اور جوڑ کی رسّی کو ہاتھ سے جانے مت دو۔ یہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ الآیۃ۔

(سورۂ آلِ عمران آیت ۱۰۳)

اللہ کے دین کی رسّی کو متحد ہوکر کے پکڑو اور تمہارا اتحاد ٹوٹنے نہ پائے، اور تمہارے درمیان تفرقہ پیدا نہ ہونے پائے۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ اللہ نے تمہارے اُوپر احسان فرمایا ہے جبکہ تم آپس میں ایک دُوسرے کے دشمن تھے۔ پھر تمہارے دِلوں میں اُلفت پیدا کردی تو تم اللہ کے فضل ونعمت سے بھائی بھائی ہوگئے۔

اتحاد ایک مضبوط عمارت ہے

اور آپؐ نے مسلمانوں کے اتحاد کو ایک مثال سے بیان فرمایا کہ مسلمانوں کا اتحاد ایک مضبوط ترین عمارت ہے جیسا کہ کسی عمارت کے مختلف اجزاء الگ الگ ہونے کی حالت میں کمزور ہوتے ہیں اور کمزور جزء کو جہاں چاہے لیجایا جاسکتا ہے اور جس جگہ چاہے لگایا جاسکتا ہے اور جہاں چاہے پھینکا جاسکتا

ہیں، لیکن جب تمام اجزاء ایک عمارت میں مضبوط مسالوں کے ساتھ مل کر جُڑ جائیں گے تو تمام اجزاء سے مل کر کے ایک مضبوط ترین عمارت بن جاتی ہے اس کا کوئی جزء آسانی کے ساتھ عمارت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا ہی مسلمانوں کا حال ہے، کہ اگر تمام مسلمان متحد ہو کر ایک ہو جائیں تو ان میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی موسٰی الاشعری قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انّ المؤمن للمؤمن کالبُنْیَانِ یشدّ بعضہٗ بعضًا. ھٰذا حدیث صحیح۔ (بخاری شریف ۱/۶۹ حدیث ۴۷۵، ۱/۳۳۱ حدیث ۲۳۸۲، ۲/۸۹۰، حدیث ۵۷۹۲، ترمذی شریف ۲/۱۴)

حضرت ابو موسٰی اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے ایسی مضبوط عمارت کی طرح ہے کہ جس کے بعض اجزاء دوسرے اجزاء کو مضبوط کر دیتے ہیں۔

امّت کو محبّت اور اتحاد قائم کرنے کیلئے پندرہ ۱۵ باتوں کی وصیّت

سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پندرہ ۱۵ باتوں کی وصیّت فرمائی ہے ان کو ہم اوّلاً اجمالی طور پر نقل کر دیتے ہیں۔ اسکے بعد ہر ایک کو تفصیل سے واضح کر دیا جائیگا۔ پھر اسکے بعد بالکل آخر میں ان پندرہ ۱۵ باتوں سے متعلق جو حدیثیں وارد ہیں اُن میں سے چند ایسی حدیثیں نقل کی جائیں گی، جنمیں ملے جُلے طور پر ان پندرہ ۱۵ وصیّتوں کا ذکر ہے۔ اجمالی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) - اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ ـــــ اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ۔

②	وَلَا تَحَسَّسُوْا۔	کسی کی خفیہ باتوں پر کان مت لگاؤ۔
③	وَلَا تَجَسَّسُوْا۔	کسی کی کھوج میں مت پڑو۔
④	وَلَا تَنَافَسُوْا۔	کسی کی نعمت پر رشک مت کرو۔
⑤	وَلَا تَنَاجَشُوْا۔	دھوکہ دیکر لین دین مت کرو۔
⑥	وَلَا تَحَاسَدُوْا۔	ایک دوسرے سے حسد مت کرو۔
⑦	وَلَا تَبَاغَضُوْا۔	ایک دُوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو۔
⑧	وَلَا تَدَابَرُوْا۔	ایک دوسرے سے مت کتراؤ۔
⑨	وَلَا تَقَاطَعُوْا۔	ایک دوسرے سے قطع تعلق مت کرو۔
⑩	وَلَا يَظْلِمُهٗ۔	مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے۔
⑪	وَلَا يَخْذُلُهٗ۔	مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔
⑫	وَلَا يُحَقِّرُهٗ ۔	مسلمان بھائی کو حقیر نہ سمجھے۔
⑬	لَا يَحِلُّ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔	مُسلمان کے ساتھ تین دن سے زائد سلام وکلام نہ چھوڑے۔
⑭	وَلَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ۔	مُسلمان بھائی سے خرید و فروخت میں مقابلہ نہ کرے۔
⑮	وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ۔	مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام سے مقابلہ نہ کرے۔

آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے اتحاد اور یکجائی میں پھوٹ ڈالنے والی اور مُسلمانوں کے شیرازہ کو توڑ کر منتشر کرنیوالی پندرہ۱۵ چیزیں ہیں۔ سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے امّت کو نہایت اہمیت کے ساتھ ان زہریلی اشیاء سے دُور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور ان پندرہ۱۵ چیزوں کو

ایک حدیث شریف میں یکجا کر کے بیان نہیں کیا گیا ہے۔ کسی حدیث شریف میں سات چیزیں ہیں اور کسی میں نو چیزیں ہیں اور کسی میں چھ چیزیں ہیں۔ ہم یہاں ان تمام چیزوں کو یکجا کر کے پیش کر دیتے ہیں شاید اس سے مسلمان بھائیوں کو نفرت کے ماحول سے گریز کرنے میں اور محبت و ہمدردی کے ماحول بنانے میں مدد ملے گی۔

۱ بدگمانی سے بچو

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ اسلئے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے ـــــ آپؐ نے ان الفاظ کے ذریعہ سے امت کو توجہ دلائی ہے کہ بدگمانی مسلمانوں کے اتحاد میں پھوٹ ڈالنے کا خطرناک ذریعہ ہے۔ اس لئے اپنے مسلمان بھائی کے حق میں ہمیشہ حُسنِ ظن رکھا کرو اور بدگمانی سے دُور رہا کرو۔

۲ کسی کی پوشیدہ باتوں پر کان مت لگاؤ

وَلَا تَحَسَّسُوْا۔ کسی کی خفیہ باتوں پر کان مت لگاؤ۔ اس کی وجہ سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے کہ جو شخص اپنی باتوں کو چھپانا چاہتا ہے تم اس کی جستجو میں پڑ گئے۔ بالآخر تمہارے اور اس کے درمیان میں دوری پیدا ہو جائے گی۔ اور آہستہ آہستہ ایک دُوسرے کے درمیان میں تبغض اور عناد کا سِلسلہ پیدا ہو جائیگا۔ اس لئے آپؐ نے ہر کسی کی بات پر کان لگانے سے منع فرمایا۔

۳ کسی کی کھوج میں مت پڑو

وَلَا تَجَسَّسُوْا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھائی کی عیب جوئی مت کرو۔ اور کسی کی کھوج میں اپنا وقت خراب مت کرو۔ اسلئے کہ کھوج کُرید نہایت خطرناک چیز ہے۔ ہر انسان ایسی بات کو غلط سمجھتا ہے۔

دیکھئے کہ ماحول کے اندر جو لوگ مخبری کرنے والے ہوتے ہیں اُن کو کس قدر گھٹیا نِگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ دُوسروں کی خفیہ باتوں کو لیکر کے حاکموں تک پہونچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کوئی انسان محبت اور ہمدردی کی نِگاہ سے نہیں دیکھتا، یہ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑ کر پارہ پارہ کرنیوالی چیز ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ، وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ہ (سورۂ حجرات آیت ۱۲)	اے ایمان والو! بہت سی بدگمانی اور تہمتوں سے بچتے رہو، بیشک بعض بدگمانی اور تہمت بڑا گناہ ہے اور کسی کے بھید اور راز کی باتوں کو مت ٹٹولو اور ایکدوسرے کی پیٹھ پیچھے غیبت اور بُرائی مت کرو۔

۴ دوسروں کی نعمتوں پر رشک مت کرو

وَلَا تَنَافَسُوْا، ایک دُوسرے کی نعمت اور ترقی کو دیکھکر رشک مت کرو بلکہ خوش ہوجاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان بھائی کو نعمت اور دولت عطا فرمائی ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے لیکن اگر تم اسمیں رشک کرنے لگوگے تو تمہارے دل میں آہستہ آہستہ حسد اور بغض پیدا ہونے لگے گا جس سے تمہارے اتحاد کی رسّی لوٹ جانیکا خطرہ ہے۔

۵ لین دین میں دھوکا بازی فریب دہی مت کرو

وَلَا تَنَاجَشُوْا دھوکا اور فریب دیکر کسی چیز کی لین دین مت کرو —— اس کو ہمارے محاورہ اور بول چال میں دلّالی بھی کہتے ہیں۔ اور دلّالی کی دُو قسمیں لوگوں کے درمیان پیش آتی رہتی ہیں۔

۱ خرید و فروخت اور لین دین میں جانبین کے درمیان تیسرا آدمی بیچ میں

پڑجاتا ہے۔ اور تیسرا آدمی کبھی فروخت کرنیوالے کی طرف سے ترجمان بن جاتا ہے، اور اس کیلئے اُجرت متعین ہوجاتی ہے اور کبھی خریدار کی طرف سے ترجمان بنتا ہے، اور قیمت کم کرانے کی بناء پر خریدار کی طرف سے اُس کو کچھ مل جاتا ہے اور کبھی خریدار اور فروخت کرنیوالے دونوں کی جانب سے ترجمان بن جاتا ہے۔ اور اس کو دونوں کی جانب سے کچھ مل جاتا ہے اور اس طرح کے دلّال ہمارے یہاں عام طور پر جائیداد کی خرید و فروخت میں اسی طرح جانوروں کی خرید و فروخت میں کثرت کے ساتھ دیکھنے میں آتے ہیں ایسے دلّال کی اُجرت اگر کسی بھی طریقہ سے متعین ہوجاتی ہے تو حضراتِ فقہاء نے اس کی گنجائش لکھی ہے۔

(مستفاد شامی زکریا ۹/۸۷)

۲ دُوسری قسم یہ ہوتی ہے کہ فروخت کرنیوالے کیطرف سے چند افراد ایسے متعین ہوتے ہیں جو محض خریدار کو دھوکہ اور فریب میں مُبتلا کرکے گراں قیمت کے ساتھ خریدنے پر مجبور کریں اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جب خریدار مالک کے پاس چیز خریدنے کیلئے بھاؤ تاؤ کرنے لگتا ہے اور مالک زیادہ قیمت بتاتا ہے۔ اور اس کی طرف سے مقرر کردہ افراد اُسی اثناء میں آکر وہی شئی زیادہ قیمت میں پیسہ دیکر خرید لیتے ہیں اور خریدار بھی مجبورًا اسی قیمت میں خرید لیتا ہے اور بعد میں دھوکہ دینے والے لوگ مالک کو چیز واپس کردیتے ہیں اور مالک ان کو روپیہ واپس کردیتا ہے۔ اسی طرح جب بھی کوئی خریدار آتا ہے یہی حرکتیں ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں اِسی کی مذمّت فرمائی ہے۔ یہ نہایت خطرناک فریب اور دھوکہ ہے اور مسلمان بھائی کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرنا ناجائز اور حرام ہے نیز جب خریدار کو کسی طرح اس کا پتہ لگ جائے تو لڑائی اور جھگڑے کا باعث بنے گا جو مسلمانوں کے اتحاد اور محبّت کے ماحول کو افتراق اور نفرت میں تبدیل

کر سکتا ہے۔ اسلئے آپؐ نے اسطرح کی فریب دینے والی دلآلی سے امت کو منع فرمایا ہے۔

۶ آپس میں ایک دوسرے سے حسد مت کرو

وَلَا تَحَاسَدُوْا، آپس میں ایک دوسرے سے حسد مت کرو ــــ حسد نہایت بُری چیز ہے اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمت اور دولت دے رکھی ہے اس کے بارمیں اس طرح کُڑھتا ہے کہ جو نعمت اس کو ملی ہوئی ہے وہ اسکے پاس سے ختم ہو جائے خود کو ملے یا نہ ملے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ بس یہ تمنّا اور آرزو ہے کہ اس سے زائل ہو جائے ــــ سیّدالکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے امّت کو اس زہریلی حرکت سے منع فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے دو مسلمانوں کے درمیان جو ذہنی اتحاد اور محبّت کا ماحول تھا اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور ایسی حرکت سے کسی طرح کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا ہے صرف محبّت کا ماحول نفرت میں بدل جاتا ہے۔ اسلئے نبی کریم ؐ نے ایک دوسرے کیساتھ حسد کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حسد کہاں جائز ہے؟

ایک حدیث پاک میں سیّدالکونینؐ کا ارشاد ہے کہ دوسروں کی نعمتوں کو دیکھکر صرف دو چیزوں میں رشک کرنا جائز ہے، اور وہ بھی اسطرح ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو نعمت اسے عطاء فرمائی ہے اس کو اللہ تعالیٰ اور دیدے ساتھ میں یہ تمنّا بھی کرے کہ جیسی نعمت اللہ نے اسے عطاء فرمائی ہے مجھے بھی عطاء ہو جائے، اس طرح کا رشک کرنا دو چیزوں میں جائز ہے۔

۱؎ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال و دولت عطاء فرمایا ہے اور وہ شخص دِن و رَات اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کرتا ہے تو دیکھنے والا یہ آرزو کرتا ہے کہ اگر ایسی ہی

دولت مجھے بھی نصیب ہوجاتی تو میں بھی اللہ کے راستہ میں اسی طرح خرچ کرتا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو قرآن وحدیث کے علوم عطار فرمائے ہیں اور وہ شخص دن ورات قرآن وحدیث کے مُطابق عمل کرتا ہے اور راتوں کو اُٹھکر نفلوں میں لمبی لمبی قرارت کرتا ہے اور جو علوم اللہ نے اُسے عطار فرمائے ہیں۔ وہ لوگوں کے درمیان خوب پھیلاتا ہے تو دیکھنے والا یہ آرزو کرتا ہے کہ اگر مجھے بھی اس کی طرح قرآن یاد ہوتا تو دن ورات نفلوں میں خوب قرآن پڑھا کرتا۔ اور جسطرح اللہ نے اسے علوم عطار فرمائے ہیں اگر مجھے بھی عطار ہوجائے تو میں بھی اسی طرح اللہ کے بندوں کے درمیان علوم کو پھیلاتا۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کے بارمیں اس طرح کی آرزو اور غبطہ کرنا شریعت میں جائز ہے۔ بلکہ جائز ہونیکے ساتھ ساتھ باعثِ ثواب بھی ہے۔ اور حدیث میں اس غبطہ اور آرزو کو لفظ حَسد سے تعبیر فرمایا ہے۔ مگر اس مقام پر حَسد سے مُراد وہ حَسد نہیں ہے جو ناجائز اور حرام ہے ــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اِثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

(بخاری شریف ۱/۱۷، حدیث ۷۳، ۱/۱۸۹ حدیث ۱۳۸۹، ۲/۱۰۵۷، حدیث ۶۸۵۸، ۲/۱۰۸۸ حدیث ۷۰۲۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حَسد (بمعنیٰ غبطہ اور آرزو) صرف دو چیزوں میں جائز ہے۔
۱۔ وہ آدمی جس کو اللہ نے مال عطار فرمایا ہے پھر وہ شخص اس مال کو راہِ حق میں خرچ کرتا ہے۔ ۲۔ وہ شخص جس کو اللہ نے علم اور حکمت عطار فرمایا ہے اور وہ شخص اس کے مُطابق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔

یہ حدیث شریف ترمذی شریف میں کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ہے۔ جو حسبِ ذیل ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ فِيْهِ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسد بمعنی غبطہ اور آرزو صرف دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہے۔

۱ وہ شخص جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا ہے اور وہ اس مال کو دن و رات اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے۔

۲ وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن عطا فرمایا ہے پھر وہ شخص رات و دن نوافل میں قرآن پڑھنے میں مشغول ہے۔

۷ بغض و عناد مت رکھو

وَلَا تَبَاغَضُوْا، ایک دوسرے سے بغض اور عناد اور کینہ مت رکھا کرو اس لئے کہ بغض اور عناد جذبۂ انتقام پر اُبھارتا ہے، یہ مسلمانوں کے اتحاد اور محبت کے ماحول کو پارہ پارہ کردیتا ہے، اور ایک بھائی دُوسرے بھائی کا منھ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔

حضرت انسؓ کو کینہ سے پاک رہنے کی نصیحت

ایک دفعہ رسُولِ اکرمؐ نے حضرت انس بن مالکؓ جو آپؐ کے خادم خاص تھے ان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے میری ایک نصیحت خوب اچھی طرح یاد کرلو اور اس کی دِل میں گرہ باندھ لو۔ اس نصیحت سے عمل کرنے میں تم کو جہاں تک قدرت ہو ضرور

اس پر عمل کرو یہ سب باتیں کہنے کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ جب تم صبح کو اُٹھو تو تمہارے دل میں کسی مسلمان بھائی کے بارے میں کھوٹ اور کینہ نہ رہے اسی طرح جب تم شام کو اپنے گھر آؤ تو اس حالت میں آؤ کہ تمہارے دل میں کسی مُسلمان بھائی کے بارمیں کسی قسم کی بداندیشی اور بدگمانی اور کسی قسم کا کھوٹ اور کینہ نہ رہے۔

اے انسؓ یہ بات یاد رکھو کہ دِلوں کو دوسروں سے صاف رکھنا یہ میری سنّت میں سے ہے اور جو شخص میری سنّت کو زندہ کریگا تو یقیناً اُس نے مجھے راحت پہونچائی ہے۔ اور جس نے مجھے راحت پہونچائی وہ میرے ساتھ جنّت میں ہوگا۔

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ نصیحت ہر مسلمان کو اپنی زندگی کا اہم جزء بنالینا چاہیئے۔ ناظرین سے اس سیاہ کار کی گذارش ہے کہ سب دُعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سیاہ کار کو بھی اس حدیث کے مُطابق عمل کرنیکی توفیق عطاء فرمائے آقا کا یہ ارشاد آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا بُنَيَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ اَحْيٰى سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحْيَانِيْ وَمَنْ اَحْيَانِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے اگر تمہیں قدرت ہو اس بات پر کہ تم اس حالت میں صبح کو اُٹھو اور اس حالت میں شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے بارمیں کوئی کھوٹ اور کینہ نہ ہو تو ایسا ضرور کیا کرو۔ پھر فرمایا اے میرے پیارے بیٹے یہ میری سنت میں سے ہے اور جو شخص میری سنت کو زندہ کرتا ہے یقیناً وہ مجھے راحت پہونچاتا ہے اور جو شخص

(ترمذی شریف ۲/۹۶)

مجھے راحت پہونچاتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

۸ ایکدوسرے سے نہ کتراؤ

وَلَا تَدَابَرُوْا، ایک دوسرے سے مت کتراؤ ـــ جب دلوں میں کھوٹ ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے ملاقات کرنا اور ایک دوسرے کے سامنے ہونا اور ایک دوسرے سے دعا، سلام کرنا کسی طرح گوارہ نہیں کیا جاتا ہے، اتفاقاً اگر دونوں آمنے سامنے ہوجائیں تو بڑی مصیبت کھڑی ہوجاتی ہے۔ دونوں کے چہرے لٹک جاتے ہیں اور اگر پہلے ہی سے کچھ گنجائش ایسی مل جائے کہ آمنے سامنے نہ ہونا پڑے تو دُور سے ہی ایک دوسرے کو دیکھتے ہی کترا جاتے ہیں۔ کوئی اُدھر کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کوئی اِدھر کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس سے دو مسلمان بھائیوں کے درمیان بغض و عناد اور افتراق پیدا ہوجاتا ہے جو مسلمانوں کے اتحاد اور محبت کے ماحول کو نفرت میں تبدیل کردیتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے ایک کو دوسرے سے کترانے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہوجائے۔ چاہے طَوْعًا وَّ کَرْهًا اور مجبوراً کیوں نہ ہو تو اس طریقہ سے دُعا، سلام اور گفتگو ہونی چاہیئے کہ دونوں کے درمیان کبھی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اور ایک دوسرے سے معافی تلافی کرلے کہ جو کچھ ہمارے درمیان میں ہوا ہے اسمیں شیطان کا دخل ہے اللہ پاک ہم کو معاف فرمائے۔

۹ آپس میں قطع تعلق اور قطع رحمی مت کرو

وَلَا تَقَاطَعُوْا، آپس میں مُسلمان مُسلمان کے ساتھ مقاطعہ اور قطع تعلق اور قطع رحمی کا مُعاملہ نہ کریں۔ اور یہ عام طور پر اپنے رشتہ داروں، اعزہ اور اقارب کے ساتھ ایک دوسرے

سے دشمنی کی بنا پر کر لیتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت مبغوض ترین عمل ہے

قطع تعلق کرنیوالا جنت سے محروم

ایک حدیث شریف میں آپ کا ارشاد مروی ہے۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ۔ (ترمذی ۲/۱۳)

قطع تعلق کرنے والے جنت میں داخل نہیں ہونگے۔

اور ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعُ رَحْمٍ۔ (المعجم الاوسط ۴/۲۲۳، حدیث ۳۵۶۱)

جو شخص اپنے رشتہ دار اور خاندانی لوگوں کے ساتھ قطع تعلق کر لیتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا یعنی سزا بھگتنے سے پہلے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والے تم پر رحم کریں گے

ایک حدیث شریف میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: جو روئے زمین میں دوسروں کیساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرتا ہے تو اسکے ساتھ آسمان والا رحم و کرم کا معاملہ کریگا۔ اور صلہ رحمی کا معاملہ کرنا نہایت خوش نصیبی کی چیز ہے۔ رحم و کرم کرنے کی صفت اللہ کی صفتِ رحمت کا ایک جزء ہے۔ جو شخص رحم و کرم کی صفت کو اپنے ساتھ جوڑیگا اللہ بھی اسکے ساتھ ایسا ہی صلہ رحمی کا معاملہ کریگا، اور اسکو اپنی صفتِ رحمت کیساتھ جوڑیگا۔ اور جو شخص اپنے اندر سے اس صفت کو ختم کریگا اور رشتہ داروں اور اعزہ کے ساتھ صلہ رحمی کو چھوڑ کر قطع تعلق اور قطع رحمی کا سلسلہ جاری کریگا تو اللہ تعالیٰ بھی اسکو اپنی صفتِ رحمت سے منقطع کر کے دور پھینکے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔
اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

(ترمذی ۲/۱۴)

حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن عاصؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کے اندر لوگوں کے ساتھ رحم وکرم کرنے والوں کے ساتھ رحمٰن بھی رحم وکرم کا معاملہ کریگا لہٰذا زمین میں رہنے والوں کے ساتھ ہمدردی اور صلہ رحمی کرو آسمان والے تمہارے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ کریں گے، اور رحمت وہمدردی اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا ایک جزء ہے جو شخص اس کو اپنے ساتھ جوڑیگا اللہ اس کو اپنی رحمت سے جوڑیگا اور جو شخص اس کو اپنے سے کاٹ کر الگ کریگا تو اللہ بھی اس کو اپنی رحمت سے کاٹ کر دُور کردیگا۔

صِلہ رحمی سے تین بشارتیں

ایک چوتھی حدیث شریف میں سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کرنے سے آپس میں محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے اور صلہ رحمی اور ہمدردی کا ماحول پیدا کرنے والے کیلئے تین بشارتوں کا اعلان ہے ـــــــ

۱۔ خاندان اور ماحول میں اس کو سب لوگ محبت اور ہمدردی کی نگاہ سے دیکھیں گے
۲۔ اسکے مال ودولت میں منجانب اللہ برکت اور وسعت پیدا ہوگی۔
۳۔ اُس کی عمر میں اضافہ ہوگا ـــــــ

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَأَةٌ فِی الْاَثَرِ۔

(ترمذی ۲/۱۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے خاندانی لوگوں کے رشتہ نسب معلوم کرلیا کرو تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنی ذورحم رشتہ داروں اور اعزار کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرسکو اس لئے کہ صلہ رحمی کا معاملہ کرنے سے خاندان میں محبت پیدا ہوتی ہے اور مال و دولت میں وسعت اور ترقی پیدا ہوتی ہے اور عمر میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے۔

آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طویل حدیث کے درمیان یہ بھی فرمایا۔ وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا اے مسلمانو! آپس میں اللہ کے ایسے بندے بن کر رہو جیسا کہ ایک باپ کی اولاد اور بھائی بھائی کے درمیان محبت اور تعلق کا رشتہ ہوتا ہے۔ ہم نے شروع میں مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق میں پھوٹ ڈالنے کے پندرہ اسباب کا ذکر کیا تھا، اختلافات اور آپس کے بغض وعناد اور دوری کو ختم کرکے دلوں میں جوڑ پیدا کرنیکی ترغیب دی گئی ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افتراق کے اسباب ذکر کرنیکے ساتھ درمیان میں اس کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اس کو ساتھ میں ذکر کردیا ہے، درحقیقت یہ دلوں کو جوڑنے کا ذریعہ ہے کہ آپس میں تباغض، تدابُر، تنافس، تجسس، وغیرہ یہ دلوں میں پھوٹ ڈالنے والے اور دوری پیدا کرنیوالے اسباب ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس اشنا میں کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا کے ذریعہ سے ان تمام خطرناک قسم کے نفرت کے اسباب کو ترک کرنیکا حکم فرمایا جو اتحاد کے شیرازہ کو بکھیر کر رکھدیتے ہیں۔ اور محبت کے ایسے اسباب اختیار کرنیکی ترغیب دی ہے جو اتحاد کے ایک ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مودت، ہمدردی و غمخواری اور دُکھ دَرد میں ایک ماں کی ایسی اولاد کی طرح ہو کر رہنا چاہیئے جن کے درمیان ایک دوسرے کیلئے بے مثال ہمدردی ہو کر جس سے کسی غیر کو کسی طرح کی ہمت و جرأت نہ ہوسکے کہ ان میں سے کسی کی طرف انگلی اُٹھائے اس لئے بھائیو! رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا کے مصداق بن جاؤ دُنیا میں تم ہی غالب رہو گے تم ہی باعزت رہو گے۔ اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

۱۰ مسلمان بھائی پر ظلم مت کرو

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ لہٰذا بھائی اپنے بھائی پر ظلم نہ کرے ظلم و ستم اللہ کے نزدیک نہایت منحوس ترین چیز ہے۔ قیامت کے دن ایک ظلم بہت سی تاریکیوں کا سبب ہوگا۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کا ایک ظلم، ظالم کیلئے آخرت میں بہت ساری سیاہیوں اور تاریکیوں کا سبب بنے گا۔ جیسا کہ مؤمن کے آگے پیچھے دائیں بائیں نور ہی نور ہوگا۔ ایسا ہی ظالم کے آگے پیچھے دائیں بائیں ظلمت اور تاریکیاں ہی تاریکیاں ہوں گی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ	عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

قیامت کے دن ایک ظلم ظالم کے لئے بہت سی تاریکیوں کا سبب بنے گا۔

(ترمذی ۲/۲۳، شعب الایمان ۶/۴۶)

قیامت کے دن اللہ ہی ظلم کا بدلہ دلائے گا

ایک حدیث شریف میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا کے اندر جس بندۂ مؤمن پر ظلم ہوا ہے اور دُنیا میں اسکو اسکا بدلہ نہیں ملا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اس کو بدلہ دِلائیگا ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَظْلِمُ رَجُلاً مَظْلَمَةً فِي الدُّنْيَا لَا يَقُصُّهُ مِنْ نَفْسِهِ اِلَّا اَقَصَّهُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (شعب الایمان ۶/۵۵ حدیث ۷۴۸۳)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دُنیا کے اندر کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس نے کسی شخص پر ظلم کیا ہو اور مظلوم کو اس کا بدلہ نہ ملا ہو مگر اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن مظلوم کو اُس سے ضرور بدلہ دِلائے گا۔

اُمّت کو تین قسم کی بُرائیوں سے بچنے کی نصیحت

سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو خطرناک قسم کی تین بُرائیوں سے دُور رہنے کی نصیحت فرمائی ۔

۱۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو ظلم سے دُور رکھو۔ اسلئے کہ قیامت کے دِن ایک ظلم بہت سی تاریکیوں اور سیاہیوں کا سبب بنے گا۔ جب مؤمن کے دائیں بائیں آگے پیچھے نور ہی نور ہوگا تو اس ظالم کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے

اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔

۲۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو بدکلامی اور بدگوئی سے دُور رکھو، اور کسی مُسلمان بھائی کے ساتھ فحش گوئی اور گالی بکنے سے اپنے آپ کو دُور رکھا کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک ایسے لوگ کبھی محبوب نہیں بن سکتے۔ جو فحش گوئی اور بدکلامی سے پیش آتے ہیں۔

۳۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو خودغرضی اور لالچ سے دُور رکھو اور یہی خودغرضی اور لالچ نے تم سے پچھلی اُمّت کو تین قسم کی بُرائیوں پر آمادہ کر رکھا تھا۔ (۱) خودغرضی کی بنا پر جھوٹ بولنے پر آمادہ ہوجاتے تھے (۲) خودغرضی اور لالچ کی بنا پر کسی پر ظلم کرنے پر آمادہ ہوجاتے تھے (۳) یہی خودغرضی اور لالچ کی بنا پر اعزہ اور رشتہ داروں سے قطع تعلق اور قطع رحمی کرنے پر آمادہ ہوجاتے تھے۔

ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے سُوال کیا کہ کونسا مسلمان زیادہ افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں وہ سب سے افضل ترین مسلمان ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاِیَّاکُمْ وَالْفُحْشَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ وَاِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکَ الشُّحُّ اَمَرَھُمْ بِالْکِذْبِ

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ظلم سے دور رکھو اسلئے کہ ایک ظلم قیامت کے دن بہت سی تاریکیوں اور اندھیروں کا سبب بنے گا۔ اور تم اپنے آپ کو فحش گوئی اور بدکلامی سے دور رکھو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بالقصد فحش گوئی اور بتکلف فحش اور بدکلامی کو پسند نہیں کرتا۔

فَكَذَبُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالظُّلْمِ فظلموا وامرهم بالقطعية قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَيُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْ يَسْلَمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِكَ وَيَدِكَ۔

(شعب الایمان بیہقی ۶/۴۶ حدیث ۷۴۵۸، مسند امام احمد بن حنبل ۲/۱۶۰، ۲/۱۹۱، ۲/۱۹۵، نسخہ رقم ۶۴۸۷، ۶۷۹۲، ۶۸۳۷)

اور اپنے آپ کو خود غرضی اور لالچ سے دور رکھاکرو اسلئے کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہو چکے ہیں ان کو خود غرضی اور لالچ نے ہلاک کر رکھا تھا۔ اور خود غرضی ان کو جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتی تو وہ جھوٹ بول لیتے اور ظلم پر آمادہ کرتی تو وہ ظلم کر لیتے، اور قطع رحمی پر آمادہ کرتی تو رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی اور قطع تعلق اختیار کر لیتے، تو اس پر کسی صحابیؓ نے آپؐ سے سوال کیا کہ کونسا مسلمان زیادہ افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ اور سلامت رہیں۔

۱۱ مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار مت چھوڑو

اَلْمُسْلِمُ اَخُوا الْمُسْلِمِ لَا يَخْذُلُهُ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بے یار و مددگار چھوڑیں گے تو ہر طرف کے مسلمان بے دست و پا ہو کر کمزور پڑ جائیں گے۔ جس سے مسلم دشمنوں کو ہر طرف سے مسلمانوں کو زیر کرنیکا موقع فراہم ہو سکتا ہے۔ اور دشمنوں کی نگاہوں میں تمہاری جو طاقت اور ہیبت جمی ہوئی ہے۔ وہ ہوا کی طرح اُڑ جائے گی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے ــــــــ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(سورۃ انفال آیت ۴۶)

اور اللہ اور اس کے رسُول کے حکم بردار بن جاؤ اور تم آپس میں جھگڑے اور اختلاف مت کرو اور اگر ایسا ہوا تو تم بزدل ہو کر پھسل جاؤ گے اور تمہاری طاقت و شہرت ہوا کیطرح اُڑ جائے گی اور سختی اور آزمائش کے موقع پر صبر کرو بیشک اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اپنی رحمت سے دُور کر کے بے یار و مددگار ذلت و خواری میں مبتلا کریگا جو دُنیا کے اندر کسی مسلمان کی بے حُرمتی اور آبرو ریزی کر کے اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی اپنی رحمت سے مدد فرمائیگا جس نے دُنیا کے اندر کسی مسلمان کی عزت و آبرو کی حفاظت میں مدد کی ہو۔ اور اس کو بے یار و مددگار نہ چھوڑا ہو، اسلئے کہ مسلمان کو بے یار و مددگار چھوڑنے میں مسلمانوں کا اتحاد ختم ہو جاتا ہے اور آپس کی ہمدردی اور محبت کا جذبہ درمیان سے اُٹھ جاتا ہے۔ اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا لَا یَخْذُلُهٗ کہ مسلمان کو بے یار و مددگار مت چھوڑو ــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِیْ طَلْحَةَ بْنِ سَهْلِ الْاَنْصَارِيَّيْنِ يَقُوْلَانِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری اور ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کو ایسی جگہ ذلیل کر کے بے یار و مددگار

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرأً مُسْلِماً عند موطنٍ تنتهكُ منه حرمتهُ وينتقصُ فيه من عرضهٖ الَّا خذله اللهُ عزّوجلّ فِي موطنٍ يحبُّ فيه لفريتِهٖ وما مِنْ امرئٍ ينصر امرأً مسلماً فِي موطنٍ ينتقصُ فيه من عرضهٖ وينتهك فيه من حرمتهٖ الّا نصرهُ اللهُ فِي موطنٍ يحبُّ فيه لفريتِهٖ۔ (مسند احمد بن حنبل ۴/۳۰ نسخہ قدیم۔ نسخہ مرقم۔ ابو داؤد شریف ۲/۶۶۹)

چھوڑ دیتا ہے جہاں اس کی بے حُرمتی اور آبرو ریزی ہوتی ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایسی جگہ بے دست وپا چھوڑ دیگا جہاں وہ اللہ کی مدد کی ضرورت محسوس کریگا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اُس کی آبروریزی اور بے حُرمتی ہورہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جگہ مدد کریگا جہاں اس کو اللہ کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

۱۲۔ مُسلمان بھائی کو حقیر مت سمجھو

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يُحَقِّرُهٗ۔
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں اور ایک دوسرے کو حقیر سمجھنا آپس میں اختلاف اور افتراق کا باعث ہے۔ اور جو شخص حقیر سمجھ رہا ہے اُس کے اندر غرور اور کبر ہے۔ جو نہایت خطرناک ہے۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔ تمام مسلمان برابر درجہ کے ہیں اگر کسی کا درجہ اور مقام اُونچا ہے تو صرف تقویٰ کے ذریعہ سے ہے۔ اور کسی مسلمان کو حقیر سمجھنے والا کبھی متقی نہیں ہوسکتا۔

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ دُنیا اور آخرت میں کسی انسان کے بدترین ثابت ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان کو حقیر اور ذلیل سمجھے۔ کسی کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کا مرض مسلمانوں کے دِلوں میں اختلاف اور بغض وعناد پیدا کرنیکا اہم سبب ہے۔ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے کبر اور

اخلاقِ رذیلہ سے امّت کو دُور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَخُوْنُهٗ وَلَا یُکَذِّبُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهٗ وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْتَقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔
(ترمذی شریف ۲/۱۴)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں. لہٰذا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی خیانت نہ کرے اور نہ اس کو جھٹلائے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار ذلیل کر کے چھوڑے، ہر ایک مسلمان کی عزّت و آبرو اور مال و جان دوسرے پر حرام اور محترم ہے، اور تقوٰی کا تعلق دِل سے ہے۔ اس کی طرف اشارہ فرمایا، اور کسی انسان کے بدترین ثابت ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

۱۳۔ مُسلمان بھائی کیساتھ تین دن سے زائد سلام کلام نہ چھوڑے

لَا یَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔ مُسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زائد سلام کلام چھوڑ دے، سیّد الکونین ؐ نے امّت کو اتفاق اور محبّت سے رہنے کی ترغیب دی ہے اور اتحاد و اتفاق سے رہنے والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور تین دن کی قید اسلئے لگائی گئی ہے کہ ہفتہ میں دُو مرتبہ رحمت اور اعمال کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پیر اور جمعرات کے دن، جب دُو آدمیوں

کے درمیان ناچاقی ہوجائے تو دُعا سلام بند کرنا جائز نہیں ہے۔ اور شریعت نے تین دن تک کے اندر رعایت دے رکھی ہے۔ تین دن سے زائد کی اجازت نہیں دی ہے۔ لہٰذا تین دن کے مکمّل ہونے سے پہلے پہلے بات چیت اور دُعا سلام ضرور شروع ہوجانا چاہیئے۔ اور اگر تین دن مکمل ہونے سے پہلے پہلے بات چیت شروع ہوجاتی ہے تو دونوں میں سے کسی پر کوئی گناہ نہیں اور اگر یہ سلسلہ زیادہ کھنچ جاتا ہے اور تین دِن گذرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے تو یہ فعلِ حرام میں شامِل ہوجائیگا۔ اور دونوں طرف سے لوگ گنہگار ہوکر اللہ کی رحمت سے دُور ہوجائیں گے ــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبیّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَیَغْفِرُ اللّٰہُ لِمَنْ لَا یُشْرِكُ بِہٖ شَیْئاً اِلَّا الْمُتَھَاجِرَیْنِ۔

(المعجم الاوسط ۸/ ۲۰ حدیث ۷۰۳۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن آسمانوں میں مغفرت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت فرمادیتا ہے، جو کسی قسم کے شرک میں مبتلا نہیں مگر ایسے دو آدمی کی مغفرت نہیں ہوتی ہے جنہوں نے آپس میں دُعا سلام بند کر رکھی ہو

سَلام، کلام چھوڑنے والے پیر و جمعرات کی مغفرت سے محروم

ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور مغفرت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور ہر ایسے بندہ کیلئے دو دن کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کرتا مگر شرک نہ کرنیکے باوجود ایسے دو آدمیوں کا

گناہ معاف نہیں کیا جاتا اور مغفرت سے محرومی ہوتی ہے جن کے درمیان عداوت اور دشمنی رہتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اِن دُو آدمیوں کو مہلت دی جائے اگر تین دن گذرنے سے پہلے پہلے دونوں آپس میں صلح کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں اور اگر تین دن گذر جائیں اور دونوں کے درمیان صلح نہ ہوسکے تو اللہ کی مغفرت سے دونوں محروم ہوں گے۔ اور آئندہ دونوں کی مغفرت اور گناہ معاف ہونے کیلئے صرف یہ شکل ہوگی کہ دونوں کے درمیان دعا رسلام کا سلسلہ بھی جاری ہوجائے اور پھر دونوں پر لازم ہوگا کہ نادم ہوکر اللہ سے توبہ کریں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ یَوْمِ اثْنَیْنِ وَخَمِیس فَیَغْفِرُ فِی ذَٰلِكَ الْیَوْمَیْنِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا اِلَّا مَنْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاء فَیُقَالُ انْظُرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا۔

(ابوداؤد ۲/ ۶۷۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دَروازے ہر پیر اور جمعرات کے دن کھولدیئے جاتے ہیں۔ پھر ہر اس بندہ کیلئے دُو دن کے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔ جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کرتا ہے مگر اس شخص کی مغفرت نہیں ہوتی کہ اسکے اور اُس کے مُسلمان بھائی کے درمیان عداوت اور دشمنی ہو تو ان دونوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دے دو۔ یہاں تک کہ آپس میں صلح کرلیں۔

مسلمانوں میں یہود و نصاریٰ کے بغض و عناد کی گندگی کا علاج

حضرت سید الکونین علیہ السّلام نے اُمت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر پچھلی امت کی بُرائیوں میں سے دو قسم کی زہریلی برائیاں اس طرح داخل ہو جائیں گی کہ ہر آدمی میں وہ دونوں بُرائیاں نظر آنے لگیں گی۔ آپس میں لین دین، میل جول، رہن سہن ہر قدم پر وہ دونوں بُرائیاں تمہارے درمیان میں بھی داخل ہو جائیں گی۔

۱۔ اَلْحَسَد : دوسرے کی نعمت پر حسد کرنا کہ مجھے ملے یا نہ ملے، جو نعمت اس کو حاصل ہوئی ہے اس سے زائل ہو جائے، اس کی آرزو کو حسد کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

۲۔ اَلْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ:

آپس کا بغض وعناد۔ یہ اتنا خطرناک مرض ہے جو مونڈ کر رکھ دیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ بالوں کو مونڈ کر رکھ دیتا ہے، بلکہ دین کو صاف کر دیتا ہے۔ آپس میں بغض وعناد رکھنے والے کو دین سے کوئی محبت اور تعلق نہیں ہوتا۔ اور اس بغض کی وجہ سے بدترین قسم کی بے دینی آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ دخولِ جنت کے لئے ایمان شرط ہے۔ بغیر ایمان کے جنت میں نہیں جا سکتا۔ اور اسی مؤمنِ کامل ہونے کے لئے آپس کی محبت شرط ہے۔ اگر تمہارے اندر ایک دوسرے سے محبت نہیں ہے تو تم کبھی مؤمنِ کامل نہیں بن سکتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنی اور بغض وعناد اور حسد کے مرض کو دُور کرنے کے لئے بہترین علاج یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے

کے درمیان سلام کو خوب رائج کرو۔ اور سلام دشمنی کے مرض کو ختم کرنے اور محبت کا ماحول پیدا کرنے کا نہایت خوبصورت علاج ہے۔ اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ زُبَیْرِبْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِیَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَفَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِمَا یُثَبِّتُ ذٰلِكَ لَکُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/ ۷۷)

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر پچھلی امت کا مرض پیدا ہوجائیگا، اور وہ حسد اور بغض کا مرض ہے۔ اور بغض مونڈ کر رکھ دینے والی چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ کر صاف کردیتا ہے۔ بلکہ دین کو مونڈ کر ختم کرکے بے دین بنادیتا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ بنجاؤ۔ اور اسوقت تک مؤمن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت کا ماحول پیدا نہ کروگے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلادوں جو تمہارے لئے محبت کا ماحول قائم کردے وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔

پسندیدہ شخص وہ ہے جو سلام میں ابتداء کرے

جب دو آدمیوں کے درمیان ناچاقی ہو اور دونوں کے درمیان کشیدگی بڑھتی چلی جائے تو ایسے حالات میں اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ پسندیدہ اور مقبولِ بارگاہ ہے، جو سلام سے گفتگو کی ابتدار کرتا ہے۔ اسلئے اگر ایسی بات پیش آجائے تو بڑھ چڑھ کر دعار سلام کا سلسلہ شروع کرنا چاہیئے۔ تاکہ دلوں کی کھوٹ ختم ہوجائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ یَلْتَقِیَانِ فَیَصُدُّ ھٰذَا وَیَصُدُّ ھٰذَا وَ خَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

(ترمذی شریف ۲ / ۱۵،

المعجم الکبیر ۴/۱۴۴ حدیث ۳۹۵۱)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زائد دعار سلام اس طرح چھوڑ دے کہ جب دونوں آمنے سامنے ہوجائیں تو یہ ادھر کو مڑجائے اور وہ اُدھر کو پھر جائے۔ اور دونوں میں سب سے اچھا اور بہتر شخص وہ ہے جو سلام سے گفتگو کی ابتدار کرتا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان کشیدگی اور ناچاقی پیدا ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ آپس میں سلام کلام اور دعار سلام چھوڑ دے، بالآخر یہاں تک نوبت آسکتی ہے کہ دو فریق کی شکل بن جائیں اور اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے، اور مسلمانوں کے کمزور پڑجانے کیلئے یہی کافی ہے۔ اسلئے آپؐ نے تین دن سے زائد کلام سلام ترک کردینے سے سختی سے منع فرمایا اور اللہ کی طرف سے وعیدیں سنائی ہیں۔

۱۴ خرید و فروخت میں مقابلہ مت کرو

وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَيْعِ بَعْضٍ۔ اشیار کی فروختگی میں ایک دوسرے سے مقابلہ مت کرو۔ نہ اس طرح سے مقابلہ کرو کہ اگر فلاں ہزار روپیہ میں دیرہا ہے تو میں نوسّو روپیہ میں دونگا۔ پھر دوسرا کہتا ہے کہ میں آٹھ سَو میں دونگا۔ اسی طرح خریداری میں بھی مقابلہ ہوتا ہے کہ اگر فلاں ہزار روپیہ دے رہا ہے تو میں اُس چیز کے گیارہ سو میں دونگا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں بارہ سو روپیہ دونگا۔ لین دین میں اس قسم کا مقابلہ مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ اور مسلمانوں کے درمیان افتراق اور کشیدگی کا بھی سبب بنتا ہے۔ جو بالآخر مسلمانوں کے اتحاد کے پارہ پارہ ہوجانیکا سبب بن جاتا ہے۔

۱۵ نکاح کا پیغام دینے میں مقابلہ نہ کرو

وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَىٰ خِطْبَةِ اَخِيْهِ۔ ایک آدمی دوسرے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر مقابلہ کرکے اپنا پیغام نہ دے۔ اگر کسی عورت سے رشتہ کے لئے کوئی مسلمان اپنا پیغام ڈالدے تو اس اثنار میں دُوسرا آدمی اس عورت سے نکاح کے لئے اپنا پیغام دیکر ہرگز مقابلہ نہ کرے۔ یہ نہایت خیانت اور کمینہ پن کی بات ہے۔ اور اسطرح مقابلہ آرائی کرکے جو شخص کسی عورت سے نکاح کریگا اس کے نکاح میں کوئی خیر نہیں ہوگی۔ بلکہ ایسی بیوی اس کی زندگی کیلئے مصیبت اور وَبال کا باعث بن جاتی ہے۔ نیز جس بھائی نے پہلے پیغام ڈال رکھا ہے اسکا حق اُسوقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ از خود ہاں یا نہ میں مکمل جواب نہ دے۔ اگر وہ ہاں میں جواب دیتا ہے اور نکاح کا پختہ ارادہ رکھتا ہے تو دوسرے کیلئے

قطعاً جائز نہیں ہے کہ اِس درمیان میں اپنا پیغام بھیجکر اس کا رشتہ خراب کردے اور پھر دونوں خاندانوں کے درمیان خلیج اور کشیدگی کا سلسلہ پیدا ہو جائے. جو مسلمانوں کے اتحاد اور محبّت کے ماحول کو نفرت میں تبدیل کر دینے کا سبب بن جاتا ہے جو ہرگز جائز نہیں ہے. ہاں البتہ جس نے پہلے پیغام بھیجا ہے اُس نے اگر خود ہی چھوڑ دیا ہے تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اب دوسرے کیلئے جب چاہے پیغام بھیجنے کی اجازت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عقبة بن عامرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم: المؤمنُ اخُ المؤمنِ لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّبْتَاعَ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْہِ حَتّٰی یَذَرَ وَ لَا یَخْطُبَ عَلٰی خِطْبَتِہٖ حَتّٰی یَذَرَ۔ (مسلم ۱/۴۵۴، حدیث ۱۴۱۴، مسند احمد ۴/۱۴۷، حدیث ۱۷۴۶۱، المعجم الکبیر ۱۷/۳۱۶)

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا بھائی ہے اور مؤمن کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی خرید وفروخت کا مقابلہ کریں، یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دے، اور مسلمان بھائی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نِکاح کے مقابلہ پر اپنا پیغام ڈالدے، یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دے۔

پندرہ ۱۵ وصیتوں کی حدیثیں

اب تک آپ کے سامنے ایسی پندرہ وصیتوں کا ذکر آیا ہے جن میں سیّدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی اہمیت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ امّت میں محبّت اور اتحاد کا ماحول کیسے پیدا ہو؟ اور نفرت اور اختلاف کیسے دُور ہو؟ اور اُس سے کیسے بچا جائے؟ یہ پندرہ وصیتیں مجموعی طور پر الفاظ کے قدرے اختلاف کیساتھ ذیل کی چاروں احادیثِ شریفہ میں موجود ہیں.

(١) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔

(مسلم شریف ۲/۳۱۶، بخاری شریف ۲/۸۹۶ حدیث ۵۸۳۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ اور بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کی خفیہ باتوں پر کان مت لگاؤ ۲ کسی کی کھوج میں مت پڑو ۳ کسی کی نعمت پر رشک مت کرو۔ ۴ ایک دوسرے سے حسد مت کرو ۵ ایک دوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو ۶ ایک دوسرے سے مت کتراؤ، اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے محبوب بندے بن جاؤ۔

ایک دوسری روایت میں پہلی روایت کے مقابلہ میں پانچ چیزوں کا اضافہ ہے ۱ وَلَا تَنَاجَشُوْا ۲ وَلَا یَبِیْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَیْعِ بَعْضٍ ۳ لَا یَظْلِمُهٗ ۴ وَلَا یَخْذُلُهٗ ۵ وَلَا یَحْقِرُهٗ ان الفاظ کے ترجمہ کے ساتھ پوری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

(٢) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوْا ۱ وَلَا تَنَاجَشُوْا ۲ وَلَا تَبَاغَضُوْا ۳ وَلَا تَدَابَرُوْا ۴ وَلَا یَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَیْعِ بَعْضٍ وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ۔ ۱ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۱ کہ آپس میں حسد مت کرو ۲ دھوکہ اور فریب دیکر لین دین مت کرو ۳ ایک دوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو ۴ ایک دوسرے سے مت کتراؤ ۵ ایک کی فروختگی پر دوسرا مقابلہ نہ کرے اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے محبوب بندے بن جاؤ ۶ اور مسلمان دوسرے

وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ۔

(مسلم شریف ۲/۳۱۷)

مسلمان کے بھائی ہیں ۱ اس پر ظلم نہ کریں۔ ۲ مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑیں ۳ مسلمان بھائی کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھے۔

ترمذی کی روایت مزید دو چیزوں کے ساتھ مروی ہے ۱ لَا تَقَاطَعُوْا ۲ وَلَا يَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ۔ ترجمہ کے ساتھ پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

(۳) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۵)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک ۱ دوسرے سے قطع تعلق مت کرو ۲ اور ایک دوسرے سے مت کتراؤ ۳ اور ایکدوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو ۴ اور ایک دوسرے سے حسد مت کرو اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے پیارے بندے بن جاؤ۔ ۵ اور مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زائد بات چیت دعا، سلام چھوڑ دے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ایک اور چیز کا اضافہ بھی ہے یعنی لَا يَخْطِبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ ترجمہ کیساتھ پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

(۴) قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَاثِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ

حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ اسلئے کہ بدگمانی

وَلَا تَجَسَّسُوْا

وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا اِخْوَانًا وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْ يَتْرُكَ۔

(بخاری شریف ۲/۲۷۷، حدیث ۴۹۵۰)

سب سے بڑی جھوٹ بات ہے [۱] کسی کی کھوج میں مت پڑو [۲] اور کسی کی خفیہ باتوں پر کان مت لگاؤ [۳] اور ایکدوسرے سے بغض وکینہ مت رکھو اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ [۵] اور آدمی اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر مقابلہ کرکے اپنا پیغام نہ ڈالے یہاں تک کہ وہ بھائی خود نکاح کرے یا چھوڑ دے۔

آج بڑھتے ہوئے فتنہ اور اختلاف کے دور میں سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی یہ زرّیں وصیتیں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اور امّت کو اپنے تمام عجب وکبر اور کینہ، حسد، بدگمانی اور جذبۂ انتقام اور نفسیات کو قربان کرکے اپنے آقا کی وصیتوں کو زندگی کا ایسا جزء اور نصب العین بنالینا چاہیئے۔ جو کبھی جُدا نہ ہونے پائے۔ اجتماعیت کے ساتھ دلوں میں جوڑ پیدا ہو جائے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ❊ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ بروز جمعہ

(۱۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرض کی ذمّہ داری کیسے ادا کریں؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۞ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ط (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۲)

اے ایمان والو جب تم اُدھار کا معاملہ کرو کسی معین وقت تک کے لئے تو اس کی یادداشت کی دستاویز لکھ لیا کرو۔ اور چاہئے کہ تمہارے آپس میں جو شخص لکھنے والا ہو وہ ضرور عدل و انصاف کیساتھ لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے بھی انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اُسے لکھنا سکھایا ہے۔ لہٰذا وہ لکھ دے۔ اور چاہیئے کہ وہ شخص لکھوادے جس کے ذمّہ قرض کا حق ہے۔ اور لکھاتے وقت اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے۔

مُعاملہ طے کرتے وقت دستاویز لکھنے کا حکم

ہم سب مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کو اپنا معاملہ قرآن و حدیث کے مطابق کرنا چاہیئے۔ اور قرآن و حدیث کے مطابق معاملہ کرنے والا کبھی نقصان نہیں

اٹھا سکتا، اور نہ ہی بعد میں شرمندہ ہوگا۔

مسلمان، مسلمان کے ساتھ معاملہ کرے یا ہمارے ہندوستان جیسے ملک میں مسلمان غیر مسلم کے ساتھ معاملہ کرے، ہر صورت میں معاملہ طے کرتے وقت دستاویز لکھنے کا شرعی حکم ہے۔ اور خاص طور پر جب اُدھار معاملہ کیا جائے تو پوری تفصیل دستاویز میں درج کرنے کا شرعی حکم ہے۔ کتنی رقم اُدھار ہے اور اس کی ادائیگی کتنی مدت میں ہوگی۔ کس کے اوپر لازم ہے، ساری باتیں تحریر میں آجانی ضروری ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ آیتِ کریمہ کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا۔ دستاویز کی ایک ایک کاپی دونوں کے پاس رہنا بھی ضروری ہے۔ معاملہ چاہے بڑے سے بڑا ہو یا چھوٹے سے چھوٹا ہو، ہر قِسم کے اُدھار معاملہ میں دستاویز لکھنا لازم ہے۔

بدمعاملگی کا سَبَب

بہت سے بھائیوں کو دیکھنے میں آتا ہے کہ شروع شروع میں معاملہ کرتے وقت غیر سنجیدہ معاملہ کرتے ہیں کہ دوستی اور تعلق کی بنا پر ایک دوسرے کا ایسا لحاظ رکھتے ہیں کہ جانبین سے معاملہ کھل کر نہیں ہوتا، بندھے الفاظ میں معاملہ کرتے ہیں، اور جانبین سے باتوں کو کھول دینا مروّت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یا سرکاری ٹیکس وغیرہ کی مجبوری سے محض ایک دوسرے کے اوپر اعتماد اور تعلق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کے دل میں کچھ دوسری باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ ہم کسی طریقہ سے پوری کرلیں گے۔ یہی سب سے بڑی غیر سنجیدگی ــــ اور بدمعاملگی ہے۔ ایسا معاملہ شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اور جب لین دین

کا معاملہ آخری مرحلہ پر پہنچ جائے اور معاملہ صاف کرنے کا وقت آجائے تو جانبین میں کشیدگی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر ایک اپنا مقصد پورا کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ یا جس کے پاس اختیارات زیادہ ہوتے ہیں وہ اپنے اختیارات استعمال کرکے دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ معاملہ طے کرتے وقت جانبین سے اللہ کے حکم کے مطابق بات کھولی نہیں جاتی۔ یا کھلے الفاظ میں دستاویز لکھ کر جانبین کے پاس محفوظ نہیں رہتی ہے۔

گواہ بنانے کا حکم

چھوٹے بڑے ہر قسم کے معاملہ کے طے کرتے وقت جو دستاویز لکھنے کا حکم ہے اس میں گواہوں کو بھی شامل کرنے کا حکم ہے، تاکہ آئندہ چلکر جانبین میں سے کسی کی طرف سے طے شدہ معاملہ میں لچک پیدا کرنے کا موقع باقی نہ رہے۔ اور دونوں جانب کے لوگ طے شدہ شرائط کے سختی کے ساتھ پابند رہیں۔ اور گواہوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قابلِ اعتماد دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، اور ان گواہوں کے دستخط بھی دستاویز میں ثبت ہونا چاہیئے۔

اگر ہر مسلمان قرآن کی اس ہدایت کے مطابق عمل کرے گا تو بعد میں کبھی شرمندگی، ندامت اور نقصان کا شکار نہیں ہو سکتا۔ ابھی اس مضمون کے لکھتے وقت محلہ کے ایک نوجوان نے آکر اپنی پریشانیاں پیش کیں کہ آج سے تین سال پہلے فلاں کو پچھتر ہزار روپئے کی پیتل کی سلّی ایک مہینہ کے اُدھار پر دیا تھا، تین سال گذرنے کے بعد بھی پیمنٹ نہیں کیا، اور بڑی مشکلوں سے یہ طے ہوا ہے کہ پینتالیس ہزار روپئے پر معاملہ صاف کر لیا جائے۔ اور تیس ہزار روپیہ نہیں دیں گے۔ اور جس نے اُدھار مال لیا ہے اسکا

کاروبار بھی اچھا چل رہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ مفلس ہوگیا ہو۔ کہنے لگے کہ برسوں میں پینتالیس ہزار روپیہ پر لین دین صاف کرنے کی بات طے ہوئی ہے ۔ دعا کیجیے کہ ۴۵ ہزار ہی سہی آسانی سے مل جائیں۔ تو اس پر میں نے پوچھا کہ معاملہ طے کرتے وقت کوئی تحریر لکھی تھی یا نہیں، تو نوجوان نے کہا کہ سارا کام اعتماد پر چل رہا ہے۔ اور کچھ سرکاری ٹیکسوں کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ۴۵ ہزار روپیہ پر تیس ہزار کا نقصان ہے، کیا سرکار کی طرف سے تنسیل ٹیکس اتنا بیٹھتا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں، بلکہ اس سے بہت کم ہے، تو احقر نے کہا کہ اس قسم کے نقصانات مسلمانوں کو صرف اس لئے اٹھانے پڑتے ہیں کہ مسلمان خدا کے حکم کے مطابق معاملہ کرتے وقت باتوں کو صاف نہیں کرتے۔ اور گواہوں کے ساتھ دستاویز نہیں لکھتے۔ اگر طے شدہ معاملہ تحریر میں آگیا ہوتا تو آج اس نقصان کا شکار ہونا نہیں پڑتا۔ سامنے والا حق دینے پر مجبور ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے حکم کے مطابق معاملہ صاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۲)	اور اپنے مردوں میں سے قابلِ اعتماد دو مردوں کو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایسے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالئے جائیں جن کو تم پسند کرتے ہو۔

قرض ادا کرنے کی اہمیت

شریعتِ اسلامی میں قرض کی ذمہ داری کی جتنی اہمیت ہے اتنی اہمیت کسی اور ذمہ داری کی نہیں ہے۔ شریعت کا

حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے قرض کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے سر سے اُتار دو۔ انسانی حقوق میں سب سے بڑا حق قرض کا حق ہے۔ ایک دفعہ آقائے نامدار علیہ السلام کے ساتھ حضرت ابو ذر غفاریؓ تشریف لے جارہے تھے، سامنے جبلِ اُحد نظر آرہا تھا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر اگر میرے پاس جبلِ اُحد کے بقدر سونا ہوتا تو میں یہ گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ میرے تین روز ایسے گذر جائیں جن میں اس سونا میں سے کچھ میرے پاس باقی رہ جائے۔ ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر میرے اوپر کسی کا قرض ہے تو پہلے قرض کی ادائیگی کے لئے اتنی مقدار اس میں سے الگ کرلیتا۔ اسلئے کہ قرض کا عذاب بہت بڑا ہے، اور باقی سب اللہ کے راستے میں صدقہ کردیتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قرض کی ذمہ داری سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ اَبُوْذَرٍّؓ كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرَّةِ الْمَدِیْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا اُحُدٌ فَقَالَ یَا اَبَاذَرٍّ فَقُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ عِنْدِیْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا یَمْضِیْ عَلَیَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِیْ مِنْهُ دِیْنَارًا اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَیْنٍ۔

(بخاری شریف ۲/۹۵۴ حدیث ۶۱۹۵)

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کے سنگریلے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا تو سامنے جبلِ اُحد دکھائی دینے لگا تو آپنے فرمایا کہ اے ابوذر، میں نے کہا لبیک یارسول اللہ، تو آپنے فرمایا کہ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگے گی کہ میرے پاس اس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو، اور اس سونے میں سے ایک دینار رہتے ہوئے میرے اُوپر تین دن گذر جائیں ہاں البتہ اگر میرے اُوپر قرض ہے تو اسکی ادائیگی کی مقدار پہلے الگ کرکے محفوظ کرلوں گا۔

مؤمن کی نجات کا مدار قرض ادا کرنے پر

حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی مؤمن کسی سے قرض لیکر اس کا بوجھ اپنے سر پر لادتا ہے تو اس مؤمن کی نجات کا مدار قرض کی ادائیگی پر ہے۔ جب تک قرض ادا نہ ہوگا اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ۔

(ابن ماجہ شریف کتاب الصدقات ۱۷۴)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن کی روح کی نجات معلق رہتی ہے اس کے قرض کے ساتھ، تا آنکہ اس کی طرف سے قرضہ ادا ہو جائے۔

ایک اور حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی مسلمان قرض کا بوجھ لیکر دُنیا سے وفات پاتا ہے تو آخرت میں اس قرض کی ادائیگی لازم ہے۔ لیکن یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہیئے کہ آخرت میں دراہم و دنانیر، روپیہ پیسہ نہیں ہوں گے وہاں پر قرض کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعہ ہوگی۔ مقروض کی نیکیوں سے قرض خواہ کے قرض کی ادائیگی ہوگی۔ اگر مقروض کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں تو قرض خواہ کے گناہ مقروض کے سر ڈالے جائیں گے۔ آخر کار مقروض کی نیکیوں کو لیکر قرض خواہ جنت میں چلا جائیگا۔ اور قرض خواہ کی برائیوں کو لیکر مقروض کو جہنم میں جا نا پڑ جائیگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ دِیْنَارٌ اَوْ دِرْھَمٌ قُضِیَ مِنْ حَسَنَاتِہٖ لَیْسَ ثَمَّ دِیْنَارٌ وَلَا دِرْھَمٌ۔

(ابن ماجہ شریف کتابُ الصّدقات ص۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس حال میں مرتا ہے کہ اس پر دینار یا درہم (لوگوں کے روپیہ پیسہ) کا بوجھ ہے تو قیامت کے دن اس کی نیکیوں سے اسکا قرضہ چکایا جائیگا۔ وہاں پر دینار و درہم روپیہ پیسہ نہیں ہے۔

قرض دینے والے کی فضیلت

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو قرض دیتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اس قرض خواہ کا بڑا مقام ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ جب آپؐ شبِ معراج میں تشریف لے گئے تو وہاں جنت وجہنّم کی سیر فرمائی ہے وہاں پر آپؐ نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا تھا کہ صدقہ کا ثواب اسکا دسؔ گنا دیا جائیگا۔ لیکن قرض کا ثواب مزید آٹھ گنا بڑھاکر اٹھارہ گنا کردیا جائیگا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امینؑ سے پوچھا آخر ایسا کیوں ہے۔ کہ قرضہ دینے کا ثواب صدقہ دینے سے بڑھا ہوا کیوں ہے؟ اس پر حضرت جبرئیل امینؑ نے فرمایا کہ صدقہ، خیرات، زکوٰۃ مانگنے والا کبھی اس حال میں نہیں ہوتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت کی چیز ہوتی ہے پھر بھی مانگتا ہے اور اسکو مل جاتا ہے، تو دینے والے کو اسکے دسؔ گنا مل جاتا ہے۔ لیکن قرض لینے والا بغیر مجبوری کے قرض نہیں لیتا بلکہ نہایت مجبوری کے تحت لیتا ہے' اسلئے قرض دینے کا

ثواب صدقہ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوْبًا الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَقُلْتُ يَا جِبْرَئِيْلُ مَا بَالُ الْقَرْضِ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ لِاَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهٗ وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ اِلَّا مِنْ حَاجَةٍ۔

(ابن ماجہ شریف ۱۷۵،
الترغیب والترہیب ۲/ ۱۹)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے معراج کی رات میں جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا دیا جائیگا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا دیا جائیگا تو میں نے جبرئیل امینؑ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ قرض دینا صدقہ سے بھی افضل ہے؟ تو جبرئیل امینؑ نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ صدقہ مانگنے والا اس حال میں مانگتا ہے کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے اور قرض مانگنے والا قرض نہیں مانگتا ہے مگر صرف اپنی ضرورت کیلئے مانگتا ہے۔

قرض لیکر بالقصد ادا نہ کرنے کا عذاب

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے کہ قرض ملجانے کے بعد ادا کرنیکی کوئی پابندی نہیں کریگا پھر وہ قرضہ ادا کرنے سے پہلے مرتا ہے تو اس کا نام اللہ تعالیٰ کے یہاں چور اور ڈکیت کی فہرست میں درج ہو جائے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ صُهَيْبٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ يَدِيْنُ دَيْنًا وَهُوَ مُجْمِعٌ اَنْ لَا يُؤَدِّيَهُ اِيَّاهُ لَقِيَ اللّٰهَ سَارِقًا۔

(ابن ماجہ شریف /۱۷۴)

حضرت صہیبؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص کسی سے کوئی قرض لیتا ہے اس حال میں کہ اس کے دل میں اس قرض کے ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں چور بن کر حاضر ہوگا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اور بھی سخت وعید وارد ہوئی ہے، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کا مال تلف کرنیکے ارادہ سے لیتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکو ہلاک کر ڈالے گا۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ۔

(ابن ماجہ شریف /۱۷۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لوگوں کا مال اس ارادے سے لیتا ہے کہ اس کی نیت ہلاک اور ضائع کرنے کی ہے تو اللہ تعالیٰ اسی کو ہلاک کر ڈالے گا۔

قرض ادا کرنے کے اِرادہ پر خُدا کی مَدد

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ جو شخص اس ارادہ سے قرض لیتا ہے کہ اس کے دِل میں حتمی طور پر اس قرض کے ادا کرنیکا ارادہ ہے اور کسی طرح کے ٹال مٹول کا ارادہ نہیں ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے غیبی خزانے سے اس کے قرض کی ادائیگی میں مَدد فرمائیگا۔ ایسے شخص کو قرض کی ادائیگی میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَيْمُوْنَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنِّي سَمِعْتُ نَبِيِّيْ وَخَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُدَانُ دَيْنًا يَعْلَمُ اللّٰهُ مِنْهُ اِنَّهُ يُرِيْدُ اَدَاءَهُ اِلَّا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الدُّنْيَا۔

(ابن ماجہ شریف / ۱۷۳)

حضرت امّ المومنین میمونہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے نبی اور اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ کوئی بھی مسلمان اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے قرض لیتا ہے اس حال میں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کیطرف سے اس کی نیت کا علم ہے کہ وہ اس قرضہ کی ادائیگی کا حتمی ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا ہی کے اندر اسکی طرف سے قرض کی ادائیگی کے اسباب ضرور فراہم کردیگا۔

ایک حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حالت میں جاتا ہے کہ اس کے اُوپر قرض کا کوئی بوجھ نہیں ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے ضرور جنت نصیب فرمائیگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی تین قسم کی بُرائیوں سے پاک ہے تو اسکے جنّت میں داخل ہونے میں کوئی رُکاوٹ باقی نہیں رہتی ہے۔

(۱) الکِبْر: غرور وتکبّر سے بری اور پاک ہے تو جنّت کی بشارت ہے۔

(۲) الغُلُول: خیانت اور مال حرام سے پاک ہے تو جنت کی بشارت ہے۔

(۳) الدَّیْن: قرض کے بوجھ سے بَری اور پاک ہے تو جنّت کی بشارت ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الرُّوْحُ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِّنْ ثَلَاثٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَ الدَّيْنِ۔ (ابن ماجہ شریف ۱۷۴)

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے جسم سے روح اس حال میں جُدا ہوجاتی ہے کہ وہ تین چیزوں سے بری اور پاک ہے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ غرور و تکبّر سے خیانت و مال حرام سے لوگوں کے قرض کے بوجھ سے۔

قرض دار کی نمازِ جنازہ کا اِنکار

ہمارے آقا حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو جب کسی کی نمازِ جنازہ کیلئے بُلایا جاتا تو پہلے آپؐ یہ معلوم کرتے کہ ان کے اُوپر کسی کا قرض ہے یا نہیں اگر یہ جواب مِل جاتا کہ ان کے اُوپر کسی کا کوئی قرض نہیں ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھادیا کرتے تھے اگر یہ معلوم ہوجاتا کہ اس کے اُوپر دوسروں کا قرض ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ اور صحابۂ کرامؓ سے یہ فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ خود پڑھ لو اسکی وجہ یہ تھی کہ جسکی نمازِ جنازہ آپؐ پڑھادیں تو اس کی نجات یقینی ہے۔ اور جب قرضدار کی نمازِ جنازہ پڑھائی جائے گی تو دوسروں کا حق مار کر نجات پانے کی بات آتی ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم دوسروں کا حق ضائع ہونیکا سبب بننا نہیں چاہتے تھے۔ ہاں البتہ صحابۂ کرامؓ میں سے کوئی بروقت یہ فرمادیتے کہ اسکے قرض کی ادائیگی کی ذمّہ داری میں لیتا ہوں تو پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھادیا کرتے اور اگر آپؐ کو یہ معلوم ہوتا کہ قرض تو ہے لیکن اسکی ادائیگی کیلئے ترکہ میں مال ہے تب بھی نمازِ جنازہ پڑھادیا کرتے

تھے۔ اور وارثین کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کُل ترکہ میں سے قرضہ ادا کر دیا جاتا تھا۔ احادیث شریفہ کے ذخیرہ میں کثیر تعداد میں روایات اس موضوع میں موجود ہیں۔ چند حدیثیں ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں ممکن ہے کہ کسی کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَقُوْلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ مِنْ قَضَاءٍ فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ وَفَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ وَاِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ۔

(ترمذی شریف ۱/۲۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جب ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس کے اُوپر قرض ہے تو آپؐ یہ فرماتے کہ کیا اس کے قرض کی ادائیگی کیلئے ترکہ میں کچھ مال ہے تو اگر یہ جواب ملتا کہ قرض کی ادائیگی کیلئے ترکہ موجود ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نماز جنازہ پڑھا دیا کرتے تھے ورنہ آپؐ مسلمانوں سے یہ فرما دیا کرتے تھے کہ تم خود اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔

۲۔ ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک جنازہ لایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق پوچھ لیا کہ اس کے اُوپر کوئی قرض تو نہیں ہے تو لوگوں نے کہا کہ دو دینار کا قرضہ ہے۔ اور اس کی ادائیگی کے لئے ترکہ میں بھی کچھ نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیا لیکن صحابہ کرامؓ کو یہ گوارا نہیں کہ کسی صحابیؓ کی نمازِ جنازہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرما دیں۔ اگر کوئی سرمایہ دار صحابیؓ موجود ہوتے تو وہ خود قرض کی ذمہ داری کا اعلان کرتے تھے۔ چنانچہ اس شخص کے

دُو دینار کی ادائیگی کیلئے حضرت ابو قتادہ انصاریؓ نے ذمّہ داری لی تب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمـاز جنازہ پڑھـائی ۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ عَلٰى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَأُتِيَ بِمَيِّتٍ فَقَالَ أَعَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا نَعَمْ دِيْنَارَانِ قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَقَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(ابو داؤد شریف ۲/۴۷۵)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جس نے اس حال میں وفات پائی کہ اس کے اُوپر قرض کا بوجھ ہے پھر ایک میّت کا جنازہ لایا گیا تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کے اُوپر قرض ہے تو لوگوں نے کہا جی ہاں! دُو دینار کا قرض ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم خود اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔ تو اس پر حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے فرمایا کہ اس کے دُو دینار کے قرض کی ذمّہ داری یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اُوپر لیتا ہوں آپؐ اسکی نمازِ جنازہ پڑھا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھـادی ۔

۳ ایک اور حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کیساتھ بخاری اور ترمذی میں موجود ہے کہ ایک دفعہ ایک جنازہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس پر قرضہ کا بار ہے تو لوگوں نے کہا کہ اس پر کوئی قرض نہیں ہے تو آپؐ نے اسکی نماز جنازہ پڑھادی پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا تو پوچھنے پر لوگوں نے

بتایا کہ اس پر قرضہ ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے ترکہ کچھ مال چھوڑا ہے تو لوگوں
نے بتایا کہ قرض ادا کرنے کیلئے ترکہ میں مال ہے تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ
پڑھادی۔ پھر اسکے بعد ایک تیسرا جنازہ لایا گیا تو اسکے اوپر تین دینار کا قرضہ تھا۔
تو آپؐ نے اس کی نماز پڑھانے سے انکار فرمادیا۔ اس پر حضرت ابو قتادہؓ نے
فرمایا کہ اسکے قرضہ ادا کرنیکی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ آپ اسکی نماز جنازہ
پڑھادیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی ۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ سَلْمَةَ الْأَكْوَعِ قَالَ
كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ
فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ
عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَالُوْا لَا قَالَ
فَهَلْ شَيْئًا قَالُوْا لَا فَصَلَّى
عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ
أُخْرٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ
دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ
هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا
ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلَّى
عَلَيْهَا ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ
فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ خدمت میں
بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک ایک جنازہ
لایا گیا تو لوگوں نے آپؐ سے کہا کہ اس کی
نماز جنازہ پڑھادیجئے تو آپؐ نے سوال
فرمایا کہ کیا اس پر قرض ہے تو لوگوں نے
فرمایا کہ اس پر قرض نہیں ہے پھر آپؐ نے
پوچھا کہ اسکا کچھ ترکہ ہے تو لوگوں نے کہا کہ
ترکہ بھی نہیں ہے تو آپؐ نے اس کی نماز
پڑھادی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا تو
لوگوں نے آپؐ سے اس کی نماز کے لئے
گذارش کی آپؐ نے فرمایا کہ کیا اس پر
قرض ہے تو جواب ملا کہ جی ہاں قرض ہے
تو آپؐ نے پوچھا کہ قرض کی ادائگی کیلئے

هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔

(بخاری شریف ۱/ ۳۰۵ حدیث ۲۲۳۴، ترمذی شریف ۱/ ۲۰۵ اختصارًا۔)

ترکہ میں کچھ ہے تو لوگوں نے کہا کہ تین دینار ہیں تو آپؐ نے اسکی نمازِ جنازہ پڑھادی، پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا تو لوگوں نے آپؐ سے نماز پڑھانے کیلئے گذارش کی، تو آپؐ نے پوچھا کہ اسکا کچھ ترکہ ہے۔ تو لوگوں نے کہا کچھ نہیں ہے تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس پر قرض ہے تو لوگوں نے کہا کہ تین دینار کا قرض ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم خود اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو تو اس پر حضرت ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ اسکی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے اس کے قرض کی ذمہ داری مجھ پر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نماز پڑھائی۔

قرض پر موت کا عذاب

قرض کا بھار سر پر لیکر مرنا بڑی بدنصیبی ہے۔ یا تو دنیا کے اندر موت سے پہلے جہاں تک ممکن ہو جلد قرض ادا کر کے عذاب کا بوجھ اپنے سر سے اُتار دے۔ اور اگر مفلس ہو گیا ہے اور ادائے قرض کیلئے کچھ نہیں ہے تو کسی طرح قرض خواہ کو راضی کر کے دُنیا ہی میں معاف کرالیا جائے، ورنہ اگر قرض کی ذمہ داری سر پر باقی رہ جائے اور اسی حالت میں موت آجائے تو آخرت میں اسکا عذاب نہایت خطرناک اور عبرتناک ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرضدار کا عذاب اس طرح ہوگا کہ آگ کے انگارہ کا صندوق ہوگا، قرضدار کو اس

صندوق میں بند کر دیا جائیگا پھر کھولتے ہوئے پانی اور دہکتی ہوئی آگ کے درمیان بند گاڑی اور بند ہیلی کا پٹر کی طرح انگارے کے اس صندوق میں اِدھر سے اُدھر دوڑتا رہے گا۔ اور دوڑتے ہوئے موت و ہلاکت کو یوں پکاریگا ہائے مصیبت ہائے ہلاکت، ہائے موت ۔ اور قرضدار کی مصیبت کا یہ عذاب دیکھکر اہل جہنم جو خود عذاب میں مبتلا ہوں گے وہ اپنا عذاب بھول کر اس کی مصیبت کے منظر کے دیکھنے میں مبتلا ہو جائیں گے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اس پر کیا مصیبت آئی ہے کہ اس نے تو ہمیں بھی مصیبت در مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

چار قسم کے لوگوں کے عذاب سے جہنم کے دوسرے لوگوں پر تکلیف

۱۔ قرضدار کا عذاب

رَجُلٌ مُغْلَقٌ عَلَيْهِ تَابُوْتٌ مِنْ جَمْرٍ وَ فِيْ عُنُقِهٖ اَمْوَالُ النَّاسِ۔

وہ شخص جسکی گردن پر لوگوں کا مال ہوگا چاہے اس نے لوگوں سے قرض لے رکھا ہو یا دھوکہ دیکر لوگوں کا مال کھایا ہو یا اُدھار مال لیکر پیسوں کی ادائیگی میں لاپرواہی کی ہو۔ یا کسی کی جائیداد اور مال لیکر ہڑپ کر لیا ہو۔ یا قرض لیکر ادا نہ کیا ہو، اسکا عذاب یوں ہوگا کہ انگاروں کا ایک صندوق ہوگا اسمیں اُسے بند کر دیا جائیگا۔ پھر اس صندوق میں بند ہو کر بند گاڑیوں اور بند ہیلی کا پٹروں کی طرح جہنم کے طبقۂ حمیم یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقۂ جحیم یعنی دہکتی ہوئی آگ کے درمیان چیخ و پکار کے ساتھ اِدھر سے اُدھر دوڑتا رہے گا۔ اس کے اس عذاب سے جہنم کے دوسرے لوگ جو خود عذاب میں مبتلا ہوں گے تکلیفیں اور

ایذائیں اُٹھائیں گے ۔

۲۔ پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کا عذاب

وَرَجُلٌ یَجُرُّ اَمْعَاءَہٗ کَانَ لَا یُبَالِیْ اَیْنَ اَصَابَ الْبَوْلُ مِنْہُ ۔

دوسرا شخص وہ ہوگا جو پیشاب کے بارمیں بالکل پرواہ نہیں کرتا تھا کہ اس کے بدن کے حِصّہ پر اور کہاں پر پیشاب لگ رہا ہے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، ایسے شخص کا عذاب اس طرح ہوگا کہ خود اسکی اُنتڑیاں پیٹ سے باہر کو نکلی ہونگی اور خود اپنی انتڑیوں کو اپنے ہاتھ سے گھسیٹتا ہوا جہنم کے طبقہ حمیم یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقہ جحیم یعنی دہکتی ہوئی آگ کے درمیان چیخ وپکار کے ساتھ اِدھر سے اُدھر دوڑتا رہے گا۔ اس کی مصیبت کی وجہ سے جہنم کے دوسرے لوگ جو خود اپنے عذاب میں مبتلا ہونگے تکلیفیں اور ایذائیں اُٹھائیں گے۔ بہت سے لوگ پینٹ اور پاجامہ پہنے ہوتے ہیں کہیں بھی کھڑے ہوکر پیشاب کر لیتے ہیں۔ پاجامہ اور پینٹ میں انکا پیشاب لگ جاتا ہے انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی ہے حالانکہ اسکا عذاب کس قدر عبرتناک ہے دیکھ لیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے ۔

۳۔ غلط باتوں سے لُطف اندوز ہونے والا

وَرَجُلٌ یَسِیْلُ فُوْہُ دَمًا وَقَیْحًا کَانَ یَنْظُرُ اِلٰی کَلِمَۃٍ فَیَسْتَلِذُّھَا کَمَا یَسْتَلِذُّ الرَّفَثَ ۔

تیسرا وہ شخص ہے جو کسی بھی غلط بات کو دیکھتا ہے اس سے اپنے آپکو بچانے کے

بجائے اسطرح لُطف اندوز ہوتا تھا جیساکہ بدکار آدمی بدکاری سے لُطف اندوز ہوتا ہے۔ جب بھی کسی کا کوئی عیب نظر آجائے اسکو لوگوں کے درمیان اڑانے لگے کوئی جھوٹی خبر ہو اسکو لُطف لے لیکر پھیلانے لگے دوسروں کی باتوں کا غلط انداز سے پرچار کرنے لگے۔ اور لوگوں کو غلط اطلاعات فراہم کرتا رہے اور اس غلط پرچار اور غلط خبریں اُڑانے میں اُسے ایسا مزا آتا تھا جیساکہ بدکار زناکار کو زنا اور بدکاری سے مزا آتا ہے ایسے شخص کا عذاب یہ ہوگا کہ اسکے منہ سے خون اور پیپ کی نہر بہتی رہیگی اور جہنم کے طبقہ جحیم یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقہ جحیم یعنی دہکتی ہوئی آگ کے درمیان ہائے مصیبت ہائے ہلاکت کیساتھ اِدھر سے اُدھر دوڑتا رہے گا۔ اسکی مصیبت دیکھ کر جہنم کے دوسرے لوگ جو خود اپنے عذاب میں مبتلا ہوں گے وہ اپنے عذاب بھول جائیں گے اور اس کی مصیبت کو دیکھکر کے جو عذاب اور تکلیف ہوگی وہ انکے خود کے عذاب سے کہیں زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس گناہ بے لذت سے حفاظت فرمائے۔

۴ غیبت کرنے والا

وَرَجُلٌ يَأْكُلُ لَحْمَهُ .... كَانَ يَأْكُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ بِالْغِيْبَةِ وَيَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ۔

چوتھا وہ آدمی ہے جو دوسروں کی پیٹھ پیچھے غیبت کرکے انکا گوشت کھایا کرتا تھا اور لوگوں کی چغلی کھانے میں دلچسپی لیتا تھا اور لوگوں کی چغلی اور غیبت میں کوئی پروا نہیں کرتا تھا کہ اس چغلی اور غیبت سے کس کی عزت پر کیا حملہ ہورہا ہے۔ کس مسلمان کی کیا پردہ دری ہورہی ہے اُسے اسکی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی ایسے شخص کا عذاب یہ ہوگا کہ جہنم کے طبقہ حمیم یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقہ جحیم یعنی دہکتی ہوئی آگ میں خود اپنا گوشت نوچتا اور کھینچتا ہوا

ہائے مصیبت اور ہائے ہلاکت پکارتا ہوا ادہر سے اُدہر دوڑتا ہوگا اور جہنم کے دوسرے لوگ جو خود اپنے عذاب میں مبتلا ہیں اسکی مصیبت دیکھکر اپنی مصیبت بھول جائیں گے اور اس کی چیخ و پکار سنکر جو تکلیفیں ہوں گی وہ ان کے خود کے عذاب سے کہیں زیادہ ہونگی۔ آج دنیا کے اندر کتنے لوگ دوسروں کی غیبت اور چغلی کھانے میں مبتلاء ہیں ان کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کی ان برائیوں سے حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عَذَابِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

اب پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ شَفِیْعِ بْنِ مَاتِعِ الْاَصْبَحِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَۃٌ یُؤْذُوْنَ اَھْلَ النَّارِ عَلٰی مَا بِہِمْ مِنَ الْاَذٰی یَسْعَوْنَ مَا بَیْنَ الْحَمِیْمِ وَالْجَحِیْمِ یَدْعُوْنَ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ یَقُوْلُ بَعْضُ اَھْلِ النَّارِ لِبَعْضٍ مَا بَالُ ھٰؤُلَاءِ قَدْ اٰذَوْنَا عَلٰی مَا بِنَا مِنَ الْاَذٰی قَالَ: فَرَجُلٌ مُغْلَقٌ عَلَیْہِ تَابُوْتٌ مِنْ جَمْرٍ وَرَجُلٌ یَجُرُّ اَمْعَاءَہٗ وَرَجُلٌ یَسِیْلُ

حضرت شفی بن ماتع الاصبحیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے جہنمی اہل جہنم کیلئے اذیت پر اذیت کا باعث ہوں گے جو حمیم (کھولتے ہوئے پانی) اور جحیم (دہکتی ہوئی آگ)۔ کے درمیان دوڑتے ہوں گے اور موت اور ہلاکت کو پکارتے ہوں گے۔ جنہیں دیکھکر اہل جہنم آپس میں کہیں گے کہ ان پر کیا مصیبت آئی کہ یہ (اپنے ساتھ) ہمیں بھی مصیبت در مصیبت میں مبتلا کر رہے ہیں (تو ان چاروں میں) ایک وہ شخص ہوگا جس کو انگاروں کے صندوق میں بند کر دیا ہوگا دوسرا وہ آدمی ہوگا جو

فُوْهُ قَيْحًا وَدَمًا وَرَجُلٌ
يَأْكُلُ لَحْمَهُ فَيُقَالُ لِصَاحِبِ
التَّابُوْتِ مَابَالُ الْاَبْعَدِ
قَدْ اٰذَانَا عَلٰى مَابِنَا مِنَ
الْاَذٰى فَيَقُوْلُ اِنَّ الْاَبْعَدَ
قَدْ مَاتَ وَفِيْ عُنُقِهٖ اَمْوَالُ
النَّاسِ ثُمَّ يُقَالُ لِلَّذِيْ
يَجُرُّ اَمْعَاءَهٗ مَابَالُ الْاَبْعَدِ
قَدْ اٰذَانَا عَلٰى مَابِنَا مِنَ
الْاَذٰى فَيَقُوْلُ اِنَّ الْاَبْعَدَ
كَانَ لَا يُبَالِيْ اَيْنَ اَصَابَ
الْبَوْلُ مِنْهُ ثُمَّ يُقَالُ
لِلَّذِيْ يَسِيْلُ فُوْهُ قَيْحًا وَدَمًا
مَابَالُ الْاَبْعَدِ قَدْ اٰذَانَا
عَلٰى مَابِنَا مِنَ الْاَذٰى فَيَقُوْلُ
اِنَّ الْاَبْعَدَ كَانَ يَنْظُرُ اِلٰى
كَلِمَةٍ فَيَسْتَلِذُّهَا كَمَا يَسْتَلِذُّ
الرَّفَثُ ثُمَّ يُقَالُ لِلَّذِيْ يَاْكُلُ
لَحْمَهٗ مَابَالُ الْاَبْعَدِ قَدْ اٰذَانَا
عَلٰى مَابِنَا مِنَ الْاَذٰى فَيَقُوْلُ اِنَّ
الْاَبْعَدَ كَانَ يَاْكُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ

اپنی آنتیں گھسیٹتا ہوگا اور تیسرے شخص کے
منہ سے پیپ اور خون بہہ رہا ہوگا اور چوتھا
شخص خود اپنا گوشت کھاتا ہوگا۔ پس
صندوق والے سے پوچھا جائیگا کہ الابعد
(اللہ کی رحمت سے دور) کیا ماجرا ہے
جس نے ہمیں مصیبت پر مصیبت میں
ڈال رکھا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ یہ
بدنصیب اس حال میں مرا کہ اسکی گردن پر
لوگوں کے مالی حقوق تھے پھر آنتیں
کھینچنے والے سے اسی طرح سوال کیا
جائیگا وہ جواب دیگا کہ یہ محروم القسمت
اسکی بالکل پروا نہیں کرتا تھا کہ پیشاب
اسکے بدن پر کہاں لگ رہا ہے اس کے
بعد منہ سے پیپ اور خون نکلنے والے سے
اہل جہنم اسی طرح سوال کریں گے تو وہ
جواب میں کہے گا کہ یہ ازلی بدبخت جب
کسی غلط بات کو دیکھتا تو اس سے اسطرح
لطف اندوز ہوتا تھا کہ جیسے بدکاری
سے لطف حاصل کیا جاتا ہے۔ اور آخر
میں خود اپنا گوشت کھانیوالے سے
صورتحال معلوم کیجائے گی تو وہ کہے گا کہ

بِالْغِیْبَۃِ وَیَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ۔
(الترغیب والترہیب ۳/۳۲۹، مجمع الزوائد ۱/۳۰۸، المعجم الکبیر ۱/۳۱۱ حدیث ۲۲۶، اللہ سے شرم کیجئے ص۸۷)

یہ کمترین محروم القسمت (دنیا میں) پیٹھ پیچھے (غیبت کرکے) لوگوں کا گوشت کھایا کرتا تھا اور چغلی کھانے میں دلچسپی لیتا تھا۔

تین قسم کے لوگ جنت سے محروم

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی مؤمن ان تینوں میں سے ہر ایک سے محفوظ ہوجاتا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ مستحق جنت ہونے میں کوئی رُکاوٹ نہیں رہے گی اور ان تینوں بُرائیوں میں سے کسی ایک میں بھی پھنس جاتا ہے تو جنت سے محرومی ہوجائے گی۔

۱۔ **الکبر**: کبروغرور کی بُرائی یہ ایسی خطرناک بُرائی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک یہ بُرائی شرک کے برابر ہے۔ اسلئے کہ کبریائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبر میری چادر ہے۔ لہٰذا انسانوں میں سے جو کبروغرور کا ارادہ کرتا ہے تو گویا وہ مجھ سے میری چادر چھیننا چاہتا ہے اس لئے جس شخص میں کبروغرور ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے بجائے جنت کے جہنم میں داخل کریگا۔ کبروغرور کی حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ الْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدَۃً مِّنْھُمَا اَلْقَیْتُہٗ فِیْ جَھَنَّمَ۔
(مسند امام احمد بن حنبل ۲/۴۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبروغرور میری چادر ہے اور عظمت میری لُنگی ہے لہٰذا جو شخص مجھ سے ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھیننا چاہے تو میں اُسے

جہنم میں ڈال دوں گا۔ | حدیث ۹۵۰۴ بالفاظِ دیگر مسلم ۲/۳۲۹)

اور جس شخص میں یہ صفت نہ ہوگی وہ مستحق جنت بن سکتا ہے۔

۲ الْغُلُوْل: خیانت کی نحوست۔ خیانت ایک ایسی نحوست ہوتی ہے کہ جس شخص میں خیانت کی عادت ہوجاتی ہے اسمیں جھوٹ، چوری، حرام ہر برائی کی عادت ہوسکتی ہے۔ اسلئے کہ خیانت حرام خوری اور جھوٹ کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اسلئے جس شخص میں اسکی نحوست ہوگی وہ کبھی مستحق جنت نہیں ہوسکتا۔ اور جو خیانت کی نحوست سے محفوظ ہوگا وہ مستحق جنت ہوگا۔

۳ الدَّیْن: قرض کی ذمہ داری۔ قرض بھی ایک ایسی خطرناک ذمہ داری ہے کہ جب اسکی ادائیگی کے اسباب نہ ہوں تو آدمی کی نیت خراب ہوجاتی ہے پھر وہ جھوٹ بولنے اور اسکے ادا کرنے کیلئے ہر حیلہ بہانہ ڈھونڈتا ہے یا ادائیگی کے اسباب ہیں مگر نیت خراب ہوجائے تو حرام خوری کی نحوست میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اسلئے جو شخص اس حال میں مرتا ہے کہ اسکے سر پر قرض کا بار ہے اور ترکہ میں ادائیگی کے اسباب بھی نہیں ہیں اور قرض خواہ نے معاف نہیں کیا تو مستحق جنت نہیں ہوسکتا۔ اور اگر قرضہ کی لعنت سے محفوظ ہوکر کے دنیا سے گذر جاتا ہے تو اسکے مستحق جنت ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَ هُوَ بَرِیٌٔ مِّنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(ترمذی شریف ۱/۲۸۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس حال میں مرتا ہے کہ وہ کبر و غرور و خیانت و مال حرام اور قرض کی ذمہ داری سے بری اور پاک ہے

تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

اے اللہ اپنے فضل وکرم سے ہم مسلمانوں کو قرض کی ذمہ داری اور ان تمام برائیوں کی ذلت ونحوست سے حفاظت فرما۔ آمین

قرض ادا ہونے کا آسمانی نسخہ

دین اسلام سراپا خیر خواہی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کیلئے رحمت اور خیر خواہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کے بارے میں ہر طرح سے فکر تھی۔ دنیا کی فلاح وبہبودی سے متعلق بھی آپ کو امت کی فکر تھی اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے محفوظ ہو کر جنت کی نعمتوں سے کس طرح مالا مال ہو سکتی ہے۔ اس بارے میں بھی فکر تھی۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو وہ تمام راستے بتائے ہیں جن پر چلنے سے جہنم سے حفاظت ہوتی ہے اور جنت کی نعمتوں کے مستحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی پریشانیوں اور الجھنوں سے حفاظت کیلئے بھی آپؐ نے راستے اور نسخے بتائے ہیں۔ چنانچہ دنیا کی پریشانی اور ذمہ داریوں میں سب سے زیادہ اہم اور بھاری ذمہ داری قرضہ کی ذمہ داری ہے۔ ایسا قرض کا بھار جس کی ادائیگی کیلئے قرضدار کو کوئی راستہ نظر نہ آئے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہترین راستہ اور آسان نسخہ بتایا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا بہت خیال فرماتے تھے اور اپنی مجلسوں میں ان کیطرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ اتفاق سے ایک دفعہ جمعہ کے دن آپؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنی مجلس میں نہیں پایا تو آپؐ بنفس نفیس حضرت معاذ بن جبلؓ کے گھر خیریت معلوم کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ کہ کہیں ایسا

تو نہیں کہ معاذ بن جبلؓ بیمار ہو گئے ہوں آپؐ نے ان سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے میں نے تم کو نہیں دیکھا تو حضرت معاذؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ میرے اُوپر ایک یہودی کا قرضہ تھا اور جب میں حاضری کیلئے نکلا تو راستہ میں اس قرضہ کی بنا پر اس یہودی نے روک لیا جسکی وجہ سے میں دربارِ رسالت میں حاضر نہ ہو سکا۔ تو اس پر آپؐ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا میں تم کو قرض کی ادائیگی کیلئے ایسا نسخہ بتا دیتا ہوں کہ اگر تمہارے اُوپر جبلِ صبر کے برابر بھی قرضہ کا بار ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی آسانی کے ساتھ تمہارے اُوپر سے اُتارنے کے اسباب فراہم کر دے گا۔ جبل صبر ملکِ یمن کا ایک مشہور ترین طویل عریض پہاڑ ہے یہ جزیرۃ العرب کا مشہور ترین پہاڑ ہے۔ اگر جبلِ صبر جیسے پہاڑ کیطرح بھی قرضہ ہو تو اس دُعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ایسے قرضہ کے بھار اُتارنے کیلئے بھی آسانی کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ دُعا کے الفاظ ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔ پوری حدیث شریف لمبی ہونے کی وجہ سے عربی عبارت نقل نہیں کی جا رہی ہے جسکو دیکھنا ہو المعجم الکبیر ۲۰/۱۵۵ حدیث ۳۲۳ اور ۲۰/۱۵۹ حدیث ۳۳۲ مجمع الزوائد ۱۰/۱۸۶ کا ملاحظہ فرمائیں۔ اس لمبی حدیث میں سے دُعا کے الفاظ نقل کئے جا رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۤءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۤءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	آپ کہئے اے اللہ تو تمام سلطنت کا بادشاہ ہے تو جسے چاہتا ہے بادشاہت عطاء فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے تو سلطنت چھین لیتا ہے اور تو عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں

قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا تُعْطِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُمَا وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ عَنِ الْفَقْرِ وَاقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَتَوَفَّنِيْ فِيْ عِبَادَتِكَ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِكَ۔

(المعجم الکبیر ۲۰/۱۵۵ حدیث ۳۲۲، ۲۰/۱۵۹ حدیث ۳۳۲، مجمع الزوائد ۱۰/۱۸۶)

ہر بھلائی ہے. بیشک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ اور تو نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے اور تو جسے چاہتا ہے بیشمار رزق عطاء فرماتا ہے. اے دنیا میں رحم کرنے والے اور آخرت میں رحم کرنے والے۔ اور دنیا اور آخرت دونوں کے بہت بڑے مہربان تو جسے چاہتا ہے ان دونوں میں سے دیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے ان دونوں سے روک لیتا ہے تو مجھ پر ایسی رحمت نازل فرما جس کے ذریعہ سے تو مجھ کو اپنے ماسوا کی رحمت سے بے نیاز کردے۔ اے اللہ تو مجھے فقر وفاقہ سے نجات دیکر مالدار بنادے اور میری طرف سے میرا قرضہ ادا فرما دے۔ اور تو مجھے اپنی عبادت میں موت عطاء فرما اور اپنے راستے میں مجاہدہ کی حالت میں موت عطاء فرما۔

اس دُعاء کے پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ناقابلِ برداشت قرض کا

بھار اُتارنے کے اَسباب فراہم ہو جائیں گے۔

جب تک قرض ادا نہ ہو اس وقت تک روزانہ صبح و شام ایک ایک بار پڑھ لیا کریں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۞ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ؏

۱۵

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شراب کی لعنت سے مسلمان کیسے بچیں؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ❊ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ‌ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ ۝

(سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۰-۹۱)

اے ایمان والو! بیشک شراب اور جُوا اور بُت پرستی اور جُوے کے تیر، یہ سب شیطان کے گندے اور ناپاک کام ہیں۔ اسلئے ان چیزوں سے بالکل الگ دُور رہو تاکہ ان کی دینی اور دُنیوی مضرتوں سے نجات پاکر فلاح وکامیابی سے ہمکنار ہوسکو۔ یقیناً شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جُوا کے ذریعہ سے تمہارے آپس کے دِلوں میں عداوت اور بغض پیدا کردے، اور تمکو اللہ کی یاد اور نماز جیسی عبادت سے روک دے جب ایسی بُری چیز ہے تو بتلاؤ کہ اب بھی تم باز آؤ گے یا نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنی مخلوق پیدا فرمائی ہے ان میں انسان کو دوسری تمام مخلوق سے الگ ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ اور عقل و شعور کے اعتبار سے بھی اللہ نے دوسری تمام مخلوق سے انسان کو امتیازی عقل و شعور عطا فرمایا ہے۔ مگر دوسری کسی بھی مخلوق کو انسانی عقل کا

گرد وغبار تک حاصل نہیں۔ یہی وہ انسان ہے جس نے اپنی عقل وشعور سے ہوائی جہاز کے پُرزے تیار کیئے، میزائل اور راکٹ تیار کیئے۔ کمپیوٹر اور سٹیلائٹ تیار کیئے۔ یہی وہ انسان ہے جس کی عقل نے آج ایسا ہوائی جہاز تیار کیا ہے جو بغیر پائلٹ کے دنیا کے ذرّہ ذرّہ کا پتہ لگاتا ہے۔ مگر دوسری کسی بھی مخلوق کو ایسی عقل اور فراست کا ہزارواں حصّہ بھی حاصل نہیں ہے۔ اس عقل کے ذریعہ سے ہر چیز کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ لیکن جب یہی دانشمند اور عقل وشعور کے اعلیٰ درجہ کا انسان شراب جیسی ناپاک چیز پر منہ لگالیتا ہے تو عقل وشعور سے محروم ہوکر جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔ پھر اُسے یہاںتک بھی امتیاز نہیں رہتا کہ باپ کون ہے، بیٹا کون ہے؟ ماں کون ہے، بیوی کون ہے؟ اپنا اور غیر کا فرق تک باقی نہیں رہتا۔ چوپایوں اور جانوروں میں اتنا تو شعور ہوتا ہے کہ اپنا کون ہے غیر کون ہے، لیکن شراب پینے کے بعد انسان میں اتنا بھی شعور باقی نہیں رہتا۔ وہ ایٹمی دماغ وہ برقی صلاحیت سب کچھ خاک میں مل جاتی ہے۔

پوری کائنات میں انسان کا سب سے بڑا دشمن ابلیس لعین ہے۔ وہ کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ انسان میں عقل وشعور کا توازن باقی رہے۔ ہر طرف سے انسانی دماغ پر حملہ کرتا ہے، دماغی توازن ختم ہونے کا سب سے بڑا زہریلا سبب شراب ہے۔ اس لئے ابلیس لعین ہر وقت یہی کوشش کرتا ہے کہ انسان میں اس خبیث ترین ناپاک چیز کی رغبت پیدا کر کے گمراہی کا شکار بنادے۔ چنانچہ ہزار حیلہ سازی اور خیالی منافع کے دھوکے میں ڈالتا ہے، جس سے انسان شیطان کے فریب میں مبتلا ہوکر پیشاب سے بھی ناپاک اور گندی چیز جو کہ شراب ہے منہ میں لے لیتا ہے۔ پھر اس کے بعد عقل وفراست، ہوش وحواس

سب چیزوں سے محروم ہوکر لڑائی جھگڑے کا شکار ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیت کریمہ میں شراب اور خمر کو شیطان کا ناپاک عمل قرار دیا ہے۔ پھر اس کے بعد شیطان انسان کو چار قسم کے نقصانات سے دوچار کرتا ہے۔

(۱) اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ: شراب کے ذریعہ سے آپس میں دشمنی اور عداوت پیدا کرتا ہے۔

(۲) وَالْبَغْضَآءَ: دلوں کے اندر بغض وعناد اور تعصّب پیدا کرتا ہے۔

(۳) وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ: انسان کو خدا کی یاد سے روک کر غفلت اور لاپرواہی میں مبتلا کردیتا ہے۔

(۴) وَعَنِ الصَّلٰوۃِ: نماز جیسی اہم ترین عبادت سے روک لیتا ہے۔ پھر انسان پر نماز کے بارے میں لاپرواہی اور غفلت سوار ہوجاتی ہے۔

اس لئے دنیا نے کبھی بھی شرابی کو ذکرِ خدا میں مشغول نہیں دیکھا ہوگا۔ اور نہ ہی کسی بھی شرابی کو نماز کی جماعت اور عبادت میں مشغول دیکھا ہوگا۔ شیطان نے ہر طرف سے ذکرِ خدا کی خوبیوں پر پردہ ڈال کر فتنے کے شکنجے میں پھانس رکھا ہے۔

اُمُّ الْخَبَائِث سب سے بڑی خبیث اور ناپاک چیز

قرآن کریم میں کس قدر شراب کی مذمّت آئی ہے۔ اس کے بارے میں ہر وہ مسلمان جانتا ہے جو قرآن کریم کی سمجھ کر تلاوت کرتا ہے۔ پھر حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی احادیث شریفہ کے تمام ذخیروں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ جس کثرت کے ساتھ شراب کی مذمّت اور اس کی مضرت اور اسکے بُرے نتائج سے متعلق احادیث شریفہ وارِد ہوئی ہیں، کسی اور چیز کے بارے میں

اس طرح کثیر تعداد میں وارد نہیں ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب کو امّ الخبائث اور ناپاک چیز قرار دیا ہے۔ دنیا کی گندی اور غلیظ چیزوں میں شراب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ پیشاب بھی ایک ناپاک اور گندی چیز ہے۔ لیکن پیشاب پی کر آدمی عقل وسمجھ کھو کر پاگل نہیں ہوتا ہے۔ لیکن شراب ایک ایسی ناپاک اور گندی چیز ہے کہ اس کے پی لینے کے بعد انسان عقل وفراست سب چیزوں سے محروم ہو کر پاگل ہوجاتا ہے۔ اسکے بعد اس شرابی سے جو چاہے گناہ کا کام کرایا جاسکتا ہے۔

عبرتناک واقعہ

امام بیہقی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب "السنن الکبریٰ" میں حضرت عثمانؓ سے ایک لمبی حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ حدیث شریف لمبی ہونے کی وجہ سے یہاں پر عربی عبارت چھوڑ کر اس کے ترجمہ کا مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شراب امّ الخبائث ہے۔ یعنی خبیث اور گندی چیزوں کی جڑ ہے۔ کہ شراب پینے کے بعد دُنیا میں کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے جس میں شرابی مبتلا نہ ہو سکتا ہو۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا عبادت گذار تھا، اور تمام لوگوں سے الگ ہوکر عبادت کیلئے گوشہ نشینی کو اختیار کر رکھا تھا۔ اتفاق سے ایک عورت کو اس سے محبت ہوگئی، اس عورت نے اپنے خادم کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ہم آپکو ایک چیز کی شہادت کے لئے بُلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ عابد اس کے ساتھ چل کر حویلی میں داخل ہوگیا۔ جب دروازہ سے گذرتا اس کے پیچھے سے دروازہ بند کر دیا جاتا۔ جب بالکل آخر میں پہنچ گیا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی ہے اس کے پاس ایک

خوبصورت لڑکا بھی بیٹھا ہوا ہے اور شراب کا پیالہ رکھا ہوا ہے، تو اس عورت نے کہا کہ ہم نے آپ کو شہادت کے لئے نہیں بُلایا ہے۔ بلکہ آپ کو تین کاموں میں سے ایک کام کرنا پڑے گا۔

۱۔ دَعَوْتُكَ لِقَتْلِ هٰذَا الْغُلَامِ : ہم نے آپ کو اس لڑکے کو قتل کرنے کے لئے بُلایا ہے۔

۲۔ اَوْ تَقَعُ عَلَيَّ: یا میرے ساتھ بدکاری کرکے منہ کالا کرو۔

۳۔ اَوْ تَشْرَبُ كَاْسًا مِّنَ الْخَمْرِ : یا شراب کا پیالہ رکھا ہوا ہے اسکو پی لو۔

فَاِنْ اَبَيْتَ صِحْتُ بِكَ وَفَضَحْتُكَ، اگر تین باتوں میں سے کسی بھی ایک بات کو اختیار نہیں کروگے تو میں تمہارے بارے میں شور مچا کر قوم کے سامنے تمہیں رُسوا کردوں گی۔ وہ بیچارہ مجبور ہو کر تینوں بُرائیوں میں سے کونسی بُرائی کمتر ہے غور کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے دیکھا کہ قتل بھی ایسا گناہ ہے جس کی کوئی تلافی نہیں۔ اور زنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور شراب شاید ان دونوں سے کمتر ہے۔ چنانچہ شراب کو کمتر سمجھ کر پی لیا۔ جب شراب میں اس نے منہ لگایا تو اس کی عبادت وریاضت و تقویٰ سب کچھ وہیں ختم ہو گئے۔ ہوش و حواس بھی ختم ہو گئے۔ نفسانی خواہش اُبھر آئی۔ اس عورت کے ساتھ بدکاری بھی کرلی، اور بچہ کو قتل بھی کردیا۔ شراب پینے کے بعد ہر طرح کے گندے اور خبیث کام کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الاشربہ۔ حدیث ۱۷۸۳۲)

سب سے بڑا گناہ

دُنیا میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ شراب پینا ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب ”مستدرک حاکم“ میں ایک لمبی حدیث شریف مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سیدالکونین

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر ان کے دورِ خلافت میں ایک مجلس قائم ہوئی۔ جس میں خود حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور بڑے بڑے اکابر صحابہؓ موجود تھے۔ اور اس مجلس میں گناہوں کے بارے میں تجزیہ کیا جارہا تھا کہ گناہوں میں اکبر الکبائر اور اعظم الکبائر یعنی سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ کسی نے کہا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو اعظم الکبائر کی حدیث یاد ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو تحقیق وتصدیق کے لئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ان تمام اکابر صحابہؓ کے سامنے بیان فرمایا کہ اکبر الکبائر اور اعظم الکبائر شراب پینا ہے۔ یہ سنکر بڑے بڑے اکابر صحابہ اچھل پڑے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے وہ حدیث سنائی، جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے ایک شخص کو پکڑ کر چار برائیوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اگر تم چاروں میں سے ایک کو بھی اختیار نہیں کروگے تو تم کو قتل کردیا جائیگا۔

۱۔ اَنْ یَّشْرَبَ الْخَمْرَ : شراب پی لے۔
۲۔ اَوْ یَقْتُلَ نَفْسًا : یا کسی انسان کو قتل کردے۔
۳۔ اَوْ یَزْنِیْ : — یا کسی عورت سے زنا کرے۔
۴۔ اَوْ یَاْکُلَ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ : یا خنزیر کا گوشت کھالے — قوم بنی اسرائیل میں سے یہودی خنزیر نہیں کھاتے ہیں۔ نصرانی انگریز کھاتے ہیں۔ یہ واقعہ یہودیوں کا ہے۔ چنانچہ اس شخص نے ان چاروں برائیوں میں سے شراب

کو کمزور سمجھا اور اپنی جان بچانے کے لئے شراب پینے کو اختیار کر لیا۔ جب اس نے شراب میں منہ لگا لیا تو اس کے بعد کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔ باقی تین برائیوں میں سے کوئی بھی برائی نہیں چھوڑی۔ قتل کا بھی ارتکاب کر لیا، خنزیر کا گوشت بھی کھا لیا، اور عورت کے ساتھ زنا کر کے منہ بھی کالا کر لیا۔

(مستدرک حاکم، حدیث ۷۲۳۶)

شراب پینے کے بعد کسی بھی برے کام کے لئے رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ اسلئے حضرت سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ حدیث شریف لمبی ہونے کی وجہ سے عربی عبارت نقل نہیں کی جا رہی ہے۔

امّ الفواحش

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الکبیر" اور "المعجم الاوسط" میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کو امّ الفواحش اور اکبر الکبائر قرار دیا ہے۔ اور امّ الفواحش کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی بیحیائی اور بے غیرتی کی جڑ ہے۔ اور اکبر الکبائر کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے، پھر فرمایا کہ جو شخص شراب پی لیتا ہے پھر اس کے واسطے بیحیائی اور بدکاری کے تمام راستے کھل جاتے ہیں، پھر اس میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی، اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کر سکتا ہے، اپنی خالہ کے ساتھ کر سکتا ہے، اور اپنی پھوپھی کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخَمْرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَاَكْبَرُ الْكَبَائِرِ	حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شراب فواحش اور بے حیائی کی جڑ ہے اور گناہوں میں

مَنْ شَرِبَهَا وَقَعَ عَلٰى أُمِّهٖ وَ خَالَتِهٖ وَعَمَّتِهٖ۔

(المعجم الکبیر ۱۱/۱۳۲ حدیث ۱۱۳۷۲، ص ۱۶۲ حدیث ۱۱۴۹۸، المعجم الاوسط ۱۲۹/۲ حدیث ۳۱۳۴، مجمع الزوائد ۵/۶۷، الترغیب والترہیب ۱۷۹/۳)

سب سے بڑا گناہ ہے۔ جو شراب پی لیتا ہے وہ اپنی ماں کے ساتھ بھی بدکاری کرسکتا ہے، اور اپنی خالہ اور پھوپھی کے ساتھ بھی منہ کالا کرسکتا ہے۔

شراب سے چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی

شراب پینا ایسا منحوس اور ناپاک ترین گناہ ہے کہ شراب پینے کے بعد اس گناہ کا اثر چالیس دن تک باقی رہتا ہے۔ اور اس کو چالیس دن تک توبہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ جس کے نتیجہ میں اس درمیان کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اور شراب پینے کے بعد جب تک اس کے پیٹ میں شراب کے اثرات باقی رہیں گے اس درمیان کا ہر وقت اس کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ اگر خدانخواستہ اسکے پیٹ اور جسم سے اثرات ختم ہونے سے پہلے پہلے موت واقع ہوجاتی ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور زمانۂ جاہلیت میں ایمان والے نہیں تھے، سب کے سب کافر و مشرک تھے، تو اس کی موت بھی انہیں کی طرح کفر و شرک پر ہوگی۔ اور اسکے اوپر جنت حرام کردی جائے گی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِثِ فَمَنْ شَرِبَهَا لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ صَلٰوتُهٗ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَاِنْ مَاتَ وَهِيَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ شراب ام الخبائث یعنی ہر خبیث اور ناپاک چیز کی جڑ ہے۔ لہٰذا جو شخص شراب پیئے گا اسکی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

فِی بَطْنِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔
(المعجم الاوسط ۲/ ۳۰۶ حدیث ۳۶۶۷)

پھر اگر اس حال میں مرتا ہے کہ اسکے پیٹ میں اثرات موجود ہوں تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

امام حاکم نے مستدرک حاکم میں اسی مضمون کی ایک لمبی حدیث شریف نقل فرمائی ہے، اس کا ایک مختصر سا ٹکڑا یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ اس میں اور زیادہ وضاحت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْرَبُھَا فَیَقْبَلُ اللّٰہُ لَہٗ صَلٰوۃً اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً وَلَا یَمُوْتُ وَفِیْ مَثَانَتِہٖ مِنْھَا شَیْءٌ اِلَّا حُرِمَتْ عَلَیْہِ بِھَا الْجَنَّۃُ فَاِنْ مَاتَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً
(المستدرک للحاکم ۴/ ۱۶۳ حدیث ۷۲۳۶، الترغیب والترھیب ۳/ ۱۷۹)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ جس آدمی نے شراب پی لی ہو پھر اسکی چالیس دن کی نماز قبول ہوئی ہو۔ اور وہ نہیں مریگا اس حال میں کہ اسکے پیٹ میں شراب کا کچھ حصہ ہے مگر اس کی وجہ سے اس پر جنت حرام ہوجاتی ہے۔ پھر اگر چالیس دن کے اندر مرتا ہے تو جاہلیت کی موت مریگا۔

لقمۂ حرام سے چالیس دن کا عمل قبول نہیں ہوتا

امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے المعجم الاوسط میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت تلاوت کی گئی:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا۔

اے ایمان والو! روئے زمین کی ان نعمتوں کو کھایا کرو جو حلال اور پاک ہوں۔

تو اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ آپ اللہ سے یہ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے کہ میں اللہ سے جو بھی دُعا کروں وہ ضرور قبول ہو جائے۔ تو حضرت سیّد الکونین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے سعد پاک اور حلال روزی حاصل کیا کرو خود بخود مستجابُ الدّعوات بن جاؤ گے۔ پھر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح قسم کھا کر فرمایا کہ اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اس کی قسم دیکر میں کہتا ہوں کہ جب کسی بندے کے پیٹ میں حرام لقمہ پہنچ جاتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جس آدمی کی پرورش حرام رزق سے ہوتی ہے، اور اسکے گوشت میں حرام رزق ہو تو ایسا آدمی جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اسی طرح جو آدمی سُود خور ہوتا ہے تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ تُلِيَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا فَقَامَ سَعْدُ بْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍؓ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِىْ مُسْتَجَابَ الدَّعَوَاتِ فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ اَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعَوَاتِ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ آیت کریمہ تلاوت کی گئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کھڑے ہو کر فرمانے لگے یا رسُول اللہ آپ اللہ سے دُعا فرمائیں کہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سعد اپنے کھانے کی چیزوں کو پاک کیا کرو مستجابُ الدعوات بن جاؤ گے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ بیشک بندہ

بِيَدِهٖ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْذِفُ اللُّقْمَةَ الْحَرَامَ فِيْ جَوْفِهٖ مَا يَتَقَبَّلُ مِنْهُ عَمَلَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَاَيُّمَا عَبْدٍ نَبَتَ لَحْمُهٗ مِنَ السُّحْتِ وَالرِّبَا فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔

(المعجم الاوسط نسخہ جدید ۵/۳۴ حدیث ۶۴۹۵، نسخہ قدیم ۷/۲۵۵ حدیث ۶۴۹۱، الترغیب والترغیب ۲/۳۴۵)

لقمہ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اسکی وجہ سے چالیس دن نیک عمل قبول نہیں ہوتا ہے۔ اور جس بندے کا گوشت پوست ناپاک ترین حرام اور سود سے بڑھتا ہے تو جہنم اس کے زیادہ لائق ہے۔

تین قسم کے لوگوں کی نیکیاں آسمانوں تک نہیں پہونچتیں

حضرت امام طبرانی علیہ الرحمتہ نے المعجم الاوسط میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے جس میں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے، اور فرمایا کہ ان کا کوئی کام اللہ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتوں کو اس کام کے لئے متعین کیا گیا ہے کہ وہ پیر اور جمعرات کے دن لوگوں کے نیک اعمال کو لیکر اللہ کے دربار میں پہونچتے ہیں۔ اور اللہ کے یہاں قبولیت کی فہرست میں درج کرادیتے ہیں۔ لیکن تین قسم کے لوگوں کے نیک اعمال کو وہ شرف حاصل نہیں ہوگا، اور رحمت کے فرشتے ان کے اعمال کو لیکر اللہ کے دربار میں پیش نہیں کریں گے۔

(۱) اَلسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ : شرابی جب تک شراب میں مست رہے گا، اسکی نیکیاں معتبر نہیں ہوتیں۔ مثلاً شرابی نے شراب پی کر مستی کی حالت میں اپنا

مال کارِ خیر میں لگا دیا، تو یہ عمل فی نفسہٖ بہت مقبول ترین عمل ہے، لیکن شراب کی مستی کی حالت میں یہ عمل ہوا ہے اس لئے اللہ کے یہاں اسکو شرفِ قبولیت حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر شرابی نشہ اور مستی سے افاقہ پاکر ہوش میں آنے کے بعد سچے دل سے توبہ کرلیتا ہے، پھر اس کے بعد ایسا نیک عمل کرتا ہے تو شرفِ قبولیت حاصل ہوگا۔

(۲) اَلْمَرْأَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا: وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض رہتا ہو، جب تک شوہر کو راضی نہ کرلے گی اس وقت تک اس عورت کی عبادت اور نیک اعمال کو شرفِ قبولیت کے لئے رحمت کے فرشتے اللہ کے دربار میں پیش نہیں کریں گے۔

(۳) اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ: وہ غلام جو مالک کی نافرمانی کرکے اسکے یہاں سے بھاگ کر راہِ فرار اختیار کرلیتا ہے۔ دورِ اوّل میں غلام اور باندیوں کا سلسلہ جاری تھا، لیکن اب دنیا سے یہ سلسلہ ختم ہوچکا ہے۔ ہاں البتہ اس زمانہ میں وہ ملازم اس حدیث کے دائرہ میں داخل ہوں گے جو پوری اُجرت لیتے ہیں اور مالک کے کام میں خیانت اور کمی کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں نمبر اوّل پر اہمیت کے ساتھ شرابی کی مذمت کی گئی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا يَصْعَدُ لَهُمْ اِلَى اللّٰهِ حَسَنَةٌ اَلسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ وَالْمَرْأَةُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی اللہ کے یہاں پہنچتی ہے۔ ۱ شرابی حتی کہ

السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ فَيَضَعَ يَدَهٗ فِيْ يَدِ مَوَالِيْهِ۔
(المعجم الاوسط حدیث ۹۲۲۷ ص ۱۰۷/۱ نسخہ قدیم)

صحت یاب ہو کر توبہ کر لے۔ (۲) ایسی عورت جس کا شوہر اس سے ناراض رہتا ہو۔ (۳) ایسا غلام جو مالک کے یہاں سے بھاگ گیا ہو حتیٰ کہ واپس آ کر اپنا ہاتھ اپنے مالکوں کے ہاتھ پر رکھ دے۔

چار قسم کے لوگ رحمتِ الٰہی سے محروم

حدیث پاک میں آیا ہے کہ چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائیں گے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ہر مخلوق کو رحمت کی نظر سے دیکھے گا۔ مگر چار قسم کے لوگوں کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ ان کے اُوپر ہر طرف سے غضبِ الٰہی اور سخت عذاب مسلّط ہوگا۔

(۱) عَاق: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔
(۲) مَنَّان: جو شخص کسی پر احسان کر کے پھر احسان جتلاتا ہے۔
(۳) مُدْمِنُ خَمر: شراب میں مست رہنے والا۔
(۴) مکذّبٌ بقدرٍ: تقدیر کو جھٹلانے والا۔ اس لئے کہ تقدیر کی اچھائی پر ایمان لانا لازم ہے۔ اسکے جھٹلانے والے پر اللہ کا عذاب ہوگا۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَاقٌّ وَمَنَّانٌ وَمُدْمِنُ خَمْرٍ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت

وَمُکَذِّبٌ بِقَدَرٍ۔
(المعجم الکبیر حدیث ۹۳۸۰، ص ۲۴۱/۸)

کے دن رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔
۱ ماں باپ کا نافرمان ۲ احسان جتلانے والا ۳ شراب میں مست رہنے والا ۴ تقدیر کو جھٹلانے والا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مروی ہے مگر اس میں تقدیر کے انکار کرنے والے کا ذکر نہیں ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَاقٌّ وَالِدَيْهِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَمَنَّانٌ بِمَا أَعْطٰى۔
(مستدرک حاکم حدیث ۲۲۵، نسخہ قدیم ۴/۱۴۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ ۱ والدین کی نافرمانی کرنے والا ۲ شراب میں مست رہنے والا ۳ احسان کر کے جتلانیوالا۔

ایک تیسری حدیث شریف اس سے بھی زیادہ وضاحت کیساتھ موجود ہے۔ اس میں بھی تین ہی چیزوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی کہ شرابی اور ماں باپ کا نافرمان اور احسان جتلانے والا، یہ تینوں جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں سے محروم ہونگے۔ تو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرے اوپر ایسا شاق گذرا کہ منوں ٹنوں بوجھ میرے اوپر رکھ دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیسے کر سکتا ہے۔ پھر میں نے قرآن کی آیتوں پر غور کیا تو مجھے تینوں کے بارے

میں قرآن کریم میں آیتیں مل گئیں۔ مجھے یہ حیرت تھی کہ ایک مسلمان، ماں باپ کی نافرمانی کیسے کریگا، تو مجھے سورۂ محمد میں یہ آیت کریمہ مل گئی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ۔

(سورۂ محمد آیت ۲۲)

پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت اور اقتدار مل جائے تو اقتدار کے نشہ میں آکر روئے زمین میں فساد برپا کرو گے۔ اور اپنی خود غرضی کے نشہ میں قرابت داروں سے رشتہ ناتا توڑ دو گے۔

اور احسان جتانے والے کے بارے میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت کریمہ مل گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ۔

(سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴)

اے ایمان والو! تم ایذا رسانی اور احسان جتلانے کے ذریعہ سے اپنے صدقات اور خیرات کو ضائع مت کرو۔

اور شرابی کے جہنمی ہونے کے بارے میں سورۂ مائدہ کی یہ آیت مل گئی۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ۔

(سورۂ مائدہ آیت ۹۰)

بیشک شراب جُوا اور بُت اور قرعہ و جُوئے کے تیر شیطان کے ناپاک اور گندے عمل ہیں، تم اس سے کلی طور پر دُوری اختیار کرو۔

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس قسم کے عظیم ترین گناہوں کا ارتکاب کریں گے۔ کوئی ماں باپ کی نافرمانی کے عذاب میں مبتلا ہو کر جنت کی نعمت اور اللہ کی رحمت سے محروم ہوگا۔ اور کوئی پیسہ والا کسی پر صدقہ خیرات کرنے کے بعد احسان جتلانے اور اتراہٹ کے عذاب میں مبتلا ہو کر جنت کی نعمت اور اللہ کی رحمت سے

محروم ہوگا۔ اور کوئی شراب جیسی ناپاک اور گندی اور غلیظ ترین چیز کے پینے کی مصیبت میں مبتلا ہوکر جنت کی نعمت اور اللہ کی رحمت سے محروم ہوکر راندۂ درگاہ ہوگا۔ اللہ پاک ہم تمام مسلمانوں کی ان بُرائیوں سے حفاظت فرمائے۔

تین چیزوں کی قیمت بھی حرام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جن کو انسان پر حرام کردیا ہے۔ اور ان چیزوں کی قیمت اور ثمن کو بھی حرام کردیا۔ اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں میں اعلان فرمادیا کہ یہ چیزیں سراپا نجس ناپاک اور گندی ہیں۔

۱۔ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت دونوں کو حرام کردیا۔

۲۔ وَحَرَّمَ الْخِنْزِيْرَ وَثَمَنَهُ۔ اور خنزیر کو بھی حرام کردیا اور اسکی قیمت کو بھی

۳۔ وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا۔ اور مُردار اور اس کی قیمت دونوں کو حرام کردیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْخِنْزِيْرَ وَثَمَنَهُ وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا۔

(ابوداؤد، کتاب البیوع ۲/۴۹۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام کردیا، اور خنزیر اور اسکی قیمت کو حرام کردیا اور مُردار اور اس کی قیمت کو حرام کردیا۔

شراب کا فتنہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب کو شیطانی عمل اور آپس میں عداوت اور دشمنی اور فتنہ، فساد، لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بتایا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ ع۹۱ میں ہے۔ شراب پینے کے بعد شرابی ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ پھر نہیں سوچتا کہ کیا کرنا اور کیا ہونا ہے۔ اگر شرابی شادی شدہ ہے تو اس کی بیوی پر روزانہ ایک مصیبت کھڑی رہتی ہے۔ ایک تو شراب کی بدبو اسقدر خطرناک ہوتی ہے کہ ہر انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ دوسرے شراب کی حالت میں بیوی کو مغلظات بکتا ہے۔ اور آگے بڑھ کر مار دھاڑ میں بھی کوئی کمی نہیں کرتا۔ الغرض بیوی کے حق میں شرابی سراپا ظالم ہوتا ہے، اور بیوی سراپا مظلوم رہتی ہے۔ لیکن یہ مظلومہ عورت کہاں تک برداشت کر سکے۔ آخر کار اس کو شرابی کی باتوں کا جواب دینا پڑتا ہے۔ پھر لڑائی کا سلسلہ بڑھ جاتا ہے۔ آخر کار منٹوں میں طلاق کی نوبت آتی ہے۔ بے حیا بے غیرت شرابی کو ذرا سی شرم نہیں آتی کہ شراب پی کر خاندان کے سامنے ننگا ناچ ناچتا ہے۔ میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ اور طلاق کے نتیجہ میں دونوں کا گھر برباد ہو جاتا ہے۔ اور بچے ماں باپ کے زندہ ہونے کے باوجود یتیموں کی طرح بے سہارا ہو جاتے ہیں۔ بیوی اور بچوں کو گھر سے بے گھر ہو جانا پڑتا ہے۔ ملک میں جتنے طلاق کے واقعات پیش آتے ہیں ان میں کم از کم چالیس فیصد شرابیوں کے واقعات ہوتے ہیں۔ اور شرابی کی طلاق معتبر مانی جاتی ہے۔ طلاق کا واقعہ پیش آنے کے بعد فتویٰ بازی کا سلسلہ شروع کرتا ہے اور مارا مارا پھرتا ہے۔ اور بے غیرتی سے کہتا ہے کہ شراب کی حالت میں ہوش و حواس

باقی نہیں رہا، پتہ نہیں کیا ہوا، اور کتنی بار کہا، مفتی صاحب! کوئی گنجائش نکال دیجئے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مسئلہ مسائل مفتی صاحب کے گھر کی چیز ہے۔ وہ بیچارہ کہاں سے بتائیگا۔ وہ تو وہی بتائیگا جو شریعت کا حکم ہے۔ اسی وجہ سے مخبر صادق امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب کو ہر شر اور ہر فتنہ کا ذریعہ اور کنجی بتلایا ہے۔ اور کنجی کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے ذریعہ سے ہر فتنہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔

(المستدرک حدیث ۷۲۳۱، ج ۴ ص ۱۶۲ نسخہ قدیم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شراب سے اپنے آپ کو دور رکھا کرو اسلئے کہ شراب ہر شر اور ہر فتنہ کی کنجی ہے۔

شراب کے بارے میں حضورؐ کی وصیت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث شریف بڑی عبرتناک انداز میں مروی ہے کہ حضرت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت اہمیت کے ساتھ تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

۱۔ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ اَوْ حُرِّقْتَ: اللہ کا کسی کو شریک اور ہمسر نہ ٹھہراؤ، اللہ کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اگر شرک میں مبتلا ہونے کے لئے تمہارے اوپر زور زبردستی اور دست درازی شروع ہو جائے حتیٰ کہ تمہیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، یا تمہیں جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ تب بھی کسی کو اللہ کے برابر اور ہمسر نہیں ٹھہرانا۔

۲۔ وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا: کبھی جان بوجھ کر فرض نماز ترک

نہیں کرنا۔ اور جو شخص جان بوجھ کر لاپرواہی اور غفلت میں فرض نماز ترک کردیتا ہے تو وہ شخص اللہ اور رسُول کے ذمہ سے محروم ہوجاتا ہے۔ پھر جہنم کے دردناک عذاب سے اس کو بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

۳۔ وَلَاتَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ: کبھی شراب نہ پینا۔ اسلئے کہ شراب دنیا کے ہر فتنہ اور ہر شر کی کنجی ہے۔ شراب کو ہر شر کی کنجی اور تالی اسلئے کہا گیا ہے کہ جب آدمی شراب پی لیتا ہے تو کسی قسم کے فتنہ اور شر انگیز حرکات کے لئے رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ ہر فتنے کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ شراب پینے کے بعد لڑائی اور مار دھاڑ، بدکاری، خونریزی غرضیکہ ہر قسم کے غلط کام کرنے میں حجاب باقی نہیں رہتا۔ ہر برُائی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی خصوصی وصیت میں اہمّیت کیساتھ امّت کو ہدایت فرمائی کہ کبھی شراب پینے کا ارادہ تک مت کرنا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِي خَلِيْلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ اَوْ حُرِّقْتَ، وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔ (الترغیب والترھیب ۳/۱۷۸ ابن ماجہ/۲۹۲)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ کسی چیز کو اللہ کا ہمسر اور شریک مت ٹھہرانا اگرچہ تمہیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور جلا کر راکھ کردیا جائے۔ اور کبھی فرض نماز جان بوجھ کر مت چھوڑنا۔ اسلئے کہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز ترک کردیتا ہے، اللہ اور رسُول کی ذمہ داری کے دائرہ سے وہ شخص بری ہوجاتا ہے۔ اور کبھی شراب مت پینا، اسلئے کہ شراب ہر فتنہ اور ہر شر کی کنجی ہے۔

چھ قسم کے لوگوں کی بدنصیبی

چھ قسم کے لوگوں کی بدنصیبی کے بارے میں حدیث کی متعدد کتابوں میں ایک حدیث شریف وارد ہوئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت کی نگاہ سے ان کو نہیں دیکھیں گے۔ اور نہ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو عذاب کے شکنجوں سے چھٹکارا عطا فرمائیں گے۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور نہ ہی وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور نہ ہی جنت کی نعمتیں ان کو نصیب ہوں گی۔ ان چھ کے اندر شراب میں مست رہنے والے کو بھی بڑی اہمیت سے بتلایا گیا ہے۔

(۱) اَلْعَاقُّ وَالِدَیْہِ: وہ شخص جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے، جن ماں باپ نے ہر قسم کے ناز و نخرے برداشت کر کے پرورش فرمائی ہے انکے ساتھ نافرمانی گناہِ عظیم ہے۔ جیسا کہ اس خالقِ کائنات کی نافرمانی اور شرک کرنا اکبر الکبائر ہے، جس نے وجود بخشا ہے۔

(۲) اَلْمَرْأَۃُ الْمُتَرَجِّلَۃُ الْمُتَشَبِّھَۃُ بِالرِّجَالِ: وہ عورت جو مَردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے۔ آجکل کے زمانہ میں عورتوں کے عجیب و غریب حالات نظر آتے ہیں۔ اچھی خاصی خوبصورت عورت ہے، مگر ماڈرن مَردوں کی طرح اپنے خوبصورت بالوں کو کاٹ کر انگریزی مَردانہ بال بنوالیتی ہے۔ جس سے عورتوں کو اللہ نے جو حسن و جمال عطا فرمایا ہے اس سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ نیز مَردوں کا لباس عورت کے لئے حُسن پیدا کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اور مَردوں کا لباس بھی انگریزی پینٹ اور انگریزی بنیائن پہن کر ہپی کٹ بنجاتی ہیں۔ بڑی افسوسناک اور حیا سوز بات ہے کہ عورتیں اپنی نسوانیت کو ختم کر کے مَردوں کی صف میں آکر کھڑی ہو گئی ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسی عورتوں پر رحمت کی نگاہ

نہیں ڈالیگا۔ اور نہ ہی ان کو جنت نصیب ہوگی۔

(۳) اَلدَّیُّوْثُ : دیّوث اس شخص کو کہا جاتا ہے جو غیر مَردوں کو اپنی عورتوں کے پاس آنے جانے سے نہیں روکتا ہے۔ یہ بڑی بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے کہ آدمی ہر طرح کے اچھے بُرے نامحرم مَردوں کو اپنی ماؤں اور بہنوں اور بیٹیوں کے پاس آنے جانے سے نہ روکے، اور اس سے اس کو غیرت پیدا نہ ہو۔ آخرکار غیرمحرم مَردوں کے سَاتھ گھر کی عورتیں پھنس جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس شخص کو شرم وحیا کا پاس ولحاظ نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو دیّوث کہا جاتا ہے۔ ایسوں پر بھی اللہ تعَالیٰ رحمت کی نگاہ نہیں ڈالیگا۔ اور نہ ہی ان کو جنت نصیب ہوگی۔

(۴) اَلْمُدْمِنُ الْخَمر : وہ شخص جو شراب کے نشہ میں مست رہتا ہے۔ اور اس بے غیرت کو شراب پی کر ہوش وحواس کھو کر پاگل بننے میں شرم نہیں آتی۔ ایسا شخص نہ جنت میں داخل ہوگا اور نہ ہی اللہ تعَالیٰ اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

(۵) اَلْمَنَّانُ بِمَا اَعْطٰی : وہ شخص جو کسی کی ضرورت پر احسان کرنے کے بعد پھر اس پر احسان جتلا کر ایذا پہنچاتا ہے۔ اور طرح طرح کی تکلیف کی باتیں کرتا ہے، کہ میں نے تمہارے ساتھ فلاں موقع پر یہ کیا تھا، وہ کیا تھا، ایسا کیا تھا ویسا کیا تھا۔ اللہ تعَالیٰ کو ایسا شخص پسند نہیں، نہ اس کو جنت نصیب ہوگی، اور نہ ہی اللہ تعَالیٰ اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

(۶) حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو جنت نصیب نہیں ہوگی۔ اور تین قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ اپنی رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ تو العَاق بوالِدَیْہِ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو دونوں جگہ ذکر فرمایا کہ نہ اس کو جنت نصیب ہوگی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کو رحمت

کی نگاہ سے دیکھے گا- اس کو دُو مرتبہ ذکر کرکے بتلادیا ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی گناہِ عظیم ہے- ان چھ قسم کے لوگوں میں شرابی کو بھی اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے- حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے-

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلْعَاقُّ وَالِدَيْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ وَالدَّيُّوْثُ وَثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرَ وَالْمَنَّانُ بِمَا اَعْطٰى-

(مسند احمد ۲/ ۱۳۴ حدیث نمبر ۶۱۸۰، المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۰، المعجم الاوسط نسخہ جدید حدیث نمبر ۲۴۴۳، نسخہ قدیم حدیث نمبر ۲۴۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوسکتے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے- ۱۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا ۲۔ مَردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت ۳۔ دیّوث (جو اپنی عورتوں کے پاس غیر مَردوں کی آمد و رفت سے غیرت نہیں کرتا) اور فرمایا تین قسم کے لوگوں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ نہیں ڈالیں گے ۱۔ والدین کی نافرمانی کرنیوالا، ۲۔ شراب کے نشہ میں مست رہنے والا ۳۔ احسان کرنے کے بعد جو کچھ دیا ہے اسکا تذکرہ کرکے احسان جتلانے والا-

دیّوث کون ہے؟

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو کبھی جنت نصیب نہیں ہوگی-

۱۔ دیّوث ۲۔ مَردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ۳۔ شراب

کا عادی۔ تو صحابہ نے سوال کیا کہ شراب کا عادی اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت، ان دونوں کی بات تو سمجھ میں آگئی لیکن دیّوث کون ہے یہ سمجھ میں نہیں آیا؟ اس پر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ دیّوث وہ منحوس شخص ہے جس کو اس بات پر غیرت اور شرم نہیں آتی ہے کہ اسکے گھر کی عورتوں کے پاس اجنبی مردوں کی آمد و رفت رہے۔ کوئی اس کی ماں کے پاس آرہا ہے، کوئی اس کی بیوی سے بات کر رہا ہے۔ کوئی اس کی بہن کے پاس آرہا ہے۔ ذرا بھی غیرت اور شرم نہیں آتی۔ آجکل کے زمانہ میں بیحیائی اور بے غیرتی کے نتیجہ میں جتنی بدکاریاں اور غلط تعلقات پیدا ہو رہے ہیں وہ اکثر اسی راستہ سے ہو رہے ہیں۔ اپنی غیرت پر خود حملہ کرتے ہیں۔ اجنبی مردوں کے چائے ناشتہ کیلئے اپنی بالغ لڑکی بالغ بہن اور بیوی کو پیش کرتے ہیں۔ اور بڑی بے تکلفی سے یارانہ گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اَبَدًا، اَلدَّيُّوْثُ مِنَ الرِّجَالِ، وَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ وَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا مُدْمِنُ الْخَمْرِ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا الدَّيُّوْثُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ الَّذِيْ لَا يُبَالِيْ مَنْ دَخَلَ عَلٰى اَهْلِهٖ۔

(شعب الایمان للبیہقی حدیث ۱۰۸۰۰ ج ۱۲ الترغیب والترہیب ۳/۱۷۸)

حضرت عمار بن یاسرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے۔

(۱) مردوں میں سے دیوث (۲) عورتوں میں سے مردوں کیساتھ جو مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (۳) شراب کا عادی۔ تو صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ بیشک مدمن الخمر یعنی شراب کے عادی کو ہم نے سمجھ لیا مگر یہ دیّوث کون ہے؟ تو جواب دیا کہ دیّوث وہ شخص ہے جس کو یہ پرواہ نہو کہ اسکے گھر کی عورتوں میں کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے۔

شراب کی وجہ سے دسؔ قسم کے لوگوں پر لعنت

صرف ایک شراب کی وجہ سے دسؔ قسم کے لوگ اللہ اور رسول کی لعنت کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

① عَاصِرُهَا: دوسروں کے لئے شراب تیار کرنے والوں پر لعنت ہوتی ہے۔
② مُعْتَصِرُهَا: اپنے واسطے شراب نچوڑ کر تیار کرنے والے پر بھی لعنت ہوتی ہے
③ شَارِبُهَا: شراب پینے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
④ وحَامِلُهَا: شراب اُٹھا کر لیجانے والے پر بھی لعنت ہوتی ہے۔
⑤ وَالْمَحْمُوْلَةُ اِلَيْهِ: جس کے لئے شراب اٹھا کر لائی جائے اس پر بھی لعنت ہوتی ہے۔
⑥ وسَاقِيْهَا: شراب پلانے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
⑦ وبَائِعُهَا: شراب بیچنے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
⑧ وآكِلُ ثَمَنِهَا: شراب کے پیسے اور اس کی قیمت کھانے والے پر بھی لعنت ہوتی ہے۔
⑨ والْمُشْتَرِىْ لَهَا: شراب خریدنے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
⑩ وَالْمُشْتَرَاةُ لَهَا: جس کے واسطے شراب خریدی جائے اس پر بھی لعنت ہوتی ہے۔

شراب بظاہر ایک چیز ہے۔ لیکن اسی ایک چیز سے دس قسم کے انسان لعنت کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق

فِی الْخَمْرِ عَشَرَۃٌ: عَاصِرُھَا وَمُعْتَصِرُھَا وَشَارِبُھَا وَحَامِلُھَا وَالْمَحْمُولَۃُ اِلَیْہِ وَسَاقِیْھَا وَبَائِعُھَا وَاٰکِلُ ثَمَنِھَا وَالْمُشْتَرِیْ لَھَا وَالْمُشْتَرَاۃُ لَہٗ۔ (ترمذی شریف ج۱ ص۲۴۲ المعجم الاوسط نسخہ قدیم حدیث ۸۱۲۷، نسخہ جدید حدیث ۸۱۶۷، مسند امام احمد بن حنبل حدیث ۴۷۸۷، ابوداؤد شریف ج۲ ص۵۱۷)

دس شخصوں پر لعنت بھیجی ہے (۱) دوسرے کیلئے شراب نچوڑنے والے پر (۲) اپنے لئے شراب نچوڑنے والے پر (۳) اسکے پینے والے پر (۴) اسکے اٹھانے والے پر (۵) جسکی طرف اٹھا کر لیجائے اس پر (۶) اس کے پلانے والے پر (۷) اس کے بیچنے والے پر (۸) اس کی قیمت کھانے والے پر (۹) اس کے خریدنے والے پر (۱۰) جس کے لئے خریدی جائے اس پر۔

شرابی کا عذاب کیسا ہوگا؟

حدیث کی کتابوں میں شرابی کے عذاب کے بارے میں بے شمار حدیثیں مروی ہیں۔ طرح طرح کے عذاب سے شرابی کو دوچار کیا جائیگا۔ مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم میں شراب کے عذاب کے بارے میں ایک عبرتناک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں زانیہ اور بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے غلاظت کی نہر جاری ہوگی۔ اس نہر کا نام نہر الغوطہ ہے۔ اور اس نہر کی غلاظتوں کی بدبو سے خود اہلِ جہنم پریشان ہوں گے۔ جہنم کے مختلف طبقوں میں جن لوگوں پر عذاب ہوگا ان پر زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی غلاظتوں کی نہر سے جو بدبو کی ایذا رہوگی وہ دوسرے عذابوں سے کہیں زیادہ سخت ہوگی۔ اور شرابی کو اسی نہر سے زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی غلاظتیں پلائی جائیں گی۔ جب جہنم کے دوسرے طبقہ کے لوگ اس کی بدبو کی وجہ سے ان پر جو عذاب ہورہا تھا اس کو بھی فراموش کردیں گے تو

جب شرابی خود اس کو اپنے منہ میں لیکر پیئے گا تو اس کی ایذاء اور عذاب کا کیا ٹھکانہ ہو گا۔ ہر مسلمان بھائی کو عذابِ الٰہی سے ڈرنا لازم ہے۔ جیسا دنیا میں رہ کر دُنیا کی چیزوں میں سب سے زیادہ گندی اور ناپاک چیز کو اپنے منہ میں لیا تھا تو جہنم میں عذاب بھی اسی نوعیت کا ہو گا۔ کہ جہنم میں جتنی ناپاک اور گندی چیزیں ہوں گی ان میں سے سب سے زیادہ گندی اور خبیث ترین چیز شرابی کو پلائی جائے گی۔

اس لئے بھائیو! ہم سب اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارنے کی کوشش کریں۔ اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے رہیں۔ اللہ اور رسُول کی نافرمانی سے اپنے آپ کو دُور رکھیں —— حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَۃٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ وَمَنْ مَاتَ مُدْمِنَ الْخَمْرِ سَقَاہُ اللّٰہُ جَلَّ وَعَلَا مِنْ نَھْرِ الْغُوْطَۃِ قِیْلَ وَمَا نَھْرُ الْغُوْطَۃِ؟ قَالَ نَھْرٌ یَجْرِیْ مِنْ فُرُوْجِ الْمُوْمِسَاتِ یُؤْذِیْ اَھْلَ النَّارِ رِیْحُ فُرُوْجِھِمْ ——

(مستدرک حاکم جلد، کتاب الاشربہ حدیث ۷۲۳۴، مسند امام احمد بن حنبل ۴/ ۳۹۹ حدیث ۱۹۷۹۸، الترغیب والترہیب ۳/ ۱۷۶)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو جنت نصیب نہیں ہوگی ۱۔ شراب کا عادی ۲۔ قرابت داروں سے رشتہ ناتا توڑنے والا۔ ۳۔ جادو کی تصدیق کرنیوالا، یعنی جادوگر کو سچّا سمجھنے والا۔ اور جو شخص شراب کا عادی ہو کر مریگا اللہ تعالیٰ اس کو نہرِ غوطہ سے پلائیگا۔ حضورؐ سے سوال کیا گیا نہرِ غوطہ کیا چیز ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا نہرِ غوطہ اس نہر کو کہا جاتا ہے جو زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی غلاظتوں سے جاری ہوگی، اور اس کی بدبُو ایسی خطرناک ہوگی کہ خود اہلِ جہنم ان کی شرمگاہوں کی غلاظتوں کی بدبُو کی ایذاء سے تکلیفیں اٹھائیں گے۔

چار قسم کے لوگ جنت کی نعمتوں سے محروم

حدیث پاک میں آیا ہے کہ چار قسم کے لوگوں کو نہ جنت نصیب ہوگی اور نہ ہی جنت کی نعمتوں کا ذائقہ نصیب ہوگا۔

عـ۱ مُدْمِنُ الْخَمْرِ: شراب کا عادی۔ شرابی کا نام سرفہرست آیا ہے۔

عـ۲ اٰكِلُ الرِّبٰوا: سود خوار۔ سودی کاروبار کرنے والا جنت کی نعمتوں سے محروم ہوگا۔

عـ۳ اٰكِلُ مَالِ الْيَتِيْمِ: یتیم کا مال کھانے والا۔ حالانکہ یتیم کی دیکھ بھال میں خود اپنا مال خرچ کرنا انسانی فریضہ ہے۔ اسلئے ایسوں کو جنت کی نعمت نصیب نہیں ہوگی۔

عـ۴ اَلْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔

اوپر جتنی حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان میں دو قسم کے لوگوں پر شدت کا عذاب ہونے کا زیادہ تذکرہ ہے عـ۱ شرابی عـ۲ ماں باپ کا نافرمان۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ اَنْ لَا یُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا یُذِیْقَهُمْ نَعِیْمَهَا، مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَاٰكِلُ الرِّبَا وَاٰكِلُ مَالِ الْیَتِیْمِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَیْهِ۔ (مستدرک حاکم کتاب البیوع جلد ۲ حدیث ۲۲۶۰، الترغیب والترہیب ۳/۱۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ بات لازم کرلی ہے کہ چار قسم کے لوگوں کو جنت میں داخل نہیں کریگا۔ اور نہ ہی ان کو جنت کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کے چکھنے کا موقع نصیب کریگا عـ۱ شراب کا عادی۔ عـ۲ سود خوار عـ۳ یتیم کا مال ناحق کھانے والے عـ۴ ماں باپ کا نافرمان۔

صحابہ میں شراب کی نفرت اور حکم کی تعمیل

زمانۂ جاہلیت میں شراب پینے کا دور دورہ اس زور کا تھا کہ کوئی گھر ایسا بچا ہوا نہیں تھا جسمیں شراب بنانے اور شراب پینے کا نظم نہ ہو۔ بچے بوڑھے اور عورتیں تک شراب پیا کرتی تھیں۔ ہمارے زمانہ میں لیمن، پیپسی، سیون اوپ کوکا کولا وغیرہ مشروبات پینے کا خوب دور دورہ ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ زمانہ جاہلیت میں شراب پینے کا دور دورہ رہا ہے۔ شراب کو ناجائز یا حرام کہا جائے یہ ان کے لئے انوکھی اور ناقابلِ قبول بات تھی، لیکن ان صحابۂ رسول پر قربان جائیے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہو گئی تو آناً فاناً مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نالیاں بہنے لگیں، اور شراب کے برتن توڑ دیئے گئے۔ گلی کوچوں میں لاکر جس حالت میں ہے اسی حالت میں بہا دیا۔ حالانکہ شراب ان کے سرمایہ اور آمدنی کا بہترین ذریعہ تھی۔ لیکن کسی نے یہ نہیں سوچا کہ ہمارے مال کا خطیر نقصان ہے جو کچھ موجود ہے اسکو پھینکنے کے بجائے استعمال کی اجازت طلب کی جائے تاکہ مالی نقصان سے بچ جائیں۔ مگر ایسی بات کسی کے دل و دماغ اور ذہن میں بھی نہیں آئی۔ اللہ و رسولؐ کا حکم ہے تو فوراً تعمیل کا سلسلہ شروع ہوا۔ بخاری شریف میں ایک روایت دس مقامات پر موجود ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے سوتیلے باپ میری والدہ ام سلیمؓ کے شوہر حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کے یہاں اکابر صحابہ کا ایک مجمع تشریف فرما تھا، میں ان کو شراب پلا رہا تھا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ وغیرہ بڑے بڑے اکابر صحابہ بھی موجود تھے، اسی اثناء میں اچانک اطلاع آئی کہ شراب کی حرمت نازل ہو گئی ہے، تو حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے فوراً مجھے حکم فرمایا کہ جس حالت میں ہے اسی حالت میں شراب کے مشکوں کو انڈیل کر

بہادیا جائے، اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں شراب کا گلاس تھا انہوں نے اسی حالت میں پھینک دیا، اور جن لوگوں کے منہ میں شراب کا گھونٹ تھا ابھی پیا نہیں تھا، انہوں نے اسی حالت میں پھینک دیا۔ حلق سے اُترنے نہیں دیا۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب کی نالیاں اِس قدر بہہ رہی تھیں کہ مُوسلا دَھار بارش کے موقع پر جس طرح نالیاں بہتی ہیں۔ یہ بخاری شریف کی مختصر حدیث کا خلاصہ ہے۔

(بخاری شریف ۱/۳۳۳ حدیث ۲۴۰۰ بخاری شریف ۲/۸۳۶)

تعمیلِ حکم کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت نافع بن کیسانؓ فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت کیسان بن عبداللہ ابن طارق رضی اللہ عنہ شراب کے تاجر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملک شام سے قیمتی شراب لاکر مدینہ کے بازاروں میں فروخت کیا کرتے تھے۔ یہ ان کی تجارت اور کاروبار کا سب سے بڑا قیمتی سرمایہ تھا۔ وہ ایک خطیر رقم لیکر شراب خریدنے کے لئے ملک شام پہنچے۔ وہاں سے قیمتی شراب کا ایک ذخیرہ خرید کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں ملک شام سے مدینہ تک سفر میں ایک مہینہ لگ جاتا تھا۔ اتنا لمبا سفر کرکے اپنا سارا سرمایہ لگا کر شراب کا ذخیرہ لیکر جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ شراب کی حرمت نازل ہوگئی ہے، تو حضرت کیسانؓ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچکر عرض کرنے لگے کہ یا رسُول اللہ میں عمدہ ترین شراب لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے کیسان تمہارے جانے کے بعد شراب کو حرام کر دیا گیا ہے۔ حضرت کیسانؓ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ میرا تو سارا سرمایہ اس میں لگ گیا ہے۔ کیا میں اسکو فروخت کرکے قیمت حاصل کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے شراب کو بھی حرام کر دیا ہے اور شراب کی قیمت کو بھی حرام کر دیا ہے۔ تو حضرت کیسان

رضی اللہ عنہ نے شراب کے مشکوں کو پکڑ پکڑ کر مدینہ کی گلیوں میں انڈیل کر بہادیا۔ اور اتنے سرمایہ کا جو نقصان ہوا اللہ اور رسول کے حکم کی تعمیل میں اس کا کوئی غم و افسوس نہیں ہوا۔ آقا کی خوشی میں اپنی خوشی، آقا کے غم میں اپنا غم ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے آقا سے محبت کا دعوٰی کرتے ہیں لیکن آقا کے حکم کی تعمیل میں اپنے آپ کو کس درجہ میں پاتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ نَافِعِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ يَتَّجِرُ بِالْخَمْرِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ اَقْبَلَ مِنَ الشَّامِ وَمَعَهُ خَمْرٌ فِي الزِّقَاقِ يُرِيْدُ بِهَا التِّجَارَةَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي جِئْتُكَ بِشَرَابٍ جَيِّدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كَيْسَانُ اِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ بَعْدَكَ قَالَ اَفَاَبِيْعُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ وَحُرِّمَ ثَمَنُهَا فَانْطَلَقَ كَيْسَانُ اِلَى الزِّقَاقِ فَاَخَذَ بِاَرْجُلِهَا ثُمَّ

حضرت نافع بن کیسانؒ فرماتے ہیں کہ انکے والد حضرت کیسانؓ نے ان کو یہ بتلایا کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور وہ ملکِ شام سے اس حالت میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ بڑے بڑے مشکوں میں لائی ہوئی شراب تھی جن کو وہ تجارتی طور پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو وہ حضورؐ کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیشک میں آپؐ کے پاس عمدہ ترین شراب لیکر آیا ہوں، تو رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تمہارے بعد شراب حرام کردی گئی، تو حضرت کیسانؓ نے عرض کیا کہ کیا میں اسے فروخت کردوں؟ تو رسولِ اکرم

اَهْرَقَهَا ـــــ
(مسند امام احمد بن حنبل ۴ / ۳۳۵
حدیث ۱۹۱۶۸)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شراب کو بھی حرام کر دیا گیا اور شراب کے پیسے اور قیمت کو بھی حرام کر دیا گیا۔ تو حضرت کیسان شراب کے مشکوں کے پاس پہنچ گئے پھر اسکے کنڈوں کو پکڑ پکڑ کر کھینچا پھر سب کو انڈیل کر بہادیا۔

توبہ کی قبولیت

بخاری شریف میں ایک روایت متعدد مقامات پر مروی ہے۔ آقائے نامدار علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے لئے ایک قانون اور ضابطہ تیار کیا، اور اس کو لکھ کر اپنے پاس عرش پر محفوظ کر لیا ہے، وہ قانون یہ تھا کہ ـــ اللہ کی رحمت ہمیشہ اللہ کے غضب اور غصّہ پر غالب رہا کرے گی۔ لہٰذا جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے غیض و غضب کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب گناہ کرنے کے بعد نادم ہوکر اس گناہ سے توبہ کرنے پر آجاتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کے غیض و غضب پر غالب آجاتی ہے۔ پھر اللہ اپنے بندے کو معاف فرماکر اپنے مقبول اور محبوب ترین بندوں میں شامل فرمالیتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان بھائی نے شراب پینے کا ارتکاب کیا ہے چاہے ایک زمانہ تک اس خطرناک برائی میں زندگی کا بڑا حصّہ گذار دیا ہے، لیکن اب نادم ہوکر اللہ سے توبہ کرلیتا ہے، اور آئندہ شراب نہ پینے کا عہد کرلیتا ہے تو اللہ پاک اس کی توبہ قبول کرلیگا، اور پھر اُسے اعمالِ صالحہ کی توفیق بھی عطا فرمائے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ کِتَابًا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ فَھُوَ مَکْتُوْبٌ عِنْدَہٗ فَوْقَ الْعَرْشِ ۔

(بخاری شریف ۲/۱۱۲۷ حدیث ۷۵۵۴)

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ اور قانونچہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے تیار کردیا ہے کہ بیشک میری رحمت میرے غضب پر سبقت کرکے غالب رہا کرےگی پھر اللہ تعالیٰ نے تیار شدہ قانونچہ کو اپنے پاس عرش پر محفوظ کر رکھا ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اور وضاحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے، فرمایا کہ جو شخص طرح طرح کے گناہوں کا ارتکاب کرلیتا ہے پھر اس کے بعد اپنے گناہوں سے شرمندہ ہوکر اللہ کے حضور میں عاجزی اور انکساری کے ساتھ توبہ کرلیتا ہے تو اللہ پاک اس کی توبہ قبول فرماکر اُسے ایسے مقام پر پہونچا دیتا ہے گویا کہ اس نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ ۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۳۱۳، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ کے یہاں وہ ان لوگوں کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے جنہوں نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ ۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۱۳، ترمذی شریف ۲/۷۶)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر ایک گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور گناہ کرنے والوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

اے اللہ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے غضب سے حفاظت فرماکر اپنی مرضیات پر چلنا آسان فرما۔

یارب صلِّ وسلم دائماً ابداً ❊ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابلیس کے مکروفریب سے کیسے بچیں؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ✿ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ٥ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ٥ قَالَ اَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ٥ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ٥ قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ٥ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ٥

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابلیس تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا جبکہ میں نے خود تجھے حکم دیا، ابلیس نے کہا میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے پیدا کیا تو اللہ نے کہا تو یہاں سے نیچے اُتر جا تجھ کو کوئی حق نہیں کہ تو یہاں تکبر کرے بس تو نکل جا بیشک ذلیلوں میں تیرا شمار ہے۔ تو وہ کہنے لگا مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دیجیے جس دن لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی تو وہ کہنے لگا جیسے آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے تو میں بھی یقیناً ان کی رہزنی کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھ جاؤنگا۔ پھر میں یقیناً ہر طرف سے ان پر حملہ کرتا رہونگا آنکے

(سورۃ اعراف آیت ۱۲ تا ۱۷)

آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی آپ انمیں سے اکثروں کو شکر گذار نہیں پائیں گے۔

کائنات میں اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ چیز اس کی معبودیت اور مخلوق کی عبادت اور اطاعت ہے، اور سب سے ناپسندیدہ اور ناگوار چیز عبادت میں اسکا ہمسر اور اسکا شریک ہونا اور مخلوق کیطرف سے اس کی نافرمانی اور سرکشی ہے۔ اور اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلا نافرمان ابلیس لعین ہے۔ اسی سے حکمِ خدا کی نافرمانی کی ابتداء ہوئی اور اسکی نافرمانی کا سبب آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حکمِ خدا کے مطابق سجدہ کا مسئلہ بنا تھا۔ اسلئے مخلوق میں سب سے بڑی دشمنی شیطان کو بنی آدم سے ہے۔ اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سُورۂ یوسف آیت ۵ میں اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ الآیۃ سے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا اور ابلیس کو آگ سے پیدا فرمایا ہے اور مٹی میں عاجزی اور اطاعت کی صفت اور آگ میں غرور اور سرکشی کی صفت ہے۔ اسلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو تودۂ خاک آدم کو سجدہ کا حکم فرمایا۔ فرشتوں نے حکم خدا کی تعمیل میں ذرا سی بھی تاخیر نہیں کی۔ لیکن ابلیس نے سجدہ سے صاف انکار کر دیا اور اُوپر سے منطقی دلائل پیش کرنا شروع کر دیا کہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹی کی خاصیت نیچے رہنا ہے اور مجھ کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کی خاصیت اُوپر رہنے کی ہوتی ہے۔ اسلئے میں اسکے سامنے کیسے سر جُھکا سکتا ہوں؟ یہی نافرمانی اور یہی سرکشی اور یہی منطقی دلائل اسکے راندۂ درگاہ بننے کا سبب بنا۔ اسلئے اسکو سب سے بڑی دشمنی اولادِ آدم سے ہے۔

اسلئے ساتھ ہی اس نے اللہ سے مہلت مانگی کہ قیامت تک اسے موقع دیا جائے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کیلئے ہر طرف سے کوشش کرے دھوکہ اور فریب میں ڈال سکے۔ انسان کے آگے سے بھی حملہ کر سکتا ہے اور پیچھے سے بھی حملہ کر سکتا ہے۔ دائیں اور بائیں سے بھی حملہ کر سکتا ہے اور اس کی آخری کوشش یہی ہے کہ انسانوں کو اپنے جیسا سرکش اور نافرمانی کا شکار بنا دے۔ اسلئے انسان کو ہر وقت شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے اسباب فراہم کرنے چاہئیں۔ کسی بھی وقت غفلت میں نہیں رہنا چاہیئے۔ شیطان کے مکر و فریب کے متعلق علماء نے چھوٹی بڑی سیکڑوں کتابیں لکھ ڈالی ہیں ہر ایک سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے ہم یہاں پر مختصر طور پر حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں کی روشنی میں چند باتیں عرض کر دیتے ہیں شاید کسی بندۂ خدا کو فائدہ پہنچ جائے۔

انسان کے رگ و ریشہ میں دوڑنے کا اختیار

راندۂ درگاہ ہونیکے بعد شیطان نے اللہ سے انسان کے بارہمیں اختیار مانگا تو اللہ نے شیطان کو یہ اختیار دیا کہ انسان کے رگ و ریشہ میں خون کیطرح دوڑ سکے۔ اسلئے ہر کام میں انسان کو سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہیئے۔ اور ہر کام کے انجام کی اچھائی اور برائی پر غور و فکر لازم ہے۔ ورنہ بہت آسانی سے شیطان کے فریب میں پھنس جائیگا۔ حدیث شریف کا یہ مضمون ایک لمبی حدیث شریف کا مختصر حصہ ہے۔ اسلئے پوری حدیث شریف نقل نہ کر کے صرف یہی مختصر حصہ نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظ فرمائیے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شیطان انسان میں

مَجْرَی الدَّمِ۔ (بخاری شریف ۱/۲۷۳، ۱/۴۶۴) | خون کے چلنے کی جگہ چلتا ہے۔

زمین پر اُترنے کے بعد ابلیس نے اللہ سے ۹ چیزیں کیا کیا مانگیں؟

امام طبرانی علیہ الرحمہ نے المعجم الکبیر میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ جب شیطان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے غیض وغضب سے راندۂ درگاہ بنا کر آسمان سے زمین پر اُتار دیا تو اس نے اللہ سے نوْ چیزیں مانگی۔ ان نوْ چیزوں سے متعلق جو حدیث شریف ہے وہ اگرچہ بہت اُونچے درجہ کی نہیں ہے کچھ نیچے درجہ کی ہے جسکو تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بآلاء اللہ اور ترغیب وترہیب سے متعلق بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

۱۔ یَا رَبِّ اَنْزَلْتَنِیْ اِلَی الْاَرْضِ وَجَعَلْتَنِیْ رَجِیْمًا فَاجْعَلْ لِیْ بَیْتًا قَالَ اَلْحَمَّامُ۔ ابلیس نے کہا اے میرے رب تو نے مجھے آسمان سے زمین پر اُتار دیا ہے اور مجھے مردود اور راندۂ درگاہ بنا دیا ہے لہٰذا میں تجھ سے ایک گھر کا سوال کرتا ہوں جسمیں میں رہ سکوں، تو اللہ نے فرمایا کہ حمّام اور غسل خانہ تیرا گھر ہوگا۔ نیز یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ جسطرح حمام شیطان کا گھر ہے اسی طرح بیتُ الخلاء بھی شیطان کا گھر ہے۔ اسی وجہ سے صحیح حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت شیطان سے حفاظت کی دُعا پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ (ترمذی شریف ۱/۷)	اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سرکش شیطان اور خبیث جنّات سے۔

۲۔ قَالَ فَاجْعَلْ لِیْ مَجْلِسًا قَالَ الْاَسْوَاقُ وَمَجَامِعُ الطُّرُقِ۔ ابلیس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے ایک نشست گاہ اور بیٹھنے کی جگہ مقرر فرما دیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے بیٹھنے کی جگہ بازار اور راستوں کے چوراہے ہیں

اسلئے انسانوں کو ضرورت کے بغیر بازاروں اور چوراہوں میں گھومنے پھرنے سے احتیاط رکھنا چاہیئے اگر بے ضرورت بازاروں اور چوراہوں میں گھوما جائے گا، تو شیطان کے مکر و فریب میں آسانی سے مبتلا ہو سکتے ہیں۔

۳۔ قَالَ اجْعَلْ طَعَامًا قَالَ مَالَا یُذْكَرُ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ ابلیس نے اللہ سے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے کچھ کھانا مقرر فرمادیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا وہ کھانا تیرا کھانا ہوگا جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو۔ اسلئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو یہ ھدایت فرمائی ہے کہ کھانے کے شروع میں ضرور بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کرنے میں شیطان بھی کھانے میں شریک ہوجاتا ہے۔

۴۔ قَالَ اجْعَلْ لِی شَرَابًا قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ۔ ابلیس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے کچھ پینے کی چیز مقرر فرمادیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ ہر نشہ آور چیز تیرے پینے کی چیز ہے۔ دیکھئے شرابی اور نشہ میں مست رہنے والوں کا حال کیا ہوتا ہے۔ وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں جو انسان نہیں کر سکتا۔ اسلئے کہ نشہ میں ہوجانیکے بعد شیطان کی پوری گرفت میں انسان آجاتا ہے۔ اور پھر شیطان اسکے دل و دماغ پر گشت کرکے اس سے ہر وہ کام کراتا ہے جسکو انسانی فطرت ہر گز قبول نہیں کر سکتی۔ شراب اور نشہ سے متعلق تفصیلی گفتگو شراب کی لعنت والے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ قَالَ اجْعَلْ لِی مُؤَذِّنًا قَالَ الْمَزَامِيْرُ۔ ابلیس نے سوال کیا اے میرے رب میرے لئے ایک اعلان اور آواز کی چیز مقرر فرمادیں تو اللہ کیطرف سے جواب آیا تیرے آواز اور اعلان کی چیز میوزک اور ہارمونیم ہے۔ دیکھئے میوزک اور ہارمونیم کی آواز کیسی ہوتی ہے کہ وہ ہر انسان جو دین سے دور ہوتا ہے وہ

میوزک، بینڈ باجا اور ہارمونیم کی آواز سے کس قدر مست ہوتا ہے۔ اسلئے کہ یہ شیطان کی آواز ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں کو شیطان نے اپنے گھراؤ میں لے لیا ہے وہ میوزک اور ہارمونیم کی آواز سے پاگلوں کیطرح مست ہو کر انسانی فطرت کو بھول کر بے حیائی کے ناچ ناچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

۶ قَالَ اجْعَلْ لِی قُرْاٰنًا قَالَ الشِّعْرُ۔ ابلیس نے اللہ سے سُوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے ایک پڑھنے کی چیز مقرر فرما دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ تیرے پڑھنے کی چیز شعر و شاعری ہے۔ اشعار دُو طرح کے ہوتے ہیں ۱ وہ اشعار جن میں دینی اور اصلاحی مضامین ہوتے ہیں ان کیساتھ شیطان کا تعلق نہیں۔ ۲ وہ اشعار جنمیں دُنیاوی مضامین کسی کے خلاف ہجو اور کسی کی تعریف میں مُبالغہ کر کے آسمانوں میں پہنچا دے۔ یا عورت و مَرد کے درمیان عشق و محبت پیدا کرنے والے مضامین کے اشعار ہوں ایسے تمام اشعار شیطان کے کلام میں شامل ہیں۔ اسلئے اسطرح کے اشعار کا پڑھنا گمراہی کا سبب ہے اور اسی قسم کے اشعار کے شوق رکھنے والے شعراء کے بارےمیں قرآنِ کریم میں سُورۂ شعراء آیت ۲۲۴ میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ شعراء وہی ہوتے ہیں جنکی اتباع گمراہ اور بے راہ رو لوگ کرتے ہیں۔ تو اس حدیث پاک میں جس قسم کے شعر کو شیطان کا کلام قرار دیا گیا ہے اس سے یہی دوسری قسم کے اشعار مُراد ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ بڑے بڑے شاعروں میں کیا کیا تماشہ ہوتا ہے۔ اور شعر و شاعری کے مقابلہ کرنے میں مَردوں کیساتھ عورتیں بھی ہوتی ہیں، اسکا کیا مقصد ہے کہ مَردوں کی بھیڑ میں عورت شاعرہ اپنا کلام سُناتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ پورے مجمع کے اندر ایک غیر فطری انداز سے حرکت پیدا ہوتی ہے اسلئے کہ وہ شیطان کا کلام ہوتا ہے اور ہر سُننے والے کو شیطان اُکساتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

۷ قَالَ اجْعَلْ لِی کِتَابًا قَالَ الْوَشْمُ۔ ابلیس نے حق تعالیٰ سے سُوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے ایک لکھنے کی چیز مقرر کر دیں تو اللہ کیطرف سے جواب آیا کہ تیرے لکھنے کی چیز گودنا ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے ہندوستانی غیر مسلم ہاتھوں میں گدُواتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ حج کے موقعہ پر ترکستان کی طرف سے آنیوالے ہزاروں مَردوں اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے چہرے پر اور اپنی تھوڑی پر گدُوا رکھا ہے۔ یہ بڑی محرومی کی بات ہے کہ مسلمان اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو شیطان کے پھندے میں پھانس دے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کا جو ڈھانچہ بنایا ہے وہ ہر مخلوق سے حُسن وجمال اور خوبصورتی میں بلند اور بالا ہے پھر انسان اس خوبصورت ڈھانچے پر گدُوا کر ابلیس کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور انسان حُسن سے اپنے آپ کو محروم کر دیتا ہے۔

۸ قَالَ اجْعَلْ لِی حَدِیْثًا قَالَ الْکِذْب۔ ابلیس نے اللہ سے سُوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے خاص قسم کی بات چیت اور گفتگو مقرر کر دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ جھوٹ ہی تیری خاص قسم کی بات چیت اور گفتگو رہے گی۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ انسان کسی غلطی پر جھوٹ بول دیتا ہے یا کسی منفعت کو دیکھکر جھوٹ بولتا ہے اور آہستہ آہستہ جھوٹ کا عادی بن جاتا ہے۔ پھر انسانوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ اور جب آدمی جھوٹ بول کر اپنے بچاؤ کی کوشش کرتا ہے تو ایک جھوٹ کیلئے ستر جھوٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر آخر کار جھوٹ کی دیوار کہیں نہ کہیں گر جاتی ہے تو شیطان کو جھوٹ کے ذریعہ سے انسان کو گمراہ کرنے کا بہترین موقع فراہم ہوتا ہے۔

۹ قَالَ اجْعَلْ لِی مَصَایِدَ قَالَ النِّسَاءُ۔ ابلیس نے اللہ سے سُوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی شکار کا ذریعہ مقرر کر دیں تو اللہ کیطرف سے جواب آیا

کہ تیرے شکار کا ذریعہ اور نشانہ عورتیں ہیں ۔ اسی وجہ سے جب بھی کوئی کسی اجنبی عورت سے تنہائی اختیار کرتا ہے تو لازمی طور پر شیطان کی مُداخلت ہو جاتی ہے اور پھر شیطان عورت و مَرد دونوں کو فریب کے گھراؤ میں لیکر گناہِ عظیم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسکا تجربہ ہر انسان مَرد و عورت کو ہے ۔ جب تنہائی میں اجنبی مرد و عورت کے درمیان ملاقات ہوتی ہے تو زندگی بھر کا تقویٰ اور طہارت بالائے طاق ہو جاتا ہے ۔ اللہ پاک شیطان کے ان تمام مکر و فریب سے ہم تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے ۔

اب پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اِبْلِیْسَ لَمَّا اُنْزِلَ اِلَی الْاَرْضِ قَالَ یَا رَبِّ اَنْزَلْتَنِیْ اِلَی الْاَرْضِ وَ جَعَلْتَنِیْ رَجِیْمًا فَاجْعَلْ لِیْ بَیْتًا قَالَ الْحَمَّامُ قَالَ فَاجْعَلْ لِیْ مَجْلِسًا قَالَ الْاَسْوَاقُ وَمَجَامِعُ الطُّرُقِ قَالَ اِجْعَلْ لِیْ طَعَامًا قَالَ مَا لَا یُذْکَرُ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ قَالَ اِجْعَلْ لِیْ شَرَابًا قَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ قَالَ اِجْعَلْ لِیْ مُؤَذِّنًا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بیشک ابلیس کو جب زمین پر اُتار دیا گیا تو اس نے سُوال کیا کہ اے میرے رب تو نے مجھے زمین پر اُتار دیا ہے ۔ اور تو نے مجھے مَردُود بنا دیا ہے ۔ لہٰذا میرے لئے ایک گھر مقرر کر دے تو اللہ نے فرمایا کہ حمام اور غسل خانہ تیرا گھر ہے ۔ ابلیس نے کہا میرے لئے ایک نشست گاہ مقرر کر دے تو اللہ نے فرمایا بازار اور راستوں کے چوراہے تیرے بیٹھنے کی جگہیں ہیں ۔ ابلیس نے کہا میرے لئے مخصوص کھانا مقرر کر دیں تو اللہ نے فرمایا وہ تیرا کھانا ہے جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو ۔ ابلیس نے کہا کہ میرے لئے پینے کی چیز مقرر کر دیں ۔ تو اللہ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز تیرے پینے کی چیز ہے ۔

قَالَ الْمَزَامِيْرُ قَالَ اجْعَلْ لِّيْ قُرْاٰنًا قَالَ الشِّعْرُ قَالَ اجْعَلْ لِّيْ كِتَابًا قَالَ الْوَسْمُ قَالَ اجْعَلْ لِّيْ حَدِيْثًا قَالَ الْكَذِبُ قَالَ اجْعَلْ لِّيْ مَصَايِدَ قَالَ النِّسَاءُ۔ (المعجم الکبیر ۸/۲۰۷، حدیث ۷۸۳۶، مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۹)

ابلیس نے کہا میرے لئے ایک آواز اور اعلان کی چیز مقرر کردیں تو اللہ نے فرمایا میوزک اور ہارمونیم تیری آواز ہے۔ ابلیس نے کہا میرے لئے خاص پڑھنے کی چیز مقرر کردیں تو اللہ نے فرمایا شعر تیرے پڑھنے کی چیز ہے۔ ابلیس نے کہا میرے لئے لکھنے کی چیز مقرر کردیں تو اللہ نے فرمایا گودنا گدوانا تیرے لکھنے کی چیز ہے۔ ابلیس نے کہا میرے لئے مخصوص گفتگو مقرر کردیں تو اللہ نے فرمایا جھوٹ تیری مخصوص گفتگو ہے۔ ابلیس نے کہا میرے لئے شکار کا آلہ اور ذریعہ مقرر کردیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرے شکار کا ذریعہ عورتیں ہیں ۔۔۔۔۔

ابلیس نمازی کی نماز میں بے توجّہی کیسے پیدا کرتا ہے؟

بخاری شریف میں ایک روایت ہے جب نماز کیلئے اذان دیجاتی ہے تو شیطان ریح خارج کرتا ہوا اتنی دُور بھاگ جاتا ہے جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے، اور اسکے بعد پھر لوٹ کر آتا ہے۔ تکبیر کے وقت پھر ایسے ہی بھاگتا ہے۔ پھر جب نماز شروع ہوجاتی ہے تو شیطان واپس آکر نمازی کو اس طریقہ سے نماز سے غافل کردیتا ہے کہ اسکے دل و دماغ میں پہنچکر اِدھر اُدھر اسکی توجہ ہٹا دیتا ہے کہ فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز کا دھیان کر۔ ایسے میں نمازی اس قدر غافل ہوجاتا ہے کہ اتنا بھی یاد نہیں رہتا ہے کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دُو رکعت پڑھی ہیں۔ اسلئے نماز کی نیت باندھنے کے بعد شیطان سے حفاظت کا ذریعہ یہی ہے کہ نماز میں جو کچھ پڑھا جارہا ہے اس کیطرف پوری طرح توجّہ کیساتھ

خیال رکھے کہ کونسی سورت پڑھی جارہی ہے کیا الفاظ پڑھے جارہے ہیں ۔ اسی پر دھیان جمالے تو انشاءاللہ شیطان کے مکروفریب اور غفلت میں مبتلا کرنے سے حفاظت ہوجائے گی ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطٰنُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ فَاِذَا قُضِیَ اَقْبَلَ فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ فَاِذَا قُضِیَ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْاِنْسَانِ وَقَلْبِهٖ فَیَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰی لَا یَدْرِیْ اَثَلٰثًا صَلّٰی اَمْ اَرْبَعًا۔

(بخاری شریف ۱/۱۶۴ حدیث ۱۱۷۹)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پشت پھیر کر بھاگتا ہے اس حال میں کہ اس سے آواز کیساتھ ریح خارج ہوتی ہے پھر جب اذان مکمّل ہوتی ہے تو واپس لوٹ آتا ہے پھر جب اذان کے الفاظ سے تکبیر کہی جاتی ہے تو دوبارہ اسی طرح پشت پھیر کر بھاگتا ہے ۔ پھر جب تکبیر مکمّل ہوجاتی ہے تو واپس لوٹ آتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اسکے دل کے درمیان تشویش اور خطرات پیدا کرتا ہے ، اس کیطرف دھیان کر ۔ اسکی طرف خیال کر ۔ ایسا کرتا رہتا ہے حتّٰی کہ نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا ہے کہ تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں ۔

انسان کی گدی میں گرہ کیسے لگاتا ہے؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب انسان سونے لگتا ہے تو شیطان انسان کے پیچھے کی جانب سے گدی پر تین گرہ لگاتا ہے اسکے بعد اسکے بدن کے جوڑوں میں اسکو بندش معلوم ہوتی ہے اور پورے بدن میں کسل اور سستی محسوس ہوتی ہے ۔

اور شیطان جہاں پر گرہ لگاتا ہے وہاں پر ہر گرہ پر تھپکی لگاتے ہوئے یہ کہتا رہتا ہے ابھی تو کافی لمبی رات ہے، سوتے رہیئے ابھی سوتے رہیئے کوئی فکر نہیں ہے۔ ابھی تو رات کافی لمبی ہے۔ لیکن وہ مسلمان جو رات کو اس فکر میں سوتا ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ضرور پڑھنی ہے۔ اور فجر کی اذان پر اُٹھتا ہے۔ اور پھر شیطان کے گرہ لگانے کے باوجود سویرے اُٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے یعنی سونے سے بیدار ہوتے وقت جو دُعا پڑھی جاتی ہے وہی دُعا پڑھتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو تینوں گرہوں میں سے ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرنے لگتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب نماز پڑھتا ہے چاہے تہجد کی نماز پڑھتا ہو یا فجر کی سُنت تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر نشاط اور چستی کی حالت میں صبح کر سکتا ہے۔ اور نشاط کی حالت میں بڑے آرام اور راحت کیساتھ صبح کو چلتا پھرتا ہے اور جو شخص بے فکری سے لیٹ جاتا ہے۔ اگرچہ نماز کا پابند کیوں نہ ہو اس کی گُدی پر تین گرہ لگ جانیکے بعد جب بدن کے جوڑوں میں بندش محسوس ہوتی ہے تو اپنے آپ کو بیمار جیسا سمجھ کر پڑا رہتا ہے اور شیطان تھپکی لگا کر اس سے کہتا ہے ابھی لمبی رات ہے سونے کا وقت کافی ہے سوتے رہیئے اس حالت میں فجر کی نماز جماعت سے چھوٹ جائے پھر بھی سوتا رہے تو شیطان کی لگائی ہوئی گرہ اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ بالآخر فجر کی نماز کا وقت بھی نکل جائے اور سُورج بھی طلوع ہو جائے تو شیطان اپنے کام میں کامیاب ہو کر بڑا خوش ہو جاتا ہے کہ فجر کی نماز چھوڑوا دی۔ اب جو تینوں گرہ لگائی گئی تھیں تینوں میں سے ایک بھی نہیں کھلی۔ اسکے بعد جو اُٹھتا ہے تو کسل اور سُستی کا یہ عالم ہوتا ہے گویا کہ بیمار ہے۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ شیطان نے جو گرہ لگائی تھی وہ کھل نہیں پائی۔ انسان کو اسکا پورا پورا تجربہ ہے کہ ایک شخص نمازی ہے اور وہ سُنت طریقے سے سویرے اُٹھ جاتا ہے۔ بیدار ہوتے

وقت دُعاء پڑھتا ہے پھر وضو کرتا ہے پھر تہجّد یا جماعت سے پہلے فجر کی سُنّت پڑھتا ہے تو تینوں گرہ کُھل جانے کی وجہ سے نشاط کی حالت میں صبح کرتا ہے پھر وہی شخص اگر کسی دن سویرے نہیں اُٹھتا ہے اور غفلت کی حالت میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر کی جماعت چھوٹ جائے یا سُورج نکل کر فجر کی نماز قضا ہو جائے اسکے بعد اُٹھتا ہے تو اُسے ایسا محسوس ہوگا گویا کہ اسکے بدن میں عجیب و غریب بندش ہے اور کسل اور سُستی کا عالم ایسا ہے جیسا کہ بیمار ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ سُنّت طریقہ سے سویرے نہیں اُٹھتا ہے۔ پھر گھنٹوں تک طبیعت نہیں کُھلتی ہے اسکا تجربہ ہر انسان کو ہے یہ صرف اسوجہ سے ہے کہ شیطان کے گِھراؤ میں آتے میں خود ہی شیطان کی مدد کی ہے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان تم میں سے کسی کے سَر کی طرف سے گُدّی پر تین گرہ لگاتا ہے جب وہ سوتا ہے پھر گرہ پر تھپکی مارتا ہوا کہتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے سوتے رہیئے۔ پھر اگر سویرے بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کُھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری کُھل جاتی ہے پھر جب نماز شروع کرتا ہے تو تیسری گرہ کُھل جاتی ہے پھر وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ طبیعت میں نشاط اور صحت کے ساتھ خوشی ہوتی ہے ورنہ اس حالت میں

النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔ (بخاری شریف ۱/۱۵۳، حدیث ۱۱۳۱، ۱/۴۶۳ حدیث ۳۱۶۴)

صبح کریگا کہ کسل اور سستی کی حالت میں جی متلاتے ہوئے طبیعت بھاری ہو جائے گی ۔

انسان کے کان میں کیسے پیشاب کرتا ہے؟

ایک حدیث شریف میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جو شخص صبح کو اسطرح سوتا پڑا رہے کہ فجر کی جماعت ترک ہو جائے تو شیطان اسکے کان میں جا کر کے پیشاب کر دیتا ہے۔ پھر کیا حال ہوتا ہے، ہر انسان جانتا ہے کہ فجر کی جماعت ترک کرنے والوں کا دل خوش نہیں رہتا۔ صبح کو انہیں کبھی نشاط نصیب نہیں ہوتا۔ جو لوگ صبح کو دیر میں اُٹھنے والے ہوتے ہیں ان کو جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں انمیں سے اکثر و بیشتر میں شیطان کے اثرات کا دخل ہوتا ہے کوئی پیسہ والا آدمی شبہ اور تشویش میں مبتلا ہو کر کبھی اپنا چیک اپ بھی کرا لیتا ہے حالانکہ یہاں چیک اپ کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ شیطان کے اثرات کیوجہ سے طبیعت میں بھاری پن آجاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَازَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَاقَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ۔ (بخاری شریف ۱/۱۵۳ حدیث ۱۱۳۲، ۱/۴۶۳ حدیث ۳۱۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا اسمیں کہا گیا کہ فلاں صبح تک سوتا رہا فجر کی نماز میں نہیں آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اسکے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

انسان کی ناک میں کیسے رات گذارتا ہے؟

ایک حدیث شریف میں اسکی تاکید آئی ہے کہ جب سویرے بیدار ہو کر وضو کیا جائے تو تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر ضرور جھاڑ لیا کریں اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان کے ناک کے بانسے میں جا کر رات گذارتا ہے پھر اسمیں پیشاب پاخانہ اور غلاظت کرتا ہے اور جب سونیکے بعد انسان اُٹھتا ہے تو ناک کے اندر میل کچیل بھرے ہوئے ملتے ہیں اسمیں شیطان کی غلاظت کے اثرات ہوتے ہیں جب وضو میں ناک اچھی طرح جھاڑ لی جائے گی تو شیطان کے اثرات صاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَنَامِهٖ فَتَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَبِیْتُ عَلٰی خَیْشُوْمِهٖ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے سونے سے بیدار ہو جائے پھر وضو کرنے لگے تو ضرور تین مرتبہ ناک جھاڑلیں اسلئے کہ شیطان اسکے ناک کے بانسے میں جا کر رات گذارتا ہے۔

(بخاری شریف ۱/۴۶۵ حدیث ۳۱۸۹)

شیطان کی چلت پھرت کا وقت کب؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب سورج غروب ہو کر رات شروع ہو جائے اور معمولی اندھیرے کا سلسلہ شروع ہو جائے تو شیاطین اور سرکش جناتوں کی آمد و رفت اور چلت پھرت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے جسمیں شیاطین ہر طرف منتشر ہو جاتے ہیں ایسے موقع پر چلتے پھرتے شیطان اور سرکش جنات چھوٹے بچوں اور عورتوں کو اور جانوروں کو نقصان پہنچاتے ہیں اسلئے آقائے نامدار علیہ السلام نے امت کی شفقت کیلئے فرمایا کہ سورج غروب ہونیکے

بعد تھوڑی دیر کیلئے چھوٹے بچوں اور جانوروں کو آنے جانے کے راستے اور گلی کوچوں میں نہ چھوڑے اسیطرح حاملہ عورت کی آمد و رفت بھی ایسے اوقات میں نہیں ہونی چاہیئے۔ شیطان کا کام انسان کو ہر طرح سے ایمانی اور جسمانی نقصان پہنچانا ہے۔ اسلئے احتیاط کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سورج غروب ہونیکے بعد تھوڑی دیر کیلئے احتیاط کے طور پر توقف کر لیا جائے تو پھر اسکے بعد بچے، عورت اور جانوروں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو جائے تو کچھ نقصان نہیں ہے۔ تفصیل نووی ۲/۱۷۱ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ نیز حضرت سید الکونین علیہ السلام نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ رات کو سوتے وقت گھر کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کر دیا جائے پھر شیطان نہیں کھول سکتا۔ پھر برتنوں اور مشکیزوں کو بسم اللہ پڑھکر ڈھک دیا جائے پھر شیطان نہیں کھول سکتا۔ اور سوتے وقت چراغ بجھا دیا جائے اسلئے کہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بے خبری میں کہیں آگ لگ جائے۔ نیز پرانے زمانے میں سرسوں کے تیل وغیرہ سے چراغ جلایا جاتا تھا بسا اوقات چوہیاں بتی میں منہ ڈالدیتی ہیں اس سے آگ منتشر ہو کر گھر میں آگ لگ سکتی ہے۔ اسلئے آقائے نامدار علیہ السلام نے چراغ بجھا کر سونے کی ھدایت فرمائی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ اَوْقَالَ كَانَ جنح اللَّيل فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوهُمْ وَاَغْلِقْ بَابَكَ

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج غروب ہو کر رات شروع ہو جائے تو بچوں کو چلنے پھرنے سے روک لو اسلئے کہ شیاطین ہر طرف منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر جب رات کا کچھ حصہ گذر جائے تو پابندی چھوڑ دو اور اپنے گھر کا دروازہ بسم اللہ پڑھکر بند کر دو اور اپنا چراغ بسم اللہ پڑھکر بجھا دو اور اپنے

وَاذْكُرِاسْمَ اللّٰهِ وَاَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِاسْمَ اللّٰهِ وَاَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِاسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرْ اِنَاءَكَ وَاذْكُرِاسْمَ اللّٰهِ۔

مشکیزہ اور پانی کے برتن کو بسم اللہ پڑھکر ڈھک دو اور اپنے کھانیکے برتنوں کو بسم اللہ پڑھکر پلٹ کر رکھدو۔

(بخاری شریف ۱/۴۶۳ حدیث ۳۱۷۴ مسلم شریف ۲/۱۷۰)

اور مسلم شریف میں بھی اس مضمون کی کئی روایتیں ہیں اسمیں بچّوں کے ساتھ مویشی اور جانوروں کی حفاظت کی بھی ہدایت مروی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُرْسِلُوْا مَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْبَعِثُ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ۔

(مسلم شریف ۲/۱۷۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مت بھیجو اپنے مویشی (جانوروں) اور اپنے بچّوں کو جب سُورج غروب ہو جائے یہاں تک کہ رات کے اندھیرے کا کچھ حصہ گذر جائے اسلئے کہ شیاطین جس وقت سُورج غروب ہو جاتا ہے ہر طرف پھیل جاتے ہیں یہاں تک کہ رات کے اندھیرے کا کچھ حصّہ گذر جائے۔

حضرت عمرؓ کے راستہ سے شیطان کیسے بھاگتا تھا؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان ویقین کا اتنا بلند مقام عطا فرمایا تھا کہ ہر ابلیس ہر شاطر ہر فتّین حضرت عمرؓ سے ڈرا کرتے تھے۔ ہر وقت حضرت عمرؓ کے خوف وہراس میں رہا کرتے تھے شیاطین ہر راستے اور ہر گلی کوچہ میں تا کا کرتے تھے کہ کہیں ادھر سے عمرؓ تو نہیں آرہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ جس راستہ سے عمرؓ گذرتے ہیں اس پر سے

شیطان نہیں گذرتا۔ بخاری شریف میں ایک لمبی حدیث شریف تین مقامات میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضؓ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں قریش کی کچھ عورتیں بیٹھ کر زور زور سے باتیں کر رہی تھیں، اسی اثناء میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور جونہی حضرت عمرؓ اندر تشریف لائے تو تمام عورتیں جلدی جلدی دوڑ دوڑ کر پردے میں چلی گئیں۔ اور بالکل خاموش ہوگئیں یہ منظر دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔ تو حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر حضورؐ نے فرمایا کہ میں اسلئے ہنس رہا ہوں کہ عورتیں میرے سامنے نڈر ہو کر باتیں کر رہی تھیں، اور جونہی تمہاری آواز سُنی تو پردے کے اندر گھس گئیں۔ اور بالکل خاموشی اختیار کرلی تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے اپنی جان کی دُشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت تمہارے اندر نہیں ہے تو عورتوں نے جواب دیا کہ اے عمرؓ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت گیر ہو اسلئے تم سے ڈر لگتا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ جس راستہ سے تمہارا گذر ہوتا ہے، اُدھر سے شیطان گذر نہیں سکتا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے۔ اسلئے آخر کا مختصر ٹکڑا نقل کردیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَالَقِیَکَ الشَّیْطَانُ قَطُّ سَالِکًا فَجًّا اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ۔

(بخاری شریف ۱/۶۵۲، حدیث ۳۱۸۸، ۱/۵۲۰ حدیث ۳۵۵۱)

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اے عمرؓ تم سے کبھی بھی شیطان کسی راستے میں چلتا ہوا تمہارے سامنے نہیں آتا مگر تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتا ہے۔

اجنبی عورت کیساتھ تنہائی میں شیطان کی مُداخلت کیسے ہوتی ہے؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ کسی مَرد کا اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا اور آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرنا نہایت خطرناک اور دونوں کے گناہِ عظیم میں مبتلا ہونیکا سخت خطرہ ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے قسم کھاکر فرمایا کہ جب بھی کوئی مَرد کسی اجنبی عورت کیساتھ تنہائی اختیار کریگا توان دونوں کے درمیان شیطان کی مُداخلت ضرور ہوتی ہے۔ اور یہ بات دنیا کے ہر انسان کو معلوم ہے کہ مٹی اور کیچڑ میں لت پت خنزیر کیساتھ کسی کا بدن لگ جانا یا ٹکرا جانا نا قابلِ بَرداشت نفرت کی چیز ہے۔ مگر آقاؐ نے فرمایا کہ اجنبی اور نامحرم عورت کے مونڈھے سے کسی مَرد کے مونڈھے کا لگ جانا مٹی اور کیچڑ میں لت پت خنزیر سے لگنے اور ٹکرانے سے زیادہ گندی اور سخت نفرت کی چیز ہے۔ لیکن ابلیس کا کام انسان کو بہلا پُھسلا کر کسی بھی حیلے سے گندی چیز میں مبتلاء کردینا ہے۔ اسی وجہ سے جب کوئی مَرد کسی اجنبی عورت کیساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو اتنی خطرناک اور گندی چیز شیطان کی مُداخلت کی وجہ سے اچھی لگتی ہے۔ اور دونوں دلچسپی کے ساتھ گندی اور ناپاک حرکت میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے ۔ کہ شیطان نے اللہ سے نوؔ چیزوں کی مانگ کی تھی انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیطان کے شکار کا ذریعہ مَردوں کیلئے عورتیں ہیں۔ اسی طرح اسکے برعکس عورتوں کے لئے مَرد ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْخَلْوَۃَ بِالنِّسَاءِ	حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو عورتوں

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَاخَلَا رَجُلٌ وَامْرَأَۃٌ اِلَّا دَخَلَ الشَّیْطَانُ بَیْنَہُمَا وَلَیَزْحَمُ رَجُلٌ خِنْزِیْرًا مُتَلَطِّخًا بِطِیْنٍ اَوْحَمَأَۃٍ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَزْحَمَ مَنْکِبَہٗ اِمْرَأَۃٌ لَاتَحِلُّ لَہٗ۔

(المعجم الکبیر ۲۰۵/۸ حدیث ۷۸۳۰، مجمع الزوائد ۳۲۶/۴)

کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے بچاؤ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی مرد اور عورت آپس میں تنہائی اختیار نہیں کریں گے مگر ان دونوں کے درمیان میں شیطان ضرور داخل ہوگا۔ اور یقیناً آدمی کا مٹی اور کیچڑ میں لت پت خنزیر سے ٹکر کھانا اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ اس کا مونڈھا کسی ایسی عورت کے مونڈھے کے ساتھ ٹکرا جائے جو اس کیلئے حلال نہیں ہے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث شریف دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُہُمَا الشَّیْطَانُ۔

(ترمذی ۳۹/۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ۔ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہیں کرے گا مگر ان دونوں کے ساتھ تیسرا ضرور شیطان ہوتا ہے۔

ایک حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دفعہ

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے پاس جاکر اپنی ضرورت پوری فرمائی پھر مسجد نبوی میں تشریف لاکر صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں ہی جایا کرتی ہے۔ جب بھی کسی مَرد کی نگاہ کسی عورت پر پڑتی ہے تو مَرد کے دل کے اندر نفسانی خواہش کیساتھ ساتھ نفسانی حرص بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جس شخص کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آجائے وہ اپنی بیوی کے پاس جاکر اپنی ضرورت پوری کرے، جب آدمی اپنی بیوی کے پاس جاکر اپنی ضرورت پوری کرے گا تو شیطان نامُراد اور ذلیل ہو کر واپس ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى اِمْرَأَةً فَاَتٰى اِمْرَأَتَهٗ زَيْنَبَ وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيْئَةً لَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اس وقت حضرت زینبؓ ایک کھال کی دباغت دے رہی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس جاکر اپنی ضرورت پوری فرمائی۔ پھر اس کے بعد صحابۂ کرامؓ کی طرف تشریف لیجاکر فرمایا بیشک عورت

فَاِذَا اَبْصَرَ اَحَدُكُمْ اِمْرَأَةً فَلْيَأْتِ اَهْلَهٗ فَاِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِيْ نَفْسِهٖ۔

(مسلم شریف ۱/۴۴۹، المعجم الکبیر ۲۴/۵۰، حدیث ۱۳۲، المعجم الاوسط ۲/۲۹ حدیث ۲۳۸۵)

شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھ لے تو چاہیئے کہ اپنی بیوی کے پاس جاکر اپنی ضرورت پوری کرے اس لئے کہ اس سے وہ خطرہ دُور ہوجاتا ہے جو دِل کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

غسل خانہ میں شیطان سے کیسے بچیں؟

ما قبل میں ایک حدیث شریف نقل کی گئی تھی جس میں اس بات کا ذِکر ہے ، کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے نوٗ چیزوں کی مانگ کی تھی۔ ان میں پہلی مانگ یہ تھی کہ اے اللہ میرے لئے کوئی مخصوص گھر مقرر کردیں تو اللہ کی طرف سے یہ جواب ملا تھا کہ تیرا گھر حمّام اور غسل خانہ ہے۔ اس لئے شیطان غسل خانوں اور بیتُ الخلاؤں میں کثرت کے ساتھ رہتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ شیاطین اور سرکش جنّات کے رہنے کی جگہ بیت الخلاء ہے' اس لئے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت مخصوص دُعا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔ اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ غسل خانہ بھی شیطان اور سرکش جنّات کے رہنے کی جگہ ہے۔ اسلئے بے شمار واقعات ایسے پیش آچکے ہیں کہ غسل خانہ میں داخل ہونے کے بعد وہیں سے آدمی کو مُردہ نِکالا گیا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ انصارِ مدینہ میں سے قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں ان کا بہت بڑا مقام تھا، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ملک شام منتقل ہو گئے تھے۔ اور ملک شام میں ایک مقام ہے "حوران" اسی میں انہوں نے قیام فرمالیا۔ ان کی وفات کا عجیب عبرتناک واقعہ ہے۔ کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے غسل خانہ میں داخل ہوگئے پھر نہیں نکلے۔ تو لوگوں نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ غسل خانہ ہی میں ان کی موت واقع ہوگئی۔ اور اسی میں ان کی نعش پڑی ہوئی ملی۔ اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ جس دن ملکِ شام میں ان کی وفات کا یہ حادثہ پیش آیا تھا اسی دن مدینۃ المنورہ کے ایک کنویں میں سے زور کی آواز کے ساتھ اشعار میں یہ الفاظ سنائی دے رہے تھے:

قتلنا سيّد الخزرج سعدَ بن عبادة ❊ رميناه بسهم فلم نخط فؤاده

(ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا، اور ہم نے ان کو ایک تیر سے مارا ہے پس ہم نے ان کے دل کو ٹھکانہ بنانے میں خطا نہیں کی ہے۔)

اور ان اشعار کے سنتے وقت اِدھر اُدھر خوب دیکھا گیا مگر کوئی نظر نہیں آیا۔ اور نظر نہ آنے کی وجہ یہی تھی کہ ان اشعار کا پڑھنے والا سرکش جن ہی تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۲/۲۰۶م الاستیعاب ۲/۱۶۴، المعجم الکبیر ۶/۱۶ حدیث ۵۳۵۹)

یہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں جن کے ساتھ غسل خانہ میں اتنا بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کے علاوہ دُنیا میں اور بھی بے شمار واقعات غسل خانہ کے اندر ایسے ہی پیش آئے ہیں، اس لئے غسل خانہ میں داخل ہوتے وقت وہی دُعا پڑھی جائے جو بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے، تاکہ ابلیسِ لعین کی شرارت اور سرکش جنات کی خباثت سے حفاظت ہو سکے۔

پیدائش کے وقت سے نقصان پہنچانیکا سلسلہ

جب انسان ماں کے پیٹ سے معصوم بچّہ کی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے تو شیطان مَردود سب سے پہلے پہنچ جاتا ہے اور معصوم اور بے گناہ بچّہ کی کوکھ پر انگلیوں سے کچوکا لگاتا ہے، تو اسلامی شریعت نے ہر چیز کا علاج بیان فرمایا۔ شیطان کو بھگانے کا علاج اذان ہے، اسلئے شریعت کا حکم ہے کہ بچّہ پیدا ہوتے ہی اس کے داہنے کان میں اذان دی جائے اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ اذان دینے سے دو فائدے ہیں۔ ۱۔ بچّہ کے دُنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے اس کے کان میں اللہ کا نام سُنائی دیتا ہے۔ ۲۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شیطان ایسا بھاگتا ہے کہ اس سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہونے لگتی ہے۔ مَردود ایسا بے رحم ہے کہ معصوم بچّہ جو ابھی پیدا ہو رہا ہے اسی کو جاکر نقصان پہنچانے لگتا ہے اور تکلیف دینے لگتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ یَطْعَنُ الشَّیْطَانُ فِیْ جَنْبِهٖ بِاِصْبَعِهٖ حِیْنَ یُوْلَدُ غَیْرَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ ذَهَبَ یَطْعَنُ فَطَعَنَ فِی الْحِجَابِ۔

(بخاری شریف ۱/۴۶۴ حدیث ۳۱۸۰)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدم کے ہر بچہ کی کوکھ میں شیطان اپنی دو انگلیوں سے کچوکا مارتا ہے جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے علاوہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے کہ ان کو کچوکا مارنے لگا تھا لیکن اسکا کچوکا پردے میں پڑ گیا۔

دوسری حدیث شریف کچھ اور وضاحت کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یَمَسُّهُ الشَّیْطٰنُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطٰنِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِهَا۔

(بخاری شریف ۱/۴۸۸ حدیث ۳۳۱۶)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدم کی اولاد میں سے کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا ہے کہ جسکو شیطان نہ پکڑتا ہو جس وقت پیدا ہوتا ہے پھر شیطان کے پکڑ کی وجہ سے بچہ چلا کر روتا ہے، علاوہ حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

شیطان سے حفاظت کیسے ہو؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں بدأ الخلق کے تحت میں ایک باب باندھا ہے "باب صفۃ ابلیس وجنودہ" اس کا معنی یہ ہے کہ ابلیس اور اسکے لشکر اور فوج کی صفت کیا ہے۔ ابلیس کے پاس بڑا لشکر اور فوج موجود ہے جس میں سرکش اور خبیث ترین جنات بھی موجود ہیں۔ اور ابلیس اور اس کی تمام فوج ہر وقت انسان کے پیچھے لگی رہتی ہے، کہ انسان کو جسمانی اور ایمانی دونوں طرح کے نقصانات سے دوچار کر دیا جائے، اس لئے ہمارے آقا خاتم الانبیاء حبیب کبریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ابلیس اور سرکش اور خبیث جنات سے حفاظت کا علاج بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم یہاں پر ابلیس اور شیاطین سے حفاظت کی چند چیزیں بیان کرتے ہیں۔

آیتُ الکُرسی سے حفاظت

بخاری شریف میں ایک لمبی روایت ہے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے موقع پر جو زکوٰۃ کا مال آیا ہوا تھا اس کی حفاظت کے لئے مجھ کو مقرر کر دیا۔ اور زکوٰۃ میں غلّہ بھی آیا، پھل بھی آئے، کھجور بھی آئیں۔ میں اپنی ذمّہ داری ادا کر رہا تھا، اسی اثنا میں ایک شخص آکر غلّہ میں سے مٹھی بھر بھر کر لیجانے لگا، تو میں اُسے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لیجانے لگا تو وہ بڑی لجاجت کے ساتھ آہ وزاری کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں ایک محتاج شخص ہوں میرے بہت سے بال بچے ہیں۔ اور میں سخت ضرورتمند ہوں اسلئے لیا ہوں، تو میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی اور حضورؐ نے مجھ سے کہا: اے ابوہُریرہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا ہوا؟ تو میں نے کہا یا رسُول اللہ وہ بڑا ضرورتمند اور عیالدار ہے۔ اسلئے مجھ کو رحم آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا اس نے آپ سے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر دوبارہ لوٹ کر آئیگا۔ جب میں نے حضورؐ کی یہ بات سنی کہ دوبارہ لوٹ کر آنے والا ہے، تو میں دوسری رات اسکی تاک میں رہا۔ دیکھا کہ وہ آکر غلّہ میں سے مٹھی بھر بھر کر لینے لگا تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب ضرور میں تجھے حضورؐ کے پاس لیجاؤنگا۔ تو پھر اسی طرح لجاجت کے ساتھ کہنے لگا کہ میں فقیر محتاج عیالدار ہوں، اب آئندہ نہیں آؤنگا۔ اس کی لجاجت کی وجہ سے مجھ کو رحم آیا، میں نے اس کو چھوڑ دیا، پھر صبح حضورؐ مجھ سے فرمانے لگے: اے ابوہُریرہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا ہوا؟ تو پھر میں نے کہا کہ مجھے اس کی لجاجت اور آہ وزاری کی وجہ سے رحم آگیا، اور میں نے اُسے چھوڑ دیا تو حضورؐ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے، وہ پھر آئے گا۔

تو تیسری رات میں پھر اس کی تاک میں رہا تو دیکھا واقعۃً وہ پھر آکر غلہ لینے لگا۔ تو میں نے اُسے پھر پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ اور ضرور حضورؐ کے پاس پیش کرونگا۔ اور یہ تیسری بار تیرا جھوٹ ثابت ہوا، اور تو نے ہر بار میں کہا ہے کہ دوبارہ نہیں آؤنگا۔ پھر آگیا تو اس نے کہا آپ مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں آپ کو کچھ ایسے کلمات سکھادوں گا کہ جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ فائدہ پہنچائیگا۔ میں نے کہا وہ کیا چیز ہے۔ تو اس نے کہا کہ جب تم سونے کے لئے بستر پر پہونچ جاؤ تو آیتُ الکرسی پڑھ لو، اور اس نے پوری آیتُ الکرسی پڑھ کر سُنائی، اگر تم آیتُ الکرسی پڑھ کر سوؤ گے تو اللہ کی طرف سے حفاظت کی پوری گارنٹی ہوگی اور صبح تک کبھی تمہارے پاس شیطان نہیں آسکتا۔ جب اس نے مجھے آیتُ الکرسی سے شیطان سے حفاظت کی بات سکھائی تو میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور صبح کو حضورؐ نے مجھ سے پھر پوچھا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا تو میں نے پورا واقعہ بتلادیا اور آیتُ الکرسی کی بات بھی بتادی، تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے کہ اگر آدمی آیتُ الکرسی پڑھ کر سوئیگا تو پوری رات اسکے پاس شیطان نہیں آسکتا، اور اللہ کی طرف سے اس کی نگرانی ہوتی ہے۔ اور جو تمہارے پاس آیا ہے وہ شیطان ہے۔ اور جھوٹا ہے۔ لیکن آیتُ الکرسی کی بات صحیح کہی ہے۔ چنانچہ اس دن سے آیتُ الکُرسی پر عمل کا سلسلہ شروع ہوگیا پھر کبھی شیطان نہیں آیا۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں تین مقامات پر موجود ہے۔ عربی عبارت تقریباً آدھے صفحہ پر مشتمل ہے اس لئے عربی عبارت چھوڑ دی ہے جس کو دیکھنا ہو بخاری شریف ۱/ ۳۱۰ حدیث نمبر ۲۲۵۴ اور ۱/ ۴۶۳ حدیث نمبر ۳۱۶۹ مختصراً البخاری شریف ۲/ ۷۴۹ حدیث نمبر ۴۸۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اور ترمذی شریف میں اسی طرح کی ایک حدیث شریف حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ کے سرمایہ دار لوگوں میں تھے۔ فصل کے موقع پر ایک کوٹھری میں انہوں نے کھجور کا ڈھیر لگا رکھا تھا، تو ایک سرکش جن آکر اس میں سے کھجور لیکر چلا جاتا تھا، تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے اس کی شکایت فرمائی تو آپؐ نے فرمایا: اب جب تم اس کو دیکھ لو تو یہ کہہ دینا بِسْمِ اللّٰہِ اَجِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ میں اللہ کا نام لیتا ہوں تم اللہ کے رسول کو جواب دو۔ یہ کہہ کر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اس کو گرفتار کرلیا، وہ جنیہ تھی، وہ قسم کھانے لگی کہ آئندہ پھر نہیں آؤں گی تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا تو فرمایا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ دوبارہ نہیں آئے گی، تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے وہ دوبارہ لوٹکر آئے گی۔ چنانچہ دوسری مرتبہ ابوایوب انصاریؓ نے اسے پکڑ کر کہا کہ اب میں تجھے حضورؐ کی خدمت میں ضرور لے جاؤنگا، تو اس پر اس جنیہ نے کہا میں تمہیں ایک چیز یاد کرادوں گی پھر تمہارے پاس شیطان کبھی نہیں آئیگا۔ ابوایوبؓ نے کہا بتاؤ، تو اس نے کہا تم اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لیا کرو پھر تمہارے پاس شیطان اور سرکش جنات کبھی نہیں آسکتے۔ پھر صبح کو حضورؐ نے پوچھ لیا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے پورا واقعہ بتلا دیا کہ اس نے حفاظت کا نسخہ بتایا ہے کہ آیت الکرسی پڑھ لی جائے پھر شیطان اور جنات نہیں آسکتے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بات تو اس نے سچ کہی ہے، کہ آیت الکرسی پڑھنے سے شیطان وجنات قریب نہیں آسکتے۔ یہ حدیث پاک کے ترجمہ کا خلاصہ ہے۔ جس کو عربی عبارت دیکھنی ہو وہ ترمذی شریف ۲/ ۱۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سُورۃ المؤمن کی پہلی آیت اور آیۃُ الکُرسی سے حفاظت

ایک حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص آیۃُ الکرسی اور سُورۃ المؤمن کی پہلی آیت صبح کو ایک مرتبہ پڑھیگا تو پورے دن کے لئے شیطان اور سرکش جنات کی شرارتوں اور دوسرے حوادثات سے محفوظ ہوجائے گا، اور اسی طرح شام کو پڑھیگا تو پوری رات صبح تک کے لئے حفاظت ہوجائے گی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ــــــ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْمُؤْمِنِ اِلَی اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ وَاٰیَةَ الْکُرْسِیِّ حِیْنَ یُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰی یُمْسِیَ وَمَنْ قَرَأَهُمَا حِیْنَ یُمْسِیْ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰی یُصْبِحَ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۱۵)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سورۃ المؤمن کے شروع سے الیہ المصیر تک اور آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھے گا تو ان دونوں کے ذریعہ سے اسکی شام تک حفاظت ہوجائیگی۔ اور جو شخص ان دونوں کو شام کو پڑھیگا تو ان دونوں کے ذریعہ سے صبح تک کے لئے حفاظت ہوجائے گی۔

یہاں پر آسانی کے لئے سورۃ المؤمن کی پہلی آیت اور آیۃُ الکرسی مع ترجمہ کے درج کردیتے ہیں تاکہ ناظرین کے لئے آسانی ہوجائے۔

سُورۃ المؤمن کی شروع کی آیتیں

حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ

لفظ حٰمٓ کی مُراد اللہ کو زیادہ معلوم ہے

اَلۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۙ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ۝

(سورۃ مومن آیت ۱ تا ۳)

کتاب کا اُتارنا اللہ کیطرف سے ہے جو زبردست ہے اور ہر شئی کی خبر رکھنے والا، گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنیوالا اور سخت عذاب دینے والا بہت بڑی طاقت والا ہے، اسکے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اسی کیطرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

آیۃ الکرسی

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَمَا خَلۡفَہُمۡ ۚ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ وَلَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا ۚ وَہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ۝

(سورۃ بقرہ آیت ۲۵۵)

اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندہ رہنے والا ہے، وہی ہر شئے کو تھامنے والا ہے، اسکو اُونگھ اور نیند پکڑ نہیں سکتی (وہ ہر قسم کے فتور اور بشری تقاضوں سے پاک ہے) آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اسی کی ہے۔ ایسا کون ہے؟ جو اسکی اجازت کے بغیر اسکے پاس سفارش کر سکتا ہو وہ مخلوق کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر شئی کو جانتا ہے اور مخلوق اسکے علم اور معلومات کی کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ ہاں البتہ جتنا وہ چاہتا ہے اتنا جان سکتی ہے۔ اس کی کرسی اتنی وسیع ہے کہ اس نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو اپنے اندر لے رکھا ہے۔ اور ان دونوں آسمان و زمین کو تھامنا ان کی حفاظت اس پر کوئی گراں نہیں گذرتی۔ وہی عظیم الشان شانِ عالی کا مالک ہے۔

دُعاءِ توحید کے ذریعہ سے حِفاظت

دعائے توحید جس کو چوتھا کلمہ بھی کہا جاتا ہے حدیث پاک میں اس دُعاء کی اس قدر بے مثال فضیلتیں آئی ہیں کہ کسی اور دُعاء کے بارے میں اتنی فضیلت نہیں آئی۔ اور اس دُعاء کا پڑھنے والا شیطان مَردود کی ہر شرارت سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ بخاری شریف میں اس کے متعلق ایک حدیث شریف وارد ہوئی ہے کہ جو شخص دعائے توحید کو سَو مرتبہ پڑھیگا اس کے لئے چار قسم کی بشارتیں ہیں ـــــــ

۱۔ کانت له عدل عشر رقاب : اسکو دس غلام آزاد کرنیکے برابر ثواب ملیگا۔

۲۔ وکتبت لهٗ مِائة حَسَنَة : اس کے لئے سَو نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

۳۔ ومحیت عنه مائة سیّئة : اور اس کے سَو گناہ مٹا دیئے جائیں گے گویا کہ اس نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا ہی نہیں ہے۔

۴۔ وکانت لهٗ حرزًا مِّن الشَّیطانِ یومهٗ ذلك حتیٰ یمسِیَ : اس کیلئے اس دن شیطان مَردود سے مکمل حفاظت ہوجائے گی، اور اس حفاظت کا سلسلہ صبح کو پڑھنے سے شام تک اور شام کو پڑھنے سے صبح تک رہیگا۔

دعائے توحید ملاحظہ فرمائیے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ترجمہ پوری حدیث شریف کے ترجمہ کے ذیل میں آرہا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عِدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ۔

(بخاری شریف ۱/۴۶۵ حدیث ۳۱۸۷)

جو شخص سو مرتبہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی ہمسر نہیں، اسی کیلئے بادشاہت ہے اور اسی کیلئے ہر تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اسکو دس غلام آزاد کرنیکے برابر ثواب ملیگا۔ اور اسکے واسطے سو نیکیاں لکھدی جائیں گی اور اسکے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ اور اسکے واسطے شام تک کیلئے شیطان مردود سے مکمل حفاظت ہوگی۔

ہمبستری کے وقت شیطان سے کیسے بچیں؟

شیطان مردود، ابلیس لعین کا کام انسان کو جڑ سے ختم کرنا ہے، اسلئے ہر ایسے موقع کی تاک میں رہتا ہے جس میں انسان کو بنیادی اور فطری طور پر گمراہ کر سکے۔ جب انسان کا اصلی نطفہ حلال طریقہ سے رحم مادر میں پہنچتا ہے تو ابلیس لعین وہاں پہنچکر نطفہ کو خراب اور گندا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ رحم مادر میں نطفہ کے ساتھ ساتھ مردود شیطان بھی پہنچ جاتا ہے۔ یہ ماں باپ اور بچہ کے لئے نہایت خطرناک اور نقصان کا باعث ہے۔ اسلئے پیغمبر انسانیت نے شیطان کے ہر حملہ سے حفاظت کا نسخہ بتایا ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میاں بیوی ہمبستری کے وقت ذیل میں لکھی ہوئی دعا پڑھیں گے اور اسی ہمبستری سے حمل قرار پا جائے تو شیطان

اس بچہ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دُعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

اللہ کے نام سے یہ کام شروع کرتے ہیں اے اللہ شیطان مَردود سے ہماری حفاظت فرما اور شیطان کو اس چیز سے دُور فرما۔ جو تو ہم کو عطا کریگا۔

یہ دُعا بیوی سے ہمبستری شروع کرتے وقت پڑھنا چاہئے۔ یہ نہ سمجھے کہ اسمیں اللہ کا نام بھی ہے۔ ہمبستری کے وقت کیسے پڑھا جائے؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ ہمبستری شروع کرتے وقت ہی اس دُعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ کسی قسم کا شبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ شیطان اس وقت اس کو پڑھتے وقت بھی تشویش پیدا کر سکتا ہے، اسلئے اپنے دل سے تشویش کی بات نکال دیں۔

پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَرُزِقَا وَلَدًا لَمْ يَضُرُّهُ الشَّيْطَانُ۔

(بخاری شریف ۱/۴۶۳ حدیث ۳۱۶۶ ۱/۴۶۴ حدیث ۳۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ بیشک تم میں سے جو کوئی جب اپنی بیوی کے پاس ہمبستری کیلئے آئے اور یہ کہے کہ اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں اے اللہ تو ہماری شیطان سے حفاظت فرما اور شیطان کو اس چیز سے دُور فرما۔ جو تو ہم کو عطاء کریگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو کوئی بچہ عطا کردے تو شیطان اس بچہ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مصیبت اور صدمہ میں صبر کیسے کریں؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ☆ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (سورہ بقرہ آیۃ ۱۵۳)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ آیت ۱۵۶)

اے ایمان والو! (غم ہلکا کرنے کیلئے) صبر اور نماز کے سہارے سے مدد حاصل کرو بیشک اللہ پاک صبر کرنیوالوں کیساتھ ہے اور یقیناً ہم تمہاری آزمائش کریں گے کسی قدر خوف سے اور کسی قدر فقر و فاقہ سے اور کسی قدر مالی نقصان سے کسی قدر جانی نقصان سے اور پھلوں (پیداوار) کی کمی کے ذریعہ سے۔ اور آپ صبر کرنیوالوں کو بشارت سُنا دیجئے جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے دنیا کو دارالامتحان بنایا ہے۔ اس دُنیا میں مسلمانوں کو طرح طرح کی آزمائشوں اور مصیبتوں سے پرکھا جائیگا ۔ اگر مسلمان دنیا کی ہر مصیبت اور مشقت کے موقع پر صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ کی

طرف سے دُنیا اور آخرت میں آسمانی مَدد کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا کہ ہم تمہیں خاص طور پر پانچ چیزوں کے ذریعے آزمائیں گے۔

۱: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ: یقیناً ہم تمکو خوف وہراس کے ذریعہ سے آزمائیں گے۔ جیسا کہ آج بھی ہر طرف سے مُسلمانوں کو دشمنانِ اسلام کی طرف سے خوف زدہ اور ہراساں کیا جا رہا ہے تو ایسے موقع پر مسلمانوں کو صبر وضبط اور رجوع اِلی اللہ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

۲: وَالْجُوعِ فقر وفاقہ کی مصیبت سے دوچار کیا جائیگا اور فقر وفاقہ کی وجہ سے مسلمانوں کو اللہ کی مَدد سے نا امید نہیں ہونا چاہیئے اگر صبر وضبط سے کام لیا جائے تو اللہ کی طرف سے کبھی بھی مدد آسکتی ہے۔

۳: وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ:۔ مالی نقصان کے ذریعہ سے آزمایا جائیگا۔ آج دنیا کا جائزہ لیکر دیکھا جائے تو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ تجارت اور کاروبار کے اعتبار سے ہر جگہ مسلمان غیر مسلموں کے مقابلہ میں کمزور ہیں یہ مسلمانوں کیساتھ عمومی آزمائش ہے۔ اور انفرادی آزمائش یوں ہے کہ وقت کی روٹی کے محتاج ہیں بہت سے مسلمانوں کے کاروبار کمزور ہو گئے اور بہت سوں کے بند ہو گئے۔ اسطرح کے انفرادی واقعات مسلمانوں کے سَاتھ انفرادی آزمائش ہے اور ایسی آزمائشوں پر صبر وضبط سے کام لینے کا حکم ہے۔ پھر کبھی اللہ کی مَدد ضرور آئے گی۔

۴: وَالْأَنْفُسِ:۔ جانی نقصانات کے ذریعہ سے آزمائش کی جائے گی۔ آج بھی دنیا کا جائزہ لیا جائے تو ہر جگہ مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ ہے اور جانی نقصان میں جانی قربانیاں بھی داخل ہیں۔

اور جانی قربانیوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا امتحان کرتا ہے کہ اس پر مسلمان کہاں تک صبر کرتے ہیں۔

۵ وَالثَّمَرَاتِ باغات اور کھیتی اور دیگر پیداوار میں نقصان کے ذریعہ سے آزمائش کی جائے گی۔ ان آزمائشوں میں مسلمان ایمان پر اور اپنے دین پر کس قدر قائم رہتے ہیں دیکھا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان آزمائشوں میں مسلمان صبر وضبط سے کام لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی خوش خبری کا اعلان ہے۔

مصیبت میں خدا سے مدد کیسے مانگیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں مصیبت کے موقع پر دو چیزوں کے ذریعہ سے اللہ سے مدد مانگنے کا حکم فرمایا۔

۱ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آپڑے تو اللہ کی مدد کیلئے صبر کو سہارا بنائیں۔ صبر کرنے سے اللہ کی مدد کا اعلان ہے۔ اللہ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کہ بیشک اللہ کی مدد صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّلٰوۃِ مصیبت اور صدمہ کے موقع پر رجوع الی اللہ ہی ایسا عمل ہے جو اللہ کو پسند ہے۔ اور رجوع الی اللہ کیلئے سب سے بہترین چیز نماز اور عبادت ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے نماز اور عبادت کے سہارے سے خدا کی مدد کا انتظار کرنیکا حکم فرمایا۔

بلاء ومصیبت میں مؤمن کی مثال عمدہ کھیتی کی طرح

حدیث پاک میں بلاء اور مصیبت اٹھانے میں مؤمنین کی مثال پھلدار درخت

اور عمدہ ترین کھیتی کے ساتھ دی گئی ہے کہ جسطرح پھلدار درخت کو ہر وقت مصیبت اٹھانی پڑتی ہے اسی طرح مؤمن کو بھی مختلف مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ جب پھل آتا ہے تو اسکے بوجھ اُٹھانے کی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے کہ ہر طرف سے پھلوں کا بوجھ منوں اور ٹنوں اُٹھانا پڑتا ہے اور جب تیز ہوا چلتی ہے تو پھلدار درخت پر عجیب مصیبت آتی ہے جو ہر شخص جانتا ہے۔ نیز جس درخت پر کوئی پھل نہیں ہے اُس پر کوئی ڈلا پتھر نہیں مارتا۔ مگر جسمیں پھل ہے اس پر کوئی ڈلا پھینکتا ہے کوئی پتھر پھینکتا ہے کوئی ڈنڈا مارتا ہے کوئی لنگر پھینکتا ہے۔ ہر طرح سے مصیبت ہی مصیبت ہے لیکن اللہ کی مخلوق کو پھلدار درخت سے جو فائدہ پہنچتا ہے دوسرے درختوں سے اسکا ہزارواں حصہ بھی نہیں پہنچتا ہے۔ مگر دیکھئے کہ پھلدار درخت کس قدر قیمتی ہوتا ہے۔ اسی طرح مؤمن کا حال ہے کہ مؤمن کی مثال پھلدار درختوں کی طرح ہے کہ جیسے ہر مخلوق کے نزدیک بے پھل کے درخت کے مقابلہ میں پھلدار درخت زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے نزدیک کافر اور منافق کے مقابلہ میں مؤمن ایسا محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے جیسا کہ پھلدار درخت کا حال ہے۔ اسی طرح مؤمن کی مثال عمدہ ترین تروتازہ کھیت جیسی ہے۔ جس کھیت میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے اسکی بالیوں میں اناج زیادہ ہوتا ہے وہ کھیت زیادہ پسندیدہ اور قیمتی ہوتا ہے لیکن اس کھیت کو طرح طرح کی مصیبتیں بھی جھیلنی پڑتی ہیں۔ جب تیز ہوا چلتی ہے تو کبھی ادھر جھکنا پڑتا ہے اور کبھی اُدھر جھکنا پڑجاتا ہے۔ تو مؤمن کا حال بھی یہی ہے کہ عمدہ ترین کھیتی کیطرح قیمتی ہے تو جسطرح عمدہ کھیت کو طرح طرح کی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے اسی طرح مؤمن کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ اس کے برخلاف کافر اور منافق کی مثال صنوبر کے

درخت کیطرح ہے نہ تیز ہوا کی وجہ سے اسمیں لچک پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی اس پر ڈلا اور پتھر پھینکتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ الزَّرْعِ لَاتَزَالُ الرِّیْحُ تُمِیْلُهٗ وَلَایَزَالُ الْمُؤْمِنُ یُصِیْبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ کَمَثَلِ شَجَرَةِ الْاَرْزِ لَاتَهْتَزُّ حَتّٰی تُسْتَحْصَدَ۔

(مسلم شریف ۲/۳۷۵، ترمذی شریف ۲/۱۱۴ بالفاظ دیگر ۲/۸۴۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی مثال عمدہ ترین کھیت کیطرح ہے جسکو ہر وقت ہوا اِدھر اُدھر جھکاتی پھرتی ہے اور مؤمن پر بھی اسی طرح ہر وقت مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کیطرح ہے جسکو ہوا اِدھر اُدھر مائل نہیں کرتی حتیٰ کہ اُسے کاٹ دیا جائے۔

مؤمن سُرنگ اور بِل میں بھی ایذاء سے محفوظ نہیں

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسروں کی تکلیف اور ایذاء سے بچنے کیلئے بالکل کنارہ کش ہوجاتا ہے تب بھی وہ لوگوں کی ایذاء سے محفوظ نہیں ہوسکتا۔ حتیٰ کہ اگر روئے زمین پر چلنا پھرنا چھوڑ دے اور زمین کے نیچے کوئی سُرنگ بنالے اور پھر اسی میں جاکر چھُپ جاتا ہے تاکہ لوگوں کی ایذاء سے محفوظ رہے یا لومڑی کے بِل میں گھُس جائے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ ایسے لوگ مسلّط کردیگا جو اس کو وہاں جاکر تکلیف پہنچائیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْکَانَ

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مؤمن کسی

اَلْمُؤْمِنُ فِیْ جُحْرٍ لَقَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْہِ مَنْ یُّؤْذِیْہِ۔

(المعجم الاوسط جدید ۶/۲۵۴، حدیث ۸۲۹۲، مجمع الزوائد ۷/۲۸۶)

سُرنگ اور سوراخ میں جاکر محفوظ ہو جاتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس مؤمن کیلئے اس سُوراخ کے اندر بھی ایسے لوگ پیدا کر دیگا جو وہاں جاکر بھی اسکو ایذاء پہنچائیں گے۔

سب سے بڑی مصیبت و بلاء کا شکار کون؟

حدیث میں آیا ہے کہ جو بندہ اللہ کا زیادہ محبوب ہوتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ مصیبت میں زیادہ مبتلاء کرتا ہے اور اللہ کے سب سے پیارے اور محبوب بندے حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام ہیں اسکے بعد حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے نائبین ہیں۔ اور انبیاء کے نائب حضراتِ علماءِ کرام ہوتے ہیں پھر اسکے بعد نیک صالح مؤمن ہوتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ بلاء اور مصیبتوں میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ مبتلاء کرتا ہے۔ سب سے زیادہ اور سب سے بڑی مصیبت اور بلاء حضراتِ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام پر ہوتی ہے پھر اس سے کم درجہ کی مصیبت علماء پر آپڑتی ہے پھر اس سے کم درجہ کی مصیبت صالحین عابدین اور نیک لوگوں پر آتی ہے پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ سلسلہ رہتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جس پر جتنی زیادہ مصیبت آتی ہے اسکو اجر و ثواب اتنا زیادہ ملتا ہے اور جب قیامت کے دن اجر و ثواب دینے کا سلسلہ شروع ہوگا تو سب سے زیادہ خوشی اور مسرت میں اہلِ بلاء ہوں گے لیکن اللہ سے بلاء اور مصیبت کی دُعاء نہیں کرنی چاہیئے بلکہ عافیت اور خیر کی دُعاء کرنی چاہیئے اسلئے کہ ہم بلاء اور آزمائش کے متحمل نہیں ہیں اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُوعَكُ فَوَضَعْتُ یَدَیَّ عَلَیْہِ فَوَجَدْتُ حَرَّہٗ بَیْنَ یَدَیَّ فَوْقَ اللِّحَافِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَشَدَّھَا عَلَیْكَ اِنَّا کَذٰلِكَ یَضعفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَیضعف لَنَا الْاَجْرُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِیَاءُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ اِنْ کَانَ اَحَدُھُمْ لَیُبْتَلٰی بِالْفَقْرِ حَتّٰی مَا یَجِدُ اَحَدُھُمْ اِلَّا الْعَبَاءَۃَ یُحَوِّیْھَا وَاِنْ کَانَ اَحَدُھُمْ لَیَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ کَمَا یَفْرَحُ اَحَدُکُمْ بِالرَّخَاءِ۔

(ابن ماجہ /۲۹۱، الترغیب والترہیب ۱۴۱/۴ بالفاظِ دیگر، شعب الایمان ۱۴۲/۷، حدیث ۹۷۷۴)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے جبکہ آپ سخت بخار میں مبتلا تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا ہاتھ رکھا بخار اتنا شدید تھا کہ میں نے لحاف کے اوپر سے حرارت کی بھاپ محسوس کی۔ پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کو کس قدر بخار ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی ہم لوگوں پر شدید بلاء اور مصیبت آتی ہے، اور ہمارا اجر و ثواب بھی ایسا ہی گونا گوں ہوتا ہے۔ پھر حضرت ابو سعید خدریؓ نے پوچھا یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ بلاء اور مصیبت کا شکار کون ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضراتِ انبیاء ہوتے ہیں پھر پوچھا کہ اسکے بعد کون ہوتے ہیں، تو فرمایا کہ صالحین اور نیک لوگ ہوتے ہیں بیشک انمیں سے کسی کو ایسے فقر و فاقہ میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اپنے پہننے کے عبار اور کرتے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے اور بیشک انمیں سے کوئی قیامت کے دن بلاء اور مصیبت سے ایسا خوش ہوگا جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے

مال اور سرمایہ کے عیش میں خوش ہوتا ہے۔

بلاء ومصیبت سے گناہ جھڑنا

اگر کسی پر بلاء اور مصیبت آپڑے تو وہ خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ اللہ کیطرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ جس بندہ کو گناہوں سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے اسکو اللہ تبارک وتعالیٰ قسم قسم کی مصیبتوں اور بلاؤں سے دوچار کرتا ہے اسمیں جتنا صبر کریگا اتنا اسکا گناہ معاف ہوتا رہیگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُوعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا قَالَ اَجَلْ اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قُلْتُ ذٰلِكَ بِاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ قَالَ اَجَلْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهُ اَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔

(بخاری شریف ۲/۸۴۳ حدیث ۵۴۳۰ بالفاظ دیگر شعب الایمان ۷/۱۴۱ حدیث ۹۷۷۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت بخار میں مبتلاء ہیں۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ آپ سخت ترین بخار میں مبتلاء ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں بیشک میرا بخار تمہارے دو آدمی کے برابر ہے تو میں نے کہا کہ پھر آپ کو دوہرا اجر دیا جائیگا تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوگا پھر آپ نے فرمایا کہ کسی بھی مسلمان کو کوئی ایذاء پہنچ جائے چاہے ایک کانٹے یا اس سے زیادہ کی تکلیف کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس تکلیف کی وجہ سے ضرور اسکا گناہ معاف فرما دیگا اور تکلیف سے گناہ اسطرح جھڑ جاتا ہے جیسا کہ موسم خریف کے زمانہ میں درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں اور وضاحت کیساتھ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب کسی مؤمن کو جسمانی ذہنی یا فکری تکلیف اور پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک الجھن کے بدلہ میں اسکی خطاؤں اور گناہوں کی مغفرت کا اعلان کرتا ہے۔ حدیثِ پاک کے اندر چھ قسم کی تکلیفوں کو گِن کر تبلایا ہے کہ ہر ایک تکلیف سے گناہوں کی معافی کا اعلان ہے۔

۱۔ اَلنَّصَبُ : جسمانی تھکاوٹ کی تکلیف جب مؤمن جسمانی محنت کرتا ہے اور اس سے تھکاوٹ محسوس کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تھکاوٹ کی تکلیف کی وجہ سے اسکا گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

۲۔ اَلْوَصَبُ : بدن میں کوئی درد کی تکلیف ہوتی ہے مثلاً سر میں درد ہے پنڈلی میں درد ہے گھٹنوں میں درد ہے یا پھوڑے پھنسی کی تکلیف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تکلیفوں کیوجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

۳۔ اَلْھَمّ : ذہنی فکر اور الجھن میں مبتلا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بھی مؤمن کا گناہ معاف فرماتا ہے۔

۴۔ اَلْحُزْن : دماغی رنج اور خطرہ لاحق ہو جائے تو اسکو بھی اللہ تعالیٰ مؤمن کے گناہوں کیلئے کفّارہ بناتا ہے۔

۵۔ اَلْاَذٰی : مؤمن کو کہیں سے بھی ایذا پہنچتی ہو اور ستایا جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی گناہوں کیلئے کفّارہ قرار دیتا ہے۔

۶۔ اَلْغَمُّ : ذہنی غم اور کوفت میں مبتلا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی گناہوں کیلئے کفّارہ قرار دیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمُ مِنْ نَّصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَ لَا حَزَنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ ـــــ

(بخاری شریف ۲/۸۴۳ حدیث ۵۴۲۴

مسلم شریف ۲/۳۱۹ ترمذی ۱/۱۹۱)

نے فرمایا کہ مؤمن کو جسمانی تھکاوٹ اور جسمانی تکلیف اور ذہنی فکر اور دماغی رنج اور کسی کیطرف سے ایذار اور ستائے جانے کی تکلیف اور قلبی کوفت اور رنج نہیں پہنچے گا مگر اللہ تعالیٰ انمیں سے ہر چیز کے بدلہ میں اسکے گناہوں کو معاف فرمادیگا حتی کہ وہ کانٹے جو مؤمن کے بدن میں لگتے ہیں اسکی وجہ سے بھی گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں گناہوں کو مٹانے کیساتھ ساتھ درجات بلند ہونے کی بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو ایک تکلیف کی وجہ سے اسکا گناہ بھی معاف فرماتا ہے اور اس کے درجات بھی بلند فرماتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنُ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً ـــــ

(مسلم شریف ۲/۳۱۸)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کسی مؤمن کو کانٹے چبھنے یا اس سے اوپر کی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی مگر اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اسکا ایک گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

کسی کی مصیبت پر خوشی کی مذمّت

حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کی بدترین عادت اور غلط کردار یہ ہے کہ کسی کی مصیبت پر خوش ہوجائے، اور پھر خوشی کا اظہار دوسروں کے سامنے بھی کیا جائے، یہ انسان کی بڑی بدبختی اور محرومی ہے۔ اسلئے کہ جو شخص کسی کی مصیبت اور پریشانی پر خوشی کا اظہار کریگا تو اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دیگا اور خوش ہونے والے اس مصیبت میں مبتلا کردیگا، اسلئے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ کبھی کسی کی پریشانی اور مصیبت پر خوش ہوکر مطمئن نہیں رہنا چاہئے، بلکہ اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ اور جو مصیبت میں مبتلا ہے اُس کے لئے دُعا کرنا چاہیئے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ

(ترمذی ۲/۷۷)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، ورنہ اللہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کریگا اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کردے گا۔

اور ایک دوسری حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر کسی مسلمان بھائی سے کوئی گناہ صادر ہوجائے اور وہ اس گناہ پر نادم ہے، اور اللہ سے توبہ کرلیتا ہے پھر کوئی شخص اسکے گناہ کے عیب کو اُچھالتا ہے، اور اسے اس گناہ پر عار دلاتا ہے، تو عار دلانا خود بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کی سزا دیگا کہ اس شخص کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جبتک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے۔ اسلئے دوسروں کے عیبوں کو دیکھنا اور دوسروں کے عیبوں کو اچھالنا اور دوسروں کی مصیبتوں پر خوش ہونا سخت محرومی اور بدبختی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کو گناہ کرنے پر عار دلاتا ہے اور اسپر عیب لگاتا ہے تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مریگا جبتک خود اس گناہ کے ارتکاب میں مبتلا نہ ہوجائے۔

(ترمذی ۲/۷۷)

یہاں ایسا گناہ مُراد ہے کہ گناہ کرنے والے نے نادم ہوکر گناہ سے توبہ کرلی ہے پھر کوئی دوسرا اُسے اُچھالکر عار دلاتا ہے۔

لوگوں کی ایذار پر صبر کی فضیلت

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان عام لوگوں کے ساتھ مِل جُل کر زندگی گذارتا ہے، اور اس میں لوگوں کی طرح طرح کی مصیبتوں پر صبر کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو عام لوگوں سے الگ ہوکر تنہائی کی زندگی گذارتا ہے اور کسی کی طرف سے ایذار اور تکلیف پر صبر کا اسکو واسطہ نہیں پڑتا ہے۔ اسلئے جن لوگوں کو ماحول میں رہ کر دوسروں کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچتی رہتی ہیں اور صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے رہتے ہیں تو انہیں اللہ کی رحمت اور اسکے یہاں کے عظیم ترین اجر سے نااُمید نہیں ہونا چاہئے۔ انشاء اللہ اونچا مقام حاصل ہونے کا عنقریب وقت آنے والا ہے۔ اسلئے تکلیف اور اذیت کے موقع پر صبر اور تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائش میں مبتلا نہ فرمائے۔ اور سکون وعافیت نصیب فرمائے۔ آمین ــــ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ شَيْخٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابن عمر) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/۷۷)

رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شیخ یعنی ابن عمرؓ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک مسلمان جب عام لوگوں میں مخلوط اور مِل جُل کر رہتا ہو، اور لوگوں کی اذیت اور تکلیف پر صبر کرتا ہو تو وہ اس مسلمان سے بہتر اور افضل ہے جو لوگوں سے نہیں مِلتا، اور ان کی ایذاؤں پر صبر نہیں کرتا ہے۔

کسی کی بے خیالی کے حادثہ پر ہنسنے کی مذمت

عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے خیالی میں ٹھوکر کھاتا ہے یا چلتے چلتے دوسری طرف دیکھنے کی وجہ سے

بے خیالی میں کسی چیز سے ٹکر کھا جاتا ہے یا سواری کے اُوپر سے گر جاتا ہے ۔ یا
سائیکل چلاتے چلاتے خود ہی گِرتا ہے یا اِسکوٹر چلاتے ہوئے خود ہی گِر جاتا ہے
یا راستہ چلتے چلتے پھسل کر گِرتا ہے تو ایسے بے خیالی کے حادثہ پر عام لوگ ہنستے ہیں
اور مذاق اُڑاتے ہیں ۔ حالانکہ ہنسنا اور مذاق اڑانا شرعی
طور پر جائز نہیں ہے ۔ اسی ہنسی اور مذاق میں شیطان کی طرف سے ترغیب ہوتی ہے ۔
حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسے موقع پر بجائے ہنسنے کے افسوس کرنا لازم ہے ۔ اگر
اس سے غلطی سے کوئی ناسمجھی کی بات ہوتی ہے تو اسے محبت کیساتھ سمجھانے کی ضرورت
ہے ۔ اور ایسے حادثہ اور تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسکے گناہ معاف فرمادیتا ہے
اور ہنسنے والے اپنے اُوپر گناہوں کا بوجھ لادتے ہیں ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ دَخَلَ شَبَابٌ
مِّنْ قُرَيْشٍ عَلٰى عَائِشَةَ
وَهِيَ بِمِنًى وَهُمْ يَضْحَكُوْنَ
فَقَالَتْ مَا يُضْحِكُكُمْ قَالُوْا
فُلَانٌ خَرَّ عَلٰى طُنُبِ فُسْطَاطٍ
فَكَادَتْ عُنُقُهٗ اَوْ عَيْنُهٗ اَنْ
تَذْهَبَ قَالَتْ لَا تَضْحَكُوْا
فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُّشَاكُ شَوْكَةً
فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كُتِبَتْ لَهٗ
بِهَا دَرَجَةٌ وَّمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا

حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ قریش کے
نوجوانوں کی ایک جماعت حضرت عائشہؓ کی
خدمت میں زور زور سے ہنستے ہوتے حاضر ہوئی
جس وقت حضرت عائشہؓ منی میں تھیں ان کو ہنستے
ہوئے دیکھکر حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کس چیز کی
وجہ سے تم ہنستے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ فلاں خیمہ
کی رسّی سے پھنسکر گِر پڑا ، جس سے قریب تھا کہ اسکی
گردن ٹوٹ جاتی یا اس کی آنکھ پھوٹ جاتی (یہ
منظر دیکھکر ہنس رہے ہیں) تو حضرت عائشہؓ نے
فرمایا کہ تم مت ہنسو اسلئے کہ میں نے رسُولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ
کسی بھی مؤمن کو کانٹے جیسے یا اس سے زیادہ

(مسلم شریف ۲/۳۱۸، ترمذی ۱/۱۹۱)

کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی مگر اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے اسکا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے ذریعہ سے ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے کہ جو شخص اپنی جان یا مال کے سلسلہ میں مصیبت میں مبتلاء ہو جائے اور اپنی مصیبت کی بات کسی انسان کے سامنے پیش نہیں کرتا اور نہ ہی شکوہ و شکایت کرتا ہے بلکہ اپنی مصیبت و پریشانی کو چھپاتا ہے تو ایسے شخص کے بارہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ پاک اسکی ضرور مغفرت کریگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُصِيْبَ بِمُصِيْبَةٍ فِيْ مَالِهِ أَوْ جَسَدِهِ فَكَتَمَهَا فَلَمْ يَشْكُهَا إِلَى النَّاسِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ۔

(المعجم الکبیر ۱۱/۱۴۸ حدیث ۱۱۴۳۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص جسکو اپنی مالی مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے یا اپنی جسمانی مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے پھر وہ اپنی مصیبت کو چھپاتا ہے اسکی شکایت لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرتا تو اللہ نے اپنے اُوپر اس بات کو لازم کر لیا ہے کہ اللہ پاک ضرور اس کی مغفرت کریگا۔

امتِ محمدیہؐ کیلئے سب سے بڑا حادثہ

اُمتِ محمدیہؐ کیلئے سب سے بڑا دردناک حادثہ اور ناقابلِ فراموش مصیبت حضرت خاتم الانبیاء سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا المناک سانحہ ہے۔ امت کیلئے آپ کی وفات سے بڑھکر کوئی مصیبت اور کوئی حادثہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کیلئے امت کا

ایک ایک فرد اپنی جان سو بار قربان کردے تب بھی کم ہے۔ امت کے ہر فرد کو اپنی جان کے مقابلہ میں آپ کی ذات محبوب۔ لہٰذا ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ جسوقت حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ پیش آیا تھا اسوقت امت پر مصیبت کا کتنا بڑا پہاڑ ٹوٹا ہوگا۔ وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدتِ تکلیف کی وجہ سے بار بار غشی طاری ہورہی تھی، یہ دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بے اختیار یہ الفاظ کہے۔ "وَاکَرْبَ اَبَاہ" "ہائے میرے والد کو کس قدر تکلیف ہورہی ہے" "ہائے میرے باپ کس قدر تکلیف میں مبتلا ہیں" اس پر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تمہارے باپ کو آج کے بعد پھر کبھی تکلیف نہیں ہوگی۔

پیر کے دن صبح کو آپ کو معمولی سا افاقہ معلوم ہوا حضرت ابو بکرؓ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے حجرۂ مبارکہ سے چادر ہٹا کر جھانکا اس سے تمام صحابہ پر ایک عجیب و غریب حرکت پیدا ہوگئی سب کے دلوں پر جو ناامیدی چھائی ہوئی تھی اس پر امید بھر آئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کے ایک کنارے مقام سنح میں ایک شادی کر رکھی تھی کئی روز مسلسل آپ کی تیمارداری میں رہنے کی وجہ سے اس بیوی کی خبر گیری کیلئے نہیں جاسکے۔ آج جب حضورؐ کو روبصحت دیکھنے میں آیا تو آپ سے اجازت لیکر وہاں تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں آپؐ کی وفات کا الم ناک سانحہ پیش آیا۔

فحولِ امت عمر ابن خطابؓ جیسے باہمت سپہ سالار بھی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور منبر پر تشریف لیجا کر زور زور سے کہنے لگے وَاللّٰہِ مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ اللہ کی قسم حضورؐ کی وفات نہیں ہوئی ہے۔ جب یہ المناک سانحہ پیش آیا تو اسکی اطلاع بجلی کیطرح تیز رفتاری سے ہر طرف پہنچ گئی۔ جب حضرت ابو بکرؓ کو معلوم ہوا تو گھوڑے پر سوار ہوکر تیز رفتاری سے پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ کی

گفتگو کا منظر دیکھ کر کچھ نہیں فرمایا۔ اولاً حجرۂ مبارکہ میں تشریف لیجاکر حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے رُخسارِ مبارک کو بوسہ دیا آنکھوں سے زار زار آنسو جاری ہیں۔ فرمانے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، جو موت آپ کے مقدر میں تھی اسکا مزہ آپ نے چکھ لیا ہے۔ اَبْ دوبارہ آپ پر موت نہیں آئیگی۔ پھر مسجد نبوی میں تشریف لیجاکر حضرت عمرؓ سے فرمانے لگے اے قسم کھانیوالے بیٹھ جاؤ مگر حضرت عمرؓ نہیں بیٹھے۔ مسلسل تین مرتبہ فرماتے رہے مگر حضرت عمرؓ نہیں بیٹھے آخر حضرت ابوبکرؓ نے دوسری جانب تشریف لیجاکر اللہ کی حمد وثنا کے بعد اپنی تقریر شروع فرمادی توسب لوگ حضرت عُمرؓ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوگئے اور یہاں سے تقریر شروع فرمائی کہ جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا بیشک وہ وفات پاچکے ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا بیشک وہ زندہ ہے اور قرآنِ پاک کی دو آیت پڑھ کر سُنائی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ آپ کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور ان سب کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کیطرف سے مبعوث کردہ ایک سچّے رسُول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسُول دنیا میں تشریف لے آئے لیکن سب کو موت کا مزہ چکھنا پڑا۔ جونہی حضرت صدیقِ اکبرؓ کی زبان سے حضرت عمرؓ نے مذکورہ آیتیں تلاوت کرتے سُنا۔ ان کی آنکھیں کھُل گئیں۔ منبر سے اُتر کر خود بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوگئے اور تمام صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ کی تقریر سنکر بے اختیار ہچکی لے لے کر زار و قطار رونے لگے اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ واقعی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہم سے جُدا ہو کر پردہ فرماچکے ہیں۔ ابوبکر کی اس تقریر سے جاں نثار صحابہؓ ہوش میں آگئے اسکی تفصیل بخاری شریف ۱/۱۶۶ حدیث ۱۲۲۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ادھر حضرت سیّدہ فاطمہؓ کا کیا حال ہو رہا تھا بیان سے باہر ہے۔ بخاری شریف

اور طبرانی شریف میں عجیب کیفیت کیساتھ حضرت فاطمہؓ کا صدمہ بیان کیا گیا ہے۔ جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہؓ کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا اَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ (بخاری شریف ۱/ ۶۴۱)

ہائے میرے والد جنہوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا ہے۔ ہائے میرے ابا جان جنکا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ ہائے میرے مشفق والد جبرئیل امین علیہ السلام کے سامنے جنکی وفات پر ہم گریہ وزاری کرتے ہیں۔

جب حضرات صحابہ آقائے نامدار علیہ السلام کی قبر مبارک پر مٹی دیکر فارغ ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے بے ساختہ فرمایا کہ اے انسؓ! تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ تم اپنے ہی ہاتھوں سے حضرت سرکار دو عالم سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مٹی ڈال دی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا اَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاهُ۔ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت بڑھ گئی تو شدت تکلیف سے بار بار غشی کی بے ہوشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ ہائے میرے ابا جان کس قدر تکلیف میں مبتلا ہیں تو آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ پھر جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہؓ نے بے اختیار کہا ہائے میرے ابا جان جنہوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول فرمایا ہے۔ ہائے میرے والد

نَعَاهُ ۔ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ يَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ۔

(بخاری شریف ۲/۶۴۱ حدیث ۴۴۶۲)

(المعجم الکبیر ۲۲/۴۱۷ حدیث ۱۰۲۹-۱۰۳۱)

جنکا ٹھکانا جنت الفردوس ہے۔ ہائے میرے مشفق باپ جبرئیل علیہ السلام کے سامنے جنکی وفات پر ہم گریہ وزاری کررہے ہیں پھر جب آپکو دفن کردیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے خادمِ رسُول حضرت انسؓ سے فرمایا کہ اے صحابہؓ کی جماعت تمہارے دِلوں نے یہ کیسے گوارا کیا ہے کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالدی ۔

اس کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبر مبارک پر تشریف لیجا کر مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی پر رکھی اور اسے سونگھا اسکے بعد پھر یہ اشعار پڑھے ۔

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ ؛ اَنْ لَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَىَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا ؛ صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

ترجمہ : حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی سونگھنے والا اگر مصیبت کی بیہوشی میں کھو کر پھر عمر بھر کچھ سونگھنے کے قابل نہ رہے تو اسمیں حیرت اور تعجب کی بات نہیں اسلئے کہ اس حادثے سے میرے اُوپر مصیبتوں کے جو پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر ایسی مصیبت دِنوں پر آپڑی ہوتی تو وہ اندھیری راتوں میں تبدیل ہوجاتے ۔

(اشرف الوسائل ص/۵۸۷ بحوالہ اللہ سے شرم کیجیے ص/۲۴۸)

المعجم الکبیر ۲۲/۴۱۶ میں ایک لمبی حدیث ہے اسمیں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک بار سرگوشی فرمائی تو حضرت سیّدہ فاطمہؓ رونے لگیں۔ پھر جب دوبارہ سرگوشی فرمائی تو مُسکرا کر ہنسنے لگیں۔ جب حضرت عائشہؓ نے آپکا راز معلوم فرمایا تو حضرت سیّدہؓ نے کہا کہ میں آپؐ کے راز کھولنا نہیں چاہتی۔ پھر آپ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے دوبارہ معلوم کیا۔

تو فرمایا کہ پہلی بار جب سرگوشی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں وفات پا جاؤنگا تو اس پر مجھے رونا آ گیا۔ اور پھر جب دوسری بار سرگوشی ہوئی تو فرمایا کہ میری آل میں سے سب سے پہلے تم ہی وفات پا کر مجھ سے ملاقات کرو گی تو میں مسکرا کر رونے لگی یہ بڑی عبرت کی بات ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کو جب مرنے کی خبر دی گئی تو بجائے غمگین اور رنجیدہ ہونے کے خوش ہو کر مسکرانے لگیں۔ یہ دنیا سے بے تعلقی کی سبق آموز عبرت کا واقعہ ہے۔

صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کی وفات کا سانحہ

حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اخیر عمر میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے ایک صاحبزادہ عطا فرمایا۔ آپؐ کو ان کی پیدائش سے بڑی مسرت وخوشی ہوئی۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام کیساتھ رکھا ہے۔ پھر اس کے بعد دودھ پلانے کیلئے حضرت امّ سیف کے حوالہ کر دیا۔ اور امّ سیف کے یہاں بھٹی چلا کرتی تھی اسلئے کہ ان کے یہاں لوہار کا کام ہوتا تھا۔ کبھی کبھی بھٹی کا دھواں زیادہ نقصان کا باعث بھی ہو جاتا تھا اور حضورؐ وقتاً فوقتاً حضرت امّ سیف کے گھر تشریف لیجایا کرتے تھے پھر حضرت ابراہیمؓ کو پیار کر کے واپس آ جاتے اور کبھی اپنے پاس بلا لیا کرتے تھے۔ اسی میں حضرت ابراہیمؓ کی عمر سولہ یا سترہ مہینے کی ہو گئی لیکن قضائے الٰہی سبقت کر گئی کہ حضرت ابراہیمؓ کی وفات کا وقت آ گیا تو حضورؐ کو جب معلوم ہوا تو آپ دایہ کے گھر پہنچے۔ آپ کیساتھ میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف وغیرہ اکابر صحابہ بھی موجود تھے جب آپ وہاں پہنچے تو اس وقت حضرت ابراہیمؓ نزع کے عالم میں تھے۔ تو آپؐ نے حضرت ابراہیم کو گود میں لے لیا اور بوسہ دیا اور آپؐ ہی کی گود میں حضرت ابراہیمؓ کی روح

پرواز ہوگئی تو آپؐ کی آنکھوں سے زار زار آنسو بہنے لگے تو اس پر حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ تو رونے سے منع فرماتے ہیں آج آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے میں چیخنے چلّانے سے منع کرتا ہوں۔ آنسو جاری ہونے سے منع نہیں کرتا اور آنسوؤں کا جاری ہونا صبر کے خلاف نہیں ہے۔ چیخنا چلّانا صبر کے خلاف ہے۔ چنانچہ کے بعد دیگرے آپؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہنے کا سلسلہ جاری ہوگیا پھر آپ نے فرمایا آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور قلب میں رنج و غم ہے مگر اللہ کی مرضی کے حدود کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے ہیں اسی حدود میں رہ کر رحمت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد ہے۔ اسلئے آپؐ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپؐ نے ان کی وفات پر صبر کی بے نظیر مثال پیش فرمائی اور امت کو تلقین فرمائی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا ممنوع نہیں ہے بلکہ رحمت ہے چیخ و پکار ممنوع ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِىْ سَيْفِ الْقَيْنِ وَ كَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِبْرٰهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا

حضرت انس ابن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے۔ اور وہ حضرت ابراہیمؑ کی دایہ کے شوہر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کو گود میں لیکر بوسہ دیا اور ان کو سونگھا پھر کچھ دنوں کے بعد ہم پھر حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئے اس حال میں کہ حضرت ابراہیمؑ جانکنی کے نزع میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تذرفان فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّہَا رحمہ ثُمَّ اَتْبَعَہَا بِاُخْرٰی فَقَالَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاہِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔

بہہ پڑیں۔ تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے فرمایا یا رسول اللہؐ آپ کیسے رو رہے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا اے ابن عوفؓ بیشک یہ رحمت و شفقت ہے پھر حضورؐ نے دوسرا جملہ فرمایا کہ بیشک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دِل رنج و غم کا شکار ہوتا ہے۔ اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی رہتا ہے اور بیشک اے ابراہیمؓ ہم تمہارے فراق سے غمگین ہیں۔

(بخاری شریف ۱/۱۷۴ حدیث ۱۳۸۹ بالفاظِ دیگر مسلم شریف ۲/۲۵۴)

حضرت زینبؓ کے معصوم بچّہ کی وفات کا واقعہ

حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا ایک معصوم بچّہ نزع کی حالت میں مبتلا ہوگیا تو حضرت زینبؓ نے حضورؐ کو بلا بھیجا تو حضورؐ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ کسی کے ہاتھ یہ کہلا بھیجا کہ زینبؓ کو پہلے میرا اسلام پیش کرو۔ اور یہ کہدو کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے ہم اور ہماری جان سب اللہ کی امانت ہے۔ اللہ کو حق ہے جو چاہے لے لے اور جو چاہے عطا کرے۔ ہر ایک کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے سب کو اسی کا انتظار ہے۔ اور اپنے وقتِ مقررہ پر سب کو جانا ہے۔ اسلئے صبر کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں۔ اگر اللہ سے ثواب کی امّید پر صبر کیا جائے تو اسکا بہت بڑا اجر ہے۔ پھر صاحبزادی حضرت زینبؓ نے اس قاصد کے ہاتھ دوبارہ قسم دیکر بھیجا کہ آپؐ ضرور تشریف لے آئیں تو حضرت زینبؓ کے اِصرار پر حضورؐ تشریف لے گئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت سعد ابن عبادہؓ اور حضرت معاذ ابن جبلؓ اور حضرت ابی ابن کعبؓ

اور حضرت زید ابن ثابتؓ اور ان کے علاوہ اور بھی صحابہؓ کی ایک جماعت تشریف لے گئی۔
جب حضورؐ وہاں پہنچ گئے تو بچہ کو آپؐ کی گود میں رکھدیا۔ اسوقت بچّہ جانکنی کے نزع میں تھا آپ کو بچّہ کی یہ حالت دیکھ کر رحمت وشفقت اُبھر آئی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جب آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونیکا منظر دیکھا گیا تو حضرت سعد ابن عبادہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ یہ کیا ہورہا ہے کہ آپؐ کیسے رو رہے ہیں آپ تو خود رونے سے منع فرماتے ہیں تو اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں آنکھوں سے آنسو جاری ہونے سے منع نہیں کرتا بلکہ چیخ و پُکار سے منع کرتا ہوں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا شفقت ورحمت کی علامت ہے اسلئے یہ اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہونا صبر کے خلاف نہیں ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِ اَنَّ اِبْنًا لِیْ قُبِضَ فَائْتِنَا فَاَرْسَلَ یُقْرِئُ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْہِ تُقْسِمُ عَلَیْہِ لَیَاْتِیَنَّہَا فَقَامَ وَمَعَہٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ

حضرت اُسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپؐ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ بیشک میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے آپ ہمارے یہاں تشریف لے آیئے تو حضورؐ نے ایک آدمی کے ذریعہ سلام کہلوایا اور یہ کہلوایا کہ بیشک اللہ کیلئے وہ ہے جو وہ لے لیتا ہے اور اس کیلئے وہ بھی ہے جو وہ عطا کرتا ہے۔ اور ہر ایک اللہ کے یہاں کیلئے وقتِ مقررہ کے انتظار میں ہے۔ لہٰذا تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔ تو صاحبزادی نے پھر حضورؐ کے پاس قسم دیکر بھیجا کہ آپؐ ضرور تشریف لے آیئے تو حضورؐ جانے

وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ وَنَفْسُہٗ تَتَقَعْقَعُ... فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ فَقَالَ سَعْدٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاھٰذَا قَالَ ھٰذِہٖ رَحْمَۃٌ جَعَلَھَا اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِہٖ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءَ

(بخاری شریف ۱/۱۷۱ حدیث ۱۲۷۰، ۲/۸۴۲ حدیث ۵۴۳۷، ۲/۹۸۴ حدیث ۶۴۰۰)

کیلئے کھڑے ہوگئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت سعد ابن عبادہؓ، معاذ ابن جبلؓ، ابی ابن کعبؓ، زید ابن ثابتؓ اور کچھ افراد چلے تو حضورؐ کی خدمت میں بچہ کو اس حالت میں پیش کیا گیا کہ وہ جانکنی کی حالت میں نزع کا سانس لے رہا تھا تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہؐ یہ کیا ہو رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک رحمت ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قلوب میں داخل فرمایا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحمت اور شفقت والے لوگوں پر رحمت نازل فرماتا ہے۔

چیخ وپکار کی ممانعت

عزیز واقارب کے انتقال اور وفات پر واویلا مچانا، چیخ وپکار کرنا، کپڑا پھاڑنا گریباں چاک کرنا، چہرے پر مارنا اور جاہلوں کیطرح زور زور سے چلّانا سخت منع ہے۔ اس سے میّت کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور زور زور سے رونے سے میّت کے اوپر عذاب ہوتا ہے۔ اسلئے چیخ وپکار سے ہر ایک کو باز رہنا چاہیئے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ۔

(بخاری شریف ۱/۱۷۳ حدیث ۱۲۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنے چہروں پر مارتا ہے اور گریبان چاک کرتا ہے اور جاہلیت کی پکار پکارتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں اس سے زیادہ وضاحت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْهِ۔ الحدیث (بخاری ۱/۱۷۲)

حضرت ابن عمرؓ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میت کو نوحہ چیخ وپکار کرنے سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کیساتھ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو بہنے سے اور دل کے رنج وغم کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا ہے بلکہ چیخ وپکار کی وجہ سے واویلا مچانے کیوجہ سے میت کو عذاب دیتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ چیخ وپکار کرنے والے کو ڈنڈے سے مارتے تھے اور ایسے چیخنے چلاّنے والے کے منہ میں مٹی ڈلواتے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِهٖ اَوْ یُرْحَمُ وَاِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ اَهْلِهٖ عَلَیْهِ وَکَانَ عُمَرُ یَضْرِبُ فِیْهِ بِالْعَصٰی وَیَرْمِیْ بِالْحِجَارَةِ وَیُحْثِیْ بِالتُّرَابِ۔ (بخاری ۱/۱۷۴ حدیث نمبر ۱۲۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کیا تم نے یہ بات نہیں سُنی کہ بیشک اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہنے اور دل کے رنج وغم سے میت کو عذاب نہیں دیتا اور اپنی لسان کیطرف اشارہ کرکے فرمایا، لیکن اس کے ذریعہ عذاب دیا جاتا ہے، یا خیر کی بات کرنے سے رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔ اور بیشک میت کو اسکے گھر والوں کے اس پر آواز سے رونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ چیخ وپکار کیساتھ رونے پر لاٹھی سے مارتے تھے اور پتھر سے مارتے تھے، اور منہ میں مٹی ٹھونس دیا کرتے تھے۔

اہلِ بلاء کی فضیلت

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک دو قسم کے لوگ بہت زیادہ پسندیدہ ہیں اور انکا مقام بھی بہت اونچا ہوگا ۱۔ شہید ۲۔ سخی۔ لیکن جب میدانِ محشر میں اللہ کے دربار میں عدالت قائم ہوگی تو حساب وکتاب کیلئے شہید کی بھی پیشی ہوگی اور سخی کی بھی پیشی ہوگی، اور ان کیلئے بھی حساب وکتاب کے دفاتر پیش ہوں گے۔ پھر اسکے بعد اہلِ بلاء کی پیشی ہوگی، جن کو دنیا کے اندر طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں جھیلنی پڑیں۔ اور انہوں نے ان مصیبتوں پر بے صبری نہیں کی بلکہ صبر وضبط سے کام لیا تھا۔ اور جب اللہ کے دربار میں پیشی ہوگی تو ان کیلئے انصاف کی ترازو قائم کی جائے گی، اور نہ ہی حساب وکتاب کے دفاتر پیش کئے جائیں گے۔ بلکہ بغیر حساب وکتاب کے جنت کے اعلیٰ مقام کا فیصلہ ہوگا۔ پھر اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں جو مصیبتیں جھیلی ہیں ان کا اجر دینے کا سلسلہ جاری ہوجائے۔ چنانچہ اللہ کیطرف سے اجر وثواب کا ایسا دریا بہایا جائیگا کہ انکا اجر دیکھ کر دوسرے لوگ جنہوں نے ان کیطرح دنیا میں مصیبتیں نہیں اٹھائی ہیں، آرزو اور تمنا کریں گے کہ اگر ہمارے جسم کو قینچی سے کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے اور ہم اس پر صبر کرلیتے تو اچھا ہوتا۔ آج ہم اجر وثواب کے اس بے پایاں سمندر سے محروم ہیں جو مصیبت زدہ کو مل رہا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُؤْتَى بِالشَّهِيْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُنْصَبُ لِلْحِسَابِ وَيُؤْتَى

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں شہید کی پیشی ہوگی اسکو حساب وکتاب کیلئے کھڑا کر دیا جائیگا۔ اور صدقہ کرنیوالے

بِالْمُتَصَدِّقِ فَيُنْصَبُ لِلْحِسَابِ ثُمَّ يُؤْتَى بِاَهْلِ الْبَلَاءِ وَلَا يُنْصَبُ لَهُمْ مِيْزَانٌ وَ لَا يُنْشَرُ لَهُمْ دِيْوَانٌ فَيُصَبُّ عَلَيْهِمُ الْاَجْرُ صَبًّا حَتّٰى اَنَّ اَهْلَ الْعَافِيَةِ يَتَمَنَّوْنَ فِي الْمَوْقِفِ اَنَّ اَجْسَادَهُمْ قُرِضَتْ بِالْمَقَارِيْضِ مِنْ حُسْنِ ثَوَابِ اللّٰهِ لَهُمْ۔ (المعجم الكبير ۱۲/۱۸۲ احدیث ۱۲۸۲۹ الترغيب والترهيب للمنذری ۴/۱۴۲)

سخی کی بھی پیشی ہوگی اسکو بھی حساب وکتاب کیلئے کھڑا کر دیا جائیگا پھر اسکے بعد اہلِ بلاء کی پیشی ہوگی اور نہ ان کے حساب وکتاب کے لئے انصاف کی ترازو قائم کی جائے گی اور نہ ہی ان کے نامۂ اعمال کے دفاتر پیش کئے جائیں گے پھر ان کے اوپر اجر و ثواب ایسا بہایا جائیگا حتّٰی کہ اہلِ عافیت محشر میں یہ تمنّا کریں گے کہ کاش انکے جسموں کے کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ اللہ کیطرف سے مصیبت زدوں کو عمدہ ترین ثواب دیئے جانے کی وجہ سے۔

حضرت امّ سلیمؓ کا بے مثال صبر

حضرت ام سلیم بنتِ ملحانؓ دورِ نبوّت کی ان خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنکو آفتابِ نبوّت کیطرف سے بار بار خوش خبری نصیب ہو چکی ہے۔ یہ حضرت انسؓ کی والدہ محترمہ ہیں جب آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہجرت کر کے تشریف لائے تو حضرت ام سلیم حضرت انسؓ کو ساتھ لیکر بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہو کر فرمانے لگیں یا رسُول اللہ آپ کو خدمت کیلئے ہوشیار اور سمجھدار بچے کی ضرورت پڑیگی۔ یہ پیارے انسؓ بہت ہوشیار اور سمجھدار ہیں میں اس کو آپ کی خدمت کیلئے وقف کرتی ہوں۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے حضورؐ کی وفات تک ایسی خدمت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اولاد اور مال کیلئے خاص دُعا دی۔ چنانچہ لوگوں کے باغات میں سال میں ایک بار پھل آتا تھا۔ اور حضرت انسؓ کے باغ میں دو دو فصل آتی تھیں اور حضرت انسؓ کو اللہ نے ایک سو بیس سے زیادہ اولاد

عطا فرمائی۔ (مسند احمد ۳/۳۰۸ حدیث ۱۲۰۷۶، ۳/۱۸۹ حدیث ۱۲۹۸۴) اور حضرت ام سلیمؓ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایک بات کو اپنی زندگی میں داخل فرمالیا کرتی تھیں جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس عورت کے تین نابالغ بچے دُنیا سے گذر جائیں اور ماں باپ صبر کریں تو یہی بچے جہنم سے نجات اور جنت کے درجات کے سبب بنیں گے۔ تو امّ ایمنؓ نے سوال کیا کہ اگر کسی کے دو بچے ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بھی وہ درجہ مل جائیگا۔ پھر ام ایمنؓ نے سوال کیا کہ اگر کسی کا ایک بچہ گذر جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی وہ درجہ عطا فرمائیگا۔ (المعجم الکبیر ۲/۲۴۵، اوسط ۲/۲۴۸۹۷) حضرت ام سلیمؓ نے حضورؐ کے اس ارشاد کو اس یقین کے ساتھ دماغ میں بٹھالیا کہ عورت جیسی کمزور اور نازک طبیعت کے باوجود معصوم بچّہ کی موت پر عجیب و غریب صبر کا نقشہ پیش فرمایا۔ انکا ایک چھوٹا بچّہ تھا وہ سخت مرض میں مبتلاء ہوگیا۔ ان کے شوہر حضرت ابو طلحہ انصاریؓ جب بھی گھر تشریف لاتے تو بچّہ کے حالات معلوم کرتے تھے۔ ایک دن حضرت ابو طلحہؓ گھر سے باہر کہیں تشریف لے گئے تھے اس درمیان میں بچّہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت ام سلیمؓ نے ایسے صبر کا منظر پیش فرمایا کہ انہوں نے بچّہ کو گھر کے ایک کنارے اسطرح لٹادیا کہ گویا بچّہ آرام کی نیند سورہا ہے اور شوہر کے لئے اچھا کھانا تیار فرمایا اور خود بھی صاف ستھرا کپڑا پہن کر تیار بیٹھیں۔ جب حضرت ابو طلحہؓ گھر تشریف لائے تو نہایت ہشاش بشاش ہوکر کے شوہر کے سامنے آئیں۔ اور معمول کے مطابق جب بچّہ کے بارےمیں معلوم کیا گیا تو حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا کہ بچّہ وہ ہے اسکو بالکل سکون ہے۔ ام سلیم کا مطلب یہ تھا کہ اب اسے کوئی تکلیف نہیں۔ اسلئے کہ موت واقع ہونے کے بعد مرض کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ شوہر نے یہ سمجھا کہ بچّہ کو افاقہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ کے ساتھ خوش وخرم رات گذاری اور چونکہ کوئی غم نہیں تھا۔ رات میں

بیوی سے ہمبستر بھی ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو ام سلیمؓ نے کہا کہ جاؤ بچہ کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دو تو اس پر حضرت ابو طلحہؓ چونک پڑے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر پورا واقعہ پیش فرمایا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ام سلیمؓ نے صبر کا عجیب نقشہ پیش کیا پھر حضورؐ نے پوچھا کہ آج کی رات میں تمہارے درمیان ہمبستری ہوئی ہے تو حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا کہ جی ہاں تو حضورؐ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے دن گنتے جاؤ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ اسکا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اسی رات میں ام سلیم حاملہ ہو گئیں اور اس سے اسلام کے مشہور محدث اور فقیہ عبداللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہوتے ہی انکو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے کھجور چبا کر تحنیک فرمائی اور انکا نام عبداللہ رکھا۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں دو جگہ موجود ہے۔ جلد ثانی میں مفصل ہے اور جلد اوّل میں مختصر ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ ابْنٌ لِاَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِي قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ هُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بچہ بیمار ہو گیا پھر اسکا انتقال اس حالت میں ہوا کہ حضرت ابو طلحہؓ باہر کہیں تشریف لے گئے تھے۔ پھر حضرت ابو طلحہؓ واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے تو ام سلیمؓ نے فرمایا کہ وہ پہلے سے زیادہ سکون سے ہے پھر شام کا کھانا لا کر پیش فرمایا تو حضرت ابو طلحہؓ نے کھانا تناول فرمایا۔ پھر بے فکری میں بیوی کیساتھ ہمبستر بھی ہو گئے پھر فراغت کے بعد بیوی نے کہا جاؤ بچے کو دفن کردو

فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ اَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَالَ لِيْ اَبُوْطَلْحَةَ احْفَظْهُ حَتّٰى تَاْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَعَهٗ شَيْءٌ قَالُوْا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَ مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِي الصَّبِيِّ وَحَنَّكَهٗ بِهٖ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ۔

(بخاری شریف ۲/۸۲۲ حدیث نمبر ۵۲۵۸

بخاری شریف ۱/۱۲۸۷)

جب صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ نے حضورؐ کے پاس آکر پوری بات کی اطلاع کر دی حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم نے آج کی رات میں ہمبستری کی ہے، تو حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ جی ہاں، حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کیلئے برکت عطاء فرمائے، پھر ام سلیمؓ سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا کہ آج کی تاریخ کو یاد کرلو یہاں تک کہ تم اسکو حضورؐ کے پاس لیجا کر پیش کر سکو۔ چنانچہ حضورؐ کی خدمت میں بچہ کو لایا گیا۔ اور ساتھ میں ام سلیم نے کچھ کھجور بھی بھیجی۔ حضورؐ نے بچہ کو اپنی گود میں لیکر فرمایا کہ کیا اسکے ساتھ کوئی چیز ہے تو لوگوں نے فرمایا کہ کھجور ہے آپ نے کھجور لیکر چبائی اور بچہ کا منہ پکڑ کر کھجور کو اسکے منہ میں رکھکر تحنیک فرمائی اور بچہ کا نام عبداللہ رکھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو صبر کی تلقین اور تعزیتی خط

حضرت معاذ بن جبلؓ آقائے نامدار علیہ السّلام کیطرف سے مع اہل وعیال تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا اسی اثناء میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس ایک تعزیتی خط لکھوایا اسمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین اور نابالغ بچے کے دنیا سے گذر جانے سے صبر کرنے پر کیا اجرو

ثواب ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تسلی بخش نامۂ مبارک ارسال فرمایا۔ آقائے نامدار علیہ السلام کا یہ خط پوری امت کیلئے درسِ عبرت ہے کہ ہماری اولاد ہمارے اہل و عیال اور ہمارا مال و دولت سب اللہ کی امانت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی امانت جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ ہمارے لئے صبر و شکر کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ جزع فزع کرنے سے مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ ہی اس سے دل کا غم دور ہوتا ہے۔ اسلئے صبر ہی نسخۂ عبرت ہے اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے لہٰذا ہر مسلمان کیلئے ایسے صدمہ کے موقع پر صبر ہی سب سے بہترین چیز ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ مَاتَ اِبْنٌ لَهٗ فَكَتَبَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّعْزِيَةَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّىْ اَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعْظَمَ اللّٰهُ لَكَ الْاَجْرَ وَاَلْهَمَكَ الصَّبْرَ وَرَزَقَنَا وَاِيَّاكَ الشُّكْرَ فَاِنَّ اَنْفُسَنَا وَاَمْوَالَنَا وَاَهْلَنَا مِنْ مَوَاهِبِ اللّٰهِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انکے ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعزیت نامہ لکھوایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معاذ بن جبلؓ کے نام آپ پر سلامتی ہو۔ میں پہلے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں بعد ازاں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمکو اس صدمہ کا اجرِ عظیم دے اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے اور ہم کو اور تمکو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیہ ہیں اور اسکی سونپی ہوئی امانتیں ہیں (اس

الْهَنِيْئَةَ وَعَوَارِيْهِ الْمُسْتَوْدَعَةَ يُمَتِّعُ بِهَا إِلَىٰ أَجَلٍ وَيَقْبِضُهَا إِلَىٰ وَقْتٍ مَعْلُوْمٍ وَإِنَّا نَسْأَلُهُ الشُّكْرَ عَلَىٰ مَا أَعْطَىٰ وَالصَّبْرَ إِذَا ابْتَلَىٰ وَكَانَ ابْنُكَ مِنْ مَوَاهِبِ اللّٰهِ الْهَنِيْئَةِ وَعَوَارِيْهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ مَتَّعَكَ اللّٰهُ بِهِ فِيْ غِبْطَةٍ وَسُرُوْرٍ وَقَبَضَهُ مِنْكَ بِأَجْرٍ كَثِيْرٍ الصَّلٰوةُ وَالرَّحْمَةُ وَالْهُدٰى إِنِ احْتَسَبْتَهُ فَاصْبِرْ وَلَا يُحْبِطْ جَزَعُكَ أَجْرَكَ فَتَنْدَمَ وَاعْلَمْ أَنَّ الْجَزَعَ لَا يَرُدُّ مَيْتًا وَلَا يَدْفَعُ حُزْنًا وَمَا هُوَ نَازِلٌ فَكَانَ قَدْ وَالسَّلَامُ۔

(المعجم الکبیر ۲۰/۱۵۶ حدیث ۳۲۴
المعجم الاوسط ۱/۳۶ جدید ۸۳
المستدرک قدیم ۳/۲۷۳ جدید
۵/۱۹۳۰ حدیث ۵۱۹۳،
مجمع الزوائد ۳/۳)

اصول کے مطابق آپ کا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھا) اللہ تعالیٰ نے جب چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا۔ اور جب چاہا اپنی اس امانت کو تم سے اپنے مقررہ وقت پر واپس لے لیا، اور یقیناً ہم اللہ سے اپنی دی ہوئی نعمت پر شکر کی توفیق کا سوال کرتے ہیں اور صبر کا سوال کرتے ہیں، جب آزمائش میں مبتلا کرے اور آپکا بیٹا بھی اللہ کا مبارک عطیہ اور اسکی سونپی ہوئی امانت ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو اسکے ذریعہ سے خوشی اور عیش کے ساتھ فائدہ اٹھانیکا موقع دیا، اسکو تم سے اجرِ عظیم کے ساتھ اٹھالیا ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش اور اسکی رحمت اور اسکی ھدایت کی تم کو بشارت ہے اگر تم نے ثواب اور رضاءِ الٰہی کی نیت سے صبر کیا، لہٰذا اے معاذ صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع فزع تمہارے اجر کو غارت کردے اور پھر تمہیں ندامت ہو اور یقین رکھو کہ جزع فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے دل کا رنج و غم دور ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم اترتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔

اوّلِ صَدمہ میں صبر کا حکم

جب کسی مسلمان کو اچانک صَدمہ پہنچے تو اسی وقت صبر کا حکم ہے صبر کے شایانِ شان اجر و ثواب اُسوقت مِلتا ہے کہ جب صَدمَہ اولیٰ میں صبر کرلیا جائے۔ ایک دفعہ آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ایک قبر کے پاس سے گذر ہوا۔ تو آپؐ نے دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رورہی ہے تو آپؐ نے اس عورت کو خوفِ خُدا اور صبر کی تلقین کی اس عورت کو معلوم نہیں تھا کہ کہنے والے حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہیں۔ اُس نے غصّے سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کی تمہیں کیا خبر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو کر وہاں سے تشریف لے گئے تو لوگوں نے اس عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی ہے وہ تو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ عورت فوراً آپ کی خدمت میں جاکر معذرت خواہی کرنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصَّبرُ عِندَ الصَّدمۃِ الاُولیٰ کہ صبر کا اعتبار جب ہی ہوتا ہے کہ آدمی شروع ہی کے صدمہ میں صبر کرلیتا ہے یہ حدیث شریف بڑی عبرت کی ہے کہ ہم لوگ شروع میں بے صبری کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور بعد میں صبر کرتے ہیں۔ حالانکہ شروع میں صبر کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ کرے۔ لیکن اگر کہیں صدمہ اور آزمائش کا شکار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِیْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اِتَّقِی اللّٰهَ	حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسی عورت کے پاس سے گذر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر

وَاصْبِرِي قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهٗ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى۔

(بخاری شریف ۱/۱۷۱ حدیث نمبر ۱۲۶۹)

کرو تو عورت نے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ اسلئے کہ جو مصیبت مجھے پہنچی ہے وہ تم کو نہیں پہنچی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس عورت نے آپؐ کو نہیں پہچانا پھر اس سے کہا گیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ عورت آپؐ کے دروازہ پر آئی تو دیکھا کہ آپؐ کے پاس کوئی دربان نہیں ہے۔ عورت نے معذرت کے طور پر کہا کہ میں نے آپؐ کو پہچانا نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر اسی کا نام ہے جو پہلے ہی صدمہ کے وقت میں کیا جاتا ہے۔

فخر و خوش فہمی سے صبر کی بربادی

صبر نہایت پسندیدہ اور محبوب ترین چیز ہے لیکن اگر صبر کرنے کیساتھ ساتھ اس طرح خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ہم نے جیسا صبر کیا ہے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اور دل ہی دل میں اسکے فخر اور خود ستائی ہے تو اس سے صبر کا جو ثواب اللہ کے یہاں جمع ہوتا ہے وہ سب ختم ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ خوش فہمی اور خود پسندی چار قسم کی نیکیوں کیلئے مصیبت بن جاتی ہے۔

۱۔ اَلصَّبْرُ : خوش فہمی اور خود ستائی کی وجہ سے صبر کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

۲۔ اَلتَّوَاضُعُ : اللہ تعالیٰ کو عاجزی و انکساری بہت پسند ہے اور اس کا بہت ثواب ہے لیکن خوش فہمی اور خود پسندی سے اسکا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

۳۔ ذِکْرُ اللّٰہِ : اللہ کا ذکر بھی اللہ کو بہت پسندیدہ ہے اسکا بھی اللہ کے

یہاں بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ مگر خوش فہمی اور خود ستائی کی وجہ سے اسکا ثواب بھی برباد ہوجاتا ہے۔

۴ قِلَّۃُ الشَّیٔ : کفایت شعاری اللہ کو یہ بھی بہت پسند ہے کہ آدمی ہر کام کفایت سے کرے۔ اگر بہت بڑا مالدار ہے فضول خرچی نہیں کرتا کفایت اور سادگی سے خرچ کرتا ہے تو یہ اللہ کو بہت پسندیدہ ہے۔ اور اگر غریب اور تنگدست ہے اور غربت کی زندگی پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کو بہت پسند ہے اور اسکا بھی بڑا اجر وثواب ہے۔ لیکن کفایت شعاری سے اگر خود فہمی اور خود ستائی میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ کے یہاں جو اجر وثواب ہے وہ سب برباد ہوجاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ لَا یُصَبْنَ اِلَّا بِعُجْبٍ اَلصَّبْرُ وَھُوَ اَوَّلُ الْعِبَادَۃِ وَالتَّوَاضُعُ وَذِکْرُ اللّٰہِ وَقِلَّۃُ الشَّیٔ۔ (المعجم الکبیر ۱/۲۵۶، حدیث ۷۴۳، الترغیب والترہیب ۴/۱۳۹، المستدرک للحاکم جدید ۸/۲۸۰۴، حدیث ۷۸۶۳ قال الحاکم ہٰذا الحدیث صحیح الاسناد وفیہ الصمت مقام الصبر)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں پر صرف عجب اور خود پسندی کی وجہ سے مصیبت آتی ہے ۱ صبر اور وہ عبادت کے پہلے مرحلے میں ہے ۲ تواضع اور عاجزی ۳ اللہ کا ذکر ۴ قلۃ الشی یعنی کفایت شعاری۔

صبر کا اجر وثواب

جو شخص مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن گناہوں سے ایسا پاک صاف کرکے اُٹھائیگا جیساکہ معصوم بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِیْ وَصَبَرَ عَلٰی مَا ابْتَلَیْتُہٗ بِہٖ فَاِنَّہٗ یَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِہٖ ذٰلِکَ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ مِنَ الْخَطَایَا۔

(المعجم الاوسط جدید ۲/۲۱۸ حدیث ۴۷۰۹)

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندہ مؤمن کو کسی مصیبت میں مبتلاء کرتا ہوں پھر بھی وہ میری حمد وثنا کرتا ہے اور جس مصیبت پر مبتلاء کیا ہے اس پر صبر کرتا ہے تو وہ اپنے خواب گاہ سے گناہوں سے پاک ہوکر اس دن کی طرح اُٹھے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا ہے۔

سب سے بڑا زاہد کون؟

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ دُنیا کے اندر سب سے بڑا زاھد کون ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زاھد وہ شخص ہے جس نے دنیا سے ایسی بے رغبتی اختیار کرلی ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے ان کو بھی عملاً اپنے اُوپر حرام کرلیتا ہے۔ کبھی استعمال کا ارادہ بھی نہیں کرتا اور وہ اسکو تقویٰ اور ترکِ دُنیا سمجھتا ہے، یا اپنے مال اور دولت کو جہاں چاہے خرچ کردیتا ہے اپنے پاس جمع ہونے نہیں دیتا، تو حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اسطرح حلال چیزوں کو عملاً اپنے اُوپر حرام کرلینا اور اپنے مال ودولت کو ضائع کردینا زھد اور تقویٰ نہیں ہے بلکہ زُھد وتقویٰ یہ ہے کہ اللہ کی حلال کردہ نعمتوں کو استعمال کیا جائے اور اپنے مال ودولت کو موقع ومحل میں خرچ کیا جائے اور پھر اسی حالت میں دو خوبیاں اسکے اندر موجود ہوں۔

۱ لَا تَکُوْنُ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقُ مِمَّا فِیْ یَدِ اللّٰہِ: پہلی خوبی یہ ہے کہ جو کچھ

مال و دولت تمہارے قبضہ و دائرۂ اختیار میں ہو اس پر تمہیں بھروسہ نہ ہو اگر بھروسہ ہو تو صرف اس دولت کے اُوپر ہو جو اللہ کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے۔ اسلئے کہ تمہارے قبضہ میں جو کچھ دولت ہے اس کے زائل ہونے میں صبح سے شام تک بھی نہیں لگ سکتی، کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے۔ اور اللہ کے دائرۂ اختیار میں جو کچھ ہے وہ لازوال نعمت ہے۔ اسی کے اُوپر بھروسہ اور امّید ہو اسلئے کہ جب وہ اپنے لامحدود خزانہ سے دینے پر آتا ہے تو اُس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جب اپنی دی ہوئی دولت لینے پر آتا ہے تو اس پر بھی کوئی رُکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ لہٰذا سب سے بڑا زھد و تقویٰ یہی ہے کہ اپنے مال و دولت پر بھروسہ نہ ہو بلکہ اللہ پر بھروسہ ہو۔

۲۔ وَاَنْ تَكُوْنَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبُ فِيْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ هٰذَا۔ جب تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو اسکے اجر و ثواب کی رغبت میں مستغرق ہو جاؤ اور مزید یہ آرزو کرنے لگو کہ یہ مصیبت لگی رہے اور اس کا ثواب ملتا رہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ اللہ کو یہ دو خوبیاں بہت پسند ہیں کہ انسان اپنے اور اپنے مال پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ اور اللہ کے لامحدود خزانہ پر بھروسہ رکھے۔ اور جب مصیبت آئے تو جزع فزع نہ کرے بلکہ اجر و ثواب کی امّید میں مستغرق ہو جائے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے اندر یہ صفات موجود ہوں اس سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی متقی اور عابد زاھد نہیں ہو سکتا۔ اسلئے مصیبت اور صدمہ کے موقع پر صبر سے کام لیا جائے تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلزَّهَادَةُ

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں زہد و تقویٰ

فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدِکَ اَوْثَقُ بِمَا فِیْ یَدِ اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِھَا اَرْغَبَ فِیْھَا لَوْ اَنَّھَا اُبْقِیَتْ لَکَ۔

(ترمذی شریف ۲/۵۹، الترغیب الترہیب ۴/۱۳۹)

حلال کو حرام کرنیکے ذریعہ سے نہیں ہوتا اور نہ ہی مال ضائع کرنیکے ذریعہ سے ہوتا ہے. لیکن دنیا میں زھد وتقویٰ یہی ہے کہ جو کچھ تمہارے قبضہ اور دائرہ اختیار میں ہے اس پر اتنا بھروسہ نہ ہو جتنا اللہ کے قبضہ کی چیزوں میں ہوتا ہے اور مصیبت کے ثواب کی امّید میں تم ڈوب جاؤ جب تم مصیبت میں مبتلا ہوجاؤ تو مزید ثواب کی امّید میں یہ آرزو ہو کہ وہ مصیبت تمہارے ساتھ باقی رہے ۔

ایک اور حدیث شریف میں زاھد کی پانچ صفتیں بیان کی ہیں ۔

۱ مَنْ لَمْ یَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبِلٰی : ـــــ کہ زاھد وہ شخص ہے جو قبر اور قبر کے اندر کے گوشت پوست گل کر ہڈیاں تک بوسیدہ ہو کر مٹی ہوجانیکو نہیں بھولتا ہے ۔

۲ وَتَرَکَ فَضْلَ زِیْنَۃِ الدُّنْیَا :- دنیا کی زیب وزینت چھوڑ دیتا ہے ۔

۳ وَاٰثَرَ مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی :- ہمیشہ باقی رہنے والی چیزوں کو دنیا کی فنا ہونیوالی چیزوں پر ترجیح دیتا ہے ۔

۴ وَلَمْ یَعُدَّ غَدًا فِیْ اَیَّامِہٖ :- اور اپنی زندگی میں آنیوالے کل کو نہ شمار کرتا ہے اور نہ اس کو کوئی حیثیت دیتا ہے کیا خبر ہے کہ آنیوالا کل اپنی زندگی میں نصیب ہوگا یا نہیں ۔

۵ وَعَدَّ نَفْسَہٗ مِنَ الْمَوْتٰی :- اور اپنے نفس کو مردوں میں شمار کرتا ہے زندگی پر کوئی بھروسہ نہیں رکھتا. ساری امّیدیں آخرت سے متعلق ہیں. دُنیا کی

زندگی اور دنیا کی زیب وزینت پر کوئی آرزو اور بھروسہ نہیں ہے۔ آقاؐ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ صفات موجود ہوں صحیح معنی میں وہی زاھد اور متقی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَزْهَدُ النَّاسِ قَالَ مَنْ لَّمْ يَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبِلٰى وَتَرَكَ فَضْلَ زِيْنَةِ الدُّنْيَا وَاٰثَرَ مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى وَلَمْ يَعُدَّ غَدًا فِىْ اَيَّامِهٖ وَعَدَّ نَفْسَهٗ مِنَ الْمَوْتٰى۔

(الترغیب والترہیب ۴/۷۵)

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سوال کیا کہ یارسول اللہ لوگوں میں سب سے بڑا زاہد کون ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ سب سے بڑا زاھد وہ ہے جو قبر کو نہیں بھولتا ہے اور قبر میں جاکر گوشت پوست گل کر ہڈیاں بوسیدہ ہونیکو نہیں بھولتا ہے۔ اورؔ دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر دیتا ہے۔ اورؔ ہمیشہ باقی رہنے والی چیزوں کو دنیا کی فنا ہونے والی چیزوں پر ترجیح دیتا ہے۔ اورؔ آئندہ کل کو اپنے زندگی کے ایام میں شمار نہیں کرتا ہے۔ اورؔ اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرتا ہے۔

مریض کی عیادت کی فضیلت

اگر کوئی مسلمان مرض میں مبتلا ہو جائے یا مصیبت میں مبتلا ہوجائے تو اس مسلمان کی عیادت اور تسلی کیلئے جانا عظیم فضیلت کا باعث ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو جب تک واپس نہیں آئیگا تو اسوقت تک اسکے بارےمیں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ شخص جنت کے باغات میں سیر کرتا ہے۔ کتنی بڑی خوش خبری ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی عیادت کیلئے جانا جنت کے باغات میں سیر وتفریح کے مُرادف ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَزَلْ فِیْ خُرْفَۃِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو وہ جنت کے باغات میں ہوتا ہے حتیٰ کہ واپس لوٹ آئے۔

(مسلم شریف ۲/ ۳۱۷، ترمذی شریف ۱/ ۱۹۱)

ایک حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کیساتھ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو اس کیلئے ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور جب شام کو جاتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ کا وعدہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ عَادَہٗ عَشِیَّۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ لَہٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّۃِ

(ترمذی شریف ۱/ ۱۹۱، الترغیب والترہیب ۴/ ۱۶۴)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت کیلئے صبح کو نہیں جائیگا مگر شام تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے رحمت کی دعا کریں گے۔ اور اگر شام کو عیادت کو جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ کا اعلان ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں اس کی بھی وضاحت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان مریض کی عیادت کو جاتا ہے یا کسی مسلمان بھائی سے دینی رشتہ اور تعلق کی بنار پر زیارت اور ملاقات کیلئے جاتا ہے تو اللہ کیطرف سے بشارت دینے والے فرشتے اس کو پکاریں گے کہ ہم بشارت دیتے ہیں کہ تمہارا چلنا مبارک ہو. تمہاری زندگی مبارک ہو تم نے جنت میں اپنا ایک مکان بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مریض کی عیادت کرنے والے سے بہت خوش ہوتا ہے اور اس کیلئے جنت میں ایک محل تیار کرتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا نَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتبدات مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔

(ابن ماجہ /۱۰۴، ترمذی شریف ۲/۲۱)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرنے کیلئے جاتا ہے یا کسی مسلمان بھائی سے دینی تعلق کی بنا پر ملاقات کو جاتا ہے تو آسمانوں سے پکارنے والے فرشتے اس طرح پکارتے ہیں کہ تم بہت اچھے آدمی ہو تمہارا کام اچھا ہے تمہارا چلنا مبارک ہو اور تم نے جنت میں اپنی ایک منزل اور ایک مکان تیار کرلیا ہے۔

یہودی بچہ کی عیادت

اسلام سراپا خیر خواہی ہمدردی اور غمخواری کا نام ہے. مسلمانوں کیساتھ خیر خواہی اور غمخواری تو ہوتی ہے لیکن اگر کوئی غیر مسلم تمہارا پڑوسی ہے یا تمہارا نوکر یا خادم ہے اور وہ بیمار ہوجائے تو اسکی عیادت کرنا بھی مسنون ہے. اسلام نے انسانی دنیا کو انسانی ہمدردی اور رواداری سکھائی ہے. حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ بارگاہ میں ایک یہودی بچہ آیا کرتا تھا اور وہ حضورؐ کی خدمت بھی کرتا تھا

جب وہ بچہ بیمار ہوا تو حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام بنفسِ نفیس یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں جاکر اس کی عیادت فرمائی اور اس بچہ کے سر کے قریب جاکر کے فرمایا کہ تمہارا وقت قریب ہے اسلام لے آؤ۔ جب آپؐ نے اسلام کی دعوت پیش فرمائی تو وہ بچّہ اپنے باپ کیطرف دیکھنے لگا تو باپ نے حضورؐ کی اطاعت کیلئے کہدیا اس پر اس بچہ نے اسلام قبول کر لیا تو آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکرادا فرمایا یہ ہمارے لئے درسِ عبرت ہے۔ کہ ہمارے آقاؐ نے یہودی جیسے دشمنوں کی بھی عیادت فرمائی ہے۔ اور اس سے دشمنوں کے دِل نرم ہوگئے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ غُلَامٌ یَهُوْدِیٌّ یَخْدُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ۔

(بخاری شریف ۱/۱۸۱ حدیث نمبر ۱۳۴۰)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ پھر وہ بیمار ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکی عیادت کیلئے پہنچ گئے، آپ نے اسکے سر کے پاس بیٹھکر اسکو اسلام لانے کی دعوت دی تو وہ بچہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا اور اسکا باپ بھی اس کے پاس موجود تھا تو باپ نے کہا (ابو القاسم) کی اطاعت کرو تو اس بچہ نے اسلام قبول کر لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے وہاں سے نکلے کہ ہر تعریف اس اللہ کیلئے جس نے اس بچہ کو جہنم سے بچا لیا ہے۔

عیادت کے آداب و دُعا

مریض کی عیادت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مریض کے پاس پہنچکر اسکو تسلی دیجائے

اور ثات مرتبہ ذیل میں درج کی جانے والی دُعا پڑھے اگر مریض کے مقدر میں شفایابی ہے تو اس دُعا کو ثات مرتبہ پڑھنے سے انشاء اللہ شفایاب ہو جائے گا رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کے موقع پر یہ دُعا پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ۔

(ترمذی شریف ۲/۲۸)

اس اللہ سے سوال کرتا ہوں جو بڑی عظمت والے ہیں اور عظمت والے عرش کے مالک ہیں کہ وہ تم کو شفا دیدیں۔

ایک حدیث شریف میں مریض کی عیادت کے آداب میں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مریض کی اعادت کیلئے مریض کے پاس پہنچ جائے تو اسکو اس طرح تسلی دیجائے کہ ابھی تمہاری زندگی باقی ہے گھبرانیکی ضرورت نہیں۔ اللہ تمہیں صحت عطا فرمائے۔ اس سے مریض کے دل کو تسلی ہوتی ہے اگر اسکی زندگی ہے تو انشاء اللہ اس تسلی سے اسکو فائدہ ہوگا اور اگر زندگی نے ساتھ نہیں دیا ہے تو اسکے کہنے کا کوئی نقصان نہیں ہوگا لیکن مریض کو تسلی ہو جائے گی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُطَيِّبُ نَفْسَهُ۔ (ترمذی شریف ۲/۲۹)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اسکو زندہ رہنے کی امید دلاؤ کیونکہ یہ عمل کسی چیز کو رد تو نہیں کر سکتا (یعنی اسطرح کہنے سے تقدیر الٰہی تو بدل نہیں سکتی) لیکن اسکا جی اس سے خوش ہو جائے گا۔

عیادت کی فضیلت اور نجات کی پانچ چیزیں

جب کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جانا اسلامی فریضہ ہے۔ اور مریض کی عیادت کی فضیلت بھی بے مثال ہے۔ ایک حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک چیز بھی کسی میں پائی جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے بارے میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ اسے ہرگز جہنم میں داخل ہونے نہیں دیگا، اسے ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔

(۱) مَنْ عَادَ مَرِيْضًا: جو شخص کسی مسلمان بھائی کی بیماری میں عیادت کیلئے جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔

(۲) خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ: جو شخص جنازہ کے ساتھ جاتا ہو اس کی بھی ذمہ داری ہے۔

(۳) خَرَجَ غَازِيًا: اللہ کا کلمہ بلند ہونے کے لئے جہاد کے لئے نکلتا ہے اس کی بھی ذمہ داری ہے۔

(۴) دَخَلَ عَلٰى اِمَامِهٖ يُرِيْدُ تَعْزِيْزَهٗ وَتَوْقِيْرَهٗ: جو شخص اپنے پیشوا اور سربراہ کے پاس اس ارادہ سے پہنچتا ہے تاکہ اس کی مدد اور اسکی تعظیم اور توقیر کرے، اور جائز معاملات میں ہر طرح اس کو طاقت پہنچائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی بھی ذمہ داری لیتا ہے۔

(۵) قَعَدَ فِيْ بَيْتِهٖ فَسَلِمَ النَّاسُ مِنْهُ وَسَلِمَ مِنَ النَّاسِ: جو شخص فتنہ کے زمانہ میں اپنے گھر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں سے ملاقات نہیں کرتا ہے۔ لوگ اس کے فتنہ سے محفوظ اور وہ لوگوں کے فتنہ

سے محفوظ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی ذمہ داری لیتا ہے۔ یہ پانچ قسم کے لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ اور رسول کی طرف سے ذمہ داری کا اعلان ہے۔ اور اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری دُنیا اور آخرت دونوں میں ہو سکتی ہے، لہٰذا دُنیا کی پریشانیوں سے محفوظ ہوگا اور آخرت کے فتنوں سے بھی حفاظت ہوگی، اور جو شخص آخرت کے فتنوں سے محفوظ ہوگا لازمی طور پر اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ اس مضمون کی کئی حدیثیں ہیں، کچھ مفصّل ہیں اور کچھ مختصر ہیں۔ ہم یہاں پر ایک مختصر حدیث شریف نقل کر دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مَنْ فَعَلَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللّٰهِ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا أَوْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ أَوْ خَرَجَ غَازِيًا أَوْ دَخَلَ عَلَى إِمَامِهِ يُرِيْدُ تَعْزِيْرَهُ وَتَوْقِيْرَهُ أَوْ قَعَدَ فِي بَيْتِهِ فَسَلِمَ النَّاسُ مِنْهُ وَسَلِمَ مِنَ النَّاسِ۔ (المعجم الکبیر ۲۰/۳۸ حدیث ۵۵، مسند احمد بن حنبل ۵/۲۴۱، بالفاظ دیگر السنن الکبریٰ للبیہقی نسخہ قدیم ۹/۱۶۶ نسخہ جدید ۱۳/۴۸۵ حدیث ۱۹۰۵، مجمع الزوائد ۱۰/۳۰۴)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک پر عمل کریگا اسکی ذمہ داری اللہ تعالیٰ خود اپنے اوپر لیتا ہے (۱) جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے (۲) جو شخص جنازہ کے ساتھ جاتا ہے (۳) جو شخص جہاد کیلئے غازی بن کے جاتا ہے (۴) جو شخص اپنے سربراہ اور پیشوا کے پاس اس ارادہ سے حاضر ہوتا ہے تاکہ اسکی مدد کرے اور اسکی تعظیم و توقیر کرے (۵) جو شخص فتنہ سے بچنے کیلئے اپنے گھر بیٹھ جاتا ہے لوگ اسکے فتنہ سے محفوظ ہوجاتے ہیں اور وہ لوگوں کے فتنہ سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دُعاء

حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی مصیبت میں مبتلا شخص کو دیکھا جائے تو اللہ کی حمد و ثنا اور ایسی مصیبت سے عافیت کی دعاء کرنا مسنون ہے۔ اگر کسی نابینا کو دیکھا جائے یا کسی لنگڑے لُنجے کو دیکھا جائے یا کسی کو ہاتھ پاؤں سے معذور دیکھا جائے یا کسی خطرناک مرض میں مبتلاء شخص کو دیکھا جائے تو اگر ذیل میں درج کی جانے والی دُعاء پڑھی جائے گی تو انشاء اللہ پڑھنے والے کیلئے موت تک اسطرح کی مصیبتوں سے حفاظت ہو جائیگی۔ دُعاء کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

پوری حدیث شریف ملاحظ فرمائیے۔

عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأٰی صَاحِبَ بَلَاءٍ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا اِلَّا عُوْفِیَ مِنْ ذٰلِکَ الْبَلَاءِ کَائِنًا مَا کَانَ مَا عَاشَ۔ (ترمذی ۲۸۱/۱، الترغیب والترہیب ۱۳۸/۴)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو مصیبت میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھے اور دیکھنے کے بعد یہ دُعاء پڑھے تمام حمد و ثنا اللہ تعالی کیلئے جس نے مجھے اس سے محفوظ و مامون رکھا جسمیں تجھے مبتلا کیا اور اپنی مخلوقات میں سے بہتوں پر مجھے فضیلت دی ہے۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ∴ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝

۱۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

موت کے بعد ثواب کا سلسلہ کیسے جاری رہے؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ❖ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَالَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ ۝

(سورۃ شوریٰ آیت ۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اسکی کھیتی میں ترقی دیں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیں گے۔ اور آخرت میں اس کیلئے کوئی حِصّہ نہیں۔

چار قسم کے لوگوں کا اجر موت کے بعد بھی جاری

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ پھر وہ کسی قسم کے عمل کے کرنے پر قادر نہیں ہوتا ہے۔ وہ ہر طرف سے مجبور اور محتاج ہوجاتا ہے۔ لیکن چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے دُنیا سے گذر جانے کے بعد بھی عمل کے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وہ قبروں میں سو رہے ہیں اور یہاں ان کے نیک اعمال کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اور ان کے ثواب کے خزانہ میں مسلسل جمع ہوتا جارہا ہے۔

اور یہ سلسلہ اپنی شرائط کے ساتھ ہمیشہ جاری رہے گا۔ وہ چار قسم کے لوگ حسب ذیل ہیں۔

۱ے مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ: جو شخص سرحدِ اسلام کی حفاظت کی حالت میں مرجاتا ہے، یا دین کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ میں دُنیا سے فوت ہوجاتا ہے، ایسا آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد بھی قیامت تک سرحدِ اسلام کی حفاظت کا ثواب اور دین کی خاطر جہاد کرنے کا ثواب اس کے لئے تسلسل کے ساتھ جاری رہیگا۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص سرحدِ اسلام کی حفاظت کی حالت میں وفات پاجاتا ہے اس کے عمل کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رہتا ہے، اور وہ قیامت تک قبر کے عذاب سے بھی محفوظ ہوجاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ کُلُّ مَیِّتٍ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِہٖ اِلَّا الَّذِیْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یُنْمٰی لَہٗ عَمَلُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَیَاْمَنُ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ۔ الحدیث

(ترمذی شریف ۱/ ۲۹۱)

حضرت فضالہ بن عبیدؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر میّت کا عمل اس کی موت پر ختم ہوجاتا ہے مگر وہ شخص جو سرحدِ اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ کے راستہ میں فوت ہوجائے اسلئے کہ اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہیگا اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہوجائیگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہتے ہوئے سُنا ہے کہ حقیقت میں مجاھد وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

۲۔ مَنْ عَلَّمَ عِلْماً اُجْرِیَ لَہٗ اَجْرُہٗ مَا عُمِلَ بِہٖ[۱]۔ جو شخص علم دین سیکھنے کے بعد پھر علم دین کا درس دیتا رہا۔ یا دینی اصلاحی کتابیں تصنیف کر کے مسلمانوں میں عام کر دیا ہے۔ اور اس کے علوم سے بہت سے مسلمانوں کو علم دین حاصل ہوا ہے۔ پھر اس کے بعد اس علم کے مطابق جتنے لوگ عمل کریں گے ان سب کو اپنے اپنے اعمال کا جو ثواب ملتا رہے گا ان سب کی طرف سے ایک ایک ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہیگا۔ گویا کہ یہ چشمۂ علم ہے۔ اور اس چشمۂ علم کا فیضان جب تک جاری رہے گا اس وقت تک اس کو ثواب پہنچتا رہے گا اور جتنے لوگ عمل کرتے رہیں گے اُن سب کے برابر اسکو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ان سب کے برابر اس کو ثواب ملنے کی وجہ سے انمیں سے کسی کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی جیسا کہ حضرت امام الکبیر مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ نے دار العلوم دیوبند قائم فرمایا۔ اور مُراد آباد میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی قائم فرمایا۔ اور ان دونوں مدرسوں کا حال یہ ہے کہ جب سے یہ مدرسے قائم ہوئے ہیں اس وقت سے ہمیشہ تسلسل کے ساتھ قرآن وحدیث کی ابتدائی تعلیم سے لیکر دورۂ حدیث شریف تک ہمیشہ تعلیم کا سلسلہ جاری رہا ہے اور عالم ہونے کے بعد پھر اسلام کے آخری کورس تکمیلات اور افتاء پڑھ کر ہزارہا علمائے کرام ان دونوں مدرسوں سے محدّث اور مفتی تیار ہوئے ہیں پھر پوری دُنیا میں ان دونوں مدرسوں کا فیض اِسقدر پھیلا ہے، کہ برِصغیر ایشیائے کوچک اور افریقہ اور یورپ اور امریکہ اور کناڈا چین اور جاپان انڈونیشیا اور ملیشیا اور آسٹریلیا تک یہاں کے فضلاء واسطہ در واسطہ پھیلے ہوئے ملیں گے۔

ان سب کے نیک اعمال کا ثواب اور ان سب کے ذریعہ سے جو علوم و اعمال کا سلسلہ جاری ہے انمیں سے ایک ایک کے برابر اجر و ثواب حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کے خزانہ میں بھی جمع ہو رہا ہوگا یہ چشمۂ فیوض ہے جو انشاء اللہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ نیز ان دونوں مدرسوں کے ذریعہ سے ہندوستان، پاکستان بنگلہ دیش، افغانستان اور افریقہ برطانیہ اور امریکہ غرضیکہ پوری دنیا میں مدارسِ اسلامیہ کا ایک ایسا جال پھیلا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایسی امّید ہے کہ یہ جال کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

نیز ان مدارس میں پڑھانے والے محدثین اور فقہاء جیسے حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ اور مولانا عبد العلی میرٹھی، مولانا احمد حسن محدّث امروہوی، مولانا محمود حسن سہسوانی، مولانا سیّد فخر الدین احمدؒ، مولانا سیّد محمد میاں دیوبندیؒ ــــ مولانا عبد الجبّار اعظمیؒ وغیرہ محدثین و مفتیانِ کرام کے علوم و فیوض کا سلسلہ پوری دُنیا کے اندر روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور الحمد للہ یہ سلسلہ ان کے شاگردوں کے واسطے در واسطے دُنیا میں ہر طرف پھیل رہا ہے۔ اور ان محدثینِ کرام کے ایسے ایسے شاگرد ہیں، جنکی خدمات چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔

انہی مدارس سے مولانا عبید اللہ سندھیؒ پیدا ہوئے۔ امیرِ تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ پیدا ہوئے۔ حضرت جی مولانا الیاس علیہ الرحمہ نے دار العلوم دیوبند میں ۱۳۲۶ھ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی

کے ساتھ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی ہے آج ان کی خدمات دُنیا کے ہر گوشے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ایسے علمی چشمۂ فیوض ہیں جو انشاء اللہ کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ اَللّٰھُمَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ ھٰؤُلَاءِ الصَّالِحِیْنَ۔

۳۔ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَجْرُھَا یَجْرِیْ لَہٗ مَا جَرَتْ :۔

تیسرا آدمی وہ شخص ہے جس نے دُنیا میں ایسے صدقات وخیرات کر رکھے ہیں جنکے ثواب کا سلسلہ مستقل جاری ہے۔ جب ایسا آدمی دُنیا سے گذر جائے تو اس کے چشمۂ ثواب کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا مستقل جاری رہتا ہے۔ مثال کے طور پر خوش قسمتی سے اس کو مسجد بنانے کا موقع نصیب ہوا۔ یا مدرسہ تعمیر کرنے کا موقع عنایت ہوا تو جب تک مسجد میں نماز پڑھنے کا سلسلہ جاری رہے گا اور جب تک مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہیگا، اس کے ثواب کے خزانے میں اسکی موت کے بعد بھی ثواب جمع ہونے کا سلسلہ رہیگا۔ جتنے نمازی نماز پڑھیں گے ان کی نمازوں کا ثواب اور جتنے طالبان علمِ دین اس کے تعمیر کردہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے رہیں گے ان سب کا ثواب اس کے ثواب کے خزانے میں جمع ہوتا رہیگا۔

لیکن نمازیوں کے اپنے ثواب میں اور طالبانِ علمِ دین کے علم سیکھنے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اسی طرح غریب علاقہ میں پانی کے لئے کنواں کھود دیا ہے۔ یا پانی کا نل گاڑ دیا ہے یا دینی کتابیں خرید کر کتابوں سے فائدہ

اُٹھانے والے علماء اور طلباء کو دیدیا ہے یا کوئی نہر کھدوادی ہے۔ جب تک اس سے دوسرے لوگ فائدہ اُٹھاتے رہیں گے اسوقت تک ثواب کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اسی طرح کسی غریب یا یتیم بچّے کو دینی تعلیم کا خرچہ دیا ہے۔ اور اس کے خرچہ کے سہارے سے اللہ تعالیٰ نے اس غریب اور یتیم بچّے کو عالم دین بنادیا تو اس عالم دین کے ذریعہ سے جتنے دینی کام ہوتے رہیں گے ان سب کا ثواب خرچہ دینے والے کو ملتا رہے گا۔

۴۔ وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا فَهُوَ يَدْعُوْ لَهٗ :-

چوتھا آدمی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اولاد عطاء فرمائی اور اس نے اولاد کو ایسی نیک تربیت دی جس سے اولاد نیک صالح عبادت گذار بن جائے اور اولاد کا تعلق اور لگاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا مضبوط ہوجائے کہ وہ ہر وقت رُجوع اِلی اللہ کا عادی بن جائے۔

پھر باپ کے مَرنے کے بعد باپ کیلئے زندگی میں دُعائیں کرتا رہے تو جب تک یہ بیٹا باپ کے لئے دُعائیں کرتا رہے گا تو اس کے نیک عمل اور دُعاء کا اجر باپ کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔

یہ چار قِسم کے لوگ ایسے ہیں کو بظاہر دُنیا سے گذر چکے ہیں قبروں میں سو رہے ہیں لیکن پھر بھی ان کی نیکیوں کے خزانہ میں ثواب جمع ہونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ـــــــــــــ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَۃٌ تَجْرِیْ عَلَیْہِمْ اُجُوْرُھُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اُجْرِیَ لَہٗ اَجْرُہٗ مَا عَمِلَ بِہٖ وَ مَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَجْرُھَا یَجْرِیْ لَہٗ مَا جَرَتْ وَرَجُلٌ تَرَکَ وَلَدًا صَالِحًا فَھُوَ یَدْعُوْ لَہٗ ـــــ

(المعجم الکبیر ۸/۲۰۶ حدیث ۷۸۳۱، مسند احمد بن حنبل ۵/۲۶۹، حدیث ۲۲۶۷۴، ۵/۲۶۰ حدیث ۲۲۶۰۲، مجمع الزوائد ۱/۱۶۷)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے اجر و ثواب کا سلسلہ ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ۱؎ وہ شخص جو سرحدِ اسلام کی حفاظت میں جہاد فی سبیل اللہ کی حالت میں وفات پا گیا ہو ۲؎ وہ شخص جو لوگوں کو علم سکھاتا ہو اس کیلئے اس کا اجر اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک اس علم پر عمل کیا جاتا رہیگا ۳؎ وہ شخص جو ایسا صدقہ کرتا ہے کہ اسکے اجر کا سلسلہ جاری رہتا ہے جبتک صدقہ کا فیض جاری رہے ۴؎ وہ شخص جس نے نیک صالح لڑکا اپنے پیچھے چھوڑا ہے پھر وہ لڑکا اس کیلئے دُعا کرتا رہتا ہے۔

یہی حدیث شریف المعجم الکبیر میں دوسری جگہ کچھ اور انداز کے ساتھ مروی ہے اور اسمیں چار چیزوں کا وعدہ ہے۔

لیکن تفصیل میں سرحدِ اسلام کی حفاظت کرنے والا اور غازی اسلام کا ذکر نہیں ہے۔ اور وہ حدیث شریف سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ـــــــــ

عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مِنْ عَمَلِ الْاَحْیَاءِ مَجْرِیْ لِلْاَمْوَاتِ رَجُلٌ تَرَكَ عَقِبًا صَالِحًا یَدْعُوْ لَہٗ یَتْبَعُہٗ دُعَاؤُھُمْ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ مِنْ بَعْدِہٖ لَہٗ اَجْرُھَا مَا جَرَتْ بَعْدَہٗ وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَعُمِلَ بِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِہٖ فِیْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِہٖ شَیْءٌ۔

(المعجم الکبیر ۶/۲۶۸ حدیث ۶۱۸۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے اعمال ایسے ہیں جو صرف زندہ لوگوں کے اعمال میں سے ہیں، مگر ان اعمال کا ثواب مُردوں کے لئے بھی جاری رہتا ہے۔

۱؎ وہ شخص جو اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ کر مرتا ہے پھر وہ اولاد اس کے لئے دُعا کرتی ہے اور ان کی دُعاء کا سلسلہ اسکے ساتھ پے در پے لگا رہتا ہے ۲؎ وہ شخص جو ایسا صدقہ کرتا ہے جو اسکے بعد بھی جاری رہتا ہے اس کے لئے اس صدقہ کا ثواب اس کے بعد اس وقت تک جاری رہیگا جب تک صدقہ کا فیض جاری رہے گا۔

۳؎ وہ شخص جو علمِ دین سکھاتا ہے پھر اس کے اس علم پر اس کے بعد عمل کیا جاتا رہے تو اس کے لئے ان لوگوں کے برابر ثواب جاری رہے گا جو اس علم پر عمل کرینگے۔ مگر ان لوگوں کے اجر میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی جو اس پر عمل کریں گے۔

۴؎ سرحدِ اسلام کی حفاظت کرنے والا غازی ہے، جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اللہ کے راستہ میں نکلا ہوا ہے۔ اس حدیث شریف میں اس کا ذکر رہ گیا ہے۔ پہلی حدیث شریف میں اس کا ذکر بھی موجود ہے۔ اور ایک حدیث

مسلم شریف میں ہے اکثر علماء وعظ وتقریر میں اس حدیث شریف کو سنایا کرتے ہیں۔ اس میں بھی اتفاق سے صرف تین ہی چیزوں کا ذکر ہے۔ سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والے کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ حدیث شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ۔

(مسلم شریف ۲/۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۳۸۹ حدیث ۱۲۹۰۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوکر ختم ہوجاتا ہے۔ مگر تین قسم کے عمل ایسے ہیں جنکا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ ۱؎ صدقہ جاریہ ۲؎ ایسا علم جس سے فائدہ اُٹھایا جاسکے ۳؎ ایسا نیک صَالح لڑکا جو اس کے لئے دُعا کرتا رہے۔

امام ابوبکر ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں مسند بزار کے حوالہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ اس میں سات چیزوں کا ذکر ہے کہ سات چیزوں کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

۱؎ علمِ دین۔ جس شخص نے علومِ دینیہ یعنی قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ کے علوم کو دُنیا میں پھیلایا ہے۔ درس وتدریس کے ذریعہ سے پھیلایا ہو یا قرآن کی تفسیر لکھ کر یا حدیث کی کتاب لکھ کر

یا حدیث وفقہ کی کتاب لکھ کر یا دوسری دینی علمی اصلاحی کتابیں تصنیف کرکے علومِ دینیہ کو پھیلایا ہے، تو اس علم سے جب تک فائدہ اُٹھایا جاسکے گا اس کے ثواب کے خزانہ میں اجر وثواب جمع ہونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یا دینی تعلیم کے لئے مدرسہ یا درسگاہ تعمیر کردی یا طالبانِ علمِ دین کی رہائش کے لئے کمرہ بنوادیا ہے تو جب تک مدرسہ اور درسگاہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہیگا، رہائش گاہ میں طلبہ کی رہائش کا سلسلہ جاری رہیگا اس وقت ثواب کا سلسلہ بھی تسلسل کے ساتھ جاری رہیگا۔

۲: کوئی نہر کھدوادی ہے۔ تو اس نہر سے جب تک اللہ کی مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے گی اس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

۳: کوئی کنواں کھدوادیا ہے۔ تو جب تک اس کنویں سے پانی استعمال ہوتا رہیگا، ثواب کا سلسلہ جاری رہے گا۔

۴: کھجور یا دوسرے پھل کا باغ لگایا ہے۔ تو جب تک اس باغ سے پرندے چرندے یا دوسری مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے گی صدقہ جاریہ کا ثواب پہونچتا رہے گا۔

۵: مسجد کی تعمیر کردی ہے۔ تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھنے کا سلسلہ جاری رہے گا اس وقت تک ثواب پہنچنے کا سلسلہ بھی جاری رہیگا۔

۶: قرآن کریم یا دینی کتاب خرید کر پڑھنے والوں کو دی ہیں، یا کتاب تصنیف کرکے شائع کردی ہے۔ تو جب تک اس قرآن سے اور اس کتاب سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے تو اس کو بھی ثواب پہنچتا رہیگا۔

۷: ایسا بچہ چھوڑ کر مرا ہے جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دُعائیں کرتا رہے گا۔

ان ساتوں میں غور کرنے کے بعد معلوم ہو جائیگا کہ ان ساتوں کا خلاصہ تین ہی ہے۔ اس لئے کہ نہر کھدوا دینا اور کنواں کھدوا دینا، اور باغ لگانا اور مسجد تعمیر کر دینا یہ سب کے سب صدقہ جاریہ میں شامل ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم خرید کر یا دینی کتابیں خرید کر پڑھنے والوں کو دینا یہ بھی صدقہ جاریہ میں شامل ہے۔ تو یہ پانچوں صدقہ جاریہ ہونے کی وجہ سے ماقبل کی حدیث شریف میں صدقہ جاریہ کا جو نمبر قائم کیا گیا ہے اسی ایک نمبر میں شامل ہو جائیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يَجْرِىْ لِلْعَبْدِ اَجْرُهُنَّ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ وَهُوَ فِىْ قَبْرِهٖ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اَوْ كَرٰى نَهْرًا اَوْ حَفَرَ بِئْرًا اَوْ غَرَسَ نَخْلًا اَوْ بَنٰى مَسْجِدًا اَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا اَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ۔

(مجمع الزوائد ۱/۱۶۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے عمل ایسے ہیں کہ بندہ کے لئے انکا ثواب بندہ کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اس حال میں کہ بندہ اپنی قبر میں ہو ۔ا۔ وہ شخص جس نے علم سکھایا ہے ۔۲۔ جس نے نہر کھدوا دیا ہے ۔۳۔ جس نے کنواں کھدوا دیا ہے ۔۴۔ جس نے کھجور یا دوسرے پھل کا پیڑ لگا دیا ہے ۔۵۔ جس نے مسجد بنا دی ہو ۔۶۔ جس نے قرآن کریم یا دوسری دینی کتاب کا مالک بنا دیا ہے ۔۷۔ جس نے ایسا لڑکا چھوڑا ہے جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے۔

۱۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جنّتی لوگ کیسے ہوتے ہیں ؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ❊ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ ۔

(الآیۃ ۱۱۱)

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں سے ان کی جان و مال کو اس قیمت پر خرید تا ہے کہ ان کیلئے جنت ہے. اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں دشمنوں کو مارتے ہیں اور خود شہید ہوتے ہیں ۔

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاہُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۞

(الآیۃ ۱۱۲)

وہ توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنیوالے ہیں شکر کرنیوالے ہیں، بے تعلق رہنے والے ہیں، رکوع کرنیوالے ہیں، سجدہ کرنیوالے ہیں، نیک بات کا حکم کرنیوالے ہیں، بُری باتوں سے منع کرنیوالے ہیں اور حدود اللہ کی حفاظت کرنیوالے ہیں اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری سُنا دیں ۔

جنّت کے طالب کو نیند کیسے آسکتی ہے؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ آقائے نامدار

علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے امّت کو تاکید سے نصیحت فرمائی کہ اپنی طاقت بھر کوشش کر کے جنت حاصل کر لو۔ اور طاقت بھر کوشش کر کے جہنّم سے بھاگنے اور فرار اختیار کرنے میں کامیابی حاصل کر لو۔ لیکن یاد رکھو کہ جنت آسانی سے نہیں ملتی۔ اس کیلئے ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ عیش وآرام کی نیند سے اپنے آپ کو محروم کرنا پڑتا ہے۔ جو شخص جنت کا طلب گار ہوتا ہے وہ نہ عیش وآرام میں زندگی گذار سکتا ہے اور نہ ہی بے فکری کی نیند سو سکتا ہے۔ اُسے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔ سحر گاہی عبادت میں بارگاہِ الٰہی سے خصوصی تعلق قائم کرنا پڑتا ہے۔

اسلئے آقائے نامدار علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنت کے طلب گار کو نیند نہیں آتی ہے۔ اور جہنّم سے بھاگنے والے کو بھی نیند نہیں آتی ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کو ہر طرف سے مشقتوں سے گھیر رکھا ہے۔ جنت کی نعمتیں مشقتیں جھیلنے کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ بزرگوں کا مقولہ ہے۔

اِنَّ العَطَایَا عَلٰی مَتَنِ البَلَایَا اللہ کی عطائیں اور جنت کی نعمتیں بلا اور مصیبتوں پر سوار ہو کر آتی ہیں۔ اور دنیا کو شہوتوں اور عیش وعشرت سے ہر طرح سے گھیر دیا گیا ہے جو شخص دُنیا کی عیش وعشرت میں مبتلاء ہوتا ہے وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص جہنّم سے بھاگنا چاہتا ہے اُسے بھی راتوں کو نیند نہیں آتی۔ بے فکری اور عیش وعشرت کی زندگی میں جہنّم سے راہ فرار نہیں اختیار کیا جا سکتا۔ اسلئے آقا نے نصیحت فرمائی کہ بے آرامی اور شب بیداری اور سحر گاہی عبادت کے ذریعہ سے جنت حاصل کرو۔ اور جہنم سے دوری اختیار کرو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ كُلَيْبِ بْنِ حزن قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا قَوْمِ اُطْلُبُوا الْجَنَّةَ جهدكم وَاهْرُبُوا مِنَ النَّارِ جهدكم فَاِنَّ الْجَنَّةَ لَايَنَامُ طَالِبُهَا وَاِنَّ النَّارَ لَايَنَامُ هَارِبُهَا اَلَا اَنَّ الْاٰخِرَةَ الْيَوْمَ مُحَفَّفَةٌ بِالْمَكَارِهِ وَاِنَّ الدُّنْيَا مُحَفَّفَةٌ بِالشَّهَوَاتِ۔

(المعجم الکبیر ۱۹/ ۲۰۰ حدیث ۴۴۹، المعجم الاوسط نسخہ جدید ۲/ ۳۹۸، حدیث ۳۶۴۳ نسخہ قدیم ۴/ ۳۸۶، حدیث ۳۶۵۶ مجمع الزوائد ۱۰/ ۲۳۰)

حضرت کلیب ابن حزنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اے میری قوم تم اپنی طاقت بھر کوشش کر کے جنت طلب کرو۔ اور طاقت بھر کوشش کر کے جہنّم سے راہِ فرار اختیار کرو اسلئے کہ بیشک جنت کا طلب گار خوابِ غفلت میں سو نہیں سکتا اور بیشک جہنّم سے راہِ فرار اختیار کرنے والا بھی خوابِ غفلت میں سو نہیں سکتا۔ خبردار ہوجاؤ کہ بیشک آج آخرت کو تکلیفوں اور مشقتوں سے گھیر دیا گیا ہے اور بیشک دُنیا کو خواہشِ نفسانی سے گھیر دیا گیا ہے۔

دُنیا کے نقصان سے آخرت کی کامیابی

جو شخص آخرت کی کامیابی کو چاہتا ہے اُسے دُنیا کے عیش وآرام دنیا کی نعمت، دنیا کی دولت، دنیا کی عزت اور دنیا کی شوکت میں نقصان اُٹھانا پڑیگا۔ اور جو شخص دنیا کے عیش وآرام میں پڑجاتا ہے وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ اور آخرت کی ترقیوں میں نقصان اُٹھاتا ہے اور دُنیا کی

نعمتیں فنا ہونے والی ہیں۔ اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔
اس لئے فرمایا گیا کہ دُنیا کی فنا ہونے والی چند دن کی دولت میں اور
چند دن کے عیش و آرام سے متعلق نقصان اٹھایا کرو۔ آخرت کی ہمیشہ
رہنے والی نعمتوں سے مالا مال ہو جاؤ گے۔ پھر حضرت عبد اللہ ابن مسعود
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے دور میں اور آنے والے دور میں بہت بڑا
فرق ہوگا۔ تمہارے زمانہ میں اہلِ علم و علماء، اور صلحاء کی کثرت ہے۔ لیکن
اسکے باوجود لوگوں کے سامنے خطابت اور وعظ و تقریر کی شہرت حاصِل
کرنیوالے بہت کم ہیں۔ اور صدقہ خیرات کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ
ہے۔ مانگنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ لہٰذا جب تم نمازوں میں لگ جاؤ
دنیا سے بے خبر ہو کر لمبی لمبی نوافل میں مشغول ہو جاؤ۔ اور جب وعظ و تقریر
میں لگ جاؤ تو لمبی لمبی تقریر سے لوگوں کو اُکتاہٹ میں مت ڈالو۔ مختصر
بیانات سے لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ اور اگر سحر بیانی اور جادو بیانی ہے تو
لوگوں کو اپنے بیانات سے مسحور کر دو گے اور تم اپنے آپ کو بھول جاؤ گے پھر
بداعمالی اور محرومی کا شکار بن جاؤ گے۔ اور تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آنے
والا ہے جس زمانہ میں لمبی لمبی تقریریں کرنے والے اور مسندِ خطابت میں
لفاظی کرنے والے بہت ہوں گے، اور اہلِ علم اور علماء کی تعداد کم ہو جائیگی
اور صدقہ خیرات کرنے والوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ اور مانگنے والوں
کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔

لہٰذا اگر تمہیں آخرت کی کامیابی چاہیئے تو دنیا کی نعمتوں میں
نقصان اُٹھاؤ۔ اگر تمہیں دُنیا کی عیش و عشرت حاصِل نہیں ہے تو
کبیدہ خاطر ہو کر غم و رنج کے شکار مت بنو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے

دائمی اور ہمیشہ رہنے والی جنت کے اعلیٰ مقام کی امید رکھو۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اَضَرَّ بِالدُّنْيَا وَمَنْ اَرَادَ الدُّنْيَا اَضَرَّ بِالْاٰخِرَةِ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّضُرُّوْا بِالْفَانِيْ لِلْبَاقِيْ، وَقَالَ اِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ كَثِيْرٌ عُلَمَاؤُهٗ قَلِيْلٌ خُطَبَاؤُهٗ وَكَثِيْرٌ مُعْطُوْهٗ قَلِيْلٌ سُوَّالُهٗ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنْ بَعْدِكُمْ زَمَانًا كَثِيْرٌ خُطَبَاؤُهٗ قَلِيْلٌ عُلَمَاؤُهٗ كَثِيْرٌ سُوَّالُهٗ قَلِيْلٌ مُعْطُوْهٗ۔

(المعجم الکبیر ۹/۱۰۸ حدیث ۸۵۶۶
مجمع الزوائد ۱۰/ ۲۴۹)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص آخرت کی کامیابی کو چاہتا ہے وہ دُنیا میں نقصان اٹھاتا ہے اور جو شخص دُنیا کی ترقی کو چاہتا ہے وہ آخرت میں نقصان اٹھائیگا۔ اور لوگوں کو اس بات کا حکم فرمایا کہ تم فنا ہونے والی دُنیا کا نقصان برداشت کرو ہمیشہ رہنے والی آخرت کو حاصل کرنے کے لئے، اور فرمایا کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ اس زمانہ میں علماء زیادہ ہیں اور لفاظی سے شہرت حاصل کرنے والے کم ہیں، اور عطاء کرنیوالے زیادہ ہیں اور لوگوں سے مانگنے والے کم ہیں، لہٰذا تم اپنی نمازوں میں دیر تک مشغول رہا کرو، اور خطبہ اور تقریر مختصر کیا کرو۔ اور بیشک بعضے بیان جادو کی طرح ہوتے ہیں، اور بیشک تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے جسمیں شہرت حاصل کرنیوالے خطباء زیادہ ہوں گے اور اسمیں علماء کم ہونگے لوگوں سے مانگنے والے زیادہ ہوں گے اور دینے والے کم ہوں گے۔

حُبِّ دُنیا سے تین مصیبتیں

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ جس کا دل حبِّ دُنیا میں ڈوب جاتا ہے۔ اور ہر وقت دنیا ہی دنیا اس کے دماغ میں گھومتی رہتی ہو، اور آخرت کی فکر اس کے دل و دماغ سے نکل جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا ہی میں تین قسم کے نقصانات اور مصیبتوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جب دنیا میں جو اس کی آرزو اور تمنّا ہے وہ یونہی رکھی رہ جاتی ہے، اور کبھی اس کی آرزو پوری نہیں ہو پائیگی۔ اور اُوپر سے تین قسم کی مصیبتوں سے اسکو دو چار ہونا پڑجاتا ہے۔

۱۔ شَقَاءٌ لَا یَنْفَدُ عَنَاہُ : ایسی بدبختی جس کی مشقت کبھی دُور نہیں ہوگی۔ بالآخر اسی مشقت میں رخصت ہونا پڑیگا۔ نہ دُنیا ملی اور نہ آخرت۔

۲۔ وَحِرْصٌ لَا یَبْلُغُ غِنَاہُ : ایسے حرص ولالچ کی مشقت میں مبتلا ہوجائیگا جس کی وجہ سے وہ کبھی کسی چیز سے آسُودہ اور مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اور حرص اپنی جگہ باقی رہے گی۔ اور آسُودگی کبھی حاصل نہیں ہو گی۔ جس کے نتیجہ میں سرمایہ دار ہونے کے باوجود فقیروں اور مسکینوں سے بھی زیادہ دُنیا کی مشقتوں کا شکار ہوگا۔ کبھی چین وسکون نصیب نہیں ہوگا۔

۳۔ وَاَمَلٌ لَا یَبْلُغُ مُنْتَہَاہُ : ایسی امیدوں اور آرزوں کی مشقت میں مبتلا ہوجائیگا کہ کبھی بھی اس کی آرزو اور تمنّا پوری نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ وہ ایسی آرزو اور تمنّاؤں کی مصیبت میں مبتلا ہے جو اسکی قسمت میں نہیں ہے۔ اور جو اس کی قسمت میں نہیں ہے اس کی تلاش میں لگ جانے سے علاوہ مشقت اور الجھن اور غم وغصہ کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آسکتا۔

پھر آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ انسان دو قسموں پر ہیں۔

ع۱ ایک انسان وہ ہے جس نے دنیا کے ہر عیش و آرام اور ہر خواہشات کو طلبِ آخرت میں قربان کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کو دُنیا خود طلب کرتی ہے، اور جو اس کی قسمت میں دنیا میں ہے وہ اس کو ضرور مل جاتی ہے۔

ع۲ وہ انسان جو دنیا کے عیش و عشرت اور اس کی خواہشات میں مبتلا ہو گیا ہے، اور طلبِ دنیا کی وجہ سے آخرت کو بھلا دیا ہے تو وہ دُنیا کی طلب میں مشغول ہے۔ اور قدم قدم پر آخرت اس کو بُلا رہی ہے بالآخر کسی دن موت کا شیر اس کی گردن کو دبوچ لیتا ہے، پھر دنیا کی تمام آرزوئیں اور تمام خواہشات یونہی رکھی رہ جاتی ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشْرَبَ قَلْبَہٗ حُبَّ الدُّنْیَا الْتَاطَ مِنْہَا بِثَلَاثٍ: شِقَاءٍ لَایَنْفَدُ عَنَاہُ وَحِرْصٍ لَایَبْلُغُ غِنَاہُ وَاَمَلٍ لَایَبْلُغُ مُنْتَہَاہُ فَالدُّنْیَا طَالِبَۃٌ وَ مَطْلُوْبَۃٌ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا طَلَبَتْہُ الْاٰخِرَۃُ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمَوْتُ فَیَاْخُذَہٗ وَمَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَۃَ طَلَبَتْہُ الدُّنْیَا حَتّٰی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے دل کو حبِّ دنیا میں ڈبو دیتا ہے تو دنیا کی تین مصیبتوں کے ساتھ چپک جاتا ہے ع۱ ایسی بدبختی جس کی مشقت و ذلّت ختم نہیں ہوتی ہے ع۲ ایسا حرص اور لالچ جو کبھی اپنی بے نیازی اور استغناء تک نہیں پہونچ سکتا ع۳ ایسی امید اور آرزو جو اپنی انتہا تک کبھی نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا دنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی ہے۔ پھر جو شخص دنیا کی تلاش میں رہتا

يَسْتَوْفِيَ مِنْهَا رِزْقَهُ۔
(المعجم الکبیر ۱۰/ ۱۶۳ حدیث ۱۰۳۲۸
مجمع الزوائد ۱۰/ ۲۴۹)

ہے آخرت اس کو طلب کرتی ہے بالآخر موت آکر اسکو پکڑ لیتی ہے۔ اور جو شخص آخرت کی تلاش میں پڑجاتا ہے دُنیا اسکو طلب کرتی ہے، بالآخر دنیا میں سے وہ شخص اپنا رزق پورا کر لیتا ہے۔

سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ایک برِاعظم میں سے ایک ایک آدمی کو جنت میں پہلے داخل فرمائیگا۔ اور جزیرۃ العرب اگرچہ ایشیا میں داخل ہے لیکن حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خصوصیت کی وجہ سے اس کا حکم الگ رکھا گیا ہے۔ اور آپ علیہ السّلام کے زمانہ میں برِاعظم امریکہ اور آسٹریلیا کی دریافت نہیں ہوئی تھی، اور اس زمانہ میں تین برِاعظم تھے۔ برِاعظم افریقہ، برِاعظم یوروپ، برِاعظم ایشیا۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اہلِ عرب میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے حضرت سیّد الکونین خاتم الانبیاء علیہ السّلام ہوں گے۔ اور برِاعظم افریقہ کے لوگوں میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے حضرت بلال حبشیؓ ہوں گے۔ اور برِاعظم یوروپ کے لوگوں میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے حضرت صہیب رومیؓ ہوں گے۔ اور برِاعظم ایشیا کے لوگوں میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونیوالے حضرت سلمان فارسیؓ ہوں گے۔ صحابہ میں سے یہ تین افراد ایسے نفوسِ قدسیہ

یں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر ایسی ایسی مشقتیں اٹھائی ہیں جن سے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حضرت بلال حبشیؓ کو ایمان کی وجہ سے گرم پتھر پر لٹا دیا جاتا تھا۔ ایسے ہی حضرت صہیب رومیؓ کو بھی بے دردی کے ساتھ تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ لیکن اسلام اور ایمان کی خاطر سب کچھ برداشت کیا۔ ان تکلیفوں کی وجہ سے ان کے ایمان میں اور پختگی آگئی۔

حضرت سلمان فارسی صحیح دین کی تلاش میں بچپن سے اپنے ماں باپ کو فارس میں چھوڑ کر عراق، ملک شام، اُردن، فلسطین، اٹلی، مصر وغیرہ مختلف ملکوں میں سفر فرمایا، کہیں ان کو غلام بنا کر بیچ دیا گیا، کہیں ان کی دولتوں کو چھین لیا گیا۔ کہیں وہ بیوی بچوں سے بے گھر ہو گئے۔ ایسے ایسے میں ان کی عمر کے ڈھائی سو یا ساڑھے تین سو سال گذر گئے۔ اس کے بعد مدینۃ المنورہ میں یہودی غلام بنا کر لائے، اور حضرت سید الکونین علیہ السلام کے مشورہ سے غلامیت سے گردن چھڑانے کے لئے مالکوں سے بدلِ کتابت کا معاملہ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپؐ کے حکم سے صحابہ نے مل جُل کر حضرت سلمان فارسیؓ کا بدلِ کتابت ادا کر کے حضرت سلمان فارسی کی گردن چھڑا لی گئی۔ جس وقت وہ ایمان لا رہے تھے اس وقت ان کی عمر ایک روایت کے مطابق ڈھائی سو سال ہو گئی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق ساڑھے تین سو سال ہو گئی تھی۔ (حاشیہ بخاری شریف ۱/۵۶۲)

اندازہ لگایا جا سکتا ہے ساڑھے تین سو سال میں کتنی نسلیں گذر جاتی ہیں حضرت سلمان فارسیؓ نے صحیح دین کے حاصل کرنے کی خاطر ساڑھے تین سو سال تک جسمانی اور ذہنی مشقتیں اٹھائی ہیں۔ اس قدر مشقتیں اٹھانے کے بعد حضرت سید الکونین علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے

ان کے بارے میں یہ بشارت کے الفاظ نکل رہے ہیں کہ پورے برِ اعظم ایشیا کے رہنے والوں میں سے سب سے پہلے جنت میں جانیوالے لوگوں میں ان کا نامِ نامی ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی عطائیں بغیر مشقت اور مصیبت کے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اور حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مشقتیں اٹھائی ہیں آج انسانی عقل اس کا تصوّر بھی نہیں کرسکتی۔ اسلئے علماء کا مقولہ ــــــ اِنَّ الْعَطَایَا عَلٰی مَتْنِ الْبَلَایَا؛ کہ اللہ کی عطائیں اور اس کی بخششیں بلاء اور مصیبتوں پر سوار ہوکر آتی ہیں۔

حدیثِ پاک ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ اِلَی الْجَنَّۃِ وَصُھَیْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ اِلَی الْجَنَّۃِ۔ وَبِلَالٌ سَابِقُ الْحَبْشَۃِ اِلَی الْجَنَّۃِ۔ وَسَلْمَانُ سَابِقُ الفرس اِلَی الْجَنَّۃِ۔

(المعجم الکبیر ۸/ ۱۱۱ حدیث ۵۲۶ ، بروایت انسؓ ۸/ ۲۹ ۲۸۸ ، مستدرک حاکم حدیث ۵۲۴۳ ، ۵۴۱۵)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ عرب کے انسانوں میں سب سے پہلے جنت میں میں پہنچوں گا۔ اور یوروپ اور روم کے رہنے والوں میں سے سب سے پہلے صہیبؓ جنت میں پہنچیں گے۔ اور حبشہ کے رہنے والوں میں سے سب سے پہلے بلالؓ جنت میں پہونچیں گے۔ اور فارس اور ایشیا کے رہنے والوں میں سب سے پہلے سلمانؓ جنت میں پہونچیں گے۔

تین قسم کے لوگوں کیلئے اللہ کی ضمانت

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کے اندر ان تین چیزوں میں سے ایک چیز بھی موجود ہوگی اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی نجات و کامیابی کی ذمہ داری لیتا ہے

(۱) مَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَانَ ضَامِنًا عَلَی اللّٰہِ ۔ جو شخص اللہ کے راستہ میں جہاد اور دین کی خاطر نکلتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے واسطے ہر طرح کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اگر اللہ کے راستے ہی میں وفات پاجاتا ہے تو اسکے لئے جنت کی گارنٹی ہے۔ اور اگر واپس لوٹ آتا ہے تب بھی کامیابی ہے۔ اسلئے کہ اگر مالِ غنیمت لیکر آتا ہے تو مالِ غنیمت کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی لیکر آئیگا۔ اور اگر بغیر مالِ غنیمت کے لوٹ آئیگا تو اجر و ثواب لیکر آئیگا۔

(۲) وَرَجُلٌ کَانَ فِی الْمَسْجِدِ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ : جو شخص نماز اور عبادت کی غرض سے مسجد میں داخل ہوتا ہے اللہ پاک اس کی بھی ذمہ داری لیتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں اگر اعتکاف کے لئے بیٹھ جاتا ہے اور اسی حالت میں وفات پاجاتا ہے تو اس کے لئے بھی جنت کی ذمہ داری ہے۔ اور اگر صحیح سالم اپنے گھر واپس آتا ہے تو اس کی کامیابی ایسی ہے جیسی مجاہد فی سبیل اللہ کی ہوتی ہے کہ مالِ غنیمت اور اجر و ثواب دونوں ساتھ لیکر آتا ہے۔

(۳) وَرَجُلٌ دَخَلَ بَیْتَہٗ بِسَلَامٍ : وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کے ساتھ داخل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی بھی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے سے گھر والوں کے درمیان آپس میں محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ بچوں کی تربیت اسلامی طریقہ پر ہوتی ہے۔ یہ تین

چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی شخص میں ان میں سے ایک صفت بھی موجود ہو اسکے واسطے اللہ کی طرف سے ہر طرح سے حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ دنیا میں بھی حفاظت اور آخرت میں بھی جہنم سے محفوظ ہو کر جنت کی گارنٹی کی ذمہ داری ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ کُلُّھُمْ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ حَتّٰی یَتَوَفَّاہُ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ اَوْ یَرُدُّہٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِیْمَۃٍ، وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ حَتّٰی یَتَوَفَّاہُ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ اَوْ یَرُدُّہٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِیْمَۃٍ، وَرَجُلٌ دَخَلَ بَیْتَہٗ بِسَلَامٍ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۶۶/۹، مستدرک حاکم ۸۳/۲ ، نسخہ قدیم ۲/۲۷۲، حدیث نمبر ۲۴۰۰ ، المعجم الکبیر ۱۰۰/۸، حدیث نمبر ۷۴۹۱)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی حفاظت اور کامیابی کی ذمہ داری اللہ پر ہے (۱) وہ شخص جو مجاہد بن کر اللہ کے راستہ میں نکلا ہو وہ اللہ کی ضمانت اور کفالت میں ہے یہانتک کہ وفات پا جائے تو اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریگا یا صحیح سالم واپس آجائے تو اجر و ثواب یا مالِ غنیمت لیکر آئیگا۔ (۲) وہ شخص جو مسجد میں جاتا ہے تو وہ بھی اللہ کی کفالت میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اسپر موت آجائے تو اللہ اسکو جنت میں داخل کریگا، یا اجر و ثواب کے ساتھ یا مالِ غنیمت کے ساتھ گھر واپس لوٹ کر آئیگا۔ (۳) وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کیساتھ داخل ہوتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہوتا ہے۔

ایک حدیث شریف معمولی الفاظ کے فرق کے ساتھ اس طرح وارد ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ کَانَ فِیْہِ وَاحِدَۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَ ضَامِنًا عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَانَ ضَامِنًا عَلَی اللّٰہِ اِنْ تَوَفَّاہُ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ وَاِنْ رَدَّہٗ اِلٰی اَھْلِہٖ فَبِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَۃٍ وَرَجُلٌ کَانَ فِی الْمَسْجِدِ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ اِنْ تَوَفَّاہُ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ وَاِنْ رَدَّہٗ اِلٰی اَھْلِہٖ فَبِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَۃٍ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَیْتَہٗ بِسَلَامٍ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(المعجم الکبیر ۸/۱۰۰ حدیث ۷۴۹۱)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ان میں سے ایک چیز بھی موجود ہوگی تو وہ اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہوگا ۱ وہ شخص جو مجاھد بن کر اللہ کے راستہ میں نکلا ہو تو وہ اللہ کی ضمانت اور کفالت میں ہے۔ یہاں تک کہ وفات پاجائے تو اُسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریگا یا صحیح سالم واپس آجائے تو اجر و ثواب یا مالِ غنیمت لیکر آئیگا۔ ۲ وہ شخص جو مسجد میں عبادت کیلئے رہتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کفالت میں رہتا ہے اگر اسی حالت میں وفات پاجاتا ہے تو جنتی ہوگا۔ اور اگر گھر واپس آجاتا ہے تو اجر اور غنیمت لیکر آئے گا۔ ۳ وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کے ساتھ داخل ہوتا ہے تو وہ بھی اللہ کی کفالت میں ہوگا۔

تین قِسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ تین قِسم کے لوگوں کو قیامت کے دن نہ خوف وہراس ہوگا۔ اور نہ ہی ان سے کوئی حساب وکتاب ہوگا۔ ان کا مقام مشک کے ٹیلوں پر ہوگا۔ اور ادہر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا حساب کتاب فرمارہے ہوں گے۔ اور ہر انسان نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا۔ مگر ان تین قِسم کے لوگوں پر کسی قِسم کا خوف وخطر نہ ہوگا۔ خوب موج میں ہوں گے

۱۔ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ابْتِغَـآءَ وَجْـهِ اللّٰہِ :- وہ آدمی جو اللہ کی رضا کیلئے قرآن پڑھتا ہے اور کسی قوم کی امامت کرتا ہے اور قوم بھی اس سے راضی خوش ہے۔

۲۔ وَدَاعِیَۃٌ یَدْعُوْ اِلَی الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ : وہ شخص جو لوگوں کو پانچوں نمازوں کیلئے بُلایا کرتا ہے محض اللہ کو راضی کرنے کیلئے۔

۳۔ وَعَبْدٌ اَحْسَنَ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَبِّہٖ : وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور ساتھ میں مالکوں کے حقوق میں کوئی کمی نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح آجکل کے زمانہ میں وہ نوکر اور مُلازم جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوئی کمی نہیں کرتا ہے اور ساتھ ساتھ مالکوں کی ذمّہ داری ادا کرنے میں بھی کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہے۔ یہ تین قِسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے بارے میں یہ بشارت ہے کہ قیامت کی ہولناکی کے بارے میں سب لوگ نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے۔ اور سب میں حساب وکتاب کا جھگڑا ہوگا مگر یہ لوگ نہایت عیش کے ساتھ خوش وخرم کی حالت میں بے خوف وخطر مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ
لَا يَهُوْلُهُمُ الْفَزَعُ وَلَا يَنَالُهُمُ
الْحِسَابُ عَلٰى كَثِيْبٍ مِنْ مِسْكٍ
حَتّٰى يَفْرُغَ اللّٰهُ مِنْ حِسَابِ
الْعِبَادِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِبْتِغَاءَ
وَجْهِ اللّٰهِ فَاَمَّ بِهٖ قَوْمًا
وَهُمْ رَاضُوْنَ بِهٖ وَدَاعِيَةٌ
يَدْعُوْا اِلَى الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ
اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَعَبْدٌ
اَحْسَنَ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ
وَفِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ۔

(المعجم الاوسط جدید ۶/ ۲۲۵ ،
حدیث ۹۲۸۰ قدیم ۲/ ۱۲۹ ،
حدیث ۹۲۷۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہونگے
کہ نہ ان پر گھبراہٹ کا ہول ہوگا اور نہ
ان پر حساب وکتاب ہوگا، ان کا مقام
مشک کے ٹیلوں پر ہوگا۔ یہ سلسلہ
اس وقت تک رہیگا جبتک اللہ تعالیٰ
تمام بندوں کے حساب وکتاب سے فارغ
نہ ہوجائے۔ ۱ وہ آدمی جو اللہ کی رضا
کے لئے قرآن پڑھتا ہے، پھر قرآن پڑھنے
میں کسی قوم کی امامت کرتا ہے، اور وہ
قوم اس سے راضی بھی ہے۔ ۲ وہ شخص
جو پانچوں نمازوں کیلئے لوگوں کو بلاتا ہے
صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے۔
۳ وہ غلام جو اس ذمہ داری کو حسن و
خوبی انجام دیتا ہے جو اسکے درمیان
اور اللہ کے درمیان میں ہے۔ اور اس
ذمہ داری کو بھی بخوبی ادا کرتا ہے جو اسکے
اور اس کے مالکوں کے درمیان
میں ہے۔

چار قسم کے لوگوں پر دُنیا و آخرت میں لعنت

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے لوگ حق تعالیٰ کے نزدیک سخت ترین مَردُود ہیں۔ دُنیا اور آخرت دونوں جہان میں ان پر لعنت کی جاتی ہے۔ اور ملائکۂ رحمت لعنت کی بددُعا پر آمین کہتے ہیں۔

۱ رَجُلٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ ذَكَرًا فَاَنَّثَ نَفْسَهُ وَتَشَبَّهَ بِالنِّسَآءِ :- ایسا آدمی جسکو اللہ تعالیٰ نے مَرد بنایا ہے مگر اس نے اپنے آپ کو عورت بنا لیا اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرلی ہے۔ مَرد ہونیکے باوجود عورتوں کا لباس اختیار کرتا ہے۔ عورتوں کیطرح بال بنالیتا ہے۔ عورتوں کی طرح زیور پہن لیتا ہے۔ چال چلن، بات چیت، رہن سہن سب کچھ عورتوں کی طرح کرتا ہے۔ جیسا کہ ہیجڑے اور زنخہ ہیں۔ ایسوں پر دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور فرشتے اس لعنت پر آمین کہتے ہیں۔

۲ وَامْرَأَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ اُنْثٰى فَتَذَكَّرَتْ وَتَشَبَّهَتْ بِالرِّجَالِ :- ایسی عورت جسکو اللہ تعالیٰ نے عورت بنایا ہے پھر اس نے اپنے آپ کو مَرد بنا لیا اور مَردوں کی مشابہت اختیار کرلی ہے۔ اس نے اپنا لباس مَردوں جیسا اختیار کرلیا جیسا کہ ماڈرن ٹائپ کے لوگ انگریزی لباس کوٹ پتلون پہنتے ہیں یہ عورت بھی کوٹ پتلون پہنتی ہے۔ آجکل کے زمانہ میں انگریزی چُست پینٹ اور بنیان پہنتے ہیں یہ عورت بھی ماڈرن لڑکوں کی طرح

چُست پینٹ اور بنیان پہن لیتی ہے۔ اور ماڈرن لڑکوں کی طرح بالوں کو کاٹ کر کے انگریزی ہپی بال بنا لیتی ہے۔ جو دور سے دیکھنے والے۔ سمجھ لیتے ہیں کہ واقعی کوئی ماڈرن لڑکا آرہا ہے جب قریب پہنچ جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ سینہ اُبھرا ہوا ہے۔ یہ کیسا لڑکا ہے۔ ہر طرف سے لوگ آنکھیں اُٹھا اُٹھا کر تکتے رہتے ہیں۔ یہ کیا غیر فطری منظر ہے

ایسی عورتوں کے بارے میں دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور آخرت میں بھی لعنت ہوگی اور فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

۷۔ وَالَّذِیْ یُضِلُّ الْاَعْمٰی: ایسے شخص پر بھی دنیا اور آخرت میں لعنت جو نابیناؤں اور اندھوں کو غلط راستہ بتاتا ہے۔ اسی طرح کسی مسافر کو غلط راستہ بتاتا ہے تاکہ بھٹکتے ہوئے پریشان ہو جائے۔ اس پر لعنت ہے۔ اور فرشتے آمین کہتے ہیں۔

دوسری روایت میں یُضِلُّ الاعمٰی کے بجائے مُضَلِّلُ المَسَاکِیْن کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ مسکین لوگ جسکے گھر کچھ مانگنے کیلئے جانا چاہیں۔ کسی سے راستہ معلوم کریں وہ غلط راستہ بتائے۔ اسی طرح فقیروں میں جو نابینا ہوتے ہیں وہ صحیح راستہ پر چلیں پھر یوں کہے کہ سامنے کنواں ہے بچتے جاؤ حالانکہ کنواں نہیں ہے۔ یا یوں کہے کہ سامنے جانور کھڑا ہے بچتے ہوئے جاؤ۔ یہ بے چارے نابینا چلتے ہوئے پریشان ہو جائے تو ایسوں کے اوپر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔

۸۔ وَرَجُلٌ حَصُوْرٌ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ حَصُوْرًا اِلَّا یَحْیٰی بْنَ زَکَرِیَّا عَلَیْہِ السَّلَامُ

چوتھا وہ آدمی جو بغیر شادی کے ازدواجی زندگی سے دُور رہتا ہے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے علاوہ باقی کسی کو ایسا نہیں بنایا ہے۔ جو بغیر شادی کے رہے۔ ہر ایک پر اللہ تعالیٰ نے شادی کو

لازم کر دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے شادی کی گنجائش عطا فرمائی ہے پھر بھی وہ شادی نہیں کرتا ہے تو اس پر دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور ملائکہ رحمت اس پر آمین کہتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَمَّنَتْ الْمَلَائِکَةُ رَجُلٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ ذَکَرًا فَاَنَّثَ نَفْسَهُ وَتَشَبَّهَ بِالنِّسَآءِ وَامْرَأَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ اُنْثٰی فَتَذَکَّرَتْ وَ تَشَبَّهَتْ بِالرِّجَالِ وَ الَّذِیْ یُضِلُّ الْاَعْمٰی وَرَجُلٌ حَصُوْرٌ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ حَصُوْرًا اِلَّا یَحْیٰی بْنَ زَکَرِیَّا عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

(المعجم الکبیر ۸/۲۰۴ حدیث ۷۸۲۷)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے، اور ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں ۱۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مَرد بنایا ہے پھر اس نے اپنے آپ کو عورت بنا لیا، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرلی۔ ۲۔ ایسی عورت جس کو اللہ نے عورت بنایا ہے پھر اس نے اپنے آپ کو مَرد بنا لیا ہے اور مَردوں کی مشابہت اختیار کرلی ہے۔ ۳۔ وہ شخص جو نابینا کو غلط راستہ بتاتا ہے ۴۔ وہ شخص جو باوجود طاقت کے شادی سے کنارہ کش ہوچکا ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے شادی سے کنارہ کشی کے لئے کسی کو پیدا نہیں کیا مگر صرف حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السّلام کو۔

دوسری حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَةٌ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فَوْقَ عَرْشِہٖ وَاَمَّنَتْ عَلَیْہِمْ مَلَائِکَتُہٗ وَالَّذِیْ یُحْصِنُ نَفْسَہٗ عَنِ النِّسَآءِ وَلَا یَتَزَوَّجُ وَلَا یَتَسَرّٰی لِاَنْ لَا یُوْلَدَ لَہٗ وَلَدٌ وَالرَّجُلُ یَتَشَبَّہُ بِالنِّسَآءِ وَقَدْ خَلَقَہُ اللّٰہُ ذَکَرًا وَ وَالْمَرْأَةُ تَتَشَبَّہُ بِالرِّجَالِ وَقَدْ خَلَقَہَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اُنْثٰی وَمُضَلِّلُ الْمَسَاکِیْنَ۔

(المعجم الکبیر ۸/۹۹ حدیث ۷۴۸۹ مجمع الزوائد ۴/۲۵۱)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے عرش کے اُوپر سے لعنت بھیجتا ہے اور ان پر اللہ کے فرشتے آمین کہتے ہیں ۱ وہ شخص جو اپنے نفس کو عورتوں سے پاک رکھتا ہے، اور شادی نہیں کرتا ہے، اور نہ ہی باندی رکھتا ہے تاکہ اس کی کوئی اولاد پیدا نہ ہو ۲ ایسا آدمی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے حالانکہ اللہ نے اسکو مرد پیدا فرمایا ہے ۳ ایسی عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے حالانکہ اللہ نے اسکو عورت پیدا فرمایا ہے ۴ وہ شخص جو مسکینوں اور اندھوں کو غلط راستہ بتاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۲۰)

شادی کیسے کریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ بَیْنَہُمْ مَوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً،
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا، اَمَّا بَعْد
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

شادی کے بارے میں نو۹ موضوعات پر ترتیب وار کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔

۱۔ نکاح کے فضائل۔
۲۔ نکاح کے فوائد۔
۳۔ نکاح کے مستحب اور پسندیدہ امور۔
۴۔ ٹیلیفون پر نکاح۔
۵۔ نکاح کیسی عورت سے کریں۔ اس میں پندرہ۱۵ عنوانات ہوں گے۔
۶۔ مہر کیسے ادا کریں۔
۷۔ شادی میں ولیمہ کیسے کریں۔
۸۔ لڑکی والوں کے یہاں کا کھانا۔
۹۔ لڑکی کو رخصت کیسے کریں۔

۱۔ نکاح کے فضائل

نکاح اللہ تعالیٰ کیطرف سے نوعِ انسانی کیلئے ایک ایسی نعمت ہے کہ اسکے ذریعے سے انسان چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کو سکون کی زندگی حاصل ہوتی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے انسانی زندگی کے اندر سکون اور راحت کے واسطے ایک دوسرے کیلئے زندگی کا ساتھی پیدا فرمایا ہے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ شادی کے بعد میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے کیا سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور مزید اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے درمیان محبت و مودّت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔

(سورۂ روم آیت ۲۱)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تم ہی میں سے جوڑا پیدا فرمایا ہے تاکہ تم اس کے پاس جاکر سکون حاصل کرسکو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان پیار و محبت اور مہربانی کا ذریعہ بنایا۔

آقائے نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (ابن ماجہ شریف/۱۳۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا ہے وہ میرے طریقے پر نہیں۔

اور دوسری حدیث شریف میں یہ فرمایا۔

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ

لہٰذا جو شخص میری سنت سے گریز کرتا ہے تو وہ

مِنّی ۔ (مسلم شریف ۱/۴۴۹) | میرے طریقے سے ہٹا ہوا ہے۔

نیز نکاح انسانی زندگی کی تکمیل اور سکون و راحت کا ذریعہ ہونیکے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین عبادت بھی ہے، چنانچہ حدیث پاک میں سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے نکاح کرلیا تو اُس نے اپنے دین کو دو حصّہ کرکے ایک حصّہ کی تکمیل کرلی۔ باقی دوسرے حصّہ کے بارہمیں اللہ کی مرضی اور احکامِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے حلال وحرام سے بچکر تقویٰ اختیار کرنیکی کوشش کرنا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن انس بن مالكٍ انّ رسُولَ الله صلّی الله عليهِ وسلّم قالَ من رزقهُ الله امرأةً صالحةً فقد أعانهُ الله علیٰ شطرِ دينهٖ فليتّقِ الله في الشّطرِ الثّاني۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ نے نیک بیوی عطا فرمائی تو یقیناً اللہ نے اس کے نصف دین پر مدد فرمائی ہے۔ لہٰذا آئندہ باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

(المعجم الاوسط ۱/۵۲۲ حدیث ۹۷۶، مجمع الزوائد ۴/۲۷۳)

اور دوسری روایت میں ہے:

اذا تزوّج العبدُ فقد كمل نصف الدّين فليتّق الله في النصف الباقي۔ (شعب الایمان ۴/۳۸۲ حدیث ۵۴۸۶)

جب بندہ نکاح کرلیتا ہے تو یقیناً وہ اپنے آدھے دین کو مکمّل کرلیتا ہے۔ لہٰذا باقی نصف کے بارہمیں اللہ سے ڈرا کرے۔

اسلئے آقا رنامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے شادی کے لائق جوانوں کو بار بار ترغیب دی کہ تم میں سے جو بھی نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرلیا کرے۔ اس لئے کہ نکاح کے ذریعہ سے نگاہ اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلّی الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔

جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرلے اس لئے کہ نکاح بدنگاہی اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

(مسلم شریف ۱/۴۴۹، بخاری شریف ۲/۵۸، حدیث ۴۸۷۵، ترمذی شریف ۱/۲۰۶)

۲: نکاح کے فوائد

علامہ علاء الدین حصکفی اور علامہ ابن عابدین شامی علیہما الرحمۃ نے نکاح کے چھ فوائد بیان فرمائے ہیں۔

۱: جب انسان مَرجاتا ہے تو اس کے نیک اعمال اور عبادت کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے لیکن دو عبادتیں ایسی ہیں جن کا سلسلہ دُنیا سے جنت تک باقی رہتا ہے۔ (۱) ایمان (۲) نکاح۔ کہ جسطرح دُنیا میں نکاح کے ذریعہ سے اِزدواجی زندگی کا سلسلہ رہتا ہے اسی طرح جنت میں بھی میاں بیوی کی رفاقت کی زندگی کا سلسلہ رہیگا۔

۲: نکاح انسانوں کی پیدائش اور وُجود کا ذریعہ ہے۔

۳: نکاح امتِ محمدیہ کی کثرت کا ذریعہ ہے۔

۴: اشتغال بالنکاح تخلی بالعبادت سے افضل ہے یعنی ترکِ دُنیا اختیار کرکے تنہائی کی عبادت کے مقابلہ میں نکاح کرکے اجتماعی اور شہری زندگی گذارنا زیادہ افضل ہے۔

۵: نکاح کے ذریعے سے بدنگاہی اور بُری نظر کی حفاظت ہوجاتی ہے۔

۶: نکاح کے ذریعے شرمگاہ کی حفاظت اور حَرام کاری سے بچکر پاکدامنی کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ (درمختار مع الشامی زکریا ۴/۵۷)

۳: نکاح کے مستحب اور پسندیدہ اُمور

علماء نے لکھا ہے کہ نکاح کے وقت جانبین ہیں کچھ امور کا خیال رکھنا مستحب اور افضل ہے، لازم نہیں۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے الدر المختار مع الشامی زکریا ۴/۶۷ میں ایسی سولہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جنکا لحاظ رکھنا

نکاح کے وقت میں مستحب اور افضل ہے۔

۱:۔ نکاح سے پہلے اسکا اعلان اور شہرت کرنا۔

۲:۔ نکاح سے پہلے ایک خطبہ پڑھنا، یہ مسنون ہے لازم نہیں۔ لہٰذا بغیر خطبہ کے بھی نکاح صحیح ہوجائیگا۔

۳ نکاح کی مجلس مسجد میں قائم کرنا۔

۴:۔ اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن نکاح کرنا۔

۵:۔ کسی عالمِ دین سے نکاح پڑھوانا۔

۶:۔ دیندار گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہونا۔ لہٰذا فاسق اور بددین مسلمانوں کی گواہی میں بھی نکاح صحیح ہوسکتا ہے۔

۷:۔ اگر ضرورت پڑے تو قرض لیکر نکاح کرنا لیکن شرط یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کا پختہ ارادہ ہو۔

۸:۔ شادی سے پہلے بیوی کو ایک نظر دیکھ لینا۔ یہ شریعت میں مستحب اور افضل کام ہے۔ لیکن ہمارے معاشرہ میں اس کو بُرا مانا جارہا ہے۔

۹:۔ بیوی کی عُمر شوہر کے مقابلہ میں کم ہونا افضل ہے۔ لیکن اگر زیادہ عمر والی عورت سے نکاح کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ بھی سُنت کے خلاف نہیں ہے۔

۱۰:۔ خاندانی اعتبار سے بیوی شوہر کے مقابلہ میں کمزور ہو۔

۱۱:۔ عزت اور شرف کے اعتبار سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا بڑھا ہوا ہونا۔

۱۲:۔ مالی حیثیت سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا فائق ہونا۔

۱۳:۔ بیوی کا اخلاق شوہر کے مقابلہ میں فائق ہونا تاکہ بیوی سے شوہر کی محبت زیادہ ہوجائے۔

۱۴:۔ ادب و احترام میں بیوی کا شوہر سے فائق ہونا اسلئے کہ شوہر کا مرتبہ بیوی سے اونچا ہوتا ہے۔

۱۵ عفت و پاکدامنی کے اعتبار سے بیوی کا شوہر سے فائق ہونا، تاکہ اجنبیوں سے کنارہ کش ہوکر صرف شوہر کے ساتھ تعلق رہے۔
۱۶ حُسن وجمال کے اعتبار سے بیوی کا شوہر پر فائق ہونا، تاکہ شوہر کی نگاہ ہر طرف سے یکسُو ہوکر بیوی پر قائم رہے۔ یہ ساری چیزیں درمختار کی عبارت میں موجود ہیں۔ اس کا مطلب خیز ترجمہ ہم نے یہاں نقل کر دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان امور میں سے کسی سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچ جائے۔

۳ ٹیلی فون پر نکاح

اسلامی شریعت میں نکاح کے صحیح ہونے کے لئے بہت سی شرطیں ہیں۔ ان میں سے دو شرطیں نہایت بنیادی اور لازمی ہیں۔ ان دونوں شرطوں کے بغیر نکاح کا وجود نہیں ہوسکتا۔ اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی شرط نہیں ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔
۱ وَمِنْ شَرَائِطِ الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ اِتِّحَادُ الْمَجْلِسِ۔ (الدرالمختار مع الشامی ۳/۱۴، زکریا ۴/۷۶) نکاح میں ایجاب وقبول کے صحیح ہونے کے لئے جانبین کی مجلس کا ایک ہونا لازمی شرط ہے۔ لہٰذا اگر مجلسِ نکاح میں جانبین میں سے ایک بنفسِ نفیس موجود ہے یا اس کا وکیل موجود ہے، اور دوسری جانب سے نہ خود بنفسِ نفیس موجود ہے نہ اس کا وکیل موجود ہے، بلکہ دوسری جگہ سے ٹیلی فون پر ایجاب یا قبول کرتا ہے، تو شرعی طور پر یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور اس سے میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے لئے حلال ہوں گے۔
۲ وشرط حضور شاهدين (الدرالمختار کراچی ۳/۲۱، زکریا ۴/۸۷)

مجلسِ نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا شرط ہے۔ اور دونوں گواہوں کا اسی مجلس میں ہونا عاقدین کی باتوں کا ایک ساتھ سننا بھی شرط ہے۔ اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ نکاح میں ایجاب وقبول کرنے والے دونوں بنفسِ نفیس یا ان دونوں کے وکیل موجود ہوں۔ لہٰذا اگر میاں بیوی میں سے ایک بنفسِ نفیس یا اسکا وکیل اسی مجلس میں موجود ہے، اور دونوں گواہوں نے ایک ساتھ اس کی بات براہِ راست سُنی ہے۔ اور دوسرا بہ نفسِ نفیس یا اسکا وکیل مجلس میں موجود نہیں ہے بلکہ اس کی آواز ٹیلی فون سے سُنی جارہی ہے تو دونوں گواہوں کا اس ٹیلی فون میں سننے کا اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ دوسری جانب سے بھی بہ نفسِ نفیس یا اس کے وکیل کا مجلسِ نکاح میں موجود ہوکر ایجاب وقبول کرنا اور دونوں گواہوں کا اس مجلس میں سُننا شرط ہے، اسلئے یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ ان دونوں شرطوں کے علاوہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے اور بھی شرطیں ہیں۔ لیکن یہ دونوں شرطیں ایسی بنیادی شرطیں ہیں جو نہایت اہمیت کی حامل ہیں، اور ٹیلی فون میں ایجاب وقبول کی صورت میں یہ دونوں شرطیں پائی نہیں جاتیں۔ لہٰذا ٹیلی فون میں ایجاب وقبول شرعی طور پر معتبر نہیں ہوگا۔

دوسرے ملک یا دوسرے علاقہ میں رہ کر ٹیلیفون کو واسطہ بنا کر نکاح کے درست ہونے کے لئے چند متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کرکے نکاح کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ لڑکے کی طرف سے ٹیلی فون میں جہاں لڑکی رہتی ہے وہاں کے کسی معتبر آدمی کو وکیل بنا دے۔ اور ٹیلی فون میں وکیل بنانا جائز اور درست ہے۔ پھر جہاں لڑکی ہے وہاں مجلسِ نکاح قائم ہو جائے، اور جیسا کہ ہمارے ملک میں لڑکی سے اجازت لیکر جہاں لڑکی ہے وہاں سے ہٹ کر مجلس قائم

ہوتی ہے، اب بھی ایسی ہی مجلس قائم ہو جائے۔ اور لڑکی کی طرف سے قاضی لڑکے کے وکیل سے گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کی طرف سے مقرر کردہ وکیل کو مخاطب کرکے یوں کہے کہ میں نے فلانی لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے مؤکل فلاں لڑکے کے ساتھ کردیا ہے، آپ نے اپنے موکل کی طرف سے اس کو قبول کرلیا؟ تو لڑکے کا وکیل اس طرح قبول کرے کہ میں نے فلاں لڑکی کو اپنے موکل کے نکاح میں قبول کرلیا، تو یہ نکاح درست ہو جائیگا۔

۲۔ دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکی والے لڑکی سے نکاح کی اجازت لیکر ٹیلی فون پر براہِ راست لڑکے کو اطلاع کردیں کہ اتنے مہر پر فلانی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرنے کی اجازت مل گئی ہے میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے یہاں نکاح کی مجلس قائم کرلو، اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں۔ اب وہ لڑکا تین آدمیوں کو جمع کرکے ان میں سے دو کو گواہ بنائے، ایک کو لڑکی کی طرف سے وکیل بنادے، پھر اس طرح ایجاب وقبول ہوجائے کہ لڑکی کا وکیل یہ کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے ساتھ کردیا ہے، اور لڑکا یہ کہے کہ میں نے قبول کرلیا تو اس طرح نکاح منعقد ہوجائیگا۔ اب وہ لڑکی اس کی بیوی بن گئی۔ اب اسکا نکاح کسی دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا۔

۳۔ لڑکی سے اجازت لیکر لڑکی کا وکیل جہاں لڑکا رہتا ہے وہاں کے کسی معتبر آدمی کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے، پھر وہ وکیل نکاح کی مجلس قائم کرے، دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کو مخاطب کرکے کہے کہ میں نے فلانی لڑکی جو فلاں جگہ رہتی ہے اسکا نکاح اتنے مہر پر تمہارے ساتھ کردیا ہے تو لڑکا کہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کرلیا، تو اب شرعی طور پر نکاح منعقد ہوگیا۔ وہ لڑکی اس لڑکے کی بیوی بن گئی۔ اب اس لڑکی کا نکاح کسی

دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا ـــــــ

یہ ٹیلی فون پر نکاح کے لئے متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کر کے دوسری جگہ کے لڑکے یا دوسری جگہ کی لڑکی کے ساتھ عقدِ نکاح عمل میں آسکتا ہے۔

انٹرنیٹ پر نکاح

انٹرنیٹ پر آدمی کی تصویر نظر آتی ہے۔ آوازیں بھی سُنائی دیتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جس لڑکے یا لڑکی کے ساتھ انٹرنیٹ پر نکاح کیا جارہا ہے وہ مجلسِ نکاح میں موجود ہے، ادھر سے جب قاضی مجلسِ نکاح میں ایجاب کرتا ہے تو لڑکا یا لڑکی کی تصویر انٹرنیٹ پر آواز کے ساتھ بولتی ہے اور قبول کرنے کے الفاظ استعمال کرتی ہے، اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نکاح کی ساری شرطیں یہاں موجود ہیں۔ یہ محض ایک دھوکہ ہے۔ اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ایجاب وقبول کرنے والے عاقدین کا بہ نفسِ نفیس یا دونوں کے وکیل کا بہ نفسِ نفیس مجلسِ نکاح میں موجود ہونا شرط ہے۔ اور انٹرنیٹ پر جو نظر آتا ہے وہ اصل آدمی نہیں ہوتا ہے بلکہ تصویر ہوتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ انٹرنیٹ پر جو تصویر اور آواز آرہی ہے وہ محفوظ رہ جائے اور جو اصل آدمی ہے اس کی موت واقع ہوجائے اور وہ قبر میں دفن بھی ہوجائے تب بھی انٹرنیٹ پر اس کی وہی تصویر اور وہی آواز باقی رہتی ہے، جبکہ اصل آدمی زندہ بھی نہیں ہے، اسلئے تصویر کا سامنے موجود ہونا شرعی طور پر اصل آدمی کے موجود ہونے کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

لہٰذا انٹرنیٹ پر بھی جانبین سے ایجاب وقبول اسی طرح معتبر نہیں ہے۔ جس طرح ٹیلیفون پر معتبر نہیں ہوتا ہے۔ ہاں البتہ انٹرنیٹ پر نکاح کے صحیح ہونے کے لئے وہی متبادل شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں جو ٹیلی فون میں اختیار کرنا جائز ہے، کہ انٹرنیٹ پر لڑکے کی طرف سے وکیل بنادیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکی ہے وہاں مجلسِ نکاح قائم کرے۔ یا اس کے برعکس لڑکی کی طرف سے انٹرنیٹ پر وکیل بنادیا جائے پھر وہ وکیل جہاں لڑکا ہے وہاں مجلسِ نکاح قائم کرے، پھر مجلسِ نکاح میں ایجاب وقبول ہوجانے کے بعد ٹیلی فون یا انٹرنیٹ سے دوسرے کو اطلاع کردی جائے کہ تمہارے شرائط کے مطابق یہاں نکاح ہوچکا ہے۔ یہ سب شکلیں ایسی ہیں جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت نجاشی نے حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وکیل بن کر کردیا تھا۔

اسی طرح وکالت کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ شرعاً خط وکتابت کے ذریعہ وکیل بنانا جائز ہے۔ اور دورِ نبوت، دورِ صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین اور فقہاء کے دور میں خط وکتابت ہی ایک ذریعہ تھا، ٹیلی فون، فیکس، ٹیلی ویژن کے چینل، انٹرنیٹ وغیرہ جدید ذرائعِ مواصلات کا اس زمانہ میں تصور اور وہم وگمان بھی نہ تھا۔ آج کے دور میں جب جانے پہچانے آدمی سے فون پر جو بات ہوجاتی ہے وہ رجسٹری خط اور دو آدمی کے ذریعہ لائے ہوئے خط سے بھی کہیں زیادہ معتبر اور قابلِ اعتماد ہوتی ہے۔

ہمارے ہندوستانی تاجروں کا یورپ و امریکہ سے تجارتی کاروبار ہے۔ صرف ایک فون یا فیکس پر اعتماد کر کے کروڑوں کا مال روانہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ادھر سے بھی ایک فون یا انٹرنیٹ پر اعتماد کر کے کروڑوں روپیہ روانہ کر دیا جاتا ہے۔ مگر رجسٹری خط پر اتنا بڑا اعتماد نہیں ہوتا۔ لہٰذا جانے پہچانے آدمی سے فون یا انٹرنیٹ پر بات کرنا رجسٹری خط اور ڈو آدمی کے لائے ہوئے خط سے کم درجہ کا نہیں۔ اس لئے فون یا انٹرنیٹ پر وکیل بنا کر مذکورہ تینوں طریقے سے نکاح جائز اور درست ہے۔

فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) وَكَذَا مَا يَكْتُبُ النَّاسُ فِيْمَا بَيْنَهُمْ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ حُجَّةً لِلْعُرْفِ الخ (شامی زکریا ۸/۱۳۶، کراچی ۵/۴۳۶)

اور ایسے ہی جو تحریر لوگ اپنے مابین لکھتے ہیں وہ لازمی طور پر حجت شرعی ہے لوگوں کے درمیان متعارف ہونے کی وجہ سے۔

(۲) اجاز ابو یوسف و محمدؒ الْعَمَل بالخط فِي الشَّاهِد والقَاضِي و امر ادمی اِذا رَاٰى خَطّهٗ ـــــ وَالفتوىٰ علىٰ قَوْلِهِمَا اِذَا تيقّن انّهٗ خطّهٗ سَوَاءٌ كَانَ في القضاءِ اَو الرّوايَةِ اَو

حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے شاہد اور قاضی اور اسکے متعلق خط پر عمل کرنا جائز قرار دیا ہے، جب خط کو دیکھ لے۔ اور فتویٰ ان دونوں کے قول پر ہے جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ خط اسکا ہے۔ چاہے یہ خط فیصلہ سے متعلق ہو یا روایت سے، یا دستاویز پر

شَهَادَةٌ ______

وَقَوْلُهُ وَقَلَّمَا يَشْتَبِهُ الْخَطُّ عَنْ كُلِّ وَجْهٍ فَإِذَا تَيَقَّنَ جَازَ الْاِعْتِمَادُ عَلَيْهِ تَوْسِعَةً عَلَى النَّاسِ۔

(شامی زکریا ۸/۱۳۰، شامی کراچی ۵/۴۳۷، البحر الرائق ۷/۲۷)

شہادت سے متعلق ہو۔ اور کلی طور پر دوسرے کے خط سے بہت کم مشابہ ہوتا ہے۔ لہٰذا جب یقین پیدا ہو جائے تو لوگوں کے اوپر آسانی کے واسطے اس پر اعتماد بھی جائز ہو سکتا ہے۔

(۳) إِذَا وَكَّلَتِ الْمَرْأَةُ رَجُلًا أَنْ يُزَوِّجَهَا أَوْ أَجَازَتْ مَا صَنَعَ فَأَوْصَى الْوَكِيلُ إِلَى رَجُلٍ أَنْ يُزَوِّجَهَا ثُمَّ مَاتَ الْوَكِيلُ كَانَ لِلْوَصِيِّ أَنْ يُزَوِّجَهَا۔

(ہندیہ ۳/۶۱۰)

جب عورت کسی مرد کو اس بات کا وکیل بنا دے کہ وہ مرد اس عورت کا نکاح کسی سے کر دے یا اس بات کی اجازت دیدے کہ وکالت میں جو چاہے عمل کرے تو وکیل نے کسی دوسرے آدمی کو اس عورت کے نکاح کی وصیت کی، پھر وکیل مر جائے تو وصی کیلئے جائز ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی کے ساتھ کر دے۔

۵۔ نِکاح کیسی عورت سے کریں؟

اس عنوان کے ذیل میں پندرہ باتیں عرض کرنی ہیں۔ جو علی الترتیب بیان کی جارہی ہیں۔

① تین چیزیں دیکھ کر نکاح کرنا۔
② دیندار عورت سے نکاح کی ترغیب۔
③ فرماں بردار جنّتی عورت کون ؟
④ نافرمان عورت پر وعید۔
⑤ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی چار چیزیں۔
⑥ محرومی کی چار چیزیں۔
⑦ نیک بیوی جسے ملی، دُنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں اُسے مل گئیں۔
⑧ نیک عورت سے نکاح نصف دین۔
⑨ نکاح تمام انبیاء ؑ کی سنت۔
⑩ نکاح کے لیے قرض میں اللہ کی مدد۔
⑪ بیوی کے ساتھ خیر خواہی و ہمدردی۔
⑫ بیوی کے منہ میں لقمہ کا ثواب۔
⑬ صرف لڑکیاں پیدا ہونا۔
⑭ لڑکیوں کی پرورش کا اجر و ثواب۔

⑮ ماں باپ پر بچوں کا حق ۔

۱ تین چیزیں دیکھ کر نکاح کرنا

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمّت کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ عورت میں تین چیزوں کو دیکھ کر شادی کرو۔

① عورت میں شوہر سے خوب محبّت کرنے کی صلاحیت ہو۔

② کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت ہو۔

③ عورت دیندار اور نیک صالحہ ہو۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شوہر سے محبّت اور زیادہ بچے جننے کی صلاحیت کا پتہ کیسے چلے۔ تو حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی عورت سے نکاح کرنا ہو تو پہلے اس خاندان کی ان عورتوں کا پتہ لگا لیا جائے جن کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ ان عورتوں میں دو قسم کی صفتیں ہیں یا نہیں؟ ۱ ان میں اپنے شوہر سے محبّت اور شوہر کو خوش رکھنے اور اس کی فرماں برداری کا مزاج ہے یا نہیں۔ ۲ انمیں کثرتِ اولاد کا سلسلہ ہے یا نہیں اور انمیں اولاد کی پرورش اور اولاد کے نخرے برداشت کر کے ان کی پرورش کرنیکی صلاحیت ہے یا نہیں؟ اگر یہ دونوں خوبیاں اس خاندان کی عورتوں میں ہیں تو انشاءاللہ بہت حد تک اسمیں بھی ہونگی۔ سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح سے ان دونوں خوبیوں کو دیکھکر کسی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن معقل بن یسار قال جاء رجلٌ الی رسولِ اللہ صلّی اللہ علیہِ وسلم

حضرت معقل بن یسارؓ نے فرمایا کہ ایک شخص دربارِ رسالت میں آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے

فقال یارسول اللہ انی اصبت امرأۃ ذات حسب و منصب و مال الا انہا لا تلد افاتزوجہا؟ فنہاہ ثم اتاہ الثانیۃ فقال لہ مثل ذلک ثم اتاہ الثالثۃ فقال لہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم۔ الحدیث

(ابوداؤد ۱/۲۸۰، الترغیب ۳/۳۱)

ایک ایسی عورت پائی جو اچھے خاندان والی ہے، اور اچھا منصب (یعنی ڈگری اور تعلیم یافتہ ہنر مند ہے اور مالدار بھی مگر اسمیں ولادت کی صلاحیت نہیں ہے تو کیا میں اس سے شادی کرلوں، تو آپؐ نے منع فرمایا۔ اس نے دوبارہ آکر یہی کہا۔ آپؐ نے پھر وہی جواب دیا۔ اور پھر اس نے تیسری مرتبہ آکر یہی کہا، تو آپؐ نے اس سے کہا کہ تم لوگ زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کیا کرو۔ اسلئے کہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرتِ تعداد کے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

۲ دیندار عورت سے نکاح کی ترغیب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں چار باتوں میں سے کسی ایک کو دیکھ کر کسی عورت سے نکاح کرتے ہیں۔

(۱) عورت کے مال کو دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔ حالانکہ عورت کے مال سے شوہر کبھی مالدار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی مالدار کے یہاں شوہر کی کوئی عزت ہوتی ہے بلکہ ذلت و خواری کی زندگی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(۲) عورت کی خاندانی برتری اور خاندانی عزت کو دیکھکر نکاح کیا جاتا ہے۔ اسمیں بھی اکثر و بیشتر عورت اپنی برتری شوہر کے سامنے جتاتی رہتی ہے، اور شوہر کو کمینہ اور گھٹیا بنکر رہنا ہوتا ہے۔

(۳) عورت کے حسن و جمال کو دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے حالانکہ حسین عورت اپنے حسن و جمال کے نازو غرور میں اکثر و بیشتر شوہر کو اپنے ماتحت بنانے کی کوشش کرتی ہے آخر کار نافرمانی کی آخری حد تک پہنچ جاتی ہے اور شوہر کی زندگی اجیرن بن کر رہ جاتی ہے۔

(۴) عورت کی دینداری اور اس کی نیکی کو دیکھکر نکاح کیا جاتا ہے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان چاروں قسموں میں وہی کامیاب اور کامران رہتا ہے جس نے نیک دیندار عورت سے شادی کر رکھی ہے۔ اسلئے آپ نے اپنی امت کو اس بات کی تاکید سے ترغیب دی ہے کہ تم دیندار عورتوں سے ہی شادی کا اہتمام کرو۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن عبد اللہ بن عمروؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تزوّجوا النساء لحسنهنّ فعسیٰ حسنهنّ ان یردیهنّ ولا تزوّجوهنّ لاموالهنّ فعسیٰ اموالهنّ ان تطغیهنّ ولکن تزوّجوهنّ علی الدّین ولامةٌ خرماءُ سوداءُ ذات دینٍ افضل۔ الحدیث

(ابن ماجہ/۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم عورتوں سے انکے حسن وجمال کی بنا پر نکاح مت کرو بہت ممکن ہے کہ انکا حسن انہیں اتراہٹ اور ہلاکت میں ڈالدے اور عورتوں سے ان کے مال کے لالچ میں نکاح نہ کرو بہت ممکن ہے کہ انکا مال انہیں سرکش اور نافرمان بنادے تو تمکو ہمیشہ بھگتنا پڑجائے۔ لیکن تم عورتوں سے ان کی دینداری کو دیکھ کر نکاح کرو۔ یقیناً کان کٹی کالی دیندار باندی مالدار حسین عورتوں سے بہتر اور افضل ہے۔

عن ابی هریرةؓ انّ النّبی صلّی اللہ علیه وسلم قال تنکح المرأة لاربعٍ لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدّین تربت یداك۔ الحدیث

(بخاری شریف ۲/۷۶۲ حدیث ۴۸۹۹ ابوداؤد ۱/۲۸۰، مسلم ۱/۴۷۳، ابن ماجہ/۱۳۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے چار باتوں میں سے کسی ایک کیوجہ سے نکاح کیا جاتا ہے (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اسکی خاندانی شہرت کیوجہ سے (۳) اسکے حسن وجمال کی وجہ سے (۴) اسکی دینداری اور نیکی کی وجہ سے، تم تو دیندار عورت سے نکاح کرکے کامیابی حاصل کرلو۔ تمہارے دونوں ہاتھ گھی میں ہوں گے۔

۳ فرماں بردار جنتی عورت کون ہے؟

سیدالکونین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوش نصیب عورت وہ ہوتی ہے جو ہمیشہ اپنے شوہر کو خوش رکھتی ہے۔ اتفاق سے اگر شوہر کو غصّہ آجائے تو بے چین ہو کر شوہر کو راضی کرنے کیلئے ہر طرح سے اس کے نخرے برداشت کرکے اس کی خوشامد میں لگ جاتی ہے۔ اور اس سے کہتی ہے کہ میرا ہاتھ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے میں اسوقت تک سونے کیلئے آنکھ بند نہیں کروں گی جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ السّلام نے چھ قسم کے انسان کیلئے جنّت کی بشارت دی ہے (۱) اللہ کے نبیؐ بالیقین جنتی ہونگے (۲) شہید جس نے اللہ کے راستے میں جہاد میں جان دیدی ہے (۳) صدّیق، جس نے کبھی زندگی میں جھوٹ نہیں بولا ہمیشہ سچ بولتا رہا ہو (۴) نومولود بچّہ جس نے دُنیا کا کوئی مزہ نہیں چکھا اس کو بلا حساب وکتاب کے جنت مل جائے گی (۵) وہ آدمی جو اپنے مسلمان بھائی سے صرف رضائے الٰہی اور دین کی خاطر ملاقات کیلئے جاتا ہو۔ (۶) وہ عورت جو شوہر سے بہت زیادہ محبّت کرتی ہو اور کثرت سے اولاد کی پیدائش کو برداشت کرتی ہو۔ اور جب اسکو غصّہ آجاتا ہے یا اسکے ساتھ بدسلوکی اور ظلم ہو جائے یا شوہر اس پر غصّہ ہو جائے ہر صورت میں شوہر کو خوش کرنیکی کوشش میں رہتی ہو ایسی عورت بھی صرف شوہر کی فرمانبرداری کی بنا پر بلا حساب وکتاب جنّت میں جائے گی ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن کعب بن عجرۃ و ابن عبّاس عن النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الا اخبرکم برجالکم من اھل الجنۃ قلنا بلیٰ، یارسُول اللّٰہ قال النّبیُّ فی الجنۃ، والشھداء فی الجنۃ والصدیق فی الجنۃ، والمولود فی الجنۃ، والرجل

حضرت کعب بن عجرۃؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو تمہارے ان مردوں کو بتلادوں جو جنتی ہیں تو ہم نے کہا کیوں نہیں۔ ضرور بتلائیے یارسُول اللہ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے نبیؐ جنت میں جائیں گے۔ اور شہید جنت میں جائے گا اور صدّیق بھی جنت میں جائے گا۔ نومولود بچّہ جنت میں

یزور اخاہ فی ناحیۃ المصر لایزورہٗ الا للّٰہ فی الجنۃ ، اَلَا اخبرکم بنساءکم من اھل الجنۃ قلنا بلیٰ یارسول اللّٰہ قال الودود الولود التی ان ظلمت او ظلمت او غضبت او غضب قالت ھٰذہٖ یدی فی یدك لا اکتحل بغمضٍ حتیٰ ترضیٰ ۔ الحدیث۔ (المعجم الکبیر ۱۹/ ۱۴۰ حدیث ۳۰۷ ۔ ۱۲/ ۶۴ حدیث ۱۲۴۶۷)

نوٹ :۔ اسمیں حضرت کعب بن عجرہؓ اور ابن عباسؓ کی حدیث کو ملا کر مشترک لکھا گیا ہے۔

جائیگا۔ اور وہ فرد بھی جنت میں جائیگا جو اپنے مسلمان بھائی سے رضاءِ الٰہی اور دین کی خاطر شہر کے کنارے پر زیارت اور ملاقات کیلئے جاتا ہے۔ کیا میں تم کو تمہاری عورتوں کے بارمیں نہ بتلاؤں؟ تو ہم نے کہا ضرور بتلایئے یارسول اللہﷺ، تو آپؐ نے فرمایا شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنیوالی۔ کثرت ولادت کے بوجھ کو برداشت کرنے والی عورت، جب اسکے ساتھ ظلم اور بدسلوکی کیجائے، یا اس کو غصہ آجائے یا شوہر غصہ ہوجائے تو شوہر سے کہتی ہے کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے میں اُسوقت تک سونے کیلئے آنکھ بند نہیں کروں گی جبتک آپ راضی نہ ہوجائیں۔

۴۔ نافرمان عورت پر وعید

تین قسم کے لوگوں کی نماز، روزہ وغیرہ کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور انکی کوئی نیکی آسمان پر نہیں جاتی گی۔

(۱) وہ غلام جو اپنے مالکوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اسکی عبادت اُسوقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک واپس آکر مالکوں کی فرمانبرداری میں نہ لگ جائے۔

(۲) وہ عورت جس سے اسکا شوہر ناراض ہو اسکی عبادت اُسوقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک شوہر کو راضی نہ کرلے۔

(۳) سکران اور شرابی جو نشہ کی حالت میں رہتا ہے اسکی عبادت اسوقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک کہ شراب چھوڑ کر توبہ نہ کرلے۔

لہٰذا جن لوگوں کی نماز و عبادت قبول نہیں ہوتی ہے انمیں شوہر کی نافرمان عورت بھی ہے۔ اسلئے عورت کو اسکے اہتمام اور کوشش میں رہنا چاہیئے کہ شوہر خوش رہے ناراض

نہ ہو پائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن جابر بن عبد اللہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تقبل لھم صلوٰۃ ولا تصعد لھم الی السماء حسنۃ، العبد الآبق حتی یرجع الی موالیہ فیضع یدہٗ فی ایدیھم، والمرأۃ الساخط علیھا زوجھا حتی یرضٰی والسکران حتی یصحو، الحدیث (المعجم الاوسط ۱۰/۷۰، حدیث ۹۲۳۷، شعب الایمان ۵/۱۱ حدیث ۵۵۹۲، الترغیب ۳/۳۹)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ آقاء نامدار علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی آسمانوں پر جاتی ہے (۱) وہ غلام جو اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہو تا آنکہ واپس آکر اپنے آقاؤں کے ہاتھ میں ہاتھ نہ رکھدے (۲) وہ عورت جس پر اس کا شوہر ناراض ہو۔ تا آنکہ شوہر راضی نہو جائے (۳) شرابی تا آنکہ شراب کے نشہ سے صحیح ہوکر توبہ نہ کرلے۔

۵ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی چار چیزیں

حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزوں کے ذریعے آدمی کو خوشحالی اور خوش نصیبی حاصل ہوتی ہے۔

(۱) نیک صالح اور خیر خواہ بیوی جب شوہر بیوی کیطرف دیکھتا ہے تو شوہر کو خوش کر دیتی ہے۔ اور دن بھر کی محنت و مشقت کی تھکاوٹ بیوی کے پاس آکر بھول جاتا ہے اور جب شوہر گھر سے باہر کہیں چلا جاتا ہے تو بیوی کیطرف سے ہر اعتبار سے مطمئن رہتا ہے۔

(۲) ضرورت کے مطابق کشادہ مکان جسمیں ضروریاتِ زندگی کا ہر کام آسانی کے ساتھ پورا ہو سکتا ہے۔

(۳) نیک اور دیندار پڑوسی جس کیطرف سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہونچتا ہر اعتبار سے خیر خواہ اور نفع رساں ہے۔ اگر اپنے بال بچوں کو گھر میں چھوڑ کر کہیں سفر میں جانا ہوتا ہے تو اپنے پڑوسی کیطرف سے ہر طرح کا اطمینان رہتا ہے اور پڑوسی اپنے گھر کے لوگوں کیطرح جان ومال وآبرو ہر چیز کا خیال رکھتا ہے۔ کسی کو ایسا پڑوسی حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کیطرف سے

غیبی مدد سمجھی جاتی ہے۔ ورنہ آجکل کے زمانہ میں ایسا پڑوسی کہاں ملتا ہے۔

④ اپنی ضرورت کے مطابق آرام دہ اور نفع مند سواری کہ جس کے پاس ضرورت کے مطابق اچھی اور عمدہ سواری ہوتی ہے۔ اسکو اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے اِدھر اُدھر جانے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی یہ چار چیزیں ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش نصیبی کی علامت بتلائی ہے۔

۶ دنیا میں محرومی کی چار چیزیں

چار چیزیں انسان کیلئے دنیا میں محرومی اور زندگی کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔

① ایسے بدترین پڑوسی کہ اس کیطرف سے عزت وآبرو جان ومال کسی چیز کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جا سکتا ہر وقت نقصان پہونچانے کے درپے رہتا ہے۔ گھر والوں کو چھوڑ کر سفر میں جانیکی ہمت نہیں ہوتی کہ پیٹھ پیچھے گھر والوں کو کیا نقصان پہونچا دے۔

② بداخلاق اور نافرمان بیوی کہ اس بیوی کی نافرمانی اور بداخلاقی کی وجہ سے زندگی کڑوی ہو جاتی ہے۔ زندگی کے سارے سکون سے شوہر ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یہ انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے کہ رفیقۂ حیات اور زندگی کی ساتھی جو ہر وقت ساتھ رہتی ہے وہی امن وسکون کی دشمن بن کر زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے بالآخر شوہر اس زندگی سے موت بہتر سمجھنے لگتا ہے۔

③ بدترین سواری ایسی غلط سواری ہے کہ اس سواری پر اطمینان سے سوار ہو کر سفر نہیں کیا جا سکتا۔ کہیں نہ کہیں حادثہ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

④ ایسا تنگ مکان کہ اس سے گھریلو زندگی کی ضرورت آسانی سے پوری نہیں ہو پاتی۔ یہ چار چیزیں انسان کی زندگی کو بے چین اور اجیرن بنا دیتی ہیں۔ نہ دُنیا میں سکون سے گذارا کرپاتا ہے۔ اور نہ ہی اضطرابی حالت کیوجہ سے سکون سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو پاتی ہے۔ ہر وقت پریشانی کے ساتھ مارا مارا پھرتا ہے۔ ایسے حالات میں آدمی کبھی اپنے دین کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔ جو بالآخر تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے کہ ان پریشانیوں

کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خدا کے دربار میں گریہ وزاری کرتا ہے تب تو بڑی خوبی کی بات ہے مگر انسانی ضرورت غالب آجانیکی وجہ سے دھیان خدا کی طرف نہیں ہوتا بلکہ اپنی ضرورت کی تکمیل کیطرف ہوتا ہے کہ کہاں سے ضرورت پوری ہوسکتی ہے اور کس طرح ہوسکتی ہے۔ اسی میں آدمی خدا کو بھول بیٹھتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن سَعْدِ بن ابی وقاص قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اربعٌ من السَّعادۃ، المرأۃ الصَّالحۃ والمسکن الواسع، والجار الصَّالح والمرکب الھنیئ، واربعٌ من الشقاء، الجار السّوء، والمرأۃ السّوء، والمرکب السّوء، والمسکن الضّیق۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں سعادت اور خوش نصیبی کی علامت ہیں (۱) نیک بیوی (۲) ایسا وسیع مکان جس سے ضرورت پوری ہو (۳) نیک صالح پڑوسی (۴) تابعدار عمدہ سواری۔ اور چار چیزیں انسان کی محرومی اور تباہی میں سے ہیں۔ (۱) بدترین پڑوسی (۲) بدترین اور بدتمیز عورت (۳) غلط سواری (۴) ایسا تنگ مکان جس سے ضرورت پوری نہ ہو۔

(مسند امام احمد ۱/۱۶۸، نسخہ مرقم ۱۴۴۵ حدیث ۲۶۸۴ ۔ المستدرک ۔ الترغیب ۳/۲۸ حدیث ۵)

۷ نیک بیوی جسے ملی، دُنیا و آخرت کی ساری بھلائی اُسے مِل گئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو چار چیزیں نصیب ہوگئیں تو وہ شخص دُنیا و آخرت دونوں جہاں کی خیر اور بھلائی سے مالا مال ہوگا۔

(۱) قلباً شاکراً۔ ایسا دل نصیب ہو کہ جو کچھ بھی میسر ہو اُس پر دِل سے شکر کرتا ہو۔

(۲) لساناً ذاکراً۔ ذکر کرنیوالی زبان۔ اسکی زبان سے ہر وقت خدا کا ذکر ہی نکلتا ہے۔

(۳) وبدناً علی البلاء صابراً۔ ایسا بدن نصیب ہو جو ہر بلا و مصیبت کو آسانی سے جھیل لیتا ہو۔ بے صبری نہ کرتا ہو۔

(۴) وزوجۃ لا تبغیہ حوباً فی نفسھا ومالہ۔ ایسی باوفا بیوی نصیب ہو جو شوہر کے

مال اور اپنے نفس کی حفاظت میں شوہر کی بدخواہ نہ ہو۔ اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں۔
المرأة الصّالحة تراهَا تعجبك وتغيب تأمنها على نفسها ومالك۔ (الترغیب، والترہیب للمنذری ۳/۲۸) - ایسی نیک بیوی نصیب ہو جائے کہ جب تم اسکی طرف دیکھو تو تم کو خوش کر دیتی ہو۔ اور جب کہیں غائب ہو جاؤ تو تمہاری غیبوبت میں تمہارے مال اور اپنی ذات کی غیروں سے حفاظت کرتی ہو تو تم اس سے مامون رہتے ہو۔ حدیث شریف یہ ہے۔

عن ابن عبّاسؓ انّ النّبی صلّی الله علیه وسلّم قال اربعٌ من اعطیهنّ فقد اعطی خیر الدّنیا وَ الأخرة، قلبًا شاکرًا ولِسانًا ذاکرًا وبَدنًا علی البلاءِ صَابرًا وزوجَـةً لا تبغیه حوبًا فی نفسها ومَالہ۔ الحدیث۔ (الترغیب والترہیب للمنذری بحوالہ طبرانی ۳/۲۸)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جسکو وہ چیزیں مل گئیں تو اسکو دُنیا و آخرت دونوں جہاں کی بھلائی حاصل ہو گئی (۱) شکر گذار قلب (۲) ذکر کرنے والی زبان۔ (۳) ایسا بدن جو ہر مصیبت پر صبر کرتا ہو (۴) ایسی بیوی جو شوہر کے حق میں اپنی ذات و نفس اور اس کے مال میں بُرا نہ چاہتی ہو۔

۸ نیک عورت سے نکاح نصف دین

اللہ تعالیٰ نے پورے دین کو آدھا آدھا دُو حِصّوں میں تقسیم فرمایا ہے ان میں سے ایک حِصّہ کا تعلق کسی عورت سے نکاح کرکے اس کے سَاتھ گھریلو زندگی گذارنے کے سَاتھ ہے۔ دُوسرے حِصّہ کا تعلق زندگی کے باقی تمام گوشوں کیساتھ ہے۔

لہٰذا جو شخص نکاح نہیں کرتا ہے اسکے دین کا نصف حِصّہ ناقص رہ جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی عبادت و ریاضت میں وقت گذارتا ہو پھر بھی نکاح نہ ہونے کی وجہ سے اسکا دین و ایمان کبھی کامل نہیں ہو سکتا ناقص ہی رہیگا۔ اور جس نے کسی عورت سے نکاح کر لیا ہے اور عورت بھی نیک صالحہ ہے تو اس نکاح کے ذریعہ سے اللہ پاک اس کے دین کے نصف حِصّہ کو کامل کر دیتا ہے۔ اب صرف بقیہ نصف حصہ میں محنت کرکے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنا ہے

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من رزقہ اللہ امرأۃ صالحۃ فقد اعانہ علی شطر دینہ فلیتق اللہ فی الشطر الباقی۔ وفی روایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ نصف الدین۔ (الترغیب والترہیب ۳/۲۹)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو اللہ نے نیک بیوی عطا فرمائی تو یقیناً اس کا آدھا دین اللہ کی مدد سے پورا ہوگیا بقیہ آدھے دین کے بارمیں اللہ سے ڈرتا رہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب بندہ نکاح کرلیتا ہے تو یقیناً اسکا آدھا دین مکمل ہوجاتا ہے لہٰذا باقی آدھے دین کی تکمیل میں خدا سے ڈرتا رہے۔

۹ نکاح تمام انبیاء کی سنّت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شادی کی طاقت اور گنجائش کے باوجود شادی نہیں کرتا ہے وہ میری سنّت اور میرے طریقے سے خارج ہے۔ (الترغیب ۳/۲۹) اور ایک دوسری روایت میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں حضراتِ انبیاء علیہم السّلام کی سنتوں میں شامل ہیں جو شخص ان چیزوں پر عمل کریگا اس کا تعلق تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے ہوجائیگا۔ اسکا چلنا تمام انبیاء کی سنتوں اور طریقوں پر چلنا ثابت ہوگا۔ ① حیاء اور شرم۔ لہٰذا جسمیں حیاء نہیں وہ انبیاء کے طریقہ پر نہیں۔ ② خوشبو لگانا اور اس کو پسند کرنا اور اسکا اہتمام کرنا ③ مسواک کا اہتمام کرنا۔ نیز مسواک کے بہت سارے فوائد ہیں انمیں اہم ترین فائدہ منہ کی بدبو دور ہوجانا اور دانتوں کی بیماریوں سے محفوظ ہوجانا اور ایمان پر خاتمہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ④ نکاح کرکے زندگی کو باعصمت بنانا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اربعٌ من سنن

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ سید الکونینؐ نے فرمایا کہ چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔

المرسلين الحياء والتعطر والسواك والنكاح ۔ (ترمذی ۲۰۶/۱، الترغیب ۲/۳)

(۱) حیاء و شرم (۲) خوشبو لگانیکا اہتمام (۳) مسواک کا اہتمام (۴) نکاح کر کے باعصمت زندگی گذارنا ۔

۱۰ نکاح کیلئے قرض لینے میں اللہ کی مدد

اسلامی شریعت میں نکاح اتنا اہم اور ضروری کام ہے کہ اگر نکاح کے خرچ کیلئے کسی کے پاس پیسہ نہیں ہے اور وہ شخص نکاح کر کے باعصمت زندگی گذارنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ قرض لیکر نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کیلئے غیبی خزانہ سے مدد فرمائیگا. چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ تین قسم کے لوگوں کے قرض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے غیبی مدد شامل رہتی ہے. پھر ان کو قرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی تنگی اور پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی ۔

(۱) وہ شخص جو قرض لیکر جنگی سامان فراہم کر کے اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے نکل جاتا ہے ۔

(۲) وہ غلام جو اپنے مالک سے معاملۂ کتابت کر کے بدل کتابت کا پیسہ ادا کرنا چاہتا ہے ۔

(۳) وہ شخص جو نکاح کے ذریعے گناہ سے بچکر باعصمت زندگی گذارنا چاہتا ہے ۔ ان تینوں کیلئے غیبی خزانہ سے باری تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے اور جسکے ساتھ خدا کی مدد شامل ہو جائے وہ کبھی کسی کے سامنے شرمندہ یا ذلیل نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث حق علی اللہ عونہم المجاھد فی سبیل اللہ والمکاتب الذی یرید الاداء، والناکح الذی یرید العفاف ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں پر مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے (۱) مجاہد فی سبیل اللہ (۲) بدل کتابت ادا کرنے والا غلام (۳) باعصمت و باعفت زندگی کے ارادہ سے نکاح کرنیوالے ۔

(ترمذی شریف ۱/۲۹۵، الترغیب والترہیب ۳/۲۹)

(حدیث ۱۲)

۱۱ بیوی کے ساتھ خیر خواہی وہمدردی

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو نازک مزاج پیدا فرمایا ہے انکی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے ٹیڑھاپن رکھا ہے جو اُن کے اختیار کی چیز نہیں ہے ان کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے بالکل اُوپر کی پسلی سے پیدا فرمایا اور اُوپر کی پسلی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے کوئی مَرد اگر اپنی بیوی کے ٹیڑھاپن کو ختم کر کے سیدھی کرنا چاہے گا تو وہ ہرگز سیدھی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اور زیادہ ٹیڑھی ہوتی جائیگی۔ بالآخر طلاق ہوکر جُدائیگی ہوسکتی ہے مگر سیدھی نہیں ہوگی، اسلئے سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُن کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا مَرد کے ذمہ ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہاری زندگی کا بہترین ساتھی بنایا ہے۔ ان کے ساتھ ہر وقت خیر خواہی اور ہمدردی کرنا ان کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنا مَردوں پر لازم اور ضروری ہے۔ اسلئے جو مَرد اپنی بیوی کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنیکے پیچھے پڑجاتا ہے اسے زندگی کے سُکون سے یا خود بیوی سے محروم ہوجانا پڑتا ہے اسلئے مَردوں کو گھریلو زندگی میں نہایت صبر و تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابی هریرةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان یؤمن بالله و الیوم الاٰخر فلا یؤذی جارهٗ، و استوصُوا بالنساء خیرًا فانّهنّ خلقنَ من ضلع وانّ اعوجَ شیٔ فی الضلع اعلاهُ فان ذهبتَ تقیمهٗ کسرتهٗ وان ترکتهٗ لم یزل اعوجَ فاستوصُوا بالنساء خیرًا۔ الحدیث

(بخاری ۲/۷۷۹ حدیث ۴۹۹۱، ترمذی ۱/۲۲۶)

حضرت ابوہریرہؓ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مَروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور تم عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کیا کرو اسلئے کہ ان کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی بھی اُوپر والی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر تم اسے سیدھی کرنا چاہوگے تو اسے توڑ ڈالوگے اگر یوں ہی چھوڑ دوگے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی، اسلئے اس کام کے پیچھے مت پڑو بلکہ عورتوں کیساتھ خیر خواہی اور بھلائی کرتے رہو۔

۱۲ بیوی کے منہ میں لقمہ کا ثواب

حدیث شریف میں عورتوں کی دل جوئی اور انکے ساتھ ہمدردی اور محبت کے بارےمیں یہاں تک آیا ہے کہ تم اخلاص اور للّٰہیت کیساتھ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ دیتے ہو وہ بھی تمہارے واسطے عبادت ہے تم کو اسکا بھی ثواب ملیگا۔ حالانکہ اسمیں خواہشِ نفس کا تعلق بھی ہے۔ پھر بھی صدقہ خیرات کا ثواب ملیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن سعد بن ابی وقاصؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الیٰ قولہ) مھما انفقتَ فھو لك صدقة حتی اللقمة ترفعھا فی امرأتك۔ الحدیث (بخاری شریف ۱/۱۳ حدیث ۵۶، ۲/۶۳۳ حدیث ۴۳۳۱، ۲/۸۰۶ حدیث ۵۱۴۵، ۲/۸۴۶ حدیث ۵۴۴۶، ترمذی شریف ۲/۳۲، مسند احمد ۱/۱۷۲، ۱/۱۷۳)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی ایک لمبی حدیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر والوں پر جو بھی خرچ کروگے تو تمکو اس سے صدقہ کا ثواب ملیگا۔ حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے مُنہ میں دیتے ہو اسکا بھی ثواب ملیگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی خدا کو خوش کرنے کیلئے خرچ کرنے میں جو ثواب ملتا ہے اس میں سب سے افضل ترین خرچ جسمیں سب سے زیادہ ثواب ملیگا اس پیسہ کا ثواب ہوگا جو اپنی بیوی بچّوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اسمیں اہم ترین صدقہ کا ثواب ملیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ثوبانؓ انّ النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال افضل الدّینارِ دینارٌ ینفقه الرّجل علیٰ عیالہ (الیٰ قولہ) و ایّ رَجُلٍ اَعظم اجرًا من رجُلٍ ینفق علیٰ عیالٍ لہ صغار یعفھم اللہ بہ۔

حضرت ثوبانؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ سب سے افضل ترین دینار یعنی افضل ترین پیسہ وہ ہے جسکو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اور کونسا آدمی ہے؟ جس کو اس شخص سے زیادہ ثواب مِل سکتا ہے جو بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔

و يغنيهم به - الحديث
(ترمذی شریف ۲/۱۸)

اسکے چھوٹے بچے بھی ہوں اس سے اللہ ان کو پاکدامنی عطا کرتا ہے اور لوگوں کی محتاجی سے بے نیاز کردیتا ہے۔

عن ابی مسعود الانصاریؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا انفق المسلم نفقة علی اهله وهو يحتسبها كانت له صدقة.
(بخاری شریف ۲/۸۰۵، حدیث ۵۱۲۲)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب مسلمان اپنی بیوی بچوں پر ثواب کی امید سے کوئی پیسہ خرچ کرتا ہے تو وہ اس کیلئے صدقہ ہوتا ہے (جسکو اللہ تعالیٰ قیامت تک بڑھاتا رہتا ہے)

اور ایک حدیث میں پانچ قسم کے خرچوں کو صدقہ قرار دیا ہے۔
(۱) آدمی کا اپنی ذات پر خرچ کرنا (۲) اپنی اولاد پر خرچ کرنا (۳) اپنی بیوی پر خرچ کرنا (۴) اپنے ذو رحم محرم یعنی ماں باپ، بھائی بہن، چچا تایا، پھوپھی خالہ پر خرچ کرنا (۵) دوسرے قرابتداروں اور رشتہ داروں پر خرچ کرنا۔ اسمیں اخلاص ہوگا تو صدقہ کا ثواب ملیگا۔

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما انفق المرء علی نفسه وولده واهله وذی رحمه وقرابته فهو له صدقة.

حضرت جابرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا کہ جو پیسہ آدمی اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے اور جو اپنی اولاد پر اور جو اپنی بیوی پر، اور جو اپنے ذو رحم محرم پر، اور جو رشتہ داروں پر خرچ کرتا ہے وہ اس کیلئے صدقہ ہے۔

(الترغیب والترہیب ۳/۴۳) المعجم الاوسط حدیث ۶۸۹۶ -)

۱۳ صرف لڑکیاں پیدا ہونا

اگر کسی کے یہاں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوگئی ہیں تو یہ بیوی کا قصور نہیں ہے۔ اور نہ مرد کا۔ یہ مقدر کا مسئلہ ہے اللہ پاک اپنی مرضی سے جسکو چاہتا ہے صرف لڑکیاں ہی دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے صرف لڑکے ہی لڑکے دیتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکی دونوں دیتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ ہر قسم کی اولاد سے محروم

کر دیتا ہے۔ یہ خالقِ کائنات کی قدرتِ کاملہ کا مظہر ہے۔ اسمیں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بعض لوگ صرف لڑکیاں پیدا ہونیکی وجہ سے بیوی سے ناراض رہتے ہیں یہ نہایت حماقت اور جہالت کی بات ہے۔ عورت کو بھی تو اس معاملہ میں شوہر پر ناراض ہونیکا حق ہے کیونکہ جو لڑکیاں پیدا ہوئیں ہیں اسمیں تنہا عورت کا حِصّہ نہیں ہے بلکہ برابری کیساتھ دونوں کے حصّے کا دخل ہے۔ بعض واقعات کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ کسی کی بیوی سے سب لڑکیاں ہی پیدا ہوتی جارہی ہیں۔ آخرکار شوہر نے لڑکے کی آرزو میں دُوسری شادی کرلی۔ خُدا کا کرنا تھا کہ دُوسری بیوی سے بھی سب لڑکیاں ہو رہی ہیں۔ اور بیسؔ پچیسؔ سال کے بعد اللہ نے اسی پہلی بیوی کے پیٹ سے ایک لڑکا عطا فرمادیا اور دوسری بیوی سے لڑکیاں پیدا ہونیکا سِلسلہ بدستور جاری ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝
(سورۂ شوریٰ آیت ۴۹، ۵۰)

اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمینوں کا راج وسلطنت جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے جسکو چاہتا ہے لڑکیاں بخشتا ہے اور جسکو چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے یا اسکو جوڑے بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے سب کام کرنے پر قادر ہے۔

۱۴۷ لڑکیوں کی پرورش کا اجر وثواب

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص لڑکیوں کے خرچہ، اخراجات، ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت ہر طرح کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ انکی تربیت اور ان کے اخراجات میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہے ہر طرح کی پریشانیوں اور ہر طرح کی زیر باریاں صبر وضبط کے ساتھ برداشت کرتا ہے تو اس کیلئے جنت واجب اور لازم

ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں لڑکیوں کی پرورش کو اسکے لئے جہنم سے حفاظت کا ذریعہ بنا دیگا۔ اور یہی کام ان کیلئے نجات کا سامان بنے گا۔ جب سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی کفالت کی اس کیلئے جنت واجب ہے تو ایک صحابی نے سوال کیا کہ اگر کسی نے دو لڑکیوں کی کفالت کی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا اس کیلئے بھی جنت لازم ہوگی۔ پھر ایک صحابیؓ نے سوال فرمایا کہ اگر کسی نے صرف ایک لڑکی کی کفالت کی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اسکو بھی یہی مقام ملیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عائشۃؓ قالت دخلت علیّ امرأۃ ومعہا ابنتان لہا تسأل فلم تجد عندی شیئًا غیر تمرۃٍ واحدۃٍ فاعطیتہا ایاھا۔ فقسمہا بین ابنتیہا ولم تاکل منہا شیئًا ثم قامت فخرجت فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا فاخبرتہ فقال من ابتلی من ھٰذہ البنات بشیءٍ فاحسن الیہن کن لہ سترًا من النار۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کو لیکر آئی اور کچھ مانگا اور حضرت عائشہؓ کے پاس صرف ایک کھجور تھی وہ دیدی تو عورت نے اُسے دو حصے کر کے دونوں لڑکیوں کو دیدی خود نہیں کھائی پھر اُٹھ کر چلی گئی۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے پوری بات آپؐ کو بتلادی تو اس پر آپؐ نے عبرت کیساتھ فرمایا کہ جسکو ان لڑکیوں کی پرورش میں مبتلاء اور مشغول کردیا گیا اور اس نے انکی اچھی تربیت کی اچھا معاملہ کیا ہے۔ اللہ پاک انہیں لڑکیوں کو اس کے لئے جہنم سے حفاظت کا پردہ اور دیوار بنا دیگا۔

(بخاری شریف ۱/۱۹۰ حدیث ۱۴۰۰، ۲/۸۸۷ حدیث ۵۷۶۱، ترمذی ۲/۱۳)

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کن لہ ثلاث بنات فصبر علیٰ لأوائھن وضرائھن وسرائھن ادخلہ اللہ

حضرت ابوہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس کی تین لڑکیاں ہوں اور ان کی مشقتوں اور ان کی طرف کی تکلیفوں اور ان کے لئے سہولتوں کی فراہمی سب باتوں پر صبر اور برداشت سے

الجنة برحمته ایاھن فقال رجل وَ اثنتان یا رسول الله قال و اثنتان قال رجل و واحدة قال و واحدة - الحدیث۔
الترغیب ص۴۷/۳، مستدرک حاکم ۲۶۲۲/۷ حدیث ۷۳۴۶، بالفاظ دیگر مسند احمد ص۱۵۰/۳ حدیث ۱۷۵۳۸۔

کام لیا ہے ان کیلئے ان کیساتھ رحمت و شفقت کیوجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت نصیب فرمائیگا۔ تو ایک شخص نے کہا اگر صرف دو لڑکیاں ہوں تو آپؐ نے فرمایا اسکو بھی جنت نصیب فرمائیگا۔ پھر ایک نے سوال کیا کہ اگر صرف ایک لڑکی ہو تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی پرورش کی وجہ سے بھی اس کو جنت نصیب ہوگی۔

۱۵ ماں باپ پر بچوں کا حق

جب بچہ پیدا ہو جائے تو ماں باپ پر چار حقوق متعلق ہو جاتے ہیں۔

(۱) اسکا ایک خوبصورت نام رکھا جائے، ناموں میں سب سے اچھا نام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ کسی نبی کے نام کے ساتھ نام رکھو۔ سب سے خوبصورت نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے، انہیں سے کوئی نام رکھ لو۔ لڑکیوں کا نام ازواج مطہرات و صحابیات کے ہم نام [illegible]

(۲) بچہ کا عقیقہ کر دیا جائے، اس سے ہر قسم کے خطرہ، بیماری، آسیب اور جنات وغیرہ سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ عقیقہ ساتویں دن کرنا مستحب اور افضل اور مسنون ہے۔ مثلاً اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہے تو بدھ کو عقیقہ کرنا مسنون ہے، کسی عذر کیوجہ سے اس بدھ کو نہیں ہو سکا تو چودھویں دن جو اگلا بدھ ہے اس دن کرے۔ اس دن بھی نہ ہو سکے تو تیسرا بدھ اکیسویں دن ضرور کر دیا جائے۔

عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه - الحديث
(ترمذی شریف ۲۷۸/۱) وقوله فان

حضرت سمرہ بن جندب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بچہ اپنے عقیقہ سے محفوظ ہوتا ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈا دیا جائے، اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو چودھویں

لم يتهيأ يوم السَّابع فيوم الرابع عشر فان لم يتهيأ عق عنه يوم احدى وعشرين ۔ (ترمذی شریف ۱/۲۷۸)

کو اور اسمیں نہ ہو سکے تو اکیسویں کو کر دیا جائے۔

③ بچہ کی تعلیم و تربیت کا بہت اہتمام کیا جائے ایسا آزاد نہ چھوڑا جائے جس سے بچہ بگڑ جائے۔ ہمیشہ اُسے اچھے ماحول سے مانوس کیا جائے۔

④ بچہ اگر شادی کے لائق ہو جائے تو اچھی جگہ اسکی پسند کے مطابق شادی کردی جائے شادی میں زیادہ تاخیر نہ کیجائے جس سے بچہ کا خیال معصیت کیطرف ہونے لگے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی وهب الجُشمی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تسمّوا باسماءِ الانبیاء وَ اَحَبُّ الاَسماء اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَ عَبْدُ الرحمٰن و اصدقها حارث وهمّام و اقبحها حربٌ و مُرَّة۔ الحدیث

(ابوداؤد شریف ۲/۶۷۶، الترغیب ۲/۴۸)

حضرت ابو وهب جشمیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا کہ تم اپنی اولاد کا نام حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ رکھا کرو۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ سب سے سچا نام حارث اور ہمام ہے۔ اور سب سے برا نام حرب اور مرّہ ہے

عن ایّوب بن موسیٰ عن ابیهِ عن جدّہٖ ان رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قال ما نَحَلَ والِدٌ ولدًا من نحلٍ افضل من ادبٍ حسن۔ الحدیث

(ترمذی شریف ۲/۱۶، الترغیب ۲/۵۰)

حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی باپ اپنی کسی اولاد کو اچھا ادب اور اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی احسان اور عطیہ عطا نہیں کرتا۔

۶ مہر کیسے ادا کریں

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق مہر کی مقدار کم سے کم دس درہم ہے جسکا وزن موجودہ زمانے کے گراموں کے حساب سے تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام ہوتا ہے۔ لہٰذا دس گرام کے تولہ کے حساب سے تین تولہ ۶۱۸ ملی گرام ہوتے ہیں۔ (ایضاح الطحاوی ۲/۱۹۳) اس مقدار یا اسکی قیمت سے کم مہر باندھنا جائز نہیں ہے۔ اگر کم مہر باندھا جائے تو بقول امام زفرؒ مہر مثل یعنی اس لڑکی کی پھوپھی اور بہن وغیرہ کا مہر جو باندھا جاچکا ہے وہی ادا کرنا لازم ہوجاتا ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق دس درہم سے کم مہر باندھنے سے دس ہی درہم لازم ہوجاتا ہے اسی پر فتویٰ ہے، اور مہر کی مقدار زیادہ سے زیادہ کتنی ہے۔ اسکی کوئی مقدار شریعت کیطرف سے متعین نہیں ہے۔ آپس کی رضامندی سے جتنی طے ہوجائے اتنی مقدار مقرر کرنیکا اختیار ہے (مستفاد ہدایہ ۲/۳۰۴) اب مہر کے بارمیں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔

۱ مہر کی ادائیگی میں کوتاہی کا عذاب

شریعت کا اصل حکم یہی ہے کہ بیوی کا مہر جلد از جلد ادا کردیا جائے۔ لہٰذا جب کوئی کسی عورت سے مہر کی خاص مقدار پر نکاح کرتا ہے اور اس کے دل میں ادا کرنیکا ارادہ بھی ہے اور کسی وجہ سے ادا نہیں کرسکا، اور بیوی کی طرف سے مطالبہ بھی نہیں رہا ہے پھر اسی حالت میں موت آجائے تو اس کے ترکہ میں سے حساب لگا کر بیوی کو مہر ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ اور اگر بیوی کا انتقال ہوجائے اسکو بیوی کی میراث میں شامل کرکے ورثاء میں تقسیم کردینا لازم ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں انشاءاللہ تعالیٰ خدا کے یہاں کی پکڑ سے بچنے کی اُمید ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ دو قسم کے لوگوں پر سخت ترین عذاب ہوگا۔

۱ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے اس ارادہ سے نکاح کرلیا ہے کہ مہر ادا ہی نہیں کرنا ہے تو ایسی صورت میں بیوی نے مہر کا مطالبہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دونوں شکل میں شریعت کے نزدیک یہ شخص سخت فریب اور دھوکہ باز شمار ہوگا۔ اور اس کی بدنیتی کی وجہ سے اللہ کے دربار میں اسکو وہی سزا اور وہی عذاب دیا جائے گا جو زنا کار کو دیا جائیگا۔

۲ جو شخص کسی سے قرض لیکر ادا نہیں کرتا ہے اور نہ ہی ادا کرنیکا ارادہ ہے تو اس کا شمار چوروں میں ہوگا۔ اور چور و ڈکیت کا عذاب اس پر ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن میمون الکردیؓ عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال سمعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامرّۃً ولا مرّتین ولا ثلاثۃً حتیٰ یبلغ عشر مرارٍ ایُّما رجُلٍ تزوّج امرأۃً علیٰ ماقلّ من المھر اوکثرلیس فی نفسہٖ ان یؤدی الیھا حقھا خدعھا فمات ولم یؤدّ الیھا حقھا لقی اللہ یوم القیامۃ وھو زانٍ، وایّما رجُلٍ استدان دیناً لا یرید ان یؤدی الیٰ صاحبہ حقہ خدعہ حتیٰ اخذ مالہٗ فمات ولم یؤدّ دینہ لقی اللہ وھو سارق۔

حضرت میمون کُردیؓ اپنے والد سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے آپؐ سے فرماتے ہوئے ایکؔ مرتبہ دوؔ مرتبہ تینؔ مرتبہ نہیں سُنا بلکہ دسؔ بار سُنا ہے کہ جو بھی مَرد کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر کی کسی مقدار پر نکاح کرتا ہے اور اسکا ارادہ ادا کرنیکا نہیں ہے تو اس نے اس عورت کو دھوکہ دیا ہے۔ لہٰذا اگر اسی حالت میں ادا نہ کرکے مرجاتا ہے۔ تو قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملاقات کریگا کہ اسکا شمار زانیوں میں ہوگا۔ اور جو بھی آدمی کسی سے اس ارادہ سے قرض لیتا ہے کہ ادا نہیں کرتا ہے۔ پھر قرض ادا نہ کرکے مرجاتا ہے تو اللہ سے اس حالت میں ملاقات کریگا کہ اس کا شمار چوروں میں ہوگا۔

(المعجم الاوسط حدیث ۱۸۵۱-۶۲۱۳- الترغیب والترہیب ۲/۳۴۷، ۳/۳۱)

۲ اہل عرب مہر کیسے ادا کرتے ہیں

عربوں میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے پیشگی اور نقد مہر ادا کرنیکا دستور رہا ہے۔ اور آج بھی اہلِ عرب کے درمیان پیشگی مہر ادا کرنیکا سلسلہ جاری ہے۔ اور اسوقت اسکی یہ شکل زیادہ رائج ہے کہ مہر کیلئے جو رقم طے ہوتی ہے اس رقم کو لیکر دونوں طرف کے ذمہ دار لوگ ساتھ میں جاکر لڑکی کیلئے زیورات خرید لیتے ہیں۔ اور بعض لوگ ساتھ میں لڑکی کو بھی برقعہ میں بازار لیجاتے ہیں۔ اور لڑکی کی پسند کے زیورات خرید لیتے ہیں

پھر شادی کے دن وہی زیور لڑکی کو پہنا کر لایا جاتا ہے۔ اور لڑکی والے جو زیور دیتے ہیں وہ بھی پہنا کر رخصت کرتے ہیں۔ اور یہ مہر کی ادائیگی کیلئے نہایت عمدہ اور بہتر اور آسان طریقہ ہے کہ زیورات ہی کو مہر قرار دیا جائے پھر زندگی بھر شوہر کے اوپر بیوی کے مہر کے قرض کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی اگر ہمارے برصغیر ہندوستان و پاکستان وغیرہ میں بھی یہی طریقہ رائج ہو جائے تو شوہر کیطرف سے مہر ادا نہ کرنیکی لعنت جڑ سے ختم ہو جائے گی۔

۳ دورِ نبوت اور دورِ صحابہ میں چار قسم کے مہر

دورِ نبوّت اور دورِ صحابہ میں چار قسم کے مہر کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ چاروں قسمیں آدمی کی مالی حیثیت کے اعتبار سے ہیں۔ لہٰذا ان چاروں قسموں میں سے کوئی بھی قسم اپنی حیثیت کے اعتبار سے اختیار کی جائے تو خلافِ سنت نہ ہوگا۔ بلکہ شریعت سے ثابت شدہ مہروں میں سے کسی ایک قسم کے مہر کے دائرہ میں داخل ہوگا۔

① اَقلِ مہر اور مہرِ اُمِّ سلمہ رضؓ

غریب، مزدور، رکشہ والے، ٹھیلہ والے، اور نوکر پیشہ لوگ جنکا گزر بسر روز کی کمائی پر ہوتا ہے۔ اتفاق سے اگر ہفتہ عشرہ کمائی کا سلسلہ رک جائے تو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور قرض لینے کی نوبت آجاتی ہے ایسے لوگوں کے نکاح میں کم سے کم مہر باندھنے کا حکم ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس درہم ہے۔ جسمیں ماشہ کے حساب سے دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہوتی ہے جسکا وزن موجودہ زمانہ کے گراموں کے حساب سے ۳۰ گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام ہوتا ہے۔ (ایضاح الطحاوی ۳/۱۹۳، ایضاح المسائل /۱۲۹، جواہر الفقہ ۱/۴۲۴)

اگر کوئی شخص اس سے کم مہر باندھے گا تو اس کے اوپر پھر بھی یہی مقدار یا اسکی قیمت مہر میں دینا واجب ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ ۲/۳۰۴)۔ لہٰذا غریب لوگوں کیلئے اپنی حیثیت کے اعتبار سے ۳۰ تولہ ۶۱۸ ملی گرام چاندی یا اُس کی قیمت سے اُوپر اُوپر لحاظ رکھتے ہوئے اتنا مہر باندھنا مسنون ہوگا جتنا وہ آسانی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔ اسلئے ایسے غریب لوگوں کیلئے

مہر فاطمی مسنون نہیں ہوگا بلکہ انکی حیثیت کے مُطابق کم سے کم مہر باندھنا ہی ان کیلئے مسنون ہوگا۔ اسی کو حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

قال عمر بن الخطاب اَلَا لا تغلوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة فى الدنيا او تقوىٰ عند الله لكان اولٰكم بها نبى الله صلى الله عليه وسلم ماعلمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئًا من نسائه ولا انكح شيئًا من بناته على اكثر من ثنتى عشرة اوقية ونش اى نصف اوقية۔ (ابوداؤد شریف ۱/۲۸۷، ابن ماجہ شریف/۱۳۵، ترمذی شریف ۱/۲۱۱، مشکوٰۃ ۲/۲۷۷)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ کہ تم عورتوں کے مہر بہت گراں اور اتنا زیادہ مت باندھو جو شوہروں پر بار بن جائے۔ اسلئے کہ اگر زیادہ مہر باندھنا دُنیا کے اندر عزت کی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی چیز ہوتی تو اس معاملہ میں اللہ کے نبی تمہارے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہوتے کہ میں نہیں جانتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براہِ راست کسی عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح کردیا ہو ساڑھے بارہ اُوقیہ یعنی پانچسو درھم سے زیادہ پر۔

اس حدیث شریف سے دُو باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) کہ گراں مہر باندھنا جسکی ادائیگی شوہر کیلئے دشوار کُن ہوجائے وہ خلافِ سنت ہے اسلئے شوہر اگر اپنے روزگار اور کمائی پر کھڑے ہوکر مہرِ فاطمی کی ادائیگی کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو ایسوں کیلئے مہر فاطمی باندھنا مسنون نہیں ہے لہٰذا ایسے لوگوں کے اُوپر مہرِ فاطمی باندھ کر بارِ گراں ڈالنا دونوں خاندان کیلئے نہ عزت کی چیز ہے اور نہ عند اللہ تقویٰ کی چیز ہے، اور نہ ہی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مُطابق ہوگا۔ چنانچہ شروع ہجرت میں جب زیادہ تنگی کا زمانہ تھا اس وقت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہؓ کے ساتھ نکاح فرمایا تھا اسمیں اُنکا مہر صرف دَس درہم یعنی تین تولہ ۶۱۸ ملی گرام چاندی مہر میں باندھا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وكانَ مهرُ بعضِ ازواجِ النّبىّ | آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواجِ مطہرات جیسا کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَامِّ سَلَمَةَ مَا يُسَاوِيْ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ۔ (حاشیہ ۱ ابوداؤد ۱/۲۸۷)

حضرت ام سلمہؓ کا مہر دس درہم کے برابر تھا۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ عَلَى مَتَاعِ بَيْتٍ قِيْمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ۔

حضورؐ نے حضرت ام سلمہؓ سے دس درہم کی قیمت کے سامان پر نکاح فرمایا۔

(المعجم الاوسط حدیث ۲۶۳، مسند ابی یعلیٰ حدیث ۳۳۷۲)

(۴) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پانچسو درہم سے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست نہ ازواج مطہرات میں سے کسی کا مہر باندھا ہے، اور نہ ہی صاحبزادیوں میں سے کسی کا مہر باندھا ہے، بلکہ اس سے نیچے نیچے باندھا ہے۔ لہٰذا ادنیٰ درجہ کے خوشحال لوگ جو تیس چالیس ہزار پچاس ہزار کے مالک ہیں ان کے لئے مہر فاطمی یا اس سے نیچے نیچے کے مہر باندھنا مسنون ہوگا۔ اس سے زیادہ مسنون نہیں ہوگا۔ جس کی تفصیل مہر فاطمی کے ذیل میں آرہی ہے۔

(۲) مہر فاطمی

دوسری قسم کا مہر جو دور نبوت اور صحابہ سے ثابت ہے وہ مہر فاطمی ہے۔ جو مسلمانوں کے درمیان بہت زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ اسکی مقدار کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ انہیں سے سلف صالحین اور ہمارے اکابر نے پانچسو درہم کے قول کو زیادہ راجح اور زیادہ صحیح ثابت فرمایا ہے۔ اسلئے کہ حضرت علیؓ کی زرہ کی قیمت کا حساب پانچسو درہم ہوتا ہے۔ اور اسی کو فروخت کرکے حضرت فاطمہؓ کا مہر ادا کیا گیا تھا، اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ اور پانچسو درہم میں بارہ ماشہ کے تولہ کے حساب سے ۱۳۱ تولہ تین ماشہ چاندی ہوتی ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے گراموں کے حساب سے پندرہ سو تیس گرام اور نوسو ملی گرام چاندی ہے۔ یعنی ڈیڑھ کلو تیس گرام نوسو ملی گرام چاندی مہر فاطمی کی مقدار ہے۔ کسی کو تفصیل سے دیکھنا ہو تو ایضاح الطحاوی ۳/۱۹۳، ایضاح المسائل/۱۲۰ میں دیکھ سکتے ہیں۔ مہر کی یہ مقدار ہمارے زمانہ کے ادنیٰ درجہ کے سرمایہ دار لوگ جو چالیس پچاس ہزار سے لیکر تین چار لاکھ کے مالک ہوتے ہیں ان کے حق میں مسنون ہے۔ اسلئے کہ مہر فاطمی کی مذکورہ مقدار کی قیمت اس زمانہ میں گیارہ بارہ ہزار کے درمیان میں ہے۔ ایسے لوگ مہر میں اتنا پیسہ آسانی سے ادا کرسکتے ہیں۔ اور شریعت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ جتنا مہر باندھا جائے اتنا ادا بھی کردیا جائے۔ اور حضرات علماء مہر فاطمی کی مقدار کے ثبوت میں اس حدیث شریف کو پیش کرتے

ہیں جو حضرت عمرؓ سے ماقبل میں گذر چکی ہے۔ اور اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ کی روایت بھی اسی کے موافق ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی سلمة قال سألت عائشةؓ عن صداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ثنتا عشرة اوقیة ونش فقلت وما نش قالت نصف اوقیة (ابوداؤد شریف ۱/۲۸۷) و فی النسائیؒ وذلك خمسائة درهم (نسائی شریف ۲/۷۲) (السنن الکبریٰ ۳/۳۱۵) وفی الترمذی والاوقیة عند اهل العلم اربعون درهم وثنتا عشرة اوقیة هو اربعمائة وثمانون درهماً۔ (ترمذی شریف ۱/۲۱۱)

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہروں کے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ساڑھے بارہ اُوقیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہر کی مقدار ہوئی تھی اور نسائی میں ہے کہ یہ کل پانچسو درھم ہوگئے۔ اور ترمذی شریف میں علماء امت کے نزدیک اوقیہ کی مقدار نقل فرمایا ہے کہ ایک اُوقیہ چالیس درھم کا ہوتا ہے۔ لہٰذا بارہ اُوقیہ میں چار سو اسی درھم ہوتے ہیں۔ تو ساڑھے بارہ اُوقیہ میں پانچسو درھم ہوگئے۔

(۳) مہرِ اُمّ حبیبہؓ

تیسری قسم کا مہر جو زمانۂ نبوّت سے ثابت ہے۔ وہ حضرت اُم المؤمنین اُمّ حبیبہؓ کا مہر ہے۔ جسکی مقدار ابوداؤد اور نسائی وغیرہ کی روایت کے مطابق چار ہزار درھم ہے جو مہر فاطمی کے آٹھ گنا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کے گراموں کے حساب سے ۱۲۲۴۴ گرام ۹۴۴ ملی گرام ہوتا ہے یعنی بارہ کلو ۲۴۴ گرام ۹۴۴ ملی گرام چاندی ہوگی۔ اسوقت اس کی قیمت اسّی روپیہ تولہ کے حساب سے اٹھانوے ۹۸ ہزار روپئے ہوتے ہیں۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ کا یہ مہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت نجاشیؒ نے ادا فرمایا تھا۔ لہٰذا مہر کی یہ مقدار ادا کرنا ایسے لوگوں کیلئے مسنون ہوگا جو لکھ پتی اور کروڑ پتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر یہ مقدار ادا کرنا کسی قسم کا گراں نہیں گذریگا۔ جو شادی کے موقع پر دیگر اخراجات کے علاوہ صرف شادی ہال کے کرایہ میں اسّی نوّے ۹۰ ہزار روپئے یا اس سے بھی

زیادہ خرچ کردیتے ہیں۔ ہمارے مُرادآباد میں تو درمیانی درجہ کے سَرمایہ دار لوگ بھی ایک ایک لاکھ سے اُوپر شادی ہال میں خرچ کرڈالتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے سَرمایہ دار لوگ اس سے بھی زیادہ دُو دُو، ڈھائی، ڈھائی، اور تین تین لاکھ تک شادی ہال کی سجاوٹ میں خرچ کردیتے ہیں۔ اور شریعت کے اندر قرآن وحدیث میں شادی کے موقع پر اہم ترین خرچہ جسکو قرار دیا ہے وہ مہر کا خرچہ ہے۔ جب مہر کے علاوہ زائد اور غیر ضروری چیزوں میں لاکھوں رُوپیہ خرچ کردیتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے مہرِ فاطمی کے بجائے مہر امّ حبیبہؓ باندھنا مسنون ہوگا۔ اسلئے کہ مہر امّ حبیبہؓ جو حضرت نجاشیؓ نے ادا کیا ہے وہ خلافِ سنت نہیں تھا اگر خلافِ سنت ہوتا تو سَرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور نکیر فرماتے: اور سَرکار نے نکیر نہیں فرمائی کیونکہ حضرت نجاشی کے پاس اتنی گنجائش تھی۔ لہٰذا ایسی گنجائش والے کیلئے یہی مہر مسنون ہوگا۔ لیکن ہم ساتھ میں ان سَرمایہ دار بھائیوں سے یہ بھی گذارش کریں گے کہ وہ شادی ہال کی نمائش میں اس قدر رقم خرچ نہ کریں۔ صرف ایک رات کی نمائش کا خرچہ اتنا زیادہ ہوجاتا ہے کہ آسانی کے ساتھ ایک مسجد بنجائیگی۔ حضرت امّ حبیبہؓ کے مہر کے بارےمیں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن اُمّ حبیبۃؓ انہا کانت تحت عُبید اللہ بن جحش فمات بارض الحبشۃ فزوجہا النجاشی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وامہرھا عنہ اربعۃ آلاف وبعث بہا الی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع شُرَحْبیل ابن حسنۃ۔ (ابو داؤد شریف ۱/۲۸۷، نسائی شریف ۲/۷۲، سُنن کبریٰ ۲/۳۱۵)

حضرت امّ حبیبہؓ سے مروی ہے کہ وہ عبیداللہ ابن جحش کے تحت میں تھیں۔ پھر عُبیداللہ سَرزمینِ حبشہ میں مرگیا تو حضرت امّ حبیبہؓ کا نکاح حضرت نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔ اور حضرت نجاشی نے آپؐ کی طرف سے امّ حبیبہؓ کا مہر چار ہزار درہم باندھ کرکے ادا کردیئے۔ اور حضرت امّ حبیبہؓ کو حضرت شرجبیل ابن حُسنہؓ کے ساتھ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجدیا۔

(۴) مہر اُمِّ کلثومؓ

حضرت امِّ کلثومؓ حضرت علیؓ کی بیٹی ہیں جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ چالیس ہزار درھم مہر پر نکاح فرمایا تھا۔ اور چالیس ہزار درھم کی مقدار مہر فاطمی کے اسّی گنا ہوتی ہے۔ اور مہر امّ حبیبہؓ کے دس گنا ہوتی ہے۔ تو اس کی قیمت اسّی روپیہ تولہ کے حساب سے تو لاکھ اسّی ہزار روپیے ہوتے ہیں۔ جو لوگ کروڑ پتی، ارب پتی، امراء، سلاطین، اور بادشاہوں میں سے ہیں، ان کیلئے مہر امّ کلثومؓ کی یہ مقدار مہر میں باندھنا خلافِ شریعت اور خلافِ سنت نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ بھی خلفاء راشدین میں سے ہیں۔ اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ۔ الحدیث (ترمذی ص۹۲) اسلئے حضرت عمرؓ کا یہ عمل بھی سنت ہی کے دائرہ میں داخل ہوگا۔ اور اسمیں اس بات کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو چالیس ہزار درھم مہر مقرر فرمایا ہے اسوقت انکے پاس اس مہر کی ادائیگی کی حیثیت تھی۔ لہٰذا اگر امراء اور سلاطین میں سے کوئی اپنی بیوی کا مہر، مہر امِّ کلثوم باندھتا ہے اسمیں کسی قسم کی قباحت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایسے مہر کے علاوہ دیگر اخراجات میں پچاسوں ہزار اور لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں جو مقصد نکاح کی ضروریات کے دائرہ میں داخل نہیں ہے۔ چاہے مہر کی یہ مقدار بیوی کو زیورات کی شکل میں ادا کریں۔ یا مکان اور جائداد کی شکل میں یا روپیہ پیسہ کی شکل میں ہر طرح سے جائز ہے۔ حدیث شریف کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

تَزَوَّجَ عُمَرُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ عَلٰى مَهْرِ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا۔ (الاصابة ۸/۴۶۶)	حضرت عمرؓ نے حضرت امِّ کلثومؓ سے چالیس ہزار درھم مہر پر نکاح فرمایا۔
اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَصْدَقَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ	بیشک حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کا مہر چالیس ہزار درہم باندھا ہے۔

اَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی جدید ۱۱/۶ حدیث ۱۴۶۹۰ قدیم ۷/۲۳۲)

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا تَأَيَّمَتْ أُمُّ كُلْثُوم بِنْتُ عَلِيٍّ عَنْ عُمَرَ إِلَى قَوْلِهِ فَتَزَوَّجَهَا عَوْفُ بْنُ جَعْفَرَ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَذَكَرَهَا الدَّارقطنی فی کتاب الاخوۃ اَنَّ عَوفاً مَاتَ عَنْهَا فتزوَّجها اَخُوهُ مُحَمَّدٌ ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا فَتَزَوَّجَهَا اخوهُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنِ جَعْفَرَ فَمَاتَ عِنْدَهُ۔

(الاصابہ ۸/۴۶۵)

حضرت علیؓ کے پوتے حسن بن حسن فرماتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی وفات سے بیوہ ہوگئیں تو ان سے عوف بن جعفر بن ابی طالب نے نکاح کیا۔

اور امام دارقطنی نے اس کو کتاب الاخوہ میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ بیشک ان کو بیوہ چھوڑ کر عوف نے وفات پائی، تو ان کے بھائی محمد بن جعفر نے ان سے نکاح کرلیا، پھر جب محمد کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر نے ان سے نکاح کیا۔ پھر حضرت عبداللہ کے پاس رہ کر وفات پائی۔

خلاصۂ کلام

مہر کی چار قسمیں بیان کی گئیں ہیں وہ سب انسان کی مالی حیثیت اور معیارِ زندگی کے اعتبار سے جائز ہیں۔ اسلئے کہ شریعتِ اسلامی میں افراط وتفریط جائز نہیں ہے۔ اور عوام میں صرف مہرِ فاطمی ہی مسنون ہونا مشہور ہے۔ اس سے کم یا اس سے زیادہ بھی کوئی مہر مسنون ہے یا نہیں؟ عوام کو اس کی خبر نہیں۔ لکھپتی کروڑپتی اور اُمراء وسلاطین کو بھی سنت ادا کرنیکے نام سے مہرِ فاطمی کی ترغیب دیجاتی۔ حالانکہ اس مقدار کا پیسہ ان کے یہاں ہفتہ بھر کا خرچ بھی نہیں ہوتا۔ بیوی کو قطعاً یہ محسوس نہیں ہوتا کہ مہر کے عنوان سے شوہر کی طرف سے اس کو کچھ ملا بھی ہے؟ خدانخواستہ اگر طلاق کی نوبت آگئی تو نہ شوہر کو احساس ہوگا کہ ہمیں کچھ دینا ہے۔ اور نہ ہی بیوی کو یہ محسوس ہوگا کہ ہمیں کچھ ملا ہے۔ جبکہ مہر شرعاً عورت کیلئے ایک اہم ترین سرمایہ ہے۔

لہٰذا ادائے سنت کے عنوان سے اُمراء وسلاطین اور کروڑپتی کو مہرِ فاطمی کی ترغیب دینا

انکی عورتوں کے حق میں حق تلفی اور ظلم ہوگا۔ چنانچہ حضرت مولانا سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہونیکے بعد اپنی لڑکی کی شادی کی اور اسمیں مہر فاطمی باندھا، حالانکہ مولانا ندوی خود مالدار تھے۔ اور جہاں لڑکی کی شادی ہوئی تھی وہ لوگ بھی سرمایہ دار تھے۔ پھر حضرت حکیم الامت کے پاس لکھا کہ لڑکی کی شادی ہوگئی۔ الحمدللہ مہر فاطمی مقرر ہوا تو حضرت تھانوی نے جواب لکھا کہ آپ نے مہر فاطمی کے نام سے لڑکی کا جو حق مہر مثل تھا اسمیں لڑکی کی حق تلفی کرکے اس پر ظلم کیا ہے۔ اسلئے یہ خوشی کی بات نہیں ہوئی۔ اسی طرح غریب مزدور، نوکر پیشہ لوگوں کو بھی ادا ء سنت کے عنوان پر مہر فاطمی کی ترغیب دینا اور پھر مہر فاطمی بندھوانا ان کے مردوں اور عورتوں پر مشکلات پیدا کرنا ہوگا۔ مردوں پر یوں ہے کہ وہ طلاق کے بعد بھی ادا نہیں کرسکیں گے۔ اور عورتوں پر یوں ہے کہ ان کو ان کا مقررہ حق نہیں مل سکے گا۔ اسلئے اس افراط تفریط سے بچکر منشاء شریعت کے مطابق ہر ایک کو اسکی مالی حیثیت اور معیار زندگی کے اعتبار سے مسائل بتلانے چاہئیں۔

اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنی پہلی بات سے رجوع فرماکر یہ ارشاد فرمایا ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُلُّ أَحَدٍ أَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ إِنِّيْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ تُغَالُوْا فِيْ صَدَاقِ النِّسَاءِ أَلَا فَلْيَفْعَلْ رَجُلٌ مِنْ مَالِهِ مَا بَدَا لَهُ۔ الحدیث۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۲۳۳ نسخہ جدیدہ ۱۱ / ۵ حدیث ۱۴۶۸۳۔)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے معاملہ اور حالت کو عمر سے زیادہ سمجھتا ہے یہ بات دو یا تین مرتبہ فرمائی، پھر منبر پر تشریف لاکر فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو عورتوں کے مہر میں گران اور زیادہ کرنے سے منع کیا تھا۔ خبردار ہوجاؤ کہ ہر ایک آدمی اپنے مال میں اپنے اختیار اور اپنی حیثیت کے مطابق جو بھی گنجائش ہو خرچ کرسکتا ہے۔

۷ شادی کا ولیمہ کیسے کریں؟

مرد و عورت کے ازدواجی تعلق کیلئے نکاح کو اللہ تعالیٰ نے حلت و جواز کا ذریعہ بنایا ہے پہلے جس عورت کے آمنے سامنے ہونا اور اسکے ساتھ میاں بیوی کیطرح بات چیت کرنا سب حرام اور ناجائز تھا۔ اس نکاح کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو ایسا حلال اور جائز کر دیا ہے کہ آپس میں پیار و محبت کی بات کرنا۔ دونوں کا ایک بستر پر آرام کرنا جائز ہونیکے ساتھ ساتھ کارِ ثواب بھی ہے۔ اسلئے نکاح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اہم ترین نعمت ہے۔ اس نعمت کے شکریہ میں ولیمہ کے نام سے دوست واحباب عزیز واقارب کو کھانا کھلانا سُنّتِ رسُول قرار دیا گیا ہے۔

اب ولیمہ کے بارہمیں سات باتیں علی الترتیب پیش کرتے ہیں۔ شاید کسی اللہ کے بندے کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا ۲ ولیمہ رُخصتی کے بعد یا پہلے ۳ ولیمہ کتنے دنوں تک جائز۔ ۴ ولیمہ میں کیا کھلایا جائے ۵ آقا ؐ کے یہاں کا بڑا ولیمہ ۶ کھجور واحباب کے کھانے سے ولیمہ ۷ دعوت کی چار قسمیں۔

۱ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا

دعوتِ ولیمہ تمام انبیاء۔ اور مرسلین کی سُنّت ہے۔ اور سیّد الکونین صلے اللہ علیہ وسلم نے جتنی بھی شادیاں فرمائی ہیں ان میں سے ہر ایک میں وقت کی حقیقت کے اعتبار جو بھی میسّر تھا اس کے ذریعہ سے ولیمہ فرمایا ہے۔ اس لئے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا ایسی سُنّت لازمہ ہے کہ

بعض روایات میں واجب بھی کہا گیا ہے۔ اور بلا عذر قبول نہ کرنا معصیت اور گناہ ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال الولیمۃ حق وسنۃ فمن دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ۔ (الحدیث)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ولیمہ لازم اور سنت ہے۔ لہٰذا جسکو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

(المعجم الاوسط ۴/۵۶۳ حدیث ۳۹۶ نسخہ جدید حدیث ۳۹۴۸ مجمع الزوائد ۴/۵۲)

۲ ولیمہ رخصتی کے بعد یا پہلے

نکاح سے قبل ولیمہ مشروع نہیں۔ اگر کیا جائیگا تو شرعاً ولیمہ نہ ہوگا۔

بعض جگہ لڑکے والے برات جانے سے پہلے کھانا کھلاتے ہیں اور پھر نکاح کے بعد نہیں کھلاتے وہ لوگ ولیمہ کی سنت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اسلئے کہ ولیمہ عقدِ نکاح کے بعد ہی مشروع ہوتا ہے۔ اور عقدِ نکاح کے بعد تین حالتیں ہیں۔

۱ صرف نکاح ہوا رخصتی نہیں ہوئی ۲ نکاح بھی ہوگیا رخصتی بھی ہوگئی مگر شبِ زفاف نہیں ہوئی۔ ۳ نکاح بھی ہوگیا رخصتی بھی ہوگئی اور شبِ زفاف بھی ہوگئی۔ ان تینوں حالتوں میں ولیمہ جائز اور مشروع ہے۔ لیکن نکاح کی نعمت کی تکمیل زفاف کے بعد ہوتی ہے۔ اسلئے ان تینوں شکلوں میں سے سب سے افضل شکل شبِ زفاف کے بعد ہے۔

یجوز ان یولم بعد النکاح او بعد الرخصۃ او بعد ان یبنی بھا والثالث ھو الاولیٰ الخ (بذل المجہود ہندی ۴/۲۴۵)

ولیمہ جائز ہے نکاح کے بعد یا رخصتی کے بعد یا شبِ زفاف کے بعد اور تیسری شکل زیادہ افضل ہے۔

۳ ولیمہ کتنے دنوں تک جائز؟

نکاح کے بعد پہلی مرتبہ اور پہلے دن کا کھانا ہی ولیمہ ہوتا ہے۔

اور دوسری مرتبہ یا دوسرے دن کا کھانا زائد اور فاضل ہے۔ اور پھر تیسری مرتبہ نکاح اور شادی کے عنوان سے کھانا کھلانا شرعاً ناجائز ہے بلکہ اس کو حدیث میں ریاکاری اور

نمائش کا کھانا کہا گیا ہے۔ جو گناہ اور معصیت کا باعث ہے۔ اسلئے تمام مسلمانوں کو اس سے اپنے آپ کو دور رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ اور ایک دن کا کھانا سنت اور ضروری ہے۔ اور دوسری مرتبہ یا دوسرے دن کا کھانا ایسا ہے جو زائد و فاضل ہے جس کی کچھ گنجائش ہے۔ اور تیسری مرتبہ یا تیسرے دن کا کھانا ریاکاری اور معصیت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عبد الله قال الوليمة اول يوم حق والثاني فضل والثالث رياء وسمعة ومن يسمع يسمع الله به (الحدیث) المعجم الکبیر ۹/۱۹۷ حدیث نمبر ۸۹۶۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پہلے دن کا کھانا ولیمہ ہے جو کہ لازم اور ضروری ہے۔ اور دوسرے دن کا فاضل اور زائد ہے۔ اور تیسرے دن کا ریاکاری اور نمائش ہے اور جو نمائش کریگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی ذِلّت کی نمائش کریگا۔

عن وحشي بن حرب بن وحشي عن ابيه عن جده قال: قال رجل يا رسول الله الوليمة قال الوليمة حق والثانية معروف والثالثة فخر وحرج۔ الحدیث (المعجم الکبیر ۲۲/۱۳۷ حدیث ۳۶۲)

حضرت وحشی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ولیمہ کو پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ ولیمہ لازم اور ضروری ہے اور دوسری مرتبہ کا کھانا معروف و مشہور ہے جس کی کچھ گنجائش ہے اور تیسری مرتبہ کا فخر اور گناہ ہے۔

۱۲ ولیمہ میں کیا کھلایا جائے

سوال یہ ہے کہ ولیمہ میں کس قسم کا کھانا کھلانا چاہیئے؟ نکاح کی خوشی میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اس کو ولیمہ کہا جاتا ہے اور اسمیں کسی خاص قسم کے کھانا کھلانے کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی میسّر ہو کھلا سکتا ہے۔ نیز اگر احباب کو کھلانے کیلئے نہیں ہے تو ایسا بھی ولیمہ جائز ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا کھانا دُولہا کے یہاں لاکر دُولہا کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں تو یہ بھی ولیمہ ہو جائے گا۔

۵ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں سب سے بڑا ولیمہ

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو سب سے بڑا ولیمہ فرمایا تھا وہ حضرت ام المؤمنین زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے موقع پر فرمایا جن کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں کر دیا تھا۔ اس کا ذکر قرآنِ کریم میں سورۂ احزاب ۳۷ میں فرمایا ہے۔ اور اس ولیمہ میں بھی سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک بکری سے ولیمہ کا کھانا کھلایا۔

عن انس قال ما اولم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی شیء من نسائہ ما اولم علی زینب اولم بشاۃ

الحدیث بخاری شریف ۲/ ۷۷۷ حدیث ۴۹۷۱، معجم کبیر ۲۴/۴۴ حدیث ۱۱۵)

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے جتنا بڑا ولیمہ حضرتِ زینبؓ کا فرمایا ہے اتنا بڑا ولیمہ کسی اور کے ساتھ شادی میں نہیں فرمایا۔ اور حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں بھی صرف ایک بکری سے ولیمہ فرمایا تھا۔

۶ کھجور اور احباب کے کھانے سے ولیمہ

حضرت ام المؤمنین صفیہؓ کے ساتھ نکاح کے موقع پر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ولیمہ فرمایا تھا اسمیں نہ کوئی روٹی تھی اور نہ گوشت تھا۔ بلکہ صرف معمولی کھجور اور کچھ پنیر کے ٹکڑوں کو کھلایا گیا۔ وہی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تھا۔ ہم کو اسکا خیال کرنا چاہیئے کہ ہم شادیوں میں کس قدر خرچ کرتے ہیں اگر اپنے پاس نہیں تو لوگوں سے اس کام کیلئے "بھیک مانگتے" پھرتے ہیں۔ اور لوگوں کی زکوٰۃ کے پیسہ کو اس فضول خرچی میں صرف کرتے ہیں اور اسمیں زکوٰۃ دہندگان بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنی زکوٰۃ کو صحیح مصرف میں خرچ کیا ہے۔ ایک غریب کی شادی میں خرچ کیا ہے۔ حالانکہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور سنت کے خلاف ہے۔ اس کو اچھا اور عمدہ مصرف سمجھنا ہماری

یہی غلطی ہے۔ اسلئے احقر اپنے احباب سے ہمیشہ یہ گذارش کرتا ہے کہ شادیوں میں آپ لوگ زکوٰۃ کا پیسہ نہ دیا کریں۔ بلکہ اگر ضرورت پڑے تو جیب خاص سے امداد کا پیسہ دیا کریں۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن انسؓ یقول اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلٰثۃ لیالٍ یبنیٰ علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الیٰ ولیمتہٖ و ما کان فیہا من خبزٍ ولا لحمٍ وما کان فیہا الا ان امر بلالا بالانطاع فبسطت فالقی علیہا التمر والاقط والسمن۔ (بخاری شریف ۲/۶۰۶ حدیث ۴۰۶۰)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آقا ءِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیبر سے واپسی میں خیبر اور مدینہ کے درمیان (وادی القریٰ) میں تین راتیں قیام فرمایا اور اسی اثنار میں حضرت ام المؤمنین صفیہؓ کے ساتھ شب زفاف ہوئی۔ پھر میں نے مسلمانوں کو آپؐ کے ولیمہ میں بلایا اور اسمیں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔ اور صرف حضرت بلال ؓ کو چمڑے کا دسترخوان بچھانے کو فرمایا تو دسترخوان بچھا دیا گیا اُس پر کھجور اور پنیر اور گھی ڈالدیا گیا وہی ولیمہ میں کھایا گیا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں احباب کی چیزوں سے ولیمہ کا ذکر ہے دیکھئے۔

فاصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم عروسًا فقال من کان عندہٗ شیء فلیجیٔ بہ وبسط نطعًا وجعل الرجل یجیٔ بالتمر وجعل الرجل یجیٔ بالسمن (الیٰ قولہ) فکانت ولیمۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف ۱/۵۴ حدیث ۳۶۹)

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروسی (شب زفاف) کرکے صبح کو اٹھکر فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ بھی کھانے کی چیزیں ہوں وہ ساتھ میں لائیں اور دسترخوان بچھا دیا گیا تو کوئی شخص کھجور لیکر آیا اور کوئی گھی لیکر آیا اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ کر کھایا گیا تو وہی رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

دعوت کی چار قسمیں

زمانۂ نبوّت سے چار قسم کی دعوتوں کا سلسلہ جاری تھا۔

۱ : دعوتِ ولیمہ جو تمام انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی سنت ہے۔

۲ : دعوتِ عقیقہ یہ بھی سنت اور مستحب ہے۔ لیکن اسمیں باقاعدہ کھانا کھلانا ضروری نہیں بلکہ عقیقہ میں جانور ذبح کرکے گوشت تقسیم کر دینے سے بھی عقیقہ صحیح ہو جاتا ہے۔

۳ : بچے کے ختنہ کے موقع پر دعوت کھلانا۔ دورِ نبوّت اور دورِ صحابہ میں کوئی اہتمام اور دستور نہیں تھا۔ اگر کوئی اتفاقاً کرے تو اس کی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں جس کا دل چاہے قبول کرے اور جسکا نہ چاہے نہ قبول کرے۔

۴ : نیا مکان، دوکان وغیرہ کے افتتاح کرتے وقت دعوت کرنا۔ اسکا بھی دورِ نبوّت اور دورِ صحابہ میں کوئی اہتمام اور کوئی دستور نہیں تھا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسے مواقع میں دعوت کرتا ہے تو اس کی دعوت میں شرکت کسی پر لازم یا ضروری نہیں دل چاہے شرکت کرے اور دل نہ چاہے تو شرکت نہ کرے اگر رسم کے طور پر ہو تو بالکل شرکت نہیں کرنی چاہیئے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے :-

عن ابی ھُریرۃ قال الولیمۃُ حقٌ و سنۃٌ فمن دُعِیَ فلم یجبْ فقد عصی اللّٰہ ورسُولہٗ والخرس والاعذار والتوکیر انت فیہ بالخیار قال قلت انّی واللّٰہ لا ادری مَا الخرس والاعذار والتوکیر قال الخرس الولادۃ والاعذار الختان والتوکیر الرّجل یبنی الدّار وینزل فی القوم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ سنت اور لازم ہے لہٰذا جسکو دعوت دی جائے پھر قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور رسُول ﷺ کی نافرمانی کی اور خرس اور اعذار اور توکیر کی دعوت میں آپ کو اختیار ہے۔ سائل نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ خرس اور اعذار اور توکیر کیا چیز ہے تو فرمایا کہ خرس ولادت کے وقت عقیقہ کو کہا جاتا ہے۔ اور اعذار ختنہ کے وقت کی دعوت کو کہا جاتا ہے۔ اور توکیر نئے مکان میں دعوت کو کہا جاتا ہے۔ اور کسی کے

فیجعل الطّعام فیدعوهم فهم بالخیارِ انْ شَاءُوا جَاءُوا وَاِنْ شاءُوا اقعدُوا۔

(المعجم الاوسط ۵۶۳/۴ حدیث ۶۰۶۱/۳۹ نسخہ جدیدہ ۸۸/۳ حدیث ۳۹۴۸ مجمع الزوائد ۵۲/۴)

کسی قوم کے یہاں پہونچنے کے وقت جو دعوت ہوتی ہے اس کو بھی تو کیر کہا جاتا ہے۔ لہٰذا سب لوگوں کو اختیار ہے اگر چاہے قبول کریں، اور اگر چاہے رُک جائیں قبول نہ کریں۔

شادی ہال کی نمائش اور فضول خرچی

قدیم زمانہ میں شادی کی تقریب گھروں میں ہوا کرتی تھی۔ اور اس زمانے میں گھر اور حویلی وسیع ہوا کرتی تھی۔ مہمانوں کو ٹھہرانے میں کوئی تنگی نہیں ہوتی تھی۔ نیز اس زمانہ میں بارات میں اس قدر زیادہ لوگ بھی نہیں جایا کرتے تھے۔ اور مقامی لوگوں کی بھیڑ بھی اس قدر نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر کسی کا گھر چھوٹا ہے تو پڑوسی اپنا مکان مہمانوں کے لئے ایثار کر دیا کرتے تھے۔ مگر آج کے زمانہ میں خاص طور سے شہروں میں چھوٹے چھوٹے مکانات میں تنگی کے ساتھ گذارا ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے مہمانوں کے لئے الگ سے کشادہ جگہ کی فراہمی کی ضرورت پڑنے لگی۔ شروع شروع میں گھر سے متصل سڑک یا چوراہا یا کسی میدان میں شامیانہ لگا کر یہ ضرورت پوری کی جاتی رہی۔ اور کسی کے ذہن میں اس بات کا وہم و گمان تک نہ ہوتا تھا کہ شادی کی جگہ پر بھی کوئی پیسہ خرچ کیا جائے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے سرمایہ میں اضافہ ہوتا گیا، اور شادی کی جگہ پر خرچ کا سلسلہ بھی شروع ہوتا گیا۔ پھر شدہ شدہ شادی ہال میں خرچ بڑھتا گیا، حتیٰ کہ آج یہاں تک نوبت آگئی کہ شادی کے موقع پر شادی ہال کا خرچ دیگر اخراجات سے

آگے بڑھ کر اہم ترین بنیادی اخراجات میں شمار ہونے لگا۔ پھر جن لوگوں کے پاس گنجائش ہے انہوں نے آمدنی کے لئے شادی ہال بنانے کا سلسلہ شروع کردیا۔ ایک سے ایک عمدہ شادی ہال تیار ہونے لگا۔ حتیٰ کہ بعض بعض شادی ھال کا یومیہ کرایہ پچاس ہزار، ایک لاکھ، ڈیڑھ لاکھ، دو دو لاکھ تک ہونے لگا۔ نیز اگر بہت بڑا سرمایہ دار ہے تو وہ شادی ہال میں بھی شادی کی تقریب کرنا اپنی حیثیت اور اپنے مقام سے نیچے اور اپنی برتری کے خلاف سمجھتا ہے۔ لہٰذا آبادی کے کنارہ پر جہاں وسیع ترین میدان ہو وہاں پر صرف ایک یوم یا ایک رات کے لئے دسیوں لاکھ روپیہ خرچ کر کے سینکڑوں قسم کی نمائش اور عیش وآرام کی اشیاء واسباب کے ساتھ خوبصورت مارکیٹ یا خوبصورت قلعہ کی شکل میں شادی ہال بنایا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں شادی ہال میں ضرورت کا لحاظ ختم ہوجاتا ہے۔ نمائش اور فخر اور برتری کے علاوہ کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ اور نمائش اور فخر کے لئے اتنا زیادہ اسراف وفضول خرچی کی جاتی ہے کہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس پیسہ سے دسیوں بیسیوں غریب لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کی جاسکتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اسراف اور فضول خرچی کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فضول خرچی اور بے محل خرچ کرنیوالے کو شیطان کا بھائی اور شیطان کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ کہ جس طرح شیطان کو اللہ نے عقل کی دولت عطا فرمائی ہے اور اس نے عقل کی دولت کو نافرمانی میں خرچ کیا ہے، اسی طرح اسراف اور فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ نے مال کی دولت عطا فرمائی ہے مگر وہ لوگ اس دولتِ مال کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں، اسلئے ایسے

لوگوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۶-۲۷)

تم مال کو بے موقع مت اُڑاؤ۔ بیشک بے محل مال اُڑانے والے شیطان کے بھائی بند اور اسکے مشابہ ہوتے ہیں۔ اور شیطان اپنے پرورد گار کا بڑا ناشکرا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے بیجا اسراف اور زیادتی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے نظریئے اور خیالات کے مطابق ان کے اسراف اور زیادتی کو انکی نگاہ میں مزیّن کر دیتے ہیں۔ پھر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں موقع محل کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ازراہِ ہمدردی فضول خرچی اور بے موقع مال اڑانے سے جب منع کیا جائے تو بسا اوقات منع کرنے والوں سے ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے، اور اپنی فضول خرچی کو برمحل ثابت کرنے کے لئے قسم قسم کے دلائل پیش کرتے ہیں، اسلئے کہ ان کے نظریئے میں برمحل اور موقع کے مطابق ہے، حالانکہ حقیقت میں بے موقع اور فضول خرچی ہے۔ جس کو اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(سورۂ یونس آیت ۱۲)

اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والے بے باک لوگوں کے لئے ان کے ان اعمال کو مزیّن کر دیا گیا ہے، جو وہ لوگ کرتے ہیں۔

حدیث پاک میں بے تکا مال ضائع کرنے کی بڑی مذمت آئی ہے۔ حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات چیزوں کی مذمت فرما کر ان کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱) حُرِّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقُ الْاُمَّهَاتِ۔ | ماں کی نافرمانی تم پر حرام ہے۔

حدیث شریف میں خاص طور پر والدہ کی نافرمانی کو اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اسلئے کہ والدہ کے کمزور ہونے کی وجہ سے اولاد اس کی نافرمانی کی زیادہ جرأت کرتی ہے۔

(۲) وَأْدُ الْبَنَاتِ :- لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا۔ یعنی زمانۂ جاہلیت میں کسی کو اپنی لڑکی دینا غیرت کے خلاف سمجھا جاتا تھا، اسلئے معصوم بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

(۳) منعًا: دوسروں کا حق ان کو دینے سے گریز کرنا۔ یعنی تم پر ایسا کام حرام اور ناجائز ہے کہ دوسروں کا جو حق تم پر لازم ہے اس کو حقدار کے حوالہ کرنے سے گریز کرو۔

(۴) هَاتِ : جو چیز تمہاری نہیں ہے اس کو دوسروں سے زبردستی لینا۔

(۵) قِيلَ وقَالَ : آپس میں بے مقصد اور بے فائدہ بحث بندی کرنا۔

(۶) كَثْرَةُ السُّوَالِ : بے ضرورت دوسروں کے دَر پر کثرت کے ساتھ دستِ سوال دراز کرنا۔ یا ایسی چیز کے بارے میں بار بار پوچھتے رہنا جس سے منع کیا گیا ہو۔

(۷) اِضَاعَةُ الْمَالِ : فضول خرچی اور بے موقع مال ضائع کرنا۔ اللہ نے جو دولت کی نعمت عطا فرمائی اس کی قدر کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اس میں اسراف کرنا، اس کو بے موقع اڑانا ناجائز اور حرام ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ۔ الحدیث

(بخاری شریف ج۱ ص۳۲۴ حدیث ۲۳۴۵، ص۸۸۴ حدیث ۵۷۴۱)

کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو اور دوسروں کے حق مارنے کو حرام کر دیا ہے، اور بیجا بحث بندی اور کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنے کو نفرت کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے۔

رزق و نعمت کی ناقدری

ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ ہماری پیدائش سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے رزق کو مقدّر فرمایا ہے۔ اور رزق خدا، خالق اور رزّاق کی طرف سے ایک ایسی نعمت ہے کہ آج دنیا کے اندر انسانوں کا بڑا طبقہ اس کی تلاش اور اس کے حصول میں عیش وآرام سب کچھ قربان کر کے دنیا میں مارا مارا پھرتا ہے۔ کوئی سخت گرمی اور لُو کے زمانہ میں دھوپ کی تپش برداشت کرتے ہوئے سڑکوں کی کھدائی کرتا ہے، کوئی زمین کی جُتائی کرتا ہے۔ کوئی کھیت کی کٹائی کرتا ہے۔ کوئی بال بچّے عزیز واقارب اور وطن چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جا کر حصولِ معاش میں مسافرت کی زندگی گذارتا ہے۔ اور اس رزق کی نعمت کو حاصل کرنے میں ہر انسان اپنی زندگی کو مختلف انداز سے پریشانی اور تکلیفوں کی نذر کر دیتا ہے۔ پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو اس رزق کی نعمت میں فراوانی عطا فرماتا ہے تو اس کی قدر کرنے کے بجائے ناقدری کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے۔ اور رزق کی ناقدری کا سب سے بڑا منظر شادیوں کے موقع پر نظر آتا ہے۔ بعض بعض شادیوں میں ایک وقت میں دسیوں بیسیوں قسم کے

کھانے تیار کیئے جاتے ہیں ۔ اگر ایک ایک لقمہ بھی کھایا جائے تب بھی بعضے کھانے کا نمبر ہی نہیں آتا ہے ۔ یہ رزق کی ناقدری اور اللہ کی نعمتوں میں اسرافِ بیجا اور فضول خرچی ہے ۔ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں اس اسراف اور فضول خرچی کی وجہ سے ایک ایک نعمت کا جواب دینا ہوگا ۔ نیز ایک ناقدری یہ بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ جہاں مرغ کی دعوت ہوتی ہے وہاں مرغ کھاتے ہوئے نظر آتا ہے کہ کچھ بوٹی کھالیا اور کچھ ہڈیوں کے ساتھ لگا رہ گیا، اسی حالت میں پھینک دیا ۔ دیکھ کے حسرت ہوتی ہے کہ غریبوں کو ہڈیوں میں لگا ہوا جو پھینک دیا جاتا ہے وہ بھی نصیب نہیں ۔ اس عظیم نعمت کی کس قدر ناقدری ہے ۔ اسی طرح نعمتوں کو ضائع کرنا اسرافِ بیجا اور گناہِ کبیرہ ہے ۔ اللہ کے دربار میں اس ناقدری کی سخت دار وگیر ہوگی ۔ ہمارے آقا حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہڈیوں سے نوچ نوچ کر گوشت کو صاف فرمالیا کرتے تھے ۔

جہاں تک ہڈیوں کو چبا کر چوس کر اس میں سے مغز اور رس حاصل کیا جاسکتا ہے اس کو حاصل کرنا لازم اور ضروری ہے ۔ جب ہڈیاں پھینکی جائیں انمیں گوشت کا کوئی ریشہ تک باقی نہیں رہنا چاہئے ۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے امّت کو حکم فرمایا کہ اگر کھانے کا کچھ حصّہ تمہاری انگلیوں میں لگا رہے اس کو چاٹ کر کھالو ۔ اور اگر کچھ برتن میں لگا رہے اسے بھی چاٹ لو ۔ اسی طرح اگر کوئی جز نیچے گر جاتے اس کو اٹھا کر کھالو ۔ حتیٰ کہ یہاں تک حکم ہے کہ اگر نیچے گرنے کی وجہ سے اس میں مٹی لگ جائے تو اُسے بھی صاف کر کے کھالے ۔ شیطان کے لیئے یونہی نہ چھوڑ دے ۔ جب یہاں تک حکم ہے تو بالقصد کچھ کھا کر کچھ یونہی پھینک دیا جائے یا ہڈی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے تو یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح ضائع کرنے والوں کو شیطان کا بھائی

کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ، وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل ع۲۷)	بیشک بے محل مال اڑانے والے شیطان کے بھائی بند اور اسکے مشابہ ہوتے ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نعمتوں کو قدر دانی کیساتھ کھاؤ اور پیو، اور اس میں بیجا اسراف مت کرو۔ ملاحظہ فرمائیے:

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ (سورۂ اعراف آیت ۳۱)	کہ اللہ کی نعمتوں سے کھاؤ اور پیو۔ اور بیجا اسراف کرکے حدِ شرعی سے نہ نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بیجا خرچ کرکے حد سے تجاوز کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر اہمیت کے ساتھ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعمت کے ایک ایک جزء کی قدردانی کا حکم فرمایا۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَۃِ وَقَالَ اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّہِ الْبَرَکَۃُ۔ (مسلم شریف ۲/۱۷۵)	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو چاٹنے اور برتنوں کو صاف کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ کھانے کے کس جزء میں برکت ہے۔

دوسری روایت اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیَاْخُذْھَا	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ نیچے گرجائے تو چاہئے

فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ۔ (مسلم شریف ۱۷۵/۲ ترمذی شریف ۲/۲)	کہ اُسے اٹھالے، پھر اس میں جو کچھ مٹی وغیرہ لگی ہے اُسے صاف کرکے کھالے، اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

کھڑے ہوکر کھانا پینا

اللہ کی نعمت کی قدردانی میں یہ بھی ہے کہ حضرت سیّدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دائرہ میں رہ کر اس نعمت کا مسنون طریقہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر اطمینان وسکون کے ساتھ کھانا کھایا جائے۔ اور مشروبات کو بیٹھ کر پیا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو ہر معاملہ اور ہر کام میں دیگر مخلوق سے الگ ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ دوسری مخلوق کو اللہ نے اس طرح بنایا کہ ان کا کھانا پینا اسی حالت میں ہوتا ہے جس حالت میں وہ مخلوق چلتی پھرتی ہے۔ چوپایوں کو دیکھو، گھوڑے گدھوں کو دیکھو، بیل بھینسوں کو دیکھو، مرغ بطخ کو دیکھو، کتّے بلی کو دیکھو کہ وہ جبھی اطمینان کے ساتھ کھاپی سکتے ہیں کہ جب وہ اپنی فطرت اور حالت میں پیروں پر کھڑے ہوں۔ نیز یہ تمام جانور کھڑے ہوکر بھی کھاتے ہیں اور پیروں پر چلتے پھرتے بھی کھاتے ہیں۔ مگر اللہ نے انسانوں کو ان تمام مخلوق سے الگ تھلگ ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ کہ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ کھائیں پئیں۔ اور بیٹھ کر کھانا انسان کی فطرت بھی ہے۔ اور انسان کو اسی میں سکون بھی ملتا ہے۔ اور جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے اور چلتے پھرتے کھانا انسان کی فطرت اور امتیازی شان کے خلاف ہے۔ اسلئے اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات

قرار دیا ہے کہ اللہ کی تمام مخلوق میں انسان اشرف اور افضل ہے۔ اور پھر اشرف المخلوقات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری کائنات میں حضرت سیّد الکونین خاتم الانبیاء رسول عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو سب سے افضل و اشرف بنایا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم پر یہ فضل فرمایا ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے ہمکو سیّد الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی امّت میں شامل فرمایا ہے۔ اسلئے ہم پر ایک ذمّہ داری اور بڑھ جاتی ہے کہ فطرتِ انسانی کے خلاف جانوروں کی طرح اور چلتے پھرتے کھانا کسی بھی انسان کے لئے زیبا نہیں ہے، تو پھر سیّد الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی امّت ہونے کی وجہ سے جانوروں کا طریقہ اختیار کرنا کیسے زیب دے سکتا ہے، اس لئے ہم مسلمانوں کے لئے کسی طرح درست نہیں ہے کہ کھڑے ہوکر کھائیں یا کھڑے ہوکر کھانے کے لئے انتظام کریں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ زندگی کی اچھائی اور برائی کا اور ضرورتِ زندگی کا سارا مدار شادی بیاہ پر ہے۔ جب سارا مدار شادی بیاہ پر ہے تو اس کا ہر کام سنت کے طریقہ پر ہونا ضروری اور لازم ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ شادی جیسے اہم کام کو ہر پہلو کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مسنونہ سے ہٹ کر انجام دیا جاتا ہے۔ اور کھانے کا انتظام بھی اس طرح کرتے ہیں کہ لوگ کھڑے کھڑے کھائیں۔ اور جو لوگ کھڑے ہوکر کھانا نہیں چاہتے ہیں طریقہ مسنونہ پر انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ان کو بھی کھڑے ہوکر کھانے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا گناہ اور ساری ذمّہ داری حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے طریقہ اور انسانی فطرت کے خلاف کھانے کا انتظام کرنے والے کے سر ہوگی۔ نیز کھڑے ہوکر کھانیوالے بھی ذمّہ داری سے بری نہیں ہوں گے۔ بلکہ سب لوگ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت کو ذبح کرنے میں شامل ہوں گے، اللہ ہم تمام مسلمانوں

کی حفاظت فرمائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ آبِ زمزم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کے علاوہ باقی کسی قسم کے کھانے کو کھڑے ہوکر کھانا یا کسی بھی قسم کے مشروب کو کھڑے ہوکر پینا بغیر عذر کے جائز نہیں ہے۔ ایک دفعہ جب آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا تو کسی نے کہا کہ کھڑے ہوکر کھانا کیسا ہے؟ تو جواب ملا کہ کھڑے ہوکر کھانا پینے سے زیادہ بدترین اور خبیث عمل ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّشْرَبَ قَآئِمًا فَقِیْلَ الْاَکْلُ قَالَ ذَاکَ اَشَدُّ۔

(ترمذی شریف ۲/۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا۔ اس پر سوال کیا گیا کہ کھڑے ہوکر کھانا کیسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کھڑے ہوکر کھانا اور زیادہ سخت بُرا اور گناہ ہے۔

دوسری روایت میں اس سے بھی سخت الفاظ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَآئِمًا قَالَ قَتَادَۃُ فَقُلْنَا فَالْاَکْلُ قَالَ ذَاکَ اَشَرُّ وَاَخْبَثُ۔

(مسلم شریف ۲/۱۷۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا، تو قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کھانے کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ کھڑے ہوکر کھانا اور زیادہ بدترین اور خبیث عمل ہے۔

نیز اسی طرح کی روایات مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض روایات میں کھڑے ہوکر پینے کی بات ہے۔ وہ روایات حالتِ عذر پر محمول ہیں۔ کہ شریعت نے معذورین کو اجازت دی ہے کہ عذر کی حالت میں جس طریقہ پر آسانی ہو اس طریقہ پر کھائیں پئیں۔ اور جس طریقہ پر آسانی ہو اس طریقہ پر نماز پڑھیں۔

لڑکی والوں کے یہاں کا کھانا

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانا کسی صحیح اور مشہور حدیث سے امت میں شہرت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ البتہ امام طبرانیؒ کی المعجم الکبیر اور مصنف عبدالرزاق کی بعض کمزور روایات سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے جس کو دیکھنا ہو "المعجم الکبیر ۲۲/۴۱۱ حدیث ۱۰۲۲، مصنف عبدالرزاق ۵/۴۸۷ حدیث ۹۷۸۲، مجمع الزوائد ۹/۲۰۷" میں دیکھ سکتے ہیں۔

مسند الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور تصنیف مدارج النبوۃ فارسی ۲/۸۵ اردو قسط ۱۲/۱۲۸، امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ قلمی المقصد الثانی ۱۱۸/ ، نسخہ جدیدہ ۲/۴۰۶ طبقات ابن سعد ۸/۱۸)

علامہ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ ۴/۱۴۴ میں حضرت نجاشیؒ کے قول وعمل کے ذریعے سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

حضرت ابوالحسنات علامہ عبدالحئی لکھنویؒ نے فتاویٰ عبدالحئی نسخہ قدیم ۲/۵۴ میں لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو طریقۂ ماثورہ لکھا ہے۔ اس پر ایک تفصیلی فتویٰ دارالافتاء مدرسہ شاہی کے رجسٹر الف ۲۷/۴۴ ۴۸ میں موجود ہے۔

بہرحال لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو نہ بالکل ناجائز کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی ولیمہ کی طرح سنت کہا جاسکتا ہے۔ بلکہ مباح اور لاباس بہ کے درجہ میں قرار دینا ہوگا۔

اور لاباس بہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ گناہ ہے اور نہ ہی کارِ ثواب ہے ۔
اب لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کی آٹھ شکلیں ہمارے سامنے ہیں، ہر ایک کا حکم بھی بیان کرتے ہیں ۔

۱۔ اگر لڑکی والے بہت بڑے سرمایہ دار ہیں تو وہ اپنی حسبِ حیثیت جتنے لوگوں کو چاہیں کھانا کھلا سکتے ہیں۔

۲۔ لڑکی والے بہت بڑے سرمایہ دار نہیں ہیں لیکن اپنے پیروں پر کھڑے ہیں کسی کے مقروض یا کسی کے محتاج نہیں تو وہ حسبِ استطاعت اور حسبِ گنجائش جتنے افراد کو چاہیں کھلا سکتے ہیں

۳۔ لڑکی والے غریب محتاج ہیں انہیں اپنے کھانے کو نہیں ہے تو ایسے غریب لوگوں کے یہاں کھانا کھلانے اور کھانے کا شرعاً کوئی جواز نہیں ۔ ایسے غریب لوگ نہ اپنے رشتہ داروں کو کھانا کھلائیں اور نہ ہی بارات میں آنے والوں کو بلکہ ایسے غریبوں کے یہاں بارات میں دو چار سے زیادہ افراد قطعاً نہیں آنا چاہیئے ۔ ورنہ اس غریب کے یہاں بارات میں آنا نہیں ہوگا بلکہ اس غریب کی عزت لوٹنے کیلئے آنا ثابت ہوگا ۔

۴۔ لڑکی والے نہایت غریب اور محتاج ہیں کسی اور سرمایہ دار نے بخوشی اپنی جیب خاص سے تعاون کرکے اس کے یہاں آنیوالے مہمانوں کو کھانا کھلایا ہے جسمیں زکوٰۃ کا کوئی پیسہ نہیں ہے تو اسمیں کوئی برائی نہیں بلکہ تعاون کرنے والے سرمایہ دار کو انشاء اللہ ثواب بھی ملیگا ۔

۵۔ لڑکی والے غریب محتاج ہیں دوسروں سے شادی کیلئے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو لوگوں کو ایسے غریب محتاج کے یہاں نہ کھانا کھانے کیلئے جانا چاہیئے ۔ اور نہ ہی اس غریب کو بھیک مانگ کر کھانا کھلانا درست ہے ۔ ہاں البتہ اگر کوئی صاحبِ حیثیت اپنی جیب خاص کے پیسہ سے اس غریب کیطرف سے کھلاتا ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں ۔

۶۔ صاحبِ حیثیت لوگ اپنی حیثیت کے مطابق لڑکے کے ساتھ میں آنے والے لوگوں کو کھلا سکتے ہیں ۔

ے لڑکی والے کہتے ہیں کہ سَو افراد بارات میں لاسکتے ہیں اور لڑکے والے کہتے ہیں ڈیڑھ سَو یا دو سَو افراد آئیں گے۔ تو یہ لڑکے والوں کیطرف سے ناجائز دباؤ ہے۔ جو شرعًا ناجائز اور حرام ہے۔

ے آپس میں سَو افراد کی بات طے ہوئی تھی لیکن لڑکے والے اپنی طرف سے بلا اطلاع ڈیڑھ سَو یا دو سو افراد لیکر لڑکی والوں پر چڑھائی کردیں تو یہ دن دھاڑے ڈکیتی ہے جو شرعًا چوری ڈکیتی کیطرح ناجائز اور حرام ہے۔ نیز اگر لڑکی والے سرمایہ دار بھی ہیں تب بھی دُو وجہوں سے ناجائز ہے ۱ کسی کے یہاں بلا بُلائے کھانے کیلئے جانا حدیث میں منع آیا ہے۔ ۲ لڑکی والوں سے جتنے لوگوں کی بات طے ہوگئی تھی اتنے کیلئے انتظام کیا گیا ہے اور اس سے زائد کا انتظام نہیں کیا گیا۔ اب جب اتنے سارے زیادہ لوگ آگئے تو ان کی مہانداری صحیح طریقہ سے نہیں کرسکیں گے جس سے اُن کی زبردست ذِلت اور رُسوائی ہو سکتی ہے۔ نیز لڑکے والوں کیطرف سے ایک بدعنوانی یہ بھی ہوتی ہے کہ جس ٹائم بارات پہونچنے کی بات طے ہو جاتی ہے اس ٹائم نہیں پہونچتے بلکہ کئی کئی گھنٹے تاخیر کرکے پہونچتے ہیں جس سے لڑکی والوں کا سارا انتظام خراب ہو جاتا ہے۔

ہم سب سیدالکونین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیاری امت ہیں ہم کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے ہمارے پیارے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مُبارک کو ٹھیس پہونچ جائے۔ اللہ پاک ہم سب کو ہر کام اپنے حبیب کی سنّت کے مُطابق کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁

۹ لڑکی کو رخصت کیسے کریں؟

لڑکی والے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت ضروریاتِ زندگی کا جو سامان دیتے ہیں اس کو جہیز کہتے ہیں۔ اور وہی جہیز کے نام سے مشہور ہے۔ کوئی بھی ماں باپ اپنی بیٹی کو گھر سے خالی ہاتھ رخصت کرنا گوارا نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جو لوگ آگے بڑھ کر یہ کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جہیز سرے سے بالکل جائز ہی نہیں ہے، وہ لوگ بھی کم و زیادہ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت چھپ چھپا کر ہی کیوں نہ ہو ضرور کچھ دیکر رخصت کرتے ہیں۔ اسلئے افراط تفریط سے بھی بالاتر ہو کر شریعت کا معتدل حکم جاننے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلئے جہیز کے بارے میں دس باتیں علی الترتیب پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) آپؐ کی صاحبزادیوں کو کیا دیا گیا؟
(۲) صحابہ میں کچھ دینے کا دستور۔
(۳) جہیز پر دباؤ کی لعنت۔
(۴) کمینہ پن اور گھر کی بربادی۔
(۵) دُولہا کا مہر دُلہن کا نہیں۔
(۶) تین قسم کے لوگوں کو نکاح کے بعد ندامت۔
(۷) تین قسم کے لوگوں کو نکاح کے بعد عزّت۔
(۸) جہیز کا منظر اور لڑکی والوں کی قُرقی۔
(۹) جہیز کی نمائش۔
(۱۰) راہِ اعتدال۔

۱ حضرت سیّد الکونین علیہ السّلام کی صاحبزادیوں کو کیا دیا گیا؟

آقائے نامدار خاتم الانبیاء سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صاحبزادیوں کو بھی شادی کے موقع پر گھر سے رخصتی کے وقت حسب حیثیت کچھ نہ کچھ دیا گیا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصتی کے وقت حضرت سیّد الکونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف سے جو سامان دیا گیا ہے اس کی ایک فہرست بہشتی زیور میں نقل فرمائی ہے۔ اور اس کے حاشیہ میں جمع الفوائد اور تاریخ الخمیس کے حوالہ سے عربی عبارتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دس چیزوں کی فہرست نقل فرمائی ہے۔ جو حسب ذیل ہے

(۱) دو یمنی چادر (۲) دو نہالی (روئی کے بستر) (۳) چار گدّے۔
(۴) چاندی کے دو بازو بند (۵) ایک کملی (۶) ایک تکیہ۔
(۷) ایک پیالہ (۸) ایک چکی (۹) پانی رکھنے کا ایک مشکیزہ۔
(پانی کا گھڑا) (۱۰) ایک پلنگ۔ (بہشتی زیور ۶/۴۳)

احقر کو یہ تمام چیزیں کسی ایک حدیث شریف میں اکٹھی دستیاب نہیں ہوئیں۔ البتہ مختلف حدیثوں میں الگ الگ طور پر یہ چیزیں مل جاتی ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز سے متعلق ایک حدیث شریف تین مقامات میں مذکور ہے۔ اور یہی حدیث شریف نسائی شریف میں بھی مذکور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کرتے وقت ایک اونی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا عنایت فرمایا۔

حدیث شریف ملاحظ فرمائیے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِيْ خَمِيْلٍ وَقِرْبَةٍ وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا اِذْخَرٌ۔

(نسائی شریف ۲/۷۷، مسند امام احمد بن حنبل ۱/۸۴ حدیث ۶۴۳، ۱/۹۳ حدیث ۷۱۵، ۱/۱۰۸ حدیث ۸۵۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ایک اونی چادر اور ایک مشکیزہ اور ایک ایسا تکیہ جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا دیکر رخصت فرمایا۔

اور طبقات ابن سعد میں اس سلسلہ میں کئی حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ انمیں سے ایک حدیث شریف میں ۵ چیزوں کا ذکر ہے۔

(۱) ایک اونی چادر (۲) کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک تکیہ۔
(۳) دو چکیاں (۴) ایک مشکیزہ (۵) دو پانی کے گھڑے

حدیث شریف ملاحظ فرمائیے۔

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهَا بِخَمِلَةٍ وَوِسَادَةِ ادَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ وَرَحَائَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ۔

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد ۸/۲۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فاطمہؓ سے ان کا نکاح فرمایا تو حضرت فاطمہ کو رخصت کرتے وقت ساتھ میں ایک اونی چادر اور کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک چمڑے کا تکیہ اور دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھی بھیجے ہیں۔

اور طبقات الکبرٰی میں ایک روایت کچھ اور چیزوں کے اضافہ کے ساتھ بھی مروی ہے، اور اس میں ایک مسہری اور ایک برتن کا بھی اضافہ ہے۔

اور اس حدیث شریف میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَاطِمَةَ كَانَ فِيْمَا جَهَّزَتْ بِهٖ سَرِيْرٌ مَشْرُوْطٌ وَوِسَادَةٌ مِنْ أُدُمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ وتور من ادم وقربة۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۹/۸)

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو جہیز میں ایک مسہری (پلنگ) اور کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک چمڑے کا تکیہ اور ایک چمڑے کا برتن اور ایک مشکیزہ دیا ہے۔

اور بعض کمزور روایتوں میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں جو کچھ دیا گیا وہ حضرت علی کی زرہ کی قیمت میں سے لیکر دیا گیا۔ یہ روایت نہایت کمزور اور صحیح روایات کے خلاف ہے۔ اور اس روایت کے بارے میں المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۴۰۸ حدیث ۱۰۲۱ کے حاشیہ میں کافی کلام کیا گیا ہے۔ اور امام ابو بکر ہیثمی نے بھی اس حدیث شریف کو مجمع الزوائد ۹/۲۰۶ میں نقل فرما کر فرمایا کہ یحییٰ بن یعلیٰ اسلمی کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

نیز اس کمزور روایت میں زرہ کے پیسے میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے کی بات کہی گئی ہے۔ اس روایت میں چار سو اسی درہم میں زرہ فروخت کرنے کی بات ہے۔ تو یہ سوال کھڑا ہوتا ہے کہ چار سو اسی درہم میں سے حضور نے مذکورہ سامان کے لئے کتنا پیسہ لیا تھا۔ تو بعض محدثین اور بعض سیرت نگار لوگوں نے لکھا ہے کہ اس پیسہ میں سے ایک مٹھی لیا تھا، جیسا کہ زرقانی ۲/۳۶۱ اور المعجم الکبیر ۲۲/۴۰۹ میں ہے۔ نیز زرقانی نے اس ایک مٹھی اور ایک لپ میں پوری قیمت کا ایک تہائی بتلایا ہے۔ اگر ایک تہائی تھا تو ڈیڑھ سو درہم سے زیادہ

جہیز کے پیسہ میں چلا گیا، جو مہر میں قطعاً شامل نہیں ہے۔ اور باقی تقریباً ساڑھے تین ۳۵۰ سو درہم رہ جاتے ہیں، تو کیا حضرت فاطمہؓ کا مہر اتنا ہی تھا؟ شاید اس مقدار کا قائل محدثین، فقہاء اور مشائخ میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ اسلئے یہی کہنا صحیح اور درست ہے کہ زرہ کی پوری قیمت مہر میں دی گئی تھی جس کی مقدار پانچسو ۵۰۰ درہم ہے، اور جہیز میں جو کچھ سامان دیا گیا تھا وہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف سے عنایت فرمایا تھا۔ یہی مطلب قرآنی حکم اور حدیثِ رسولؐ کے مطابق ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا مہر ادا کرنا لازم ہے۔ جہیز کے سامان کی تیاری شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔

اس لئے کہ مہر فاطمی راجح قول کے مطابق پانچسو ۵۰۰ درہم ہے۔ اور مہر کے یہ پانچسو ۵۰۰ درہم حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کرکے دیئے گئے ہیں۔ نیز اگر زرہ کی قیمت میں سے جہیز دیا گیا ہے تو کتنا مہر میں دیا ہے، اور کتنا حضورؐ نے سامان کیلئے لیا تھا؟ فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ جبکہ حدیث میں صاف الفاظ کے ساتھ یہ بات وارد ہوئی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا مہر زرہ فروخت کرکے ادا کیا گیا ہے۔ اور حضرت علیؓ کی زرہ صحیح روایت کے مطابق پانچسو ۵۰۰ درہم میں فروخت کی گئی تھی۔ اسلئے اکابر نے مہر فاطمی پانچسو ۵۰۰ درہم متعین فرمایا ہے۔ بعض روایت میں اثنا عشر اوقیۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک اوقیہ میں چالیس ۴۰ درہم ہوتے ہیں، تو اس میں چارسو اسی ۴۸۰ درہم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض میں نَشّ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کے معنی نصف اوقیہ کے ہیں۔ اور نصف اوقیہ میں بیس ۲۰ درہم ہیں، اور چارسو اسی ۴۸۰ اور بیس ۲۰ کل پانچسو ۵۰۰ درہم ہو جاتے ہیں، لہٰذا حضرت علیؓ کی زرہ کی قیمت پانچسو ۵۰۰ درہم ہی تھی۔ اور پوری کی پوری حضرت فاطمہؓ کے مہر میں ہی دی گئی ہے۔ اسلئے کہ مہر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ واجبی فریضہ ہے۔

جس کے ادا نہ کرنے پر قیامت کے دن سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ اور جہیز کے سامان کی تیاری شوہر پر نہ واجب ہے نہ سنت۔ اور صاحب شریعت مخبر صادق امین علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا نہیں کر سکتے، کہ فریضۂ خداوندی (مہر) کو چھوڑ کر جہیز کے لئے حضرت علیؓ کو ترغیب دیں، بلکہ جو ترغیب دی گئی وہ زرہ فروخت کر کے مہر ادا کرنے سے متعلق تھی۔ اور پوری قیمت مہر میں دی گئی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے

عَنْ عَلِيٍّ لَمَّا تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اَبِيْعُ فَرَسِيْ اَوْ دِرْعِيْ قَالَ بِعْ دِرْعَكَ فَبِعْتُهَا بِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَةً فَكَانَ ذٰلِكَ مَهْرُ فَاطِمَةَ۔

(مسند ابو یعلیٰ الموصلی ۱/۲۲۴ حدیث ۴۶۱،

مجمع الزوائد ۴/۲۸۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنا گھوڑا اور اپنی زرہ فروخت کرتا ہوں تو اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ صرف زرہ فروخت کردو تو میں نے بارہ اوقیہ میں زرہ فروخت کر دیا پس یہی فاطمہؓ کا مہر مقرر ہوا تھا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ صَدَاقُ بَنَاتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِسَائِهِ خَمْسَ مِائَةِ دِرْهَمٍ: اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَةً وَنِصْفًا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۸/۱۸)

حضرت محمد بن ابراہیمؒ نے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور آپ کی ازواجِ مطہرات کا مہر پانچسو درہم یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔ یہاں اکثر صاحبزادیاں اور اکثر ازواج مراد ہے۔

محدثین نے لکھا ہے کہ جس کے اندر ہمت اور آسانی سے ادائیگی کی گنجائش ہے اس کے لئے پانچسو درہم مہر باندھنا افضل اور مستحب ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وَاسْتَدَلَّ اَصْحَابُنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى اَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ كَوْنُ الصَّدَاقِ خَمْسِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَالْمُرَادُ فِيْ حَقِّ مَنْ يَحْتَمِلُ ذٰلِكَ الخ (نووی ۱/ ۴۵۸)

ہمارے علماء نے اس حدیث شریف سے یہ استدلال فرمایا کہ پانچسو درہم مہر باندھنا مستحب ہے۔ اور مراد ان لوگوں کے حق میں مستحب ہے جو اس کی ادائیگی کا تحمّل رکھتے ہوں۔

شادی کے وقت علیؓ وفاطمہؓ کی عمر

شادی کے وقت حضرت سیدۃ النساء فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال پانچ مہینے تھی۔ اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ مہینہ تھی۔ (شرح زرقانی ۲/ ۳۵۸ حاشیہ بخاری شریف تحت مناقب فاطمہؓ ۱/ ۵۳۲) اور ان دونوں کا نکاح غزوۂ بدر کے بعد ہوا ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کا نکاح غزوۂ اُحد کے بعد ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ حضرت حمزہؓ نے حضرت علیؓ کے اونٹوں کو اُحد سے قبل بدر کے بعد ذبح کیا تھا۔ دوسری روایت میں حضرت فاطمہؓ کی ۱۸ سال، حضرت علیؓ کی ۲۵ سال ہے۔

نیز بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی رخصتی کے وقت والدین محترمین کی طرف سے کچھ دینا ثابت ہے۔ ان میں سے رخصتی کے وقت ایک قیمتی ہار کا دینا بھی صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ کہ غزوۂ بدر میں قریش کے ستّر سردار گرفتار ہوکر آئے تو ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب مکّہ والوں نے ان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے فدیہ بھیجا تھا تو صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص کے فدیہ کے لئے وہ ہار بھی روانہ فرمایا تھا جس کو شادی کے وقت ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے

مال میں سے دیا تھا، چنانچہ سیّد الکونین علیہ السّلام نے وہ ہار دیکھا تو پہچان لیا اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا زمانہ یاد آیا، اور وہ ہار دینا بھی یاد آیا، جس سے زبردست رقّت طاری ہوگئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اگر تم ایسا کروگے تو بہتر ہوگا کہ زینبؓ کے قیدی کو مفت میں رہا کردو، اور اس کا ہار بھی اس کو واپس کردو۔ اس پر تمام صحابہ نے بخوشی ورضا حضرت ابوالعاصؓ کو مفت میں رہا کردیا، اور ساتھ میں حضرت زینبؓ کا ہار بھی واپس کردیا۔ لیکن نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوالعاصؓ سے فرمایا کہ تم مکہ پہنچکر زینبؓ کو مدینہ روانہ کردو۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق انہوں نے حضرت زینبؓ کو مدینہ کے لئے روانہ فرمادیا۔ اور ادھر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابیؓ کو ہدایت کرکے روانہ فرمایا کہ تم لوگ مکۃ المکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر "وادی یا جج" میں جاکر زینبؓ کا انتظار کرو، جب وہ وہاں سے گذرے گی تو ان کو اپنے ساتھ لیکر آجاؤ۔ حضرت زینبؓ مکۃ المکرمہ سے نکل کر ابھی "وادی یاجج" تک نہیں پہنچ پائی تھیں کہ قریش کے دو اوباش ہبار ابن الاسود اور ایک دوسرا شخص دونوں نے مقام ذی طوی میں آکر حضرت زینبؓ کو پکڑا، اور اونٹنی کے اوپر سے نیچے مار گرایا۔ جس سے صاحبزادی حضرت زینبؓ کا حمل گر گیا۔ اسکی وجہ سے وفات تک تکلیف میں مبتلا رہیں۔ (بذل المجہود ۴/۲۳)

بہرحال سیّد الکونین علیہ السّلام کی صاحبزادیوں کو بھی بوقتِ رخصتی کچھ سامان دیا گیا ہے۔ اور جو ہار شوہر کو قید سے چھڑانے کے لئے فدیہ میں دیا گیا ہے وہ معمولی قیمت کا نہ ہوگا۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ حضرت زینبؓ کی شادی نبوت سے پہلے ہوئی ہے۔ اس پر بہت سارے اشکالات

ہوسکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس ۳۰ سال کی عمر میں حضرت زینبؓ کی پیدائش ہوئی۔ اور چالیس ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی، اور نبوت کے سال حضرت زینبؓ کی عمر دس ۱۰ سال تھی۔ ملاحظہ ہو۔

زَیْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ اَکْبَرُ بَنَاتِہٖ وُلِدَتْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً۔

(اسد الغابۃ ۶/۱۳۰ (نساء حول الرسول ص ۱۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب آپ کی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس ۳۰ سال کی عمر میں پیدا ہوئی ہیں۔

ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ صرف عقد نکاح ہوگیا ہو اور رخصتی بعد النبوت ہوشیار اور جوان ہونے کے بعد ہوئی ہو۔

حدیث وسیرت کی کتابوں میں مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے صاحبزادیوں کی شادی سے متعلق روایتیں ملتی ہیں۔ سب کو جمع کرنیکے بعد تعارض اور تضاد کو ختم کر کے حاصل یہ نکلتا ہے کہ چاروں صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی جوانی میں ہوئی ہے۔ اکثر روایات کے مطابق پندرہ ۱۵ سال پانچ مہینے یا پندرہ سال چھ مہینے کی عمر میں حضرت علیؓ سے شادی ہوئی ہے۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق اٹھارہ ۱۸ سال کی عمر میں حضرت علیؓ کے ساتھ شادی ہوئی ہے۔

دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ابولہب کے لڑکوں کے ساتھ کافی کم عمری میں ہوا ہے۔ اور ان کا صرف عقدِ نکاح ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی، اور رخصتی سے پہلے جب سورۃ تَبَّتْ یَدَا نازل ہوئی تو ابولہب کے حکم سے دونوں لڑکوں نے طلاق دیدی تھی۔ اور ان دونوں سے

صاحبزادیوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ صرف عقدِ نکاح ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی، اسلئے کہ دونوں ابھی اس قدر جوان نہیں ہوئی تھیں کہ جس سے جوان شوہر کی جوانی کا حق ادا کر سکیں۔ پھر جوان ہونے پر ہجرتِ حبشہ سے پہلے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ اور اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی ہجرت بھی فرمائی۔ پھر غزوۂ بدر کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوجانے کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہوا۔ اور یہ نکاح حضرت ام کلثومؓ کے کنوارپن میں ہوا ہے۔ اس لئے کہ حضرت عثمانؓ سے پہلے حضرت ام کلثوم کا کسی مرد کے ساتھ بیوی بن کر رہنا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ نکاح نبوت کے پندرہ سال کے بعد ہوا ہے۔

ان تینوں صاحبزادیوں کے بارے میں یہ بات واضح ہوگئی کہ شوہر کے ساتھ رہنے کا سلسلہ جوان اور ہوشیار ہونے کے بعد شروع ہوا ہے۔ اب بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی بات رہ جاتی ہے کہ ان کا نکاح نبوت سے پہلے ہوا یا بعد میں۔؟ اسی طرح یہ بھی سوال ہے کہ جوان اور ہوشیار ہونے کے بعد ہوا تھا یا کم عمری میں ہوا؟ تو اس سلسلہ میں حدیث و سیَر کی تمام کتابوں کو چھان بین کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت زینبؓ کی پیدائش آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیس سال کی عمر میں ہوئی ہے۔ اور نبوت کے سال حضرت زینبؓ کی عمر دس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ جیسا کہ اوپر کے حوالوں سے واضح ہوتا ہے۔ پھر ہم نے حضرت ابو العاصؓ کے ساتھ حضرت زینبؓ کے نکاح کے بارے میں غور کرکے دیکھا تو بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ خالہ زاد بھائی حضرت ابو العاصؓ کے ساتھ نبوت سے پہلے عقدِ نکاح ہوا ہے۔

لیکن اس کی صراحت نہیں ہے کہ نکاح کے ساتھ ساتھ رخصتی بھی ہوئی تھی یا نہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ دس سال کی لڑکی کا بالغ ہونا ممکن ہے مگر جوان شوہر کی جوانی کی ضرورت پوری کرنے پر قادر نہیں ہوسکتی ۔ یا بالغ ہونے سے پہلے یہ نکاح ہوا تھا تو دونوں صورتوں میں حضرت زینبؓ کا ابو العاصؓ کے ساتھ صرف عقدِ نکاح ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ پھر نبوت کے بعد جب حضرت زینب جوان اور ہوشیار ہوکر شوہر کے لائق ہوگئیں تو باقاعدہ رخصتی ہوگئی تھی۔ اور اسی رخصتی کے وقت میں حضرت خدیجہؓ نے وہ قیمتی ہار دیا تھا، جس کو زینبؓ نے ابو العاصؓ کو قید سے چھڑانے کے لئے بطور فدیہ روانہ فرمایا تھا۔

کوئی یہ بھی اشکال کرسکتا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کو نو سال کی عمر میں حضورؐ کے ساتھ رخصت کیا گیا ہے تو حضرت زینب کو رخصت کرنے میں کیا اشکال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے ساتھ اپنی جوانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے شادی نہیں کی تھی اسلئے کہ اس وقت حضورؐ کے پاس دوسری ازواج بھی موجود تھیں۔ بلکہ اسلئے اس شادی میں جلدی ہوئی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت جبرئیل امینؑ نے حضرت عائشہؓ کو ایک کپڑے میں لیکر یہ کہہ کر پیش فرمایا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ اس کی صراحت بخاری شریف ۱/۵۵۱، مسلم شریف ۲/۲۸۵ میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ اور یہ نکاح بھی جوانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے نہیں ہوا ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامادی تعلق قائم کرکے نسبت کا شرف حاصل کرنے کے

واسطے یہ نکاح فرمایا تھا۔ اس لئے ان دونوں واقعوں کے ذریعہ سے زینبؓ کے مسئلہ پر اشکال درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی ماں باپ اپنی کم سن بچی کو جو جوان شوہر کی ضرورت پوری کرنے کے لائق نہیں ہے لیکر جوان مرد کے حوالہ کرنا گوارا نہیں کرسکتے۔

لہٰذا اس پوری تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زینبؓ کا نکاح اگر نبوت سے پہلے مان بھی لیا جائے تو رخصتی نبوت سے پہلے نہیں ہوئی بلکہ نبوت کے بعد رخصتی عمل میں آئی ہے۔ اور اسی وقت حضرت خدیجہؓ نے وہ قیمتی ہار اپنی بیٹی کو عطا فرمایا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دورِ نبوت سے پہلے اور دورِ نبوت کے بعد بھی رخصتی کے وقت والدین کی طرف سے اپنی لڑکی کو کچھ دینے کا دستور تھا۔ اور یہ بھی ماں باپ کے دائرۂ اختیار کی چیز ہے۔ اس بارے میں کسی کو دخل جائز نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ لڑکی کو رخصتی کے وقت ضروریاتِ زندگی کا کوئی سامان نہ دیا جائے۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ لڑکی والوں پر سامانِ جہیز کے لئے دباؤ ڈالا جائے، بلکہ جہیز دینا نہ دینا ماں باپ کے اختیار میں ہے وہ اپنی بیٹی کو اپنی مرضی سے کم یا زیادہ جو چاہیں دیدیں یا کچھ نہ دیں۔ لڑکے والوں کو کمینہ بن کر مطالبہ کرنے یا دباؤ ڈالنے یا دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثَتْ اَهْلُ مَكَّةَ فِيْ فِدَاءِ اُسَرَائِهِمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اہلِ مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیہ کے لئے سامان بھیجا تھا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ نے ابو العاص ابن ربیعؓ کے فدیہ میں جو مال بھیجا تھا

فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ بِمَالٍ وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ حِينَ بَنَى عَلَيْهَا قَالَتْ فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً وَقَالَ إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا فَقَالُوا نَعَمْ الخ (ابوداود شریف ۲/۳۶۷

اس میں وہ ہار بھی تھا جس کو حضرت خدیجہؓ نے شادی کے وقت حضرت زینبؓ کو دیکر شوہر کے یہاں رخصت فرمایا تھا، جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر سخت رقت طاری ہوگئی، اور صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اگر تم زینبؓ کے قیدی کو مفت میں چھوڑ دو اور اس کا ہار اس کو واپس کردو تو بہتر ہے۔ تو صحابہ نے بخوشی فرمایا کہ جی ہاں ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل ۶/۲۷۶ حدیث ۲۶۸۹۴، الروض ۵/۱۶۳، المعجم الکبیر ۲۲/۴۲۶ حدیث ۱۰۵۰،
الطبقات الکبریٰ ۸/۲۶، بذل المجہود سہارنپوری ۴/۲۳)

۲ حضرات صحابہؓ میں کچھ دینے کا دستور

حضرات صحابہ کرامؓ میں بھی لڑکیوں کو کچھ سامان دینے کا دستور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ غزوۂ اُحد میں حضرت سعد بن ربیعؓ شہید ہوگئے تو اس وقت ان کے ورثاء میں ان کی بیوی اور ان کی دو لڑکیاں اور انکے بھائی موجود تھے۔ مگر انکے بھائی نے انکے تمام ترکہ پر قبضہ کرلیا، تو انکی بیوی دونوں لڑکیوں کو لیکر دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر کہنے لگیں، یا رسول اللہ! سعد بن ربیع جنگ اُحد میں شہید ہوگئے اور انکے بھائی نے تمام ترکہ پر قبضہ کرلیا۔ اور سعدؓ کی یہ دو لڑکیاں ہیں اور بغیر ایسے مال کے ان دونوں کی شادی ہو ہی نہیں سکتی جو بوقتِ رخصتی ان لڑکیوں کو دیا جاسکے۔ تو اس پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باپ کے ترکہ میں سے ان دونوں لڑکیوں کا اور بیوی کا جو شرعی حق ہے ان کو دلوانے کا فیصلہ فرمادیا۔ اس حدیث شریف میں حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی کے جملہ میں صاف لفظوں میں اس

بات کا ذکر موجود ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام میں بھی لڑکیوں کو شادی کے وقت کم و بیش کچھ ساز و سامان دینے کا معمول رہا ہے ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عن جابر بن عبدؓ اللہ قال جاءت امرأة سعد بن الربیع بابنتیھا من سعد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ھاتان ابنتا سعد بن الربیع قتل ابوھما معک یوم احد شھیدًا وان عمھما اخذ مالھما فلم یدع لھما مالًا و لا تنکحان الا ولھما مالٌ ۔ الحدیث

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی ۔ حضرت سعدؓ کی دونوں لڑکیوں کو لیکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر کہنے لگیں. یا رسول اللہ سعد کی یہ دو لڑکیاں ہیں ان کے باپ آپؐ کے ساتھ اُحد میں شہید ہو گئے. اور ان کے چچا نے ان کے سارے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لئے کوئی مال نہیں چھوڑا ان دونوں کی شادی مال کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی ۔

(ترمذی شریف ۲/ ۲۹ ، مسند احمد ۳/ ۳۵۲ ، ابوداؤد ۲/ ۴۰۰ ، مشکوٰۃ شریف / ۲۶۴)

ولم یدع لھما مالًا ای لم یترک عمھما لھما مالا ینفق علیھما او تجھزان بہ للزوج ولا تنکحان ای لا تزوجان عادةً او غالبًا اومع العزة الا لھما مالٌ ۔ (مرقات ۶/ ۱۷۴)

اور ان دونوں کیلئے کوئی ایسا مال نہیں چھوڑا جو ان پر شادی میں خرچ کیا جا سکے یا اس مال کے ذریعہ سے شوہروں کے یہاں رخصت کیا جا سکے اور بغیر مال عادت اور عُرف اور رواج کے عزت کے ساتھ ہرگز انکی شادی نہیں ہو سکتی ۔

۳ مروجہ جہیز پر دباؤ کی لعنت

جہیز میں جو سامان دیا جاتا ہے وہ ماں باپ اپنی بیٹی کو اپنی مرضی اور خوشی سے دیتے ہیں ، اسمیں کسی کو کسی قسم کے دخل دینے کا کوئی حق نہیں اور وہ سارا سامان لڑکی کی حقیقی ملکیت ہوتا ہے . اور اسکو یہ بھی پورا پورا حق ہے جسے چاہے استعمال کی اجازت دے اور

جیسے چاہے اجازت نہ دے۔ نیز یہ بات بھی دُنیا جانتی ہے کہ کوئی بھی مَرد اپنی بیوی کے مال سے مالدار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی بیوی کے مال سے دولت کی عزّت ملتی ہے اور نہ ہی مال والی بیوی کے پاس کسی شوہر کو شوہر جیسی فوقیت کی عزّت ملتی ہے بلکہ ہر وقت بیوی کے سامنے سَر نیچا رکھنا ہوتا ہے۔ بالآخر شوہر کو بیوی کے سامنے ذلّت و رُسوائی کے ساتھ زندگی بسر کرنیکے علاوہ اور کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی جب حالات ایسے ہیں تو پھر لڑکی والوں کے مال کے لالچ میں ان پر دَباؤ ڈالنے والا کس قدر کمینہ اور گھٹیا شخص ہوگا ہر شخص خود اندازہ لگائے۔ اسلئے جہیز کے سامان پر دَباؤ ڈالنا کمینہ پن اور گھٹیا پن اور بعد کی زندگی کیلئے باعثِ لعنت ہے۔ اسلئے ہر مسلمان کو لڑکی والوں کے مال کے لالچ اور اُن پر دباؤ سے اپنے آپ کو دُور رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مال کے لالچ میں کسی عورت سے شادی کرتا ہے اس کو بیوی کی سرکشی اور نافرمانی کے عذاب سے دُوچار کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عبدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسٰى حُسْنُهُنَّ اَنْ يُرْدِيَهُنَّ وَلَا تَزَوَّجُوْهُنَّ لِاَمْوَالِهِنَّ فَعَسٰى اَمْوَالُهُنَّ اَنْ تُطْغِيَهُنَّ وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَى الدِّيْنِ وَلَاَمَةٌ خَرْمَاءُ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِيْنٍ اَفْضَلُ۔ الحديث

(ابن ماجہ شریف /۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم عورتوں سے ان کے حُسن وجمال کی بنا پر نکاح مت کرو بہت ممکن ہے کہ ان کا حُسن انہیں اِترا ہٹ اور ہلاکت میں ڈالدے اور عورتوں سے ان کے مال کے لالچ میں نکاح نہ کرو بہت ممکن ہے کہ انکا مال انہیں سرکش اور نافرمان بنادے جو تم کو ہمیشہ بُھگتنا پڑجائے لیکن تم عورتوں سے ان کی دینداری کو دیکھکر نکاح کرو اور یقیناً کان کٹی کالی دیندار باندی مالدار حَسین عورتوں سے بہتر اور افضل ہے۔

۴۔ کمینہ پن اور گھر کی بربادی

بعض لوگ بیوی کے مال کے لالچ میں اسقدر کمینہ اور گھٹیا بن جاتے ہیں کہ جہیز میں شوہر کی خواہش کے مطابق سامان نہ لاسکنے پر کمینہ شوہر بیوی پر شکوہ شکایت کا سلسلہ شروع کردیتا ہے اُسے ستانے لگتا ہے بالآخر شوہر کے یہاں اسکی زندگی تنگ ہوجاتی ہے، اور مجبور ہوکر اپنے خاندان کے لوگوں کو شوہر کے مقابل لاکر کھڑا کردیتی ہے۔ پھر دونوں خاندان سڑکوں پر نکل آتے ہیں اور دُنیا کے سامنے دونوں طرف کے لوگوں کی عزت لُٹ جاتی ہے۔ پھر اصل موضوع اور اصل بات چھوڑ کر اپنی اپنی ناک بچانے کی باتوں میں پڑجاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالہا سال تک دونوں طرف لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوجاتا ہے یا طلاق کے ذریعے سے گھر کی بربادی ہوتی ہے۔ اللہ پاک ہم تمام مسلمانوں کی اس لعنت سے حفاظت فرمائے۔ آمین

۵۔ دُولہا کا مہر دُلہن کا نہیں اور مرد کی ذِلّت

ہمارے مسلمانوں میں ایک خطرناک بلاء اور مصیبت عام ہوتی جارہی ہے جسکی ابتداء بعض پسماندہ علاقوں سے ہوئی تھی اب آہستہ آہستہ دیگر علاقوں میں بھی پھیلتی جارہی ہے وہ مصیبت یہ ہے کہ لڑکے والے بے شرم اور بے غیرت بن کر لڑکی والوں پر مطالبہ رکھتے ہیں کہ اگر اتنا پیسہ یا اتنی جائداد ہمارے لڑکے کو پیشگی دوگے تب تو ہم آپ کی لڑکی لے سکتے ہیں ورنہ ہم آپکی لڑکی نہیں لے سکتے۔ حالانکہ اسطرح کے مطالبہ کا حق لڑکی والوں کو لڑکی کے مہر کے متعلق ہونیکا ہوتا ہے۔ اب معاملہ اُلٹا ہوکر بجائے لڑکی کے مہر کے لڑکے کے مہر کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ اب ایسے حالات میں یہ اُمت فلاح یاب کیسے ہوسکتی ہے اور ایسے گھرانہ میں خیر و برکت کہاں سے آئے گی۔ بھائیو! ایک بات یاد رکھو کہ دُنیا میں مُفت خور جس کی نگاہ دُوسروں کی جیب پر رہتی ہے وہ ہمیشہ ذلیل و خوار، محتاج ہوکر ذلت کے عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مال کے لالچ میں کسی عورت سے نکاح کرتا ہے۔ اس کو

محتاجی کی ذلت اُٹھانی پڑتی ہے ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے ۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تزوج امرأۃ لعزھا لم یزدہ اللہ الا ذلا ومن تزوجھا لمالھا لم یزدہ اللہ الا فقرا

(المعجم الاوسط حدیث ۲۳۴۲ نسخہ قدیم ۲۳۶۳)

حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت وبلندی کو دیکھکر نکاح کرتا ہے اللہ پاک اس کو ذلت ورُسوائی کے علاوہ کچھ نہیں دیگا اور جو شخص کسی عورت سے مال کے لالچ میں نکاح کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کو فقر اور محتاجی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئیگا ۔

اللہ پاک ہم مُسلمانوں کی اس لعنت سے حفاظت فرمائے ۔ آمین ۔

۶ شادی کے بعد تین قسم کے لوگوں کی شرمندگی وندامت

عورت سے کسی غرض اور لالچ کی بُنیاد پر نکاح کرنے والے کو نکاح کے بعد شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔ یہ سمجھ کر نکاح کرلیتا ہے کہ اس عورت سے اپنی غرض پوری ہو جائے گی ۔ اور بعد میں اس غرض کے پوری ہونیکے بجائے معاملہ اُلٹا ہو کر غرض اور مقصد سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور خود وہی عورت اس کیلئے وبال بن جاتی ہے اور پھر زبردست ندامت اور شرمندگی کا شکار ہو جانا پڑتا ہے ۔ حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الاوسط میں حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو خود غرضی اور نیتوں کی خرابی کی بنیاد پر نکاح کے بعد ذلت اور رُسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

① وہ شخص جو کسی عورت سے صرف اسلئے نکاح کرتا ہے کہ اس عورت سے عزت اور ترقی ملیگی ۔ مثلاً عورت زیادہ تعلیم یافتہ اور ڈگری یافتہ ہے یا زیادہ ہنرمند یا بڑے عہدہ پر فائز ہے ۔ اب یہ اسلئے نکاح کرتا ہے کہ عورت کی ڈگری اور منصب اسکے لئے عزت اور بلندی کا

باعث بنے گا۔ مگر شادی کے بعد معاملہ اُلٹا ہوجاتا ہے۔ ایسی عورت شوہر کو وہ مقام کبھی نہیں دیگی جو ایک شوہر کو بیوی کیطرف سے ملاکرتا ہے۔ ہر وقت اپنا سر اُونچا رکھ کر شوہر کا سر نیچا کرنیکی کوشش کریگی۔ نتیجتاً شوہر کو ذلّت وخواری و رُسوائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں دِکھائی دیگا۔

② وہ شخص جو عورت کے مال کے لالچ میں نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے مالداری کے بجائے فقیری اور محتاجی کی سزا سے دو چار کردیگا۔ آجکل دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے نوجوان وہیں شادی کرنیکی کوشش کرتے ہیں جہاں سے جہیز کا سامان زیادہ مِل سکتا ہے لڑکی کی رُخصتی کے وقت دیکھنے میں آتا ہے گویا کہ لڑکی والوں کی قرقی کرکے لیجارہے ہیں۔ ایسے جہیز کے سامان میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی برکت نہیں ہوتی ، چند دنوں میں وہ سامان اِدھر اُدھر ہوکر کسطرح ضائع ہوجاتا ہے پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور نہ ہی اسکی کوئی قدر ہوتی ہے اور یہی بیوی کے سامان کا لالچ شوہر کی زندگی کیلئے نحوست کا باعث بن جاتا ہے۔ اور فقر اور محتاجی کا عذاب مُسلّط ہوجاتا ہے۔

③ جو شخص کسی عورت سے خاندانی برتری کو دیکھ کر نکاح کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے نکاح کرکے برتری حاصل کرونگا تو اللہ تعالیٰ اُسے برتر بنانے کے بجائے کمتر اور کمینہ بنادیتا ہے۔ عورت اور عورت کے خاندان کے سامنے نہایت گھٹیا اور کمینہ بن کر رہنا ہوتا ہے۔

شادی کے بعد تین قسم کے لوگوں کی عزت

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قِسم کے لوگوں کو نکاح کے بعد عزت اور خوشگوار زندگی ملتی ہے۔

① وہ شخص جو اپنی نگاہ کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نکاح کو اس کی نگاہ اور گناہ کی حفاظت کا ذریعہ بنادیگا۔

② وہ شخص جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس نکاح کو اسکی

شرمگاہ کی حفاظت اور عزت کی زندگی کا ذریعہ بنا دیگا۔

(۳) وہ شخص جو کسی بے سہارا عورت سے اسلئے نکاح کرتا ہے کہ اس بے سہارا عورت کیلئے سہارا بن جائے اور اس سے نکاح کرنیکے بعد اس کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے نکاح کو میاں بیوی دونوں کیلئے خوشگوار زندگی کا باعث بنا دیتا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

عن انسٍ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم من تزوّج امرأةً لعزّھا لم یزدہ اللہ الاّ ذلاًّ۔ ومن تزوّجھا لمالھا لم یزدہ اللہ الاّ فقراً، ومَنْ تزوَّجھا لحسبھا لم یزدہ اللہ الاّ دناءةً، وَمَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً لَمْ یُرِدْ بِھَا اِلاَّ اَنْ یَغُضَّ بَصَرَہٗ اَوْ یُحْصِنَ فَرْجَہٗ، اَوْ یَصِلَ رَحِمَہٗ بَارَکَ اللہُ لَہٗ فِیْھَا وَ بَارَکَ لَھَا فِیْہِ۔

(الترغیب والترھیب ۳/۳ حدیث ۱۷، المعجم الاوسط للطبرانی ۳/۱۷۸ حدیث ۲۳۶۳ نسخہ جدید حدیث ۲۳۴۲)

حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عورت سے صرف اسکی عزت و بلندی کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عورت سے نکاح کے بعد اس مرد کو ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں دیگا، اور جو شخص کسی عورت سے مال کے لالچ میں نکاح کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کو فقر اور محتاجی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئیگا۔ اور جو شخص کسی عورت سے خاندانی بلندی اور حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اس کو اللہ کی طرف سے دنارت اور گھٹیا پن کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہ آئیگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے اپنی نگاہ کی حفاظت کیلئے اس سے نکاح کرتا ہے یا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے۔ یا عورت کے ساتھ صلہ رحمی اور اسکا سہارا بننے کیلئے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کیلئے اس عورت میں خیر و برکت اور خوشگوار زندگی عطاء فرماتا ہے اور اس عورت کیلئے اس مرد کیساتھ خیر و برکت اور خوشگوار زندگی نصیب فرماتا ہے۔

۸۔ جہیز کا منظر اور لڑکی والوں کی قرقی

شادی کے دن جب بارات لڑکی کو لیکر واپس آتے ہیں تو دیکھنے کا منظر جو سامنے آتا ہے وہ عجیب وغریب ہوتا ہے، بسوں اور ٹرالیوں اور ٹھیلوں پر جو سامان لڑکی والوں کے یہاں سے لڑکے والے لیکر جاتے ہیں اُسے دیکھکر ایسا لگتا ہے کہ آج لڑکی کی شادی کیا ہوئی بلکہ لڑکی والوں کے گھر کی قرقی کیجارہی ہے تو ایسے حالات میں ہم کو خوشحالی کی زندگی کہاں سے نصیب ہوگی۔ گھر کی ساری دولت ایک بیٹی کی شادی میں اڑادی، مزید اُوپر سے مقروض ہوگئے، آئندہ اور بھی لڑکیاں ہیں، اُن کی بھی شادی کرنی ہے، کہاں سے لائیں کیسے کریں۔ نہایت افراتفری کا ماحول ہے۔ حالانکہ جہیز میں صرف اتنا سامان دینا چاہیئے جتنا سہولت سے ہوسکے۔ شادی کے بجائے بربادی اور خوشی کے بجائے غمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسلئے اس کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کی ہر برادری میں ایک پنچایت بن جانی چاہیئے۔ اور اس پنچایت کا کام یہ ہو کہ لڑکی والوں کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر سامان نہ دینے دیں اور لڑکے والوں کو جہیز پر دباؤ کی صورت میں کسی سزا کا مستحق بنائیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

جہیز کی نمائش

بہت سی ایسی جگہ بھی نکاح پڑھانے کا اتفاق ہوا، جہاں دیکھنے میں آیا کہ سڑک کے کنارے یا کسی ہال میں کپڑے، برتن، دیگر مختلف ساز وسامان کے ساتھ زیورات کے سیٹ بھی مختلف انداز سے کھلے ہوئے نظر آئے۔ دُور سے دیکھ کر یہ سمجھ میں آیا کہ شاید یہاں کوئی عمدہ ترین کپڑے کی دوکان ہے۔ جب قریب آئے تو اس میں کپڑے کے علاوہ دیگر مختلف سامان بکھرے پڑے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ سامان

ہیں جو لڑکی والوں کی طرف سے جہیز کے طور پر دیا جارہا ہے۔ اور ہر دیکھنے والا یہ خطرہ بھی محسوس کر سکتا ہے کہ جہیز کے ساز و سامان کی ایسی نمائش خود سامان کے لئے خطرہ کا باعث بن جائے۔ پتہ نہیں کس کے دل و دماغ میں کیا خیال ہو۔ کوئی چور ڈکیت پہلے ہی سے بھانپ لے، اور کسی بھی موقع پر ایسے سامان پر غلط حملہ ہو جائے، اور لڑکی والے بڑے فخر اور ریاکاری کے ساتھ سامان کی نمائش دکھا کر لڑکے والوں کے حوالہ کرتے ہیں۔ یہ لڑکی والوں کی غلطی ہے۔ اس کا گناہ لڑکی والوں پر ہوگا۔

اس طرح دنیا کو نمائش دکھا کر سامان دینا سخت ترین ریاکاری ہے۔ اور ریاکاری گناہ کبیرہ ہے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ اگر اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت ضروریاتِ زندگی کا کچھ سامان دینا ہے تو خاموشی کے ساتھ لڑکے کے ذمہ دار افراد کے حوالہ کر دیا جائے اور یادداشت کے لئے سامان کی ایک فہرست بھی حوالہ کر دی جائے۔

اسی طرح یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ لڑکے والے دولہن کے لئے جو بری کے کپڑے اور جوڑے اور زیورات لاتے ہیں ان کی اٹیچیوں کو مجمع میں لاکر کھولدیتے ہیں۔ ہر طرح کے لوگوں کو دکھاتے پھرتے ہیں، یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، اور ساتھ میں سخت ترین ریاکاری بھی ہے۔ یہاں بھی یہی ہونا چاہئے تھا کہ جو سامان دلہن کو پہنانے کے لئے لایا گیا ہے، نہایت خاموشی کے ساتھ دولہن کے ذمہ دار افراد کے حوالہ کر دیا جائے۔ لیکن اس کے برخلاف منظرِ عام پر لاکر نمائش کی جاتی ہے۔ جو بھی آرہا ہے جانبین کے سامان کی زیارت کر رہا ہے۔ ایسی ریاکاری اور نمائش میں شرعی نقصان بھی ہے، اور غلط لوگوں کی نگاہوں میں آنے سے مالی نقصان بھی ہے۔

حدیث شریف میں ریاکاری اور نمائش کی سخت وعید آئی ہے :۔

عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم	حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَائِیْ اللّٰہُ بِہٖ۔ (بخاری شریف حدیث ٦٤٩٩، ٢/٩٦٢ ب، ترمذی ٢/٦٣، ابن ماجہ ٣١٢، مشکوٰۃ شریف ص ٤٥٤)

کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں اپنے کام کو شہرت دیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں کو شہرت دیگا۔ اور جو شخص دنیا میں اپنے نیک کاموں کی نمائش کر کے دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں کی نمائش دکھائیگا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی زیادہ سخت وعید آئی ہے ملاحظہ فرمایئے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِہٖ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ اَسَامِعَ خَلْقِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَحَقَّرَہٗ وَصَغَّرَہٗ۔

(معجم الاوسط حدیث ٢٩٨٤، ٣/٢١٣)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کی شہرت دیگر لوگوں کو سناتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے کانوں تک اس کے عیبوں کی شہرت سنائیگا اور تمام مخلوق کے سامنے اس کو حقیر اور ذلیل بنا کر پیش کرے گا۔ (مرقاۃ المفاتیح ١٠/٦٥)

کیا جہیز سے میراث کی ذمہ داری ادا ہو گی؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اور کہتے بھی ہیں کہ لڑکی یا بہن کی شادی کے موقع پر جہیز کے نام سے جو کچھ دیتے ہیں وہ میراث کا عوض اور بدل ہے۔ لہٰذا باپ کے مرنے کے بعد باپ کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملیگا، جو کچھ دینا تھا شادی کے وقت میں دیا جا چکا ہے۔ یہ ہماری اسلامی شریعت اور اسلامی معاشرہ

کی بدقسمتی اور بدنصیبی ہے کہ ہم اس طرح کی حیلہ بازی کے ذریعہ سے بہنوں اور بیٹیوں کو ان کے واجبی حق سے محروم کر دیتے ہیں، اور ان ضعیف اور کمزوروں کا حق مار لیتے ہیں۔ جہیز کے سامان دینے سے ان کی میراث کا حق کبھی بھی کسی حال میں ختم نہیں ہوگا۔ ان کا حق بدستور باقی رہتا ہے۔ بعض جگہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر لڑکی یا بہن اپنے باپ یا ماں کے ترکہ میں سے میراث کا حق مانگتی ہے تو اس لڑکی یا بہن سے رشتہ ناطہ سب کچھ ختم کر دیا جاتا ہے۔ آمد و رفت بند کر دی جاتی ہے۔ خاندان اور کنبہ میں اس کو بدنام کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیئے ایسے خاندان اور ایسے کنبے اپنے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالتے ہیں۔

حدیث پاک میں اس طرح حق مارنے والے کے لئے سخت ترین عذاب اور وعید آئی ہے۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کا ایک بالشت حق مارتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ مِنْ حَقِّ امْرِىءٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ شِبْرًا بِغَيْرِ حَقٍّ طَوَّقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعَ اَرْضِيْنَ۔

(معجم الاوسط حدیث ۸۳۸۳ ص ۱۶۷/۶ و حدیث ۵۵۱۹ ص ۱۴۷/۴، مسلم شریف ص ۳۳/۲، بخاری شریف حدیث ۲۳۸۸ ص ۳۳۱/۱)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کا ایک بالشت حق، ناحق لے لیتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکے گلے میں سات زمین کا طوق ڈالے گا۔

ایک دوسری حدیث شریف اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت سیّد الکونین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی وارث کو حصّہ میراث سے محروم کردیتا ہے، اور وارث کی میراث کے حق کو ہڑپ کرلیتا ہے قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو جنت کے حصّہ سے محروم کردیگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّ مِنْ مِيْرَاثِ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الوصیۃ ص۱۹۴، مشکوٰۃ شریف ص۲۶۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلّے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وارث کی میراث کو دینے سے راہِ فرار اختیار کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی میراث سے محروم کردے گا۔

مہر کی ذمّہ داری زیورات سے پوری نہیں ہوتی

ہمارے معاشرہ میں ایک کمی یہ ہے کہ مہر کی ادائیگی کی اتنی اہمیّت نہیں ہوتی ہے جتنی شادی کے وقت مہر سے الگ زیور چڑھانے کی ہوتی ہے۔ حالانکہ مہر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ایسی ذمّہ داری ہے جس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں اللہ کے یہاں سخت پکڑ اور عذاب کا مستحق ہونا پڑیگا۔ اس لئے سب سے پہلے مہر کی ادائیگی کی کوشش ہونی چاہئے، اور مہر کی ادائیگی کے لئے آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جو زیورات شادی کے موقع پر دلہن کو دیئے جاتے ہیں

ان کو مہر میں شامل کر دیا جائے اور ساتھ میں واضح کر دیا جائے کہ یہ زیور مہر میں دیا گیا ہے۔ اور مقدار مہر پوری ہو جانے کے بعد باقی جو مرضی ہو وہ دیدے۔ اس سے زندگی بھر بیوی کے قرضہ کا جو بھار شوہر کے اُوپر رہتا ہے وہ شروع ہی سے ختم ہو جائے گا۔ اور مہر ادا نہ کرنے کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔ غریبوں اور پسماندہ لوگوں کے یہاں مہر کم سے کم باندھنا چاہئے۔ تاکہ سہولت سے ادا کر سکے، اور جو کچھ مہر مقرر ہو جائے اس کو زیور کی شکل میں فوراً ادا کر دیا جائے۔ اور عربوں کے یہاں آج بھی یہی دستور ہے کہ جو کچھ مہر باندھا جاتا ہے، اس کا بازار سے زیور خرید لیا جاتا ہے، اور دلہن کو اسی مہر کے زیورات پہنا کر رخصت کیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں بعض قبیلے اور بعض علاقہ میں یہ دستور ہے کہ دونوں خاندان چاہے کتنے بڑے سرمایہ دار کیوں نہ ہوں، مگر جب مہر باندھنے کا نمبر آتا ہے تو بہت معمولی مقدار مہر باندھتے ہیں۔ جب ان سے ترغیبی انداز سے یہ کہا جائے کہ یہ مہر آپ کے خاندان کا مہر مثل نہیں ہے۔ آپ نے تو صرف شادی ہال میں بھی کئی لاکھ روپیہ خرچ کر دیئے۔ آپ جیسوں کو مہر اُم حبیبہؓ باندھنا چاہئے۔ تو وہ بیچارے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم مہر تو کم باندھتے ہیں لیکن اس کی تلافی زیورات سے کر دیتے ہیں۔ کئی لاکھ روپیہ کے زیورات دیدتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان بھائیوں کو اس حقیقت اور شرعی ذمہ داری سے واقفیت نہیں ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے زیادہ اہمیت مہر کی ہے۔ دوسری چیزوں کی نہیں۔ اسی وجہ سے بہت سے علاقے اور برادریوں میں مہر ادا کرنے کا رواج ہی نہیں ہے۔ ایک رسمی چیز بن کر رہ گئی ہے، اور اس کے برخلاف مہر سے ہٹ کر زیور چڑھانے کو لازمی فریضہ سمجھتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ زیورات کی وجہ سے شرعی مہر کی ذمہ داری ادا نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ کے یہاں

مَرد کے لئے بیوی کو حلال کرنے کا ذریعہ مہر ہی کو قرار دیا ہے۔ اس لئے خوش دِلی کے ساتھ مہر ادا کرنے کا حکم ہے۔ اللہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔ (سورۂ نساء آیت ۴)	عورتوں کو ان کا مہر خوش دِلی کے ساتھ ادا کر دیا کرو۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ نے جن شرائط اور لوازمات کے ذریعہ سے عورتوں کو مَردوں کے لئے حلال فرمایا ہے ان میں سب سے اہم ترین شرط مہر ہے۔ اس لئے مہر کے بغیر کوئی نکاح وجود میں نہیں آسکتا۔ اگر کہیں مہر کا نام بھی نہ لیا جائے تو منجانب اللہ خود بخود مہر مثل واجب ہوجاتا ہے۔ اس لئے شادی کے اخراجات میں اللہ کے نزدیک سب سے اہم ترین خرچ مہر کا خرچ ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ مَا اَوْفَيْتُمْ مِّنَ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ۔ (بخاری شریف حدیث ۲۵۷۲ ص ۲/۷۷۴، حدیث ۲۶۳۲ ص ۱/۳۷۶)	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم شادی کے اخراجات میں جن شرائط کو پورا کرتے ہو ان میں سب سے اہم اور لازمی شرط اس مہر کا ادا کرنا ہے جس کے عوض میں عورت کا بدن تمہارے لئے حلال ہوتا ہے۔

تِلک کی نحوست اور مُعاشرہ کی بربادی

ہمارے برصغیر میں دلہن کے والدین کی طرف سے دَاماد کو نقدی روپیہ دینے کی رسم جاری ہے۔ اس کو تِلک کہا جاتا ہے۔ اور یہ رسم برصغیر کے غیر مسلموں میں رائج تھی۔ لیکن خاص طور پر ہمارے ہندوستان میں ہندو مسلم کا معاشرہ میں کافی حد تک اختلاط ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کا مُعاشرہ اختیار نہیں کرتے۔ لیکن مسلمان غیر مسلموں کا معاشرہ، رہن سہن اور ان کی رسُومات کے اختیار کرنے میں ذرا بھی غیرت نہیں کرتے۔ جس کے نتیجہ میں ان کے یہاں کی رسومات بھی مسلمانوں کے معاشرہ میں رفتہ رفتہ داخل ہوتی گئیں۔ آج صورت حال یہ ہے کہ بعض پسماندہ علاقہ میں مسلمانوں میں شادی اس وقت تک نہیں ہوپاتی ہے کہ جب تک لڑکی والوں کی طرف سے ایک خطیر رقم تِلک کے نام سے داماد کو پیشگی نہ دی جائے۔ اور اس رقم کے مطالبہ میں دَاماد کی طرف سے ذرا سی بھی غیرت اور شرم کا پاس و لحاظ تک نہیں ہوتا۔ بعض لوگ باقاعدہ مقابلہ کر کے وصول کرتے ہیں، کہ تمہاری لڑکی کو اس وقت تک دلہن بنا کر نہیں لا سکتے، جبتک تم ہمکو اتنی رقم پیشگی نہ دوگے۔ یہ مصیبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بعض لوگ تنگ آکر اپنی بچیوں کو چلتے پھرتے کسی کے بھی ہاتھ پکڑا دیتے ہیں اور بے سہارا لڑکیاں غیر محرم کے ساتھ دوسرے علاقوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ کوئی کسی ہندو کے پاس نظر آتی ہے، کسی کی عصمت فروشی کی جارہی ہے۔ اور کسی کو دوسرے کے ہاتھ پیسے لیکر فروخت کیا جارہا ہے۔ اور کسی لڑکی سے کوئی شخص مختصر وقت کے لئے نکاح کرلیتا ہے، پھر وہ طلاق دیدیتا ہے۔ وہ ماری ماری پھرتی ہے۔ نہ اس کا کوئی محرم ہے اور نہ اس کا کوئی سہارا ہے۔

پھر وہ دوسرے سے نکاح کرلیتی ہے۔ کچھ دن رکھ کر وہ بھی طلاق دیدیتا ہے۔
بعض بعض واقعات تو ایسے شرمناک سننے میں آتے ہیں کہ افسوس کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اسکے برعکس مسلم ملکوں اور عرب دنیا میں یہ دستور ہے کہ ساری ذمہ داریاں داماد کے سر ہوتی ہیں۔ مہر بھی نقد ادا کرنا ہوتا ہے۔ بعض جگہ مزید لڑکی والوں کے یہاں کچھ معقول رقم بھی بھیجی جاتی ہے، تاکہ لڑکی والے لڑکی کو رخصت کرنے میں اس پیسے سے تعاون حاصل کرسکیں۔ پھر اس پیسے کا سامان لڑکی کو رخصت کرتے وقت داماد کو دیدیتے ہیں۔ اس کو عرب دنیا میں "دستیمان" کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل شامی کراچی ۳/۱۵۸ شامی زکریا ۴/۳۱۰ البحر الرائق ۳/۱۸۶ میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہیں سننے میں نہیں آتا کہ کوئی عرب عورت یا عربوں کی لڑکیاں ادھر سے ادھر ہوتی ہوں۔ حتیٰ کہ عجمی مسلمان کے ساتھ عربی لڑکی کی شادی بھی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی لڑکیوں کی پوزیشن اتنی کمزور ہے، اور نہ ہی لڑکیوں کی شادی میں ماں باپ کے سر پر ناقابلِ برداشت خرچہ کا بار ہوتا ہے۔ وہاں کا معاملہ یہاں کے معاملہ سے بالکل الٹا ہے۔ بعض جگہ تو ایسا ہے کہ لڑکی والے مہر کے علاوہ بھی رقم مانگتے ہیں کہ مہر کے علاوہ اتنی رقم دوگے تو ہماری لڑکی ملے گی ورنہ ہم اپنی لڑکی نہیں دیں گے۔ فقہاء نے اس طرح شرط لگاکر پیسہ لینے کو رشوت کہا ہے۔ اور رشوت حرام اور ناپاک مال ہے۔ اور اس کے برعکس ہمارے یہاں داماد کی طرف سے تلک کے نام سے اس رشوت کا مطالبہ ہوتا ہے، یہ حرام اور ناپاک مال ہے۔ اس کو واپس کرنا واجب ہے۔ ہر علاقہ کے ذمہ دار علماء اور اہلِ دانش کا فریضہ ہے کہ ہر طرف سے اس قسم کی حیا سوز رسموں کو مٹانے کے لئے آواز اٹھائیں عمومی اجتماعات اور جلسوں میں اس کی خرابیاں عوام کے ذہنوں میں ڈالی جائیں

اورخصوصی اور انفرادی مجلسوں میں اس کی برائیوں کے تذکرہ کا سلسلہ جاری کیا جائے. تاکہ عام وخاص ہر طبقہ کے مسلمانوں کے ذہنوں میں اس منحوس ترین رشوت کی نفرت بیٹھ جائے۔ اور معاشرہ میں عمومی طور پر نفرت کے ساتھ اس کا نام لیا جائے۔ پھر کوئی شخص اس کا مطالبہ زبان پر نہ لاسکے۔ حدیث پاک میں اس طرح رشوت لینے پر سخت لعنت آئی ہے۔ نیز بخوشی دینے والے پر بھی لعنت ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔ (ترمذی شریف ۱/۲۴۸، ابوداؤد شریف ۲/۵۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور بخوشی دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

مطالبہ سے رقم لینے کو فقہاء نے رشوت لکھا ہے۔ اور ایسی رقم دینے والے کو واپس لینے کا حق ہے۔ اور لینے والے پر واپس کرنا واجب ہے۔

وَلَوْ اَخَذَ اَھْلُ الْمَرْأَۃِ شَیْئًا عِنْدَ التَّسْلِیْمِ فَلِلزَّوْجِ اَنْ یَّسْتَرِدَّہٗ لِاَنَّہٗ رِشْوَۃٌ۔ (شامی کراچی ۳/۱۵۶، شامی زکریا ۴/۳۰۷، البحر الرائق کراچی ۳/۱۸۷)

اگر لڑکی والوں نے رخصت کے وقت داماد سے کچھ لیا ہے، تو داماد کیلئے اُسے واپس لینے کا حق ہے۔ اسلئے کہ وہ رشوت ہے۔

نیز فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص مجبور ہوکر رشوت دیتا ہے تو رشوت دینے والا گنہگار نہیں ہوگا، اور لینے والے پر لعنت ہوگی، اور اس پر واپس کرنا بھی لازم ہے۔

دَفْعُ الْمَالِ لِلسُّلْطَانِ الْجَائِرِ لِدَفْعِ الظُّلْمِ عَنْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَلِاسْتِخْرَاجِ حَقٍّ لَهٗ لَيْسَ بِرِشْوَةٍ يَعْنِيْ فِيْ حَقِّ الدَّافِعِ۔

(شامی کراچی ۶/۴۲۳)

ظالم حاکم کو اپنی جان و مال کی طرف سے ظلم کو دُور کرنے کے لئے اور اپنے ذاتی حق کو حاصل کرنے کے لئے مال و پیسہ دینا دینے والے کے حق میں رشوت نہیں ہے۔ اس رشوت کی ساری لعنت لینے والے ظالم پر ہوگی۔

نیز جس کے پاس حرام و رشوت کا مال پہنچا ہو اس پر واجب ہوجاتا ہے کہ جس کا مال ہے اسی کو واپس کردے۔

اِنْ اَخَذَهٗ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ لَمْ يَمْلِكْهُ وَيَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهٗ عَلٰى مَالِكِهٖ اِنْ وَجَدَ الْمَالِكَ۔

(بذل المجہود ہندی ۱/۳۷)

اگر بغیر عقد کے بطور رشوت اس مال کو لیا ہے تو وہ اس مال کا مالک نہیں ہوگا، اور اس پر وہ مال مالک کو واپس کردینا واجب ہے، اگر مالک مل جائے۔

اللہ پاک ہم تمام مسلمانوں کو غیروں کی رسموں سے محفوظ فرماکر اسلامی شریعت کے مطابق حرام سے دُور رہکر اپنی مرضیات پر چلنا آسان فرمائے۔ آمین

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ✤ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

عرب دُنیا میں جہیز کا کیا تصوّر؟

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلّہ، نے ملک شام کے ایک بزرگ شیخ عبدالفتاح کا جہیز کے مسئلہ میں تبادلۂ خیال کے موقع پر عبرتناک تأثر نقل فرمایا ہے جو ذیل میں درج ہے. شاید اس سے کسی مسلمان کو فائدہ ہو۔

چند سال پہلے شام کے ایک بزرگ شیخ عبدالفتاح یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اتفاق سے ایک مقامی دوست بھی اسی وقت آ گئے۔ اور جب انہوں نے ایک عرب بزرگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان سے دُعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میری دو بیٹیاں شادی کے لائق ہیں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شادی کے اَسباب پیدا فرمادے۔ شیخ نے ان سے پوچھا، کیا ان کے لئے کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ رشتہ دونوں کا ہو چکا ہے، لیکن میرے پاس اتنے مالی وسائل نہیں ہیں کہ ان کی شادی کر سکوں۔ شیخ نے یہ سُن کر انتہائی حیرت سے پوچھا: وہ آپ کی لڑکیاں ہیں یا لڑکے؟ کہنے لگے کہ لڑکیاں ہیں۔ شیخ نے سراپا تعجب بن کر کہا: لڑکیوں کی شادی میں مالی وسائل کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس انہیں جہیز میں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ شیخ نے پوچھا جہیز کیا ہوتا ہے؟ اس پر حاضرین مجلس نے انہیں بتایا کہ ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ باپ شادی کے وقت اپنی بیٹی کو زیورات، کپڑے، گھر کا اثاثہ اور بہت سا ساز و سامان دیتا ہے، اسے جہیز کہتے ہیں۔ اور جہیز دینا باپ کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے، جس کے بغیر لڑکی کی شادی کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔

اور لڑکی کے سسرال والے بھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ شیخ نے یہ تفصیل سنی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ کیا بیٹی کی شادی کرنا کوئی جرم ہے۔ جس کی یہ سزا باپ کو دی جائے؟ پھر انہوں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں اس قسم کی کوئی رسم نہیں ہے۔ اکثر جگہوں پر تو یہ لڑکے کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ اپنے گھر میں دلہن کو لانے سے پہلے گھر کا اثاثہ اور دلہن کی ضروریات فراہم کر کے رکھے۔ لڑکی کے باپ کو کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ اور بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ لڑکی کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے سامان تو باپ ہی خریدتا ہے، لیکن اس کی قیمت لڑکا ادا کرتا ہے۔ البتہ باپ اپنی بیٹی کو رخصت کے وقت کوئی مختصر تحفہ چاہے تو دے سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی کچھ ایسا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ اس واقعہ سے کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں جہیز کو کس طرح بیٹی کی شادی کا ایک ناگزیر حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔

جیسا کہ شیخ کے حوالہ سے اوپر بیان کیا گیا، شرعی اعتبار سے بھی جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اسے کوئی تحفہ اپنی استطاعت کے مطابق دینا چاہے تو دیدے۔ اور ظاہر ہے کہ تحفہ دیتے وقت لڑکی کی آئندہ ضروریات کو مدنظر رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن نہ وہ شادی کے لئے لازمی شرط ہے نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا مانیں، یا لڑکی کو مطعون کریں۔ اور نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان و شوکت کا اظہار کیا جائے۔

ہمارے معاشرے کے غلط تصوّرات

اس سلسلہ میں ہمارے معاشرے میں جو غلط تصوّرات پھیلے ہوئے ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں ——

۱۔ جہیز کو لڑکی کی شادی کیلئے ایک لازمی شرط سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ جب تک جہیز دینے کیلئے پیسے نہ ہوں لڑکی کی شادی نہیں کیجاتی۔ ہمارے معاشرے میں نہ جانے کتنی لڑکیاں اسی وجہ سے بِن بیاہی رہتی ہیں کہ باپ کے پاس انہیں دینے کیلئے جہیز نہیں ہوتا۔ اور جب شادی سر پر آہی جائے تو جہیز کی شرط پوری کرنے کیلئے باپ کو بعض اوقات روپیہ حاصِل کرنے کیلئے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اور وہ رِشوت خوری جعل سازی، دھوکا، فریب اور خیانت جیسے جرائم کے ارتکاب پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ اور اگر کوئی باپ اتنا باضمیر ہے کہ ان ناجائز ذرائع کو استعمال نہیں کرنا چاہتا تو کم ازکم اپنے آپ کو قرض اُدھار کے شکنجے میں جکڑنے پر مجبور ہوتا ہے۔

۲۔ جہیز کی مقدار اور اسکے لئے لازمی اشیاء کی فہرست میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اب جہیز محض ایک بیٹی کیلئے باپ کا تحفہ نہیں ہے جو وہ اپنی خوش دِلی سے اپنی استطاعت کی حَد میں رہ کر دے۔ بلکہ معاشرے کا ایک جبر ہے۔ چنانچہ اسمیں صرف بیٹی کی ضروریات کو پوری کرنا اور اس کے گھر کو مزیّن کرنا بھی ایک لازمی حِصّہ ہے۔ خواہ لڑکی کے باپ کا دِل چاہے یا نہ چاہے اسے یہ تمام لوازم کرنے پڑتے ہیں۔

۳۔ بات صرف اتنی نہیں ہے کہ لڑکی کی ضروریات پوری کرکے اسکا دل خوش کیا جائے۔ بلکہ جہیز کی نمائش کی رسم نے یہ بھی ضروری قرار دیدیا ہے کہ جہیز ایسا ہو کہ جو ہر دیکھنے والے کو خوش کر سکے اور ان کی تعریف حاصِل کر سکے۔

۴۔ جہیز کے سلسلے میں سب سے گھٹیا بات یہ ہے کہ لڑکی کا شوہر یا اس کی سُسرال کے لوگ جہیز پر نظر رکھتے ہیں۔ بعض جگہ تو شاید جہیز کا مطالبہ پوری ڈھٹائی سے کیا جاتا ہے۔ اور بعض جگہ اگر صریح مطالبہ نہ ہو تب بھی توقعات یہ باندھی جاتی ہیں کہ دُلہن اچھا سا جہیز لیکر آئے گی اور اگر یہ توقعات پوری نہ ہوں تو لڑکی کو طعنے دے کر اس کی ناک میں دم کردیا جاتا ہے۔

اہلِ علم اور اہلِ فکر کی ذمہ داریاں

جہیز کے ساتھ اس قسم کی جو رسمیں اور تصورات نتھی کر دیئے گئے ہیں، اور ان کی وجہ سے جو معاشرتی خرابیاں جنم لے رہی ہیں، ان کا احساس ہمارے معاشرے کے اہلِ فکر میں مفقود نہیں۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا بھی گیا ہے۔ بعض تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اور ان کوششوں کا اثر بحمداللہ ضرور ہوا ہے کہ اب جہیز کے بارے میں لوگوں کے بہت سے تصورات میں تبدیلی آئی ہے۔ جہیز کی نمائش کا سلسلہ کم ہوا ہے۔ بین الممالک شادیوں میں جہیز کی پابندی حالات کے جبر نے ترک کرا دی ہے۔ لیکن ابھی تک معاشرے کے ایک بڑے حصہ میں ان غلط تصورات کی حکمرانی ختم نہیں ہوئی۔

بعض حضرات یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ جہیز کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے۔ لیکن دراصل یہ ایک معاشرتی مسئلہ ہے، اور اس قسم مسائل صرف قانون کی جکڑ بندیوں سے حل نہیں ہوتے، اور نہ ایسے قوانین پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اس کے لئے تعلیم و تربیت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایک مناسب ذہنی فضا تیار کرنی ضروری ہے۔ بذاتِ خود اس بات میں کوئی شرعی یا اخلاقی خرابی بھی نہیں ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنے دل کے تقاضے سے اسے ایسی چیزوں کا تحفہ پیش کرے جو اس کے لئے آئندہ زندگی میں کارآمد ہوں۔ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سادگی کے ساتھ کچھ جہیز عطا فرمایا تھا۔ شرعی اعتبار سے اس قسم کے جہیز کے لئے کوئی مقدار بھی مقرر نہیں ہے۔ اگر دوسرے مقاصد نہ ہوں تو باپ اپنے دلی تقاضے کے تحت جو کچھ دینا چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن خرابی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ اول تو اسے نمود و نمائش کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور دوسرے لڑکے والے عملاً اسے اپنا حق

سمجھتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جہیز کی اُمیدیں باندھتے ہیں اور انتہائی گھٹیا بات یہ ہے کہ اسکی کمی کی وجہ سے لڑکی اور اسکے گھر والوں کو مطعون کرتے ہیں۔

جہیز کی ان خرابیوں کو ختم کرنے کیلئے معاشرے کے تمام طبقات کو ان تصورات کے خلاف جہاد کرنا پڑیگا۔ تعلیم و تربیت ذرائع ابلاغ اور وعظ و نصیحت کے ذریعے ان تصورات کی قباحتیں مختلف انداز و اسلوب سے متواتر بیان کرنے اور کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ یہ گھٹیا باتیں ہر کس و ناکس کی نظر میں ایک ایسا عیب بن جائے جس کی اپنی طرف نسبت سے لوگ شرمانے لگیں۔ کسی بھی معاشرے میں پھیلے ہوئے غلط تصورات یا بُری عادتیں اسی طرح رفتہ رفتہ دُور ہوتیں ہیں کہ اس معاشرے کے اہلِ اقتدار، اہلِ علم و دانش اور دوسرے بارسُوخ طبقے مل جُل کر ایک ذہنی فضا تیار کریں۔

(منجانب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ، بشکریہ ندائے شاہی ستمبر ۲۰۰۲ء)

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔
اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ
لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ہ

شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۵ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ

خُطْبَةُ النِّکَاح

عقدِ نکاح کے وقت ایجاب وقبول سے پہلے ایک خطبہ کا پڑھنا مسنون ہے۔
حدیث پاک میں خطبۂ نکاح کے بارے میں بکثرت روایات وارد ہوئی ہیں۔ اسی لئے مجلسِ نکاح میں ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھیئے کہ اگر بغیر خطبہ کے نکاح ہوجاتا ہے تو پھر بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ مگر طریقۂ مسنونہ کے خلاف ہے۔ اور خطبہ پڑھنے کے ثواب سے محرومی ہوتی ہے۔
اسی لئے کسی عالمِ دین یا دیندار شخص سے سنت طریقہ سے نکاح پڑھانا افضل اور بہتر ہے۔ یہاں پر آسانی کے لئے حدیث کی کتابوں سے خطبۂ نکاح درج کردیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ــــــ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○

یہ خطبہ سنن ابن ماجہ ص۱۳۶، ابوداؤد شریف ۱/۲۸۹ سے کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مشترک طور پر نقل کیا گیا، اور خطبہ نکاح کی حدیث نسائی شریف ۲/۷۸ اور ترمذی شریف ۱/۲۱۰ میں بھی کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔ اکابر کا معمول اس خطبہ کے ساتھ کچھ حدیثیں بھی پڑھنے کا ہے۔ اسلئے یہاں آسانی کے لئے چار حدیثیں نقل کر دیتے ہیں۔

(۱) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ، فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ وَتَزَوَّجُوْا فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ (ابن ماجہ ص۱۳۳)

(۲) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ۔ (نسائی شریف ۲/۷۰)

(۳) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا۔ (ابن ماجہ شریف ص۱۳۳)

(۴) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهٗ مَؤُوْنَةً۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۲۶۸، شعب الایمان ۵/۲۵۴ حدیث ۶۵۶۶)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۞ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ۔